

مرکز التراث الاسلامی دیوبند

نام اخبار	ماہنامہ القاسم جلد ۳ شمارہ ۱ تا ۱۲	محفوظات: اخبار نمبر ۴ نمبر:
نام ایڈیٹر	مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند	مقام حصول: حضرت مولانا عبد السلام صاحب فیض آبادی
مقام اشاعت	مطبع قاسمی دیوبند میں چھپ کر دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا	بتوسط صاحبزادہ مولانا محمد اللہ خلیلی قاسمی شعبہ انٹرنیٹ دار العلوم دیوبند
تاریخ اشاعت	ماہ محرم الحرام تا ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ	کتب خانہ نمبر:
مجموعی صفحات	۴۳۰	دستخط: [illegible] ۲۸ شعبان ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶ جون ۲۰۱۵ء

نوٹ:- شمارہ نمبر ۱ اور شمارہ نمبر ۱۲ ناقص ہے ۔

مرکز التراث الاسلامی دیوبند

نام اخبار	ماہنامہ القاسم جلد ۳ شمارہ ۱؍ تا ۱۲	محفوظات: اخبار نمبر ۴ نمبر:
نام ایڈیٹر	مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند	مقام حصول: حضرت مولانا عبد السلام صاحب فیض آبادی
مقام اشاعت	مطبع قاسمی دیوبند میں چھپ کر دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا	بتوسط صاحبزادہ مولانا محمد اللہ خلیلی قاسمی شعبہ انٹرنیٹ دار العلوم دیوبند
تاریخ اشاعت	ماہ محرم الحرام تا ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ	کتب خانہ نمبر:
مجموعی صفحات	۴۳۰	دستخط: [illegible] ۲۸ شعبان ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶ جون ۲۰۱۵ء

نوٹ!۔ شمارہ نمبر ۱ اور شمارہ نمبر ۱۲ ناقص ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معراج اور سائنس

ازقلم فیض رقم جانشین شیخ الہندؒ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب استاذ حدیث دار العلوم دیوبند دام فیوضہم

سچے مذہب کی تعلیم چونکہ ایسے مقدمات پر مبنی ہوتی ہے جنمیں کسی قسم کی کمزوری نہیں ہوتی اور نہ ان میں وہم وخیال کے تصرفات بیجا کو راہ ہوتی ہے {لاياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه} اس کے آگے پیچھے سے کسی قسم کی باطل چیز نہیں آسکتی۔

وہ ایک ایسے کامل العقل، راستباز، ہمدرد خلایق، حکیم کے ذریعہ سے کیجاتی ہے جس نے اپنے کمالات کو آفتاب سے زیادہ تر روشن ثابت کردیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے زمانہ کے سمجھدار، عمدہ روحانی قابلیت والے اشخاص اسکی روشنی اور ہدایت کے اسیطرح گرویدہ ہوجاتے ہیں جس طرح صحیح اور تندرست معدہ عمدہ غذا کا فریفتہ ہوتا ہوا اسکو اچھی طرح ہضم کرلیتا ہے۔ مگر جس طرح بیمار اور ماؤف معدہ غذا صالح سے نہ صرف نفرت ہی کرتا ہے بلکہ بسا اوقات اسکو ایسی غذا سے نقصان بھی پہنچ جاتا ہے اسیطرح ایسی صاف اور تیز روشنی سے ان لوگوں کو جنکا روحانی معدہ خراب اور مریض ہے نفرت ہوتی ہے اور وہ بجائے ہدایت کے گمراہی کے گڑھوں میں گرجاتے ہیں۔ اگر آیت يضل به كثيرا ويهدي به كثيرا وما يضل به الا الفاسقين الذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه ويقطعون ما امر الله به ان يوصل ويفسدون في الارض اولئك هم الخاسرون"

خداوند کریم بہت سے لوگوں کو اس قرآن کی روشنی سے گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت کرتا ہے۔ سوائے ان) فاسقوں کے جنکے روحانی اعضا برباد ہوگئے ہیں) کسیکو گمراہ نہیں کرتا یہ (فاسق) لوگ خدا کے عہد کو مضبوط کرنیکے بعد توڑتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم خدا نے دیا تھا انکو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ٹوٹے میں پڑنیوالے ہیں

امر ثانی پر دلالت کرتی ہے تو آیت

هدًى للمتقين الذين يومنون بالغيب الآية

یہ قرآن زور دار ہدایت کرنیوالا ان لوگوں کیلئے ہے جن کے روحانی اعضاء صحیح وسالم ہیں انمیں خدا سے ڈرنے اور اس کے مخالف امور سے پرہیز کرنیکا مادہ موجود ہے وہ غیب کی (آنکھوں سے اوجھل ہونیوالی) باتوں پر (دلائل باہرہ) کی بنا پر یقین لاتے ہیں الخ

وغیرہ امر اول کے لئے شاہد ہیں۔ ہاں ہاں۔ آفتاب اپنی بے نہایت نورانیت اور تابش کیوجہ سے اگرچہ ایک عالم کیلئے رحمت کاملہ ہے مگر شپرچمگادڑ، جنات، شیاطین وغیرہ کیلئے باعث عذاب بھی ہے۔ شیرینی تندرست آدمی کیلئے نہایت مرغوب ہے مگر صفراوی بیمار کے لئے بیحد آزار رساں۔ جسطرح احول کو ایک چیز دو دکھائی دیتی ہیں اور اس امر میں وہ اپنے آپ کو حقانی سمجھتا ہے اسیطرح روحانی امراض والے بہت سی ان یقینی اور قطعی باتوں کو نہ صرف اشتباہ کی نظر سے دیکھتے ہیں جنکو ایک سچا پیغامبر اعلیٰ درجہ کا ذکی اور عقلمند پیغمبر لیکر آیا ہے بلکہ اُسپر نہایت زور وشور سے انکار کرتے ہیں۔ اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں آوازے کستے ہیں۔ اسکو مجنون و دیوانہ بناتی ہیں۔ حالانکہ خود بیماریوں اور کم عقلیوں میں مبتلا ہیں۔ اگر وہ اپنی بیماری کو پہچان جاتے تو یہ خرابی اون میں رونما نہوتی۔

ہر پیغمبر کے زمانہ میں یہ حالت پیش آئی۔ اور جناب سید الرسل علیہ السلام کے زمانہ نبوت میں بھی یہی واقعہ درپیش رہا۔ معراج جسمانی کا وہ مشہور ومعروف واقعہ جس سے نہ صرف احادیث صحیحہ کے دفاتر بھرے ہوئے ہیں بلکہ سورہ اسرٰی اور سورہ نجم کی آیتیں بھی کفایت سے زیادہ اُسپر روشنی ڈال رہی ہیں۔ ہر زمانہ میں کم عقلوں اور روحانی بیماروں کے لئے موجب حسرت و یاس ہوتا رہا خود زمانہ نبوت میں بہت سے لوگوں کی گمراہی اور ضلالت اسکے باعث ظاہر ہوئی اور ارتداد کے گڑھے میں بہتونکو اپنا دین وایمان گنوانا پڑا۔ اُن کو ایسی تیز اور قوی حرکت اپنے جیسے جسم سے ادراک عقل اور سمجھ سے بالا معلوم ہوئی اور مستبعد الوقوع خیال کرنے لگے۔ ہر چند بعد از امتحان جسمیں بیت المقدس کی عمارت اور راستہ کی تفصیلات آنے اور جانے والے قافلوں کی کیفیت کا سوال تھا بہت سے

بہت سے لوگوں کو سچائی کا یقین ہو گیا (کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امتحان میں نہایت اعلیٰ درجہ کی ڈگری حاصل کر لی تھی۔ اور آپ کی خبریں واقعی ثابت ہوئیں تھیں) مگر تاہم ایک جماعت اپنے گمراہانہ اصرار پر جمی ہی رہی۔

جسطرح قرون اولی اسلامیہ میں جب کہ یونانی فلسفہ عربی زبان میں ترجمہ ہو کر شائع ہوا تو اس کے کمزور اور غیر قطعی اصولوں نے ایک تو کریلا کڑوا اور نیم چڑہا کا کام دیا۔ اس بطلیموسی فلسفہ کی بنا پر وہ شبہ جسمانی سریع الحرکتی کا تو تھا ہی آسمانوں کے دروازوں اور اس سے تجاوز کر کے صعود وغیرہ کے بھی کمزور شبہات پیش آئے۔ اُن کو آسمانوں میں خرق والتیام کا ہونا۔ ہر دو آسمان میں فاصلہ عظیمہ کا متحقق ہونا وغیرہ وغیرہ امور باعث پریشانی ہوئی۔ اس زمانہ میں بھی بہت سے لوگ ڈگمگا گئے۔ اگر ایک جماعت نے اپنے تدین کا ثبوت انکار معراج جسمانی اور اثبات معراج روحانی سے دیا تھا۔ تو دوسری جماعت نے بالکل صاف انکار کر دیا یا طرح طرح کی تاویلیں کیں۔ ملاحدہ نے بھی مختلف وجوہ سے آوازے کسے۔

اس زمانہ یورپ میں بھی جب کہ فیثاغورثی سائنس کا دور دورہ ہوا اور آلات جدیدہ اور اختراعات ریاضیہ نے اپنا پر زور مظاہرہ کیا تو مشرقی عقول مغرب کے سفسطہ کے سامنے اسطرح سربسجود ہو گئیں کہ جو کچھ بھی کسی مغربی یوروپین نے کہدیا بغیر تحقیق مقدمات و تدقیق دلائل آمنّا اور سلمنا کہنے لگے۔ اسکولوں اور کالجوں وغیرہ میں یہ سائنس داخل کیا گیا اور صاف ہونیوالے سینوں اور خالی قلوب میں اُسکا نشو و نما اسطرح سے ظہور پذیر ہوا کہ جو جو اصول اور مقدمات اس فلسفہ جدیدہ کے انکو وہاں پلائے گئے تھے نہایت مضبوطی اور آسانی کیساتھ ان کے قواے فکریہ اور ارواح میں بیچ گئے۔ وہی قطعی نتائج اور یقینی اصول دکھلائی دینے لگے انکا انکار یا ترمیم سب سے بڑا جرم معلوم ہونے لگا مذہبی اصول و قواعد خواہ کیسے ہی قوی اور یقینی کیوں نہوں ان سائنسی اصولوں کے مقابلہ میں کمزور ہی نہیں بلکہ ہیچ بھی معلوم ہونے لگے ان مذہبی اصولوں کی دلائل ان کے مقدمات اُن کے وسائل وغیرہ کو اپنی سادہ لوحی اور یوروپ کی تقلید سائنس جدید کی بے وجہ

تصدیق کی بناء پر ان لوگوں نے نہ صرف غیر قابل التفات قرار دیا بلکہ اُن کو لچر اور پوچ خیال کرتے ہوئے پس پشت ڈال دیا۔ یا تو مذہب سے بالکل بیگانہ بنگئے اور یا ان مذہبی اصولوں اور مسلمات امور کی کانٹ چھانٹ تنسیخ و تبدیل اسطرح پر کردی کہ سائنس جدید کا تصادم بالکل جاتا رہے۔ انہوں نے سائنس کے اصول کو اپنی مساعی کا نقطۂ نظر اور امام بنایا اور مذہبی قطعی اصولوں کو موم کی ناک اور بزعم خود مذہب کے بہت بڑے حامی اور مددگار بنگئے اپنی تقریروں اور تحریروں میں جسطرح اصول مذہبی کو پوری طرح تسلیم کرنیوالوں پر تبرا بازی کا بازار گرم کرتے ہوئے اُن کی تجہیل اور تسفیہ کی۔ اسیطرح خراج تحسین وصول کرنے کی غرض سے اپنی مساعی کو جمیلہ اور اپنی کوششوں کو دقیقہ بھی دکھلایا۔ کسی نے کوشش کی کہ روایات معراج میں خلاف واقع انقطاع اور ضعف ثابت کرے کسی نے سعی کی کہ ان میں اضطراب کا پھندا ڈالکر صحت اور اعتبار کے میدان سے دور پھینکدے کسی نے قلم اٹھایا تو معراج جسمانی کی روایتوں پر نام نہاد اعتراضوں کی بوچھار کرکے روحانی معراج کا ڈنکا بجایا۔ کسی نے اسکو بیداری اور یقظ کے مقام سے نکالکر خواب اور رؤیا کا خوش کُن جنگل دکھایا۔ روایت کے فن میں جب داخل ہوئے تو مسلمات فن روایت کے نہایت مضبوط قلعوں کو نہ صرف مسلمان کر بیٹھے بلکہ اسپر اسقدر زور و شور کی گرز باری اور گولہ اندازی کی کہ اس اجزاریت بنکر اُڑ گئے۔ حالانکہ فن تواریخ میں جب ان کے قدم اٹھے تو اسمیں لاکھوں قسم کی ایسی کمزوریوں کے موجود ہوتے ہوئے جنکا فن حدیث کی ضعیف سے ضعیف روایت میں عشر عشیر بھی موجود نہیں ہے ان تاریخی واقعات کو قطعی اور یقینی شمار کرنے لگے۔

فن درایت میں جب انہوں نے جادہ پیمائی شروع کی تو سائنس اور فلسفہ کے اُن مسلمات اور اصولوں کے سامنے جنکا ماننا محض تقلید یا شخصی خیال یا کمزور استخراج کی بناء پر ہے قوی سے قوی اصول مذہبی کی توہین کرنے لگے۔ وہ سائنس جدید جس کی تکمیل کا دروازہ باقرار ارباب فن ابھی تک بند نہیں ہوا اور نہ اُس کے آلات علم ابھی تک پایہ انتہا کو پہنچے ہیں جسمیں روزانہ نئی نئی زیادتیاں اور تنسیخ و تبدیل ہوتی رہتی ہیں اُس کے قواعد کو

برہانی اٹل سمجھنے لگے۔ خود دیکھ رہے ہیں کہ عرصہ دراز تک علماء سائنس روحانیت کا انکار کرتے رہے مگر پھر واقعات و شواہد نے ایسا مجبور کیا کہ نہ صرف وجود جنات و ملائکہ کے مقر ہوئے بلکہ امریکہ کے مشہور مشہور سائنس دان ہمزاد وغیرہ کے وجود کے بھی مقر ہوگئے اور اس کے لئے دلائل حسیہ اور غیر حسیہ کو قائم کرنے لگے۔ ایک عرصہ تک آفتاب کو غیر متحرک مانا جاتا تھا مگر پھر انکشافات نے مجبور کیا کہ نہ صرف اس کے لئے حرکت وضعی (دوری) کا اقرار کیا جائے بلکہ حرکت اینی بھی اپنے محور پر تسلیم کیجائے۔ جسطرح روحانیت اور فلکیات میں بیشمار تحقیقات روزانہ ہوتی رہتی ہیں اور سائنس ان کی بناء پر اپنی سابقہ غلطی تسلیم کرتے ہوئے پرانے قواعد اور مسلمات میں تغییر تبدل کرتی رہتی ہے۔ یہی حالت جمادات نباتات وغیرہ میں بھی جاری ہے۔ آج جمادات میں نہ صرف زوجیت کا اقرار ہے بلکہ اُن میں تعشق و نفرت رنج و راحت دل اور روح وغیرہ وغیرہ حالتیں بھی مانی اور ثابت کیجاتی ہیں۔ علم طبقات الارض میں اور علیٰ ہذا القیاس احجار و جواہر وغیرہ میں روزانہ جو جو انکشافات جدیدہ واقع ہو رہے ہیں اُن کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک ایسے فن کو جو کہ پایہ تکمیل کو ابھی تک نہیں پہنچ سکا۔ اپنا امام بنایا جائے اور باوجود ضعف دلائل فن سائنس جدید مذہب کے قطعی اصولوں میں اعتراضات کو جگہ دی جائے تبدیلی وغیرہ ظاہر کیجائے۔ اور روایات وغیرہ میں باوجود صحت و قطعیت اشتباہات پیدا کئے جائیں۔

جو فتنہ سرعت حرکت کا زمانہ نبوت میں پیدا ہوا تھا اور قرون سابقہ میں اُسپر استہزاء کی نوبت آئی تھی وہی فتنہ مع زیادت متعددہ آج بھی پیش آرہا ہے۔ آج یہ بھی سوال اُٹھایا جاتا ہے کہ آسمانوں کا وجود نہیں۔ ہوا دو تین میل کے بعد ایسی نہیں کہ کوئی حیوان اُس میں زندہ رہ سکے وغیرہ وغیرہ۔

بڑی چیز اس مقام میں جس نے ہر زمانہ کے لوگوں کو حیرت میں ڈالا وہ حرکت کی سرعت کا

اساطین اُمّت"

چند علمی نکتہ سنجیاں"

میرے عزیز بھائی مولوی قاری محمد طاہر سلمہٗ نائب مدیر القاسم نے مجھ فرمایش کی ہے کہ میں "اکابر دار العلوم" کی سوانح اور مختلف حالات بسلسلہ دار القاسم میں دینا شروع کروں اس فرمائش نے مجھے عجیب کشمکش میں مبتلا کر دیا۔ اگر لکھنا شروع کرتا ہوں تو واقعات کا اتنا ذخیرہ اور تسلسل موجود نہیں جسکو سیرۃ یا سوانح نگاری کی صورت میں پیش کرسکوں۔ اور نہیں لکھتا ہوں تو عزیز موصوف کی دلشکنی ہوتی ہے۔ اس لئے میں نے اپنی ناقابلیت کو نبھانے اور اپنے عزیز کے حسن ظن کو قائم رکھنے کے لئے "اکابر دار العلوم" کا مفہوم اک ایسا عام لیلیا جس میں مؤسسین اور ارکان و اجزاء دار العلوم کے سوا تمام اکابر اُمت ائمہ مجتہدین محدثین۔ فقہاء اور اس آخری دور میں جماعت دیوبند کے تمام کبراء داخل ہوسکیں۔ کیونکہ یہ تمام اکابر اُمت اکابر دار العلوم ہیں۔

جبکہ اس معنوی تصرف سے اکابر دار العلوم کا معنون عام ہوگیا اور ان اگلے اور پچھلے بزرگوں کی مختلف سیرتیں اُس میں داخل کر دینے کا امکان آگیا۔ تو مناسب ہے کہ عنوان میں تصرف کر کے بجائے اکابر دار العلوم کے اساطین اُمت عنوان رکھدیا جائے تاکہ اس وسیع و عمیق عنوان کے تحت میں اکابر کی علمی زندگیاں ان کی علمی موشگافیاں اُن کے مناظرے اور ان کے عام علمی آثار پیش کرسکیں۔

یہ کیا عجیب خوش وقتی و نیک قسمتی ہے کہ اس خفیف تصرف کے بعد یہ وہی مبارک عنوان بنگیا۔ جس کے ماتحت ایک عرصہ تک حضرت قبلہ عم محترم فخر الہند مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ العالی نے ممتاز اکابر اُمت کی سوانح عمریاں اور سیرتیں الرشید کے صفحات پر پیش فرمائی ہیں اور مدتوں یہ بلیغ عنوان اس کی صفحات کی زینت رہا ہے۔

نیز اگر حضرت قبلہ موصوف کے ایک عنوان "دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" کی تجدید صفحات القاسم پر قبلہ و استاذ مولانا اعزاز علی صاحب مدظلہ نے فرمائی اور اگر اُن کے ایک دوسرے عنوان "تعلیمات اسلام" کی تجدید برادر محترم مولانا محمد شفیع صاحب نے کی۔ اور اپنی ذاتی اہلیت و قابلیت کی بناء پر کی تو اس اسوۂ حسنہ نے میرے لئے بھی راہ کھولدی کہ میں اساطین اُمت کے مبارک عنوان کی تجدید کر کے اپنی نااہلیت اور مضامین کی خامیوں کو اپنے بزرگوں کے دامان عنوان میں چھپا سکوں۔ اور اپنے ناقص معلومات کو اکابر کی طرف کسی نہ کسی طرح منسوب کر کے بڑے بڑے عنوان میں نبھا سکوں۔"

احقر

(محمد طیب عفا اللہ عنہ)

آج اسلامی دنیا میں داناؤں کی کمی نہیں مدبروں کی قلت نہیں۔ دانشمندوں سے اسلامی برادری معمور ہے۔ لیکن اگر اس دوکان میں کسی متاع کی کمی یا فقدان ہے تو وہ علم اور فراستِ علم ہی جب رشتۂ مذہب یا سلسلۂ قومیت میں کوئی گتھی پڑجاتی ہے۔ تو ہم بجائے فراستِ علم کے اسکو صرف ناخنِ فکر اور کشائندہ دولت ہی سے کھولدینا چاہتے ہیں۔ اسی لئے آج جب کہ دنیا میں مفاسد پر مفاسد بڑھتے جارہے ہیں اور رات کی اندھیری ٹکڑیوں کی طرح فتن اور گمراہیاں پھیلتی جارہی ہیں ہم اپنی ذاتی آراء او ہوا اور اُن پر اصرار و اعجاب کے ذریعہ ان کے اضافہ کا سبب تو بن سکتے ہیں پر کسی علمی اصلاح اور دانائی کے ضابطہ سے اُن کو مٹا نہیں سکتے۔ کیونکہ ہم نے اپنی دانائی اور عقل کو علم سے جلا دینی ہی چھوڑ دی اور اسطرح اس فراستِ علم کا جو ایک مسلمان کی قومی میراث تھی خاتمہ کر دیا۔ کوئی شبہ نہیں کہ عقل ایک دوربین آنکھ ہے۔ لیکن بہر حال ہر آنکھ کی بینائی اور بصارۃ فرمائی کے لئے روشنی کی لامحالہ ضرورت ہے۔ اندھیری شب میں جبکہ کوئی خارجی روشنی نہو تو آنکھوں کی داخلی روشنی کیا کار برآری کرسکتی ہے۔

پس خدائے حکیم نے انسان کی فطرۃ میں عقل کی آنکھ ودیعت فرمائی اور اس کی بینائی کے لئے اسپر علم کا سورج چمکایا تاکہ اس کی بیرونی روشنی میں اس آنکھ کی اندرونی روشنی نگاہ بازی کرسکے۔ آج جبکہ اس آنکھ کے سامنے کوئی روشنی نہ رہی تو نتیجہ یہ نکلا کہ تنہا عقل کی روشنی بھی بیکار بلکہ مضرت رسان ثابت ہوئی۔ کیونکہ وہ اندھیری میں نگاہوں کے تیر پھینکتی ہے کبھی یہ تیر مقصد پر جا لگتے ہیں اور کبھی غیر مقصد پر اور جبکہ علم کی وہ روشنی مٹ گئی جس میں مقاصد نظر پڑتے تھے تو عموماً یہ تیر غیر مقاصد ہی کا شکار کرلاتے ہیں۔

برخلاف اسکے اسلام کے قرون ماضیہ کو دیکھو تو نظر آئیگا کہ علم اور فراستہ علم کے نورانی آثار صرف ارباب تفقہ اور علماء وائمہ ہی کیساتھ مخصوص نہ تھے۔ بلکہ علماء وفقہاء سے گذر کر سلاطین شعراء۔ اور عامۂ مسلمین کی طبائع پر بھی علمی ہی رنگ غالب آگیا تھا ان کے تمدن اُن کی روزانہ وشبانہ معاشرت ان کی نجی اور بے تکلف مجالس اور ان کی عام قولی وعملی زندگی سے شرائع اسلامی کا ظہور اور علمی روشنی کی جھلک صاف نمایاں نظر آتی تھی۔

علماء کے مذاکرے۔ سلاطین کے دربار۔ شعرا کی مجلسیں۔ عوام کے جتھے اپنے عام حالات کے لحاظ سے علمی اور اسلامی زندگی کا مرقع بنے ہوئے تھے۔

قاضیوں کے فیصلے۔ مفتیوں کے فتاوے۔ ائمہ کی امامت۔ وزراء کی سیاست اور عامۃ الناس کی عام روش صرف علم اور اس کی فراستہ وذکاوۃ کے رہین منت رہی ہے۔ لوگ جب اپنی جہالت کی گتھیوں میں خود ہی اُلجھ جاتے تھے۔ سلاطین جب اپنی مطلق العنانیوں کی بدولت کوئی ناقابل حل اور مہلک غلطی کر گذرتے تھے۔ اور جب کبھی رشتۂ مذہب وقومیت میں کوئی پیچیدہ گرہ پڑجاتی تھی تو ایک ذکی عالم کی علمی فراستہ اور علمی طاقت ہی ان مشکلات کا حل ثابت ہوتی تھی۔

اسی لئے بالعموم علماء اُمتہ اور بالخصوص وہ برگزیدہ اور مقبول خلائق ربانیین جن کو اساطین اُمۃ کا مبارک لقب دیا جاسکتا ہے غرباء کے لئے شاہ اور شاہوں کے لئے

شہنشاہ بنے رہے ہیں۔ ان کا قبول عام۔ اور رسُوخ تام دیکھکر سلاطین انپر رشک کرتے تھے اور ان کی خداداد شوکۃ وقوۃ کا اندازہ کرکے اس سے مرعوب رہتے تھے۔ کیونکہ یہ ہی حقانی انسان عام حالات میں عام مخلوق کے لئے قبلۂ حاجات اور کعبہ آمال تھے۔ اُمۃ کی دینی تربیۃ اور دنیوی پیچیدگیوں میں انکا دست عقدہ کشا کام کرتا تھا اور بالآخر انہی کی فراستہ اُوپر راہ ہوتی تھی۔

ذیل کے چند علمی حکایتیں ہمارے مذکورہ دعوی کی تصدیق کرینگی جنکے پیش کرنے سے صرف یہ غرض ہے کہ مسلمانوں کے علمی شوق ورغبت میں کوئی معتد بہ اضافہ ہوجائے اور وہ اپنے موجودہ تنزل کو (جو جہالت کا ادنی نتیجہ ہے) اور اُن اسلاف کے عروج کو (جو ان کے علمی کارناموں کا ثمرہ تھا) بالمقابل سامنے رکھکر ان اکابر کے علمی اسوہ کو مشعل راہ بنانے کی کوشش کریں۔

ان اُرید الا الاصلاح ما استطعت

(۱) ایک عقل کے پورے نے اپنی بیوی کو مخاطب کرکے یہ حلف اٹھالیا کہ "اگر میں تجھسے پہلے تیرے کلام کرنے سے کلام کروں تو تجھپر طلاق ہے"۔ بیوی اس سے بھی زیادہ دانشمند نکلی۔ اس نے خاوند کو مخاطب کرکے فوراً یہ حلف اُٹھالیا کہ "اگر میں تجھسے پہلے تیرے کلام کرنے کے کلام کروں تو میرا تمام مال صدقہ ہے" ان حلفوں کے بعد دونوں کو اور بالخصوص خاوند کو سخت اشکال کا سامنا ہوا۔ کہ اگر وہ خود پہلے بولتا ہے تو بیوی ہاتھ سے جاتی ہے اور اگر بیوی پہلے بولتی ہے تو تمام مال سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ پس اس شخص کا کلام کرنا بیوی کے کلام کرنے پر موقوف اور بیوی کا بولنا اس کے بولنے پر موقوف ہوگیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خاوند بیوی ایک دوسرے سے کلام نکریں۔ اور چپ بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو باحسرت و یاس دیکھا کریں۔ درصورت کلام یا بیوی جائیگی یا مال سے دستبردار ہونا پڑیگا۔

اس پیچیدہ گتھی میں اُلجھ کر اس پریشان حال نے فقہاء کے دروازوں کو کھٹکھٹانا شروع کیا تاکہ اس بلا سے کوئی مخلص اور رہائی کی صورت نکل آئے۔ لیکن عموماً فقہاء

علما کو حیرانی تھی کہ ایسی صریح قسم میں وہ کونسا ایسا راستہ پیدا کرسکتے ہیں کہ نہ اس کی بیوی نکاح سے نکلے نہ مال ہاتھ سے جائے اور وہ بدستور ایک دوسرے سے بے تکلّف بولنے بھی لگیں۔ بالآخر سفیان ثوری رحمۃ اللہ نے فتوی دے ہی دیا کہ اس مشکل سے نجات پانے کی کوئی صورت نہیں اور تم دونوں میں سے کسی ایک کو اپنی قسم میں جھوٹا ہونا ناگزیر ہے اگر خاوند پہلے بول پڑا تو یقیناً بیوی پر طلاق پڑجائیگی اور پھر اسکو علیحدہ نکرنا عمداً اہلی زناکاری میں مبتلا ہونا ہے، اور اگر بیوی پہلے بول پڑی تو یقیناً اس کا تمام مال خیرات کیا جائیگا ورنہ وہ تمام عمر مال حرام سے منتفع سمجھی جائیگی اور ان دونوں گناہوں کی پاداش دینی و دنیوی ظاہر ہی کہ حد درجہ شدید اور ناقابل تحمل ہے۔

بالآخر اسنے سب سے مایوس ہوکر سرخیل ارباب ذکاوت و سرتاج اصحاب فراستہ امام ہمام ابو حنیفہؒ کی ڈیوڑھی پر جبہ سائی کی اور حلف کا کل واقعہ کہہ سنا کر اپنی پریشانی درماندگی کا اظہار کیا۔ امام صاحب نے برجستہ فرمایا کہ جا اور جاکر اپنی بیوی سے پہلے تو ہی کلام کر۔ نہ تو اپنی قسم میں جھوٹا ہوگا اور نہ تیری بیوی اور اسلئے نہ تیری بیوی ہاتھ سے جائیگی نہ مال۔ یہ بیچارہ اس خلاف ظاہر فتوی کو سنکر حیران و ششدر رہگیا۔ اور ایک گونہ بے اطمینانی کیساتھ سفیان ثوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فتوی نقل کردیا، سفیان ثوری غضبناک ہوکر اپنی جگہ سے اُٹھے اور امام ابو حنیفہ کے پاس آکر نہایت تیزی سے فرمانے لگے کہ "اے ابو حنیفہ کیا تو حرام شرمگاہوں کو حلال کرنا چاہتا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا کیا قصہ ہے؟ سفیان ثوری نے اُس شخص کو اشارہ کیا کہ اپنا سوال اور حلف کا واقعہ دُہرائے۔ چنانچہ حلف کا مسئلہ دُہرایا گیا۔ امام صاحب نے اپنا جواب بھی دُہرادیا۔ سفیان ثوری نے فرمایا آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے کلام میں ابتدا کرے اور پھر طلاق نہو حالانکہ اسنے اپنی پہلے بولنے ہی پر تو طلاق کو معلق کیا ہے، امام صاحب نے فتوی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ شوہر کا حلف یہ تھا کہ اگر وہ بیوی کے کلام کرنے سے پہلے اس سے بولے تو اسپر طلاق ہے لہذا اسکے حلف اُٹھانے کے بعد جب بیوی نے حلف اُٹھایا تو وہ پہلے بول پڑی

اور اسی نے کلام میں ابتدا کی پس مرد کی قسم تو ساقط ہوئی اور بیوی قطعاً طلاق سے بچ گئی پس اب قسم ساقط ہونیکے بعد اگر میرے بھیجنے سے یہ شخص جاکر اپنی بیوی سے کلام کریگا تو حانث نہوگا کیونکہ اپنے حلف کے بعد کلام کی ابتدا اسنے نہ کی بلکہ اس کی بیوی کی، نیز اس شخص کے اس کلام کے بعد بیوی بھی اپنی قسم میں جھوٹی نہ ہوئی کیونکہ عورت کے حلف کے بعد پہلا کلام خاوند نے کیا نہ کہ عورت نے۔ لہٰذا نہ عورت پر طلاق پڑی نہ عورت کا مال خیرات ہوا اور نہ دونوں دائمی سکوت کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔

یہ ایک جرأت کی ذکاوۃ و فراستہ تھی جس نے دو درماندوں کو از سر نو زندگی کی کامرانی سے شادکام کیا۔ کیا کسی بادشاہ کی فوج یا اسکا بیشمار خزانہ۔ پھر اس حالف کی تمام برادری و کُنبہ ملکر اس کی اس ضیق اور مشکل کو رفع کرسکتے تھے؟ کبھی نہیں لیکن ایک امام وقت اور مجتہد عصر کی تھوڑی سی جنبش زبان نے تمام مشکلات کا منٹ میں خاتمہ کردیا۔ اب خود ہی خیال کرلو کہ اس پریشان شخص اور اس جیسے ہزاروں مصیبت زدہ انسانوں کے قلوب میں کسی سلطان، گورنر، کمانڈر افواج کی عظمت و محبت جم سکتی تھی یا ان علمائے احبار کی جن کی قلوب واسنہ کا خفیف سے خفیف نور ان کی مشکلات کی بڑی سے بڑی ظلمت کو فنا کردیتا تھا اور وہ اس نور کے چاندنے میں بآرام اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فتوی کی یہ تفصیل سنکر فرمایا کہ اے ابو حنیفہ تیرے لئے ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے علوم کے دروازے کھلتے ہیں کہ ہم اُن سے بے خبر اور غافل محض ہوتے ہیں"

رطبُ العرب

تخمیس القصیدۃ المشہورۃ للشبراوی

ربط القاسم نمبر ۱۱ جلد ۲

مَعَاذَاللّٰہِ ان آخزیٰ بخزیٖ … مِنَ التقصیرِ فی امرِی ونَھیی

خدا کی پناہ کہ میں رسوائی میں گرفتار ہوں اسوجہ سے کہ امر و نہی میں مینے تقصیر کی ہو

وَکَم اَسعیٰ علیٰ خوفی وَخشیی … وحاشا ان یخیب لدیک سعیی

اور بہت میری سعی خوف و خشیت کے ساتھہ ہوئی ہی بعید ہو کہ میری سعی آپکی پاس ناکام ہے

وَلَیسَ لجودِ رَاحتِکَ انقضاء

آپکی دست مبارک کی سخاوت کو ختم ہوتا نہیں ہے

فوا اَسَفا سِنو عُمرِی بعد سِتے … علَی السِتّین قد اربَت بخمس

افسوس کہ میری عمر کے سال میرے گمان میں ساٹھہ پر پانچ زیادہ ہوگئے

وَاُودَعُ بغتۃً فی لحدِ رمسِ … وَھا انا بالذّنوبِ ظلمتُ نفسِی

ناگہاں قبر کے اندر رکھدیا جاؤنگا ہاں مینے ضرور اپنے نفس پر گناہونکا ظلم کیا ہے

وَجئتُکَ وَالکریمُ لہُ وَفاءُ

اور آپ کی خدمت میں آیا ہوں اور کریم وفا ہی کرتا ہی

عَلَی الثَقَلین قد اوجبتَ شکرًا … بجُودٍ قد ملا برًّا وبحرًا

آپ نے دو گروہ عظیم انس جن پر شکر واجب کردیا کیونکہ آپکی جودنے خشکی و تری دنیا کو پُر کردیا

مددتُ یدَ السوالِ الیکَ فقرًا … وحاشا ان تعود یدا ی صِفرًا

مین نے بوجہ حاجت مندی کے دست سوال دراز کیا۔ بعید ہے کہ میرا ہاتھہ خالی واپس ہوں

وَفضلُکَ لیسَ تنقصہُ الدِّلاءُ

آپ کے دریائے بخشش کو تو ڈول کچھ کم نہیں کرسکتے

وَآیاتُ الرِّسالۃِ مُحکَماتٌ … علی الدِّینِ الحَنیفی بَیِّنَاتٌ

آپکی رسالت کے آیات نہایت مضبوط ہیں ملت اسلام پر شاہد ہیں

بَرَاھینٌ سِواھَا وَاضِحَاتٌ … وَکَم لکَ مُعجزاتٌ باھِراتٌ

سوا انکے اور دلائل عقلی کھلم کھلا ہیں۔ اور کسقدر معجزات آپکے ظاہر ہیں

کَضَوءِ الشَّمسِ لیسَ لہا خفاءُ

جیسے آفتاب کی روشنی کہ جسمیں کچھ پوشیدگی نہیں

وَقولٌ لِلھُدیٰ وَافٍ وَشافٍ … وَاِحسَانٌ مَلا ھٰذِی الفیافی

اور آپ کا منزل ہدایت کے لئے وافی شافی ہی اور آپکے وہ احسانات ہیں کہ جنگل بھر گئے

وَانعامٌ مُبینٌ غیرُ خافٍ … وَاَخلاقٌ تَطیبُ بِھَا القَوافِی

اور آپ کا انعام سب پر ظاہر ہے اور آپکو وہ اخلاق ہیں جیسے اشعار خوشنما ہوگئے ہیں

وَیحلُو المدحُ فیھا وَالثناءُ

اور ان اشعار میں آپکی مدح و ثنا شیریں معلوم ہوتی ہی

فجُد کرمًا فیا لکَ مِن کریمٍ … عَطوفٍ مُنعِمٍ رَؤُفٍ رحیمٍ

آپ کرم فرماکر بخشش کیجئے۔ آپ کیسی کریم ہیں مہربان انعام دینو ولے زیادہ مہربان رحم والے

ثناءُکَ فی کتابٍ مِن علیمٍ … وَاَنتَ لَنا علیٰ خُلُقٍ عظیمٍ

آپ کی تعریف قرآن پاک میں ہے اور آپ ہمارے لئے اک بڑی خلق پر ہیں

وَنحنُ علَی العُمومِ لکَ الفِداءُ

اور ہم سب کے سب آپ پر قربان ہیں

وَاِنَّكَ قَاسِمٌ وَاللّٰهُ مُعْطِی　　فَهَلْ لِیْ اَنْ یَّكُوْنَ عَطَاءً قِسْطِیْ

آپ تو تقسیم فرماتے ہیں اور اللہ دینے والا ہے　　کیا میرا حصہ اُس عطا سے ہو سکتا ہے

رِضَاءً دَائِمًا مِنْ غَیْرِ سُخْطٍ　　سَمِعْنَا فِی الضُّحٰی وَلَسَوْفَ یُعْطِی

کہ خوشنودی دائمی بلا خفگی مجکو حاصل ہو جائے　　ہمنے سورہ والضحیٰ میں سنا ہے۔ ولسوف یعطی یعنی اللہ تعالیٰ عطا فرمائیگا

فَسَرَّ قُلُوْبَنَا هٰذَا الْعَطَاءُ

اس عطا نے ہمارے دلوں کو بہت خوش کر دیا

اِذَا عُرِضَ الْعُصَاةُ عَلَیْكَ عَرْضًا　　وَتَشْفَعُهُمْ وَهُمْ اِذْ ذَاكَ جَرْضٰی

جب گنہگاروں کی آپکے سامنے پیشی ہوگی اور آپ سفارش فرمائیں گے وہ بیچارے غمگین ہونگے

وَتَسْتَرْضِیْ اِذًا وَتَقُوْلُ اَرْضٰی　　وَحَاشَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَرْضٰی

اسوقت آپ کی رضامندی لیجائیگی اور آپ رضامندی بیان فرمائینگے۔ بعید ہے کہ آپ رضامند ہو جائیں

وَفِیْنَا مَنْ یُعَذَّبُ اَوْ یُسَاءُ

اور ہم کو یعنی آپکی امت میں کیسکو عذاب یا برائی پہنچے

اِذَا جَسَدٌ لَطِیْفٌ مَالَ مَیْلًا　　وَاَدْنَاكَ الْاِلٰهُ وَنِلْتَ نَیْلًا

جب آپ کے جسم لطیف نے بشوق میلان کیا　　اور جناب باری نے آپکو نزدیک بلایا اور آپنے بہت کچھ حاصل کیا،

فَقَدْ نُوْرًا فَلَا وَتَجُرُّ ذَیْلًا　　فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرَاكَ لَیْلًا

آپ نار سے قریب تر دامن کشاں بڑھتی تھی۔ پاک وہ ذات ہے جس نے رات کو آپکو سیر کرائی

وَفِی الْمِعْرَاجِ كَانَ لَكَ ارْتِقَاءُ

اور معراج میں آپ کے لئے مراتب علیا کی ترقی دی

وَفُقْتَ الْكُلَّ بَعْدَ اللّٰهِ دَاهًا　　وَخَصَّكَ بِالرِّسَالَةِ وَاصْطَفَاهَا

آپ سب پر اللہ تعالیٰ کے بعد فائق ہیں خوب خوب؛ ور آپ کو اُس نے رسالت کیواسطے مخصوص کیا اور رسالت کو پسند کیا،

وَمَا مِنْ نِعْمَةٍ اِلَّا حَبَاهَا　　وَنِلْتَ مِنَ السِّیَادَةِ مُنْتَهَاهَا

کوئی نعمت نہیں بچی کہ آپ کو نہ دی ہو　　اور سرداری سے تو آپنے پورا حصہ لیا

عُلُوٌّ دُوْنَ رِفْعَتِهِ الْعَلَاءُ

یہ وہ بلندی ہے کہ جسکے بلندی کی سامنے سب بلندیاں پست ہیں

وَطِئْتَ الْفُلْكَ مِنْ وَطْئٍ وَدُوْسٍ　　تَلَقَّتْ خَیْرَ اقْدَامٍ بِبُوْسٍ

آسمانوں پر آپ نے قدم رکھا　　اور آسمانوں نے مبارک قدموں کی قدمبوسی کی

وَجُزْتَ السَّبْعَ فِیْ جَوْسٍ وَحَوْسٍ　　وَاَدْنَاكَ الْاِلٰهُ كَقَابِ قَوْسٍ

آپ تو دیکھتے بھالتے سات آسمان سے آگے نکل گئے اور اللہ تعالیٰ نے بلامکان و زمان بہت ہی قریب بلالیا

مَعَ التَّنْزِیْهِ وَانْكَشَفَ الْغِطَاءُ

اور سب پردے کھل گئے

وَقَدْ اُوْحِیَ بِمَا اُوْحِیَ لِذِكْرٍ　　دَرَیْتَ حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ بِفِكْرٍ

آپ کی یادگاری کیواسطے جو کچھ کہا کہا　　حقائق اشیا کا علم آپ کو خوب ہو گیا

فَلَسْتَ بِنَاطِقٍ اِلَّا بِخَیْرٍ　　وَخَصَّكَ بِالْهُدٰی فِیْ كُلِّ اَمْرٍ

اب جو بات آپ فرماتے ہیں علم اور دانشمندی سے فرماتے ہیں اور آپکو خاصکر ہر چیز میں ہدایت فرمائی گئی

فَلَسْتَ تَشَاءُ اِلَّا مَا یَشَاءُ

اب آپ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے

وَحَازَ الْاَنْبِیَاءُ لَدَیْكَ ذُخْرًا　　وَكُلٌّ قَدَّمُوْكَ فَكُنْتَ اَوْلٰی

انبیا نے آپکے پاس کمالات کا ذخیرہ لے لیا　　اور امامت کیواسطے آگے آپکو بڑھایا اور آپ ولی تھے

وَاَخْبَرَ مِنْكَ اُمَّتَهٗ بِبُشْرٰی　　وَاَنْتَ مُقَدَّمٌ دُنْیَا وَاُخْرٰی

اور ہر نبی نے اپنی امت کو آپ کی خوشخبری دی۔ آپ تو دنیا و آخرت میں سب سے مقدم ہیں"

وَصَلّٰی خَلْفَ ظَہْرِکَ انبیاءُ

آپ کے پیچھے انبیانے نماز پڑھی ہے

اِذَا فَزِعُوا الیومِ الحشرِ تُدْعٰی
تُشَفَّعُ حِینَ تَشْفَعُ ثُمَّ تَرْضٰی

قیامت کے دن جب لوگ گھبرا جاویں گے تو آپ بلائے جاویں گے آپکی سفارش قبول ہوگی اور آپ خوش ہو جاینگے

وَجُودُکَ فِی کِلَا الدَّارَینِ یُرجٰی
رَسُولَ اللّٰہِ فَضْلُکَ لَیسَ یُحْصٰی

اور آپکی بخشش کی دونوں جہان میں امید کیجاتی ہے
رسولخدا آپکی مہربانی بزرگی کی انتہا نہیں

وَلَیسَ لِقَدْرِکَ السَّامِی فَنَاءُ

اور آپ کے مرتبہ عالی کو فنا نہیں ہے

وَخُضْنَا فِی مَدِیحِکَ قَدْ وَلَجْنَا
وَلَمْ نَخْرُجْ بِشَیْءٍ اِذْ خَرَجْنَا

آپکی مدح سرائی میں داخل ہوکر بہت غور کیا
کچھ بھی نکر سکے جوں کی توں رہی

وَلَمْ نَدْرِکْ مَدَاہُ مَتیٰ عَرَجْنَا
سَمِعْنَا فِیکَ مَدْحًا فَابْتَہَجْنَا

اور آگے چڑھے تو اوس کی انتہا ہی نہیں ملی
آپکی مدح میں دو شعر حضرت حسّان کے سنے تو ہم خوش ہو گئے

وَصَارَ لَنَا بِمَعْنَاہُ اکْتِفَاءُ

اور اس کے مقصود پر کفایت کی

وَآثَرَکَ الْاِلٰہُ بِکُلِّ سَیْبٍ
عَلٰی کُلِّ الْوَرٰی مِنْ غَیرِ رَیبٍ

خدائے پاک نے ہر عطا میں ساری مخلوقات پر بلاشک آپ کو فضیلت دی۔

وَلَیسَ الْقَوْلُ ذَا رَجْمًا بِغَیبٍ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً ا مِنْ کُلِّ عَیبٍ

اور یہ کہنا اٹکل سے نہیں ہے
آپ ہر عیب سے پاک صاف پیدا کی گئی ہیں

کَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

گویا آپ تو ایسے پیدا کئے گئے جیسے آپکا جی چاہتا تھا

وَاِنَّکَ بَینَنَا ہَیِّنٌ وَلَیِّنٌ
جَمَالُ الدَّہْرِ لِلْکَوْنَینِ زَینٌ

اور ضرور آپ ہماری ساتھ نرم خو نرم مزاج ہیں۔ زمانہ کیواسطے خوبصورتی۔ اور دونوں جہان کیلئے زینت ہیں

وَنُورُ الْعَینِ لِلْاَعْیَانِ عَینٌ
وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَینٌ

آپ آنکھ کی روشنی۔ سرداروں کے سردار۔ آپ سے خوبصورت زیادہ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا

وَاَکْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

اور آپ سے کامل زیادہ کسی عورت نے نہیں جنا

عَلَیکَ سَلَامُ رَبِّی مَا اَمَالَتْ
غُصُونَ الرَّوضِ اَنْسَامٌ وَکَالَتْ

آپ پر پروردگار کا سلام جب تک ہوائیں باغوں کی شاخہائے درخت کو حرکت دیں اور دراز ہوں

وَمَا رَتَعَتْ مَہَا فِیہَا وَجَالَتْ
عَلَیکَ صَلٰوۃُ رَبِّی مَا طَوَالَتْ

اور جب تک گاوان وحشی باغوں میں چریں اور دوڑتے پھریں۔ آپ پر پروردگار کا درود جبتک کہ دراز ہے

تمت	دُہُورٌ اَوْ تَلَا صُبْحًا مَسَاءُ زمانے آتے رہیں۔ اور صبح کے بعد شام آوے	القصیدۃ

حالات دار العلوم دیوبند

یکم ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ آج حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی نے مسلم شریف کا درس دیا چونکہ حضرت شاہ صاحب مدظلہ صدر مدرس دو ماہ کی رخصت پر کشمیر تشریف لے گئے ہیں اسلئے ترمذی شریف کے وقت میں فی الحال مسلم ہو رہی ہے۔

۷؍۱۲؍۴۵ھ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ناظم تعلیمات دار العلوم کیجانب سے سفر میں تشریف لے گئے تھے آج واپس ہوئے ہیں مولانا کے متعدد وعظ اثنائے سفر میں ہوئے اور وہاں کے علاقہ میں کئی ایک ہندو مشرف باسلام ہوئے

۸؍۱۲؍۴۵ھ حضرت مہتمم کیجانب سے اعلان ہوا ہے کہ ۹ ذی الحجہ سے ۱۶ ذی الحجہ تک تعطیل عید اضحیٰ رہیگی جو طلبہ اپنے مکان جانا چاہتے ہیں وہ جا سکتے ہیں۔ ۱۶ کی شام کو واپس آجانا چاہیے۔

حضور نظام کیلئے دار العلوم میں دعا کا انتظام

حضور نظام کے متعلق جو اطلاعات اخبارات میں شائع ہو چکیں ہیں وہ یقیناً ہر درد مند کو اسپر مجبور کئے ہوئے ہیں کہ خدائے قدوس کی بارگاہ میں دلسے ہر مسلمان دعا کرے اور امکانی ہمدردی سے دریغ نکرے دار العلوم کی مسجد میں پانچوقت کی نماز و نکے بعد دعائے تحفظ اقبال و ترقی عمر و دولت ہوتی ہے حق تعالیٰ اسکا ظہور جلد سے جلد فرماوے۔ اور ناخوشگوار تعلقات میں پھر خوشگواری پیدا ہو جائے۔

افسوس اور حسرت کیساتھ یہ اطلاع دیجاتی ہے کہ جناب حافظ فصیح الدین صاحب سوداگر و میونسپل کمشنر و آنریری مجسٹریٹ میرٹھ و ممبر دار العلوم نے کچھ عرصہ علیل رہکر اس دار فانی سے رحلت فرمائی اِنّا للّٰہِ وانا الیہ راجعون۔ حافظ صاحب مرحوم عجیب لوگوں میں سے تھے دولتمند ہونے کے ساتھ پکے دیندار بھی تھے اور جماعت دیوبند کے فدائیوں میں ممتاز درجہ رکھتے تھے حال کے دار العلوم کے جلسہ شوریٰ میں بڑی مستعدی کیساتھ شریک ہوتے تھے اللہ تعالیٰ حافظ صاحب مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرماویں اور نعمات جنت الخلد سے نوازیں حضرت مدیر مہتمم صاحب اور مولانا سید الدین صاحب و دیگر حضرات نے میرٹھ جاکر تعزیت ادا فرمائی

۱۰ ذی الحجہ ۴۵ھ آج نماز عید سے قبل ورتمان اخبار کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے زیر صدارت مولانا عزیز الرحمن صاحب مفتی دار العلوم جلسہ عید گاہ میں منعقد ہوا ہزاروں مسلمان شریک تھے پہلے مولانا شبیر احمد صاحب کی تقریر ہوئی اور ریزولیوشن پیش کیا گیا پھر مولانا حسین صاحب نے اس کی تائید میں تقریر فرمائی اور اسکے بعد حضرت مہتمم صاحب کی جانب سے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے مختصر لفظوں کے ساتھ توثیق کی اور نماز عید ادا کی گئی اور اگلے روز وائسرائے بہادر کو یہ متفقہ و منظورہ ریزولیوشن بذریعہ تار بھیجا گیا۔ جسمیں جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ پر اظہار ناراضی کیا گیا تھا اور گورنمنٹ ہند کو توجہ دلائی گئی تھی۔

نزاع دیوبند

۱۲ ۱۲/۴۵ھ آج سوء اتفاق سے بعض غلط فہمیوں کی بناء پر دار العلوم کے طلبا اور دیوبند کے ایک ہندو رئیس کے باغ کے ملازموں کے درمیان جھگڑا ہو گیا نوبت زد و کوب تک پہنچی کچھ چوٹیں بھی لگیں مگر چونکہ دیوبند میں ہندو مسلم تعلقات اچھے ہیں اسلئے اس مسئلہ نے قومی مسئلہ کی حیثیت پوری طرح اختیار نکی اسلئے بہتر کی بہتری کی توقع ہے۔ کیونکہ اسکا یقین ہر ہر فرد کو ہے کہ یہ معاملہ محض اتفاقی تھا۔

۱۵ ۱۲/۴۵ھ آج پولیس کیطرف سے شناخت ملزمین کی کرائی گئی جسمیں چار طالب علم دو مرتبہ کی شناخت کیوجہ سے فوراً گرفتار کر لئے گئے اس صدمہ کی کیفیت کسیطرح اس صفحہ میں تحریر کرنا ممکن نہیں حضرت مہتمم صاحب عصر کے بعد تھانہ میں تشریف لیگئے اور پوری طرح ان کو سکون و دلاسہ دیا کہ تمہارے لئے پوری کوشش کیجاویگی اور اسی قسم کی چند تقریریں طلبا سے فرمائیں کہ وہ سکون و اطمینان سے رہیں اُن کیلئے پوری سعی کیجا رہی ہے۔ شہر کے با اثر لوگ بھی پوری ہمدردی کیساتھ کام کر رہے ہیں۔

۱۷ ۱۲/۴۵ھ حالات کی رفتار کا تقاضا یہ ہوا کہ دار العلوم کے معتمد حضرات اور شہر کے معززین کا ایک مشترکہ مصالحتی وفد پنڈت آسارام کے پاس جائے چنانچہ دار العلوم میں جلسہ ہوا وفد کی ضرورت پر پوری روشنی ڈالی گئی ۲۰ آدمی منتخب ہوئے جو اگلے دن شام کو پنڈت آسارام سے ملے پنڈت آسارام نے وفد کیساتھ نہایت شریفانہ معاملہ کیا اور قبل وفد کی گفتگو کے حادثہ کے متعلق اظہار افسوس کیا اور کہا کہ میں یقین کئے ہوئے ہوں کہ موجودہ واقعہ محض اتفاقی واقعہ تھا جسکا پہلے سے کسیکو وہم و گمان بھی نہ تھا اور میں معتمد وفد کے تشریف آوری سے بیحد شرمندہ ہوں مجھے جسطرح حکم دیا جائیگا اسیطرح عمل کرونگا۔ وفد نے انکی فہم و خلق کی داد دیتے ہوئے اُنکا شکریہ ادا کیا۔

۲۶ ۱۲/۴۵ھ آج ہندو مسلمانوں کے درمیان مصالحانہ گفتگو ہوئی اور وہ طلبا جو شناخت کے سلسلہ میں زیر حراست تھے ضمانت پر رہا کر دیئے گئے۔ امید غالب ہے کہ یہ معاملہ باحسن وجوہ انشاء اللہ ختم ہو جائیگا

(باقی آئندہ)

خاکسار
بشیر حسین نگینوی پیشکار حضرت مہتمم صاحب مدظلہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۷۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۲

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصولڈاک

فی پرچہ ---- ۴ر

رسالہ القاسم ماہ صفر المظفر ۱۳۴۶ھ ہجری

جو بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا	جناب حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب مدظلہ	۱/۸
۲	قبول الصواب فی شمول الحجاب	ایک جدید تعلیمیافتہ کے قلم سے،	۹/۱۶
۳	آریوں میں مخلوق پرستی	جناب مولانا حکیم عبد الشکور صاحب، مرزاپوری	۱۷/۲۸
۴	قصائد الحبیب	فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم دار العلوم دیوبند و مدیر القاسم ،،	۲۹/۳۲
۵	حالات دار العلوم دیوبند	مولانا قاری محمد طاہر بن احمد القاسمی معتمد المدیر	۳۳/۳۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دُنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا؟

تمہید زمانہ کے انقلابات بھی کیسے کیسے عجائبات اپنے اندر رکھتے ہیں جب ایک واقعہ زمانہ ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو ہم اسکو محیر العقول آثار سے بھرا ہوا دیکھکر عرب کے مُنہ زور شاعر متنبی کا شعر۔ مضت الدھور وما اتین بمثلہ ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ

پڑھنے لگتے ہیں۔ لیکن اوسکے بعد ہی دوسرا واقعہ آکر بتاتا ہے کہ مجھسے قبل کا واقعہ ہیچ تہا۔ دراصل منظر میں ہوں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نہ یہ ہی بےنظیر نہ وہ ہی بےمثل۔ بلکہ زمانہ کے اس ہار میں تو ہر موتی ہی بےنظیر ہے" زمانہ کی اس بوقلمونی پر جو لوگ نظر ڈالتے رہنے کی عادی ہیں انکے نزدیک زمانہ کی ہر ایک حرکت زمانہ کا ہر ایک سکون قابل حیرت اور لائق صد استعجاب ہے۔

انہیں عجائبات زمانہ میں سے ہمارے زمانہ کے مدعیان عقل و تحقیق مذاہب کی روش ہے جو خواہ اُنکے نزدیک موجب صد مدائح ہو مگر کم از کم ہم جیسوں کی زبان سے تو ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست + نکلوا ہی دیتی ہے، جن لوگوں کی عقلیں۔ عناد۔ ہٹ دھرمی، خواہی نخواہی عداوت وغیرہا کے مُہلک امراض نفسانیہ سے فنا کے قریب نہ پہنچ چکی ہوں انکا فرض ہے کہ وہ دلائل کی روشنی میں نتائج کی چھان بین کریں، اور دلائل صحیحہ اور براہین قاطعہ جس جانب انکو لیجاویں اُس جانب چلیں۔ یہ طریقہ ہرگز ہرگز صحیح طریقہ نہیں ہے کہ کسی نتیجہ کو ذہن میں اولاً راسخ کر لیا جائے اور اس کیلئے دلائل کی تفتیش کیجاوے یعنی دعوی کو دلیل کے تابع کرنا مناسب ہے نہ کہ دلیل کو دعوے کے تابع کرنا۔

لیکن زمانہ موجودہ کے مدعیان عقل کی رفتار ہی برعکس ہے۔ اُن کے یہاں اولاً ایک دعوی قائم کر لیا اور نتیجہ صحیح مان لیا جاتا ہے ثانیاً اسکے مناسب دلائل ڈھونڈھے جاتے ہیں۔ اس طریقہ کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے اور یہی ہونا بھی چاہیئے کہ نہ تو ایسے دلائل ہی ملتے ہیں جنسے ایک سمجھدار

عہ اس جیسا واقعہ نہ زمانہ ماضی میں ہوا نہ آئندہ زمانہ میں ہو سکے ۱۲"

انسان اُن کے دعوی کی تصدیق کرے نہ وہ ان دلائل کے مفید مدعا نہونیکے بعد اپنے دعوی سے رُجوع کرسکتے ہیں۔ اس سے زیادہ دشواری یا مضرت یہ ہوتی ہی کہ چونکہ اس مخالف عقل طریقہ کو اختیار کرکے یہ صاجبان اول سے قبل ہی دعوی کو ناقابل ابطال اور روز روشن سی زیادہ بدیہی مان لیتے ہیں اسلئے ان صحیح دلائل اور واضح براہین سے بہی انکو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا ہی بلکہ اپنے دعاوی کے مخالف دلائل کی نسبت اول تو وہ پوری کوشش، کامل طاقت اسمیں صرف کردیتے ہیں کہ کسی طرح کوئی موقع نکتہ چینی کا ملجاوے اور اسی ،، حبك الشئ يعمى ويصم ،، { محبت انسان کو اندھا، بہرا بنادیتی ہی ؛؛ کے مصداق جنون اعتراض کیوجہ سی وہ خود اپنے دلوں میں اس انصاف کرنے سے قاصر رہتے ہیں کہ ہمارے اعتراضات کسدرجہ کے ہیں۔ فی الحقیقت ان اعتراضات کی جرح مخالف کے دلائل کو مجروح کرتی ہی یا یہ اعتراضات خود ہی مجروح ہیں۔ بلکہ دعوی مظنونہ کے متعلق والہانہ رفتار بسا اوقات صریح سے صریح غلطی کا احساس نہیں ہونے دیتی ہی لیکن اگر مخالف کے دلائل کچھ ایسی ہموار سطح پر ہوں کہ اُن میں کسی قسم کی کجی ظاہر ہی نہوتی ہو تب بھی اس قسم کی روش رکہنے والے صاجبان ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں اور یہ کہکر دل کو سمجھا لیتے ہیں کہ اگرچہ ہمارے دعوی کے خلاف میں دلائل قویہ موجود ہیں انپر انگلی رکہنا ناممکن ہی مگر چونکہ ہمارا دعوی صحیح ہے اسلئے ان دلائل میں یقیناً کوئی نہ کوئی نقصان ہے غرض یہ کہ لاطائل اور لغو نکتہ چینی ہو یا یہ عذر لنگ دلائل صحیحہ سے استفادہ کی محرومی بہرصورت حاصل ہے اسی مضمون کیطرف کلام الٰہی (جل قدرہ وعز شانہ) کے یہ پر شوکت الفاظ اشارہ کرتے ہیں؛؛

ولقد ذرانا لجهنّم كثيرا من الجن والانس۔ لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم آذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون ،،۔ [۵]

[۵] اور ہم نے پیدا کئے ہیں دوزخ کیلئے بہتیرے جن اور انسان! ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ انسے دیکھتے نہیں۔ اور کان ہیں کہ انسے سُنتے نہیں۔ وہ لوگ چوپاؤں کی مثل ہیں بلکہ انسے بھی زیادہ گمراہ یہی لوگ بیخبر ہیں؛؛

ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک رکہنے والے انسانوں کی جس قسم کا ہم نے ذکر اسوقت کیا ہی ان کے معتقدات، خیالات، دعاوی کچھ اس قسم کے لطائف وظرائف سے بھرے ہوئے ہیں کہ فی الحقیقت اُن میں سے ہر ایک قابل ذکر ہے تاکہ سمجھدار لوگ ان معتقدات اور ان کے دلائل کو دیکھکر منعم حقیقی کی نعمت عقل کاملہ کا شکر ادا کریں اور سمجھ سکیں، ہمارے خالق نے ہمکو بھی اس جنس کی طرح عاقل نما مجنون نہ بنایا،،

ان مشار الیہا دعاوی میں سے ایک دعوی وہ ہی جس کا تعلق ہمارے اس موضوع سی ہے، یہ جماعت ایسے لوگوں میں پیدا ہوئی کہ نہ اُن کے عقائد میں کسی قسم کا کوئی حُسن نہ اعمال میں نہ اخلاق میں شائبۂ انسانیت، نہ معاملات وتعلقات میں رعایت حسن معاشرت۔

نجاسات حقیقیہ عقلیہ کو طہارات۔ حوادث وممکنات کو قدما اور واجبات خیال کرلینا انکی چھوٹی سی منگھڑت ہی۔ جانوروں کی جان کے مقابلہ میں اشرف المخلوقات (انسان) کی غیر محدود جانیں تلف کرنا اور تلف کرانا دوسرے مذاہب کے مسلّم مقتداؤں کو سب وشتم سے یاد کرکے دل آزاری کرنا اون کے اخلاق ومعاملات کا ادنی کرشمہ ہی۔

اس سیاہ اور ناہموار شیشہ میں ان لوگوں کو اسلام کی تصویر بھی سیاہ اور کھُردری معلوم ہوئی۔ اور اسیوجہ سے نہ انہوں نے دلائل عقلیہ کا دامن پکڑا۔ نہ اسلامی تعلیمات کو جانچا جنکی جانچ اسوجہ سے کچھ دشوار نہ تھی کہ علمائے اسلام نے اسکے ایک ایک دقیقہ کی تحقیق کی اور اسکو چار دانگ عالم میں شائع کردیا ہی۔ بلکہ انہوں نے ان مشاہدات و واقعات سے بھی قطع نظر کرلی جو اسلامی قواعد کے ماتحت رہکر مسلمانوں سے ظہور پذیر ہوئے۔ اور یہ سمجھ لیا کہ اِسلام کا یہ بحر مواج دنیا کے ہر ہر گوشہ کو تلوار کی پشت پناہی میں محیط ہوا؛؛

جب یہ خیال ذہن میں راسخ ہوچکا تو اسکے لئے دلائل کی تلاش شروع ہوئی جب یہ نوبت ہو کہ دلائل سے زیادہ دعوی محبوب ہو تو دلائل کا ملجانا کیا دشوار ہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کسی نے کفار کی ناقابل برداشت تکالیف سے عاجز آکر تلوار اُٹھائی تو اس کو بھی اسلامی تعلیم ہی

کے ماتحت خونریزی کی تعلیم قرار دیا گیا اگر کسی مسلمان پادشاہ نے طریقہ سلاطین کے موافق لشکر کشی کی تو وہ بھی اسلامی جہاد سے تعبیر کیا گیا۔ اور اس سلسلہ نے یہانتک ترقی کی کہ اگر کسی شخص نے ڈاکا ڈالا اور بدقسمتی سے اُس کا شمار مسلمانوں میں ہوا تو کہا گیا کہ مسلمانوں کا مذہب ڈاکہ ڈالنے کو بھی ضروری قرار دیتا ہے۔

اس جماعت کے افراد گائے کی آڑ میں انسانوں کی جانیں تلف کریں مگر اُن کے زعم میں اُنکا مذہب جیو رکھشا کی تعلیم دیتا ہے اور اگر کوئی شخص نظام دُنیا کو باقی رکھنے کی غرض سے ان مفسدہ پردازوں کی جان لے جو دنیا کے لئے اُن اعضائے فاسدہ کی طرح ہو گئے ہیں جنکو اگر قطع نکیا گیا تو قیامت کبریٰ سے پہلے قیامت کا ہو جانا باغلب ظن ہے تو یہ صاحبان اسکو خونریزی کی تعلیم سے تعبیر کریں۔ ہمارے موضوع سے اگرچہ خارج ہے لیکن یہانپر پہنچکر اسقدر عرض کر دینا ضروری ہو گیا ہے کہ اسلامی جہاد بیشک فرض ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ قیامت تک فرض رہنے والی چیز ہے۔ اور مسلمانوں نے اس فرض کو ادا بھی کیا ہے۔ لیکن وہ کیا چیز ہے؟ کیا یہی کہ دنیا کے امن کو خطرے مین ڈالکر بیگناہ انسانوں کا خون بہایا جاوے؟ مکاری اور دغابازی کے ذریعہ سے اتلاف نفوس کا ارتکاب کیا جاوے؟ تلوار کے ذریعہ سے اسلام لانے پر مجبور کیا جاوے؟ اور اگر اسکو بیموقع کیا جاوے تو موجب ثواب یا باعث صد عذاب؟ اگر اسکی تحقیق کرنی ہو تو اس سے اسلامی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ علمائے اسلام موجود ہیں ان سے تحقیق کرو۔ نہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا خفا ہے اور نہ علمائے اسلام کسی مسئلے کو مخفی رکھ سکتے ہیں کیونکہ کتمان علم ان کے یہاں گناہ سمجھا گیا ہے۔ اور پھر یہ بھی نہیں کہ کتابیں عربی زبان میں ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس موضوع پر اُردو میں بھی ضخیم اور غیر ضخیم کتابیں تصنیف کی جا چکی ہیں۔

میں بھی اس موضوع پر بحث کرتا لیکن خارج از بحث امر کو داخل کرنا کلام اور متکلم دونوں ہی کیلئے مضر ہے اسلئے مجبوراً اسکو ترک کر کے مقصد کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔"

خلاصہ یہ کہ غیر مسلم جماعتوں نے اسلامی محاسن کیوجہ سے اپنی بچاؤ کیصورت فقط اسمیں

دیکھی کہ اسلامی چہرہ کو انیاب اغوال کیصورت میں پیش کیا جاوے اور اسکے خوشنما چہرہ کو منجملہ اور بہت سے اتہامات کے علاوہ یہ کہکر بھی مکروہ صورت میں دکھایا جائے کہ اُسکی اشاعت صرف بزور شمشیر ہوئی ہے۔

علمائے اسلام اس آلہی خزانہ (اسلام) کے محافظ ہیں اگر وہ اس ودیعت آلہیہ کی پوری حفاظت نکریں تو ادائے حق واجب سے قاصر ہونگے۔ اس جماعت نے ہمیشہ مخبر صادق (روحی و روح ابی و امی فداہ) کی اس پیشینگوئی کی تصدیق کی ہے "کہ میری اُمّت میں سے ایک ایسی جماعت قیامت تک باقی رہتی چلی جاویگی جو حق کی حمایت کرتی رہیگی۔ تائید خداوندی اسکے ساتھ ہوگی۔ امداد نکرنے والوں۔ مخالفت کرنیوالوں سے اُنکو ذرہ برابر نقصان نہوگا"

اس بناپر ضرورت ہوئی کہ اس قبیح روغن قار کو اسلام کے چہرہ سے دور کیا جاوے جسکو زبردستی افترا اور کذب کے ذریعہ سے اسلام کے چہرہ پر مل دینے کی کوشش کیجا رہی ہے چونکہ اس بدنما اعتراض کی (غالباً اس غرض سے کہ اس کی وجہ سے غیر مسلم طبائع میں استقلال قبول حق سے تنفر بآسانی ہوگا) بہت زیادہ اور مختلف طریقوں سے اشاعت کی گئی اسلئے علمائے کرام (کثر اللہ سوادہم) نے اسکے جوابات بھی پوری قوت اور مختلف طریقوں سے دیئے۔

میرا اپنا خیال ہے کہ علمائے کرام کے تمام جوابات اور اُن کے انداز مؤثر اور مستحسن ثابت ہوئے اگر کامل اور اکمل کا تفاوت ہو تو وہ مضر نہیں۔ ہاں! مَیں اُن جوابات کو خود اچھی نظر سے نہیں دیکھتا ہوں جو کذب فی جلد شاۃ "گرگ بصورت بز" کے مصادیق عالم نما جاہلوں نے دیئے۔"

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند کا
مضمون بعنوان "دنیا میں اسلام
کیونکر پھیلا"

مَیں کوئی وسیع النظر شخص نہیں نہ میں نے دنیا کے کتبخانوں میں سیر کی نہ میرے پاس علما کی تصانیف کو جانچنے کا کوئی خاص معیار۔ اسلئے میں اگر کسی تصنیف کے متعلق اپنی رائے ظاہر کروں تو تقلیدی طور پر وہ ہرگز ہرگز قابل تسلیم نہیں اور اسی لئے اگر

کسی کتاب کیلئے مجھسے تقریظ کے طور پر اظہار رائے کے لئے کہا جاتا ہی تو میں بسا اوقات معافی چاہتا ہوں - اور خدا کا شکر ہی کہ بعض لوگ کلام سے متکلم کو جانچنے کی کسوٹی پر میرے استعفا ہی سے میری علمی بضاعت مزجاۃ کو معلوم کر کے تقریظ پر اصرار نہیں کرتے ہیں - ہاں! بعض حضرات حُسن عقیدت میں کچھ اس درجہ غالی ہوتے ہیں کہ معافی نہیں دیسکتے ہیں - اُن کے فرمانے کی کچھ نہ کچھ تعمیل کرنی ہی پڑتی ہے - اور یہی وجہ ہی کہ چند کتابوں کے سوا میری تقریظ آپ کو نہ ملیگی؛

اس حقیقت حال کے بعد میرے لئے مناسب نہیں کہ میں کسی ایسی تصنیف کے متعلق رائے ظاہر کروں جو "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کے موافق اپنی محاسن کی خود ہی دلیل ہو - عالم نے اسکے طرز ادا - خوش بیانی - تاثیر کلام - تحقیق واقعات وغیرہا کی داد دی ہو علاوہ ازیں اگر یہ صحیح ہے کہ ؎

واذا اتتک مذمتی من ناقص ¹ | فہی الشہادۃ لی بانی کامل

تو یہ بھی صحیح ہے کہ ؎

واذا اتتک من یحتی من ناقص ² | فہی الشہادۃ لی بانی ناقص

اس بنا پر نہ تو کسی کامل تصنیف کو میری مدح کی حاجت نہ میرے لئے مناسب - لیکن اضطراری طور پر میں اسقدر ضرور کہونگا کہ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں جسقدر اُردو زبان کی کتابیں میری نظر سے گذریں اُن میں حضرت مولانا مولوی حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تصنیف بعنوان "دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا" ایسی تصنیف ہی جسنے اسلام پر سے اس اعتراض کو اسطرح دفع کیا کہ ہر منصف مزاج اس کی داد دئے بغیر نہ رہ سکے -

میں اس تصنیف کے متعلق اپنے تھوڑے سے خیالات کا اظہار القاسم ہی کے نمبروں میں کرچکا ہوں -

¹ اگر برے لوگ کسی کی مذمت کریں تو ان کا مذمت کرنا ہی اس کے اچھے ہونے کی قطعی دلیل ہے ۱۲ منہ ؛ ؛ ؛
² اگر برے لوگ کسی کی تعریف کریں تو ان کی تعریف ہی اس کے برے ہونیکی قطعی دلیل ہے ۱۲ منہ ؛ ؛ ؛ ؛

حضرت مولانا ممدوح نے اس سلسلہ کو القاسم دور قدیم کے لئے شروع کیا تھا - اور اگر اس سلسلہ کیوجہ سے القاسم اسلامی دنیا میں مقبول ہوگیا تو اس مضمون کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے کچھ مستبعد نہیں

میرے مضمون کی ابتدا کیونکر ہوئی؟

میں ان وجوہ کو القاسم (دور جدید) کے کسی پرچہ میں عرض کرچکا ہوں جنپر میرے عنوان بالا کی بنا ہی لیکن چونکہ اب اسپر مستقلاً خامہ فرسائی کرنی ہی اسواسطے بالاقتصار انکا عرض کرنا نامناسب نہیں -

القاسم (دور قدیم) میں حضرت مولانا ممدوح کا یہ مضمون اسوقت شروع ہوا جبکہ میں شاہجہاںپور کے ایک چھوٹے سے مدرسہ میں بچوں کو پڑھایا کرتا تھا - اس سلسلہ پر اس مؤثر طریقہ سے بحث ہوتے ہوئے دیکھکر بے اختیار دل چاہا کہ اگر اسی کے بالمقابل اسپر بحث ہوسکے کہ اسلام سے لوگوں کو کس کس طرح روکا گیا تو اس جواب سئے دونوں بازو قوی ہوجاوینگے - یہ تمنا مجھسے تو میری علمی بے بضاعتی کیوجہ سے پوری نہو سکی - دوسرے حضرات نے شاید اسطرف توجہ نہ فرمائی - یا یہ کہ حضرت مولانا ممدوح مدظلہ کے اس مضمون سے اس ضرورت کو پورا ہوتا ہوا سمجھ لیا - اور فی الحقیقت تھا بھی یہی - کیونکہ ایک چیز تمام عالم کے عقائد کے خلاف سامنے آویگی تو ظاہر ہی کہ دنیا اس کی مخالفت میں کیا کچھ نکریگی - مگر عام فہم کے لئے میرے مظنونہ عنوان کی بھی ضرورت میرے خیال میں تھی -

یہ مضمون برابر شائع ہوتا رہا اور عالم اسلامی اسکیطرف پیاسے کیطرح ہاتھ بڑھاتا رہا - اسی اثنا میں اکابر دارالعلوم کے ذریعہ سے منعم حقیقی نے مجکو یہ شرف عطا فرمایا کہ پانچویں سوار کیطرح میں بھی مدرسین دارالعلوم دیوبند کی فہرست میں شامل کرلیا گیا - اور اسوجہ سے یہ نوبت بھی آتی رہی کہ کبھی کبھی القاسم (دور قدیم) میں کچھ لکھا کروں - اس سلسلہ کیوجہ سے میرا وہ خیال ترقی کرتا جاتا تھا - بالآخر ایک وہ دردناک وقت آیا کہ القاسم بند ہوگیا اور ظاہر بین نظروں نے یقین کرلیا کہ اس علمی آفتاب کے طلوع ہونے کی اب کوئی صورت نہیں - مگر

وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہٗ {اور وہی ہی جو اُتارتا ہی بارش اسکے بعد کہ لوگ ناامید ہوچکے اور پھیلاتا ہی رحمت} کی صفت سے متصف ہونیوالی ذات نے میرے مخدوم - اُستاذ زادہ اور علم الہدیٰ ہادی الوریٰ -

عالم ربانی۔ واقف علوم حقانی حضرت مولانا الحاج المولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند (قدس اللہ سرہٗ وحشرنا فی زمرتہ) کے چھوٹے پوتے مولانا مولوی قاری حافظ محمد طاہر صاحب (زید عمرہٗ وعلمہٗ وجعلہٗ ممن حذی خذو جدہ) نے اسکی اشاعت کا بار اپنے ذمہ لیا اور پوری ذمہ داری کیساتھ اُس کی اشاعت کی کفالت کی۔ اور بزیر ادارت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہٗ اعتماد ادارت کی حیثیت سے اُسکو شائع کیا۔ یہ کوئی امر عجیب نہیں کہ جو شخص خود محنت کا عادی کثرت مشاغل سے نہ گھبرانے والا ہو اسکو دوسروں کے مشاغل بھی کچھ زیادہ وقیع نظر نہیں آتے ہیں میں بھی اگرچہ کثیر المشاغل ہوں اور شب و روز عدیم الفرصتی کا شاکی رہتا ہوں۔ لیکن مخدومی معتمد المدیر نے میری کثرت مشاغل میں گنجائش سمجھی اور امر کیا کہ میں کچھ نہ کچھ القاسم (دور جدید کیلئے ضرور لکھوں میں نے اس کا امتثال کیا اور جو کچھ ہو سکا پیش کیا۔

اس سلسلہ میں وہ چند سطریں بھی بے اختیاری طریقہ سے سپرد قلم ہو گئیں جو بعنوان "تاریخ کا ایک صفحہ،، شائع ہوئیں اور کہا جاتا ہے کہ ناظرین القاسم نے ہمت افزائی کے طور پر اسکی بہت زیادہ تحسین کی بعض حضرات نے مجکو بھی تاکید فرمائی کہ میں اس سلسلہ کو بڑھاؤں۔ مخدومی معتمد المدیر صاحب نے بار بار فرمایا۔ میں اسکے امتثال کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہٗ نے اپنے مضمون مذکور اشاعت اسلام کی یادداشتیں مجکو دیکر فرمایا کہ اس سلسلہ پر کچھ لکھ۔

میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ جسوقت حضرت مولانا ممدوح اپنی یادداشتیں عطا فرما کر تمام مضمون مذکور کا امر فرما رہے تھے میں اسوقت بصد حیرت انکا مُنہ تک رہا تھا کہ یہ کیسی بڑی چیز کا امر فرما رہے ہیں کیا اُن کی مردم شناس نظروں نے پندرہ سال کی طویل اقامت کے بعد بھی مجکو نہ پہچانا۔

میں نے ابتدائی طفولیت سے ہی یہ نہیں جانا کہ اکابر کے امر کا انکار کسطرح کرتے ہیں۔ اسلئے یادداشتوں کو بصد فخر لے لیا اور دلکو سمجھا لیا کہ مجکو امتثال کرنا چاہئے۔ اگر میں خود ناقابل ہوں تو کیا عجب ہے کہ خداوند عالم کی مستغنی ذات ان یادداشتوں کے انتقال من یدالی ید کی لاج رکھ لے۔ اسی خیال نے ہمت بندھائی اور میں نے اپنی معلومات کی فقدان سے قطع نظر کر کے القاسم کی نمبروں میں دونوں عدے کر لئے کہ اشاعت اسلام کی مضمون کو بھی بقدر وسعت پورا کرونگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قبول الصواب فی شمول الحجاب

یعنی

مسئلہ حجاب نسوان پر ایک محققانہ فیصلہ

تمہید زمانہ موجودہ بلحاظ اس امر کے کہ اس میں قومی اور انفرادی آزادی کے ذرائع پورے طور پر مہیا ہیں اور مادی ترقیات درجہ کمال کو پہنچ گئی ہیں ازمنہ سابقہ کے مقابلہ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں جو چیز انسانی طبائع کا جزو لاینفک بن گئی ہے۔ اُس کو ہم مجمل طور پر تہذیب یا آزادی کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ دہریت۔ الحاد۔ مادہ پرستی اور ہر وہ چیز جو قادر مطلق وحدہٗ لاشریک لہٗ کی جانب سے انسان کو غافل بنائے اس لفظ تہذیب میں مضمر ہے۔ اس تہذیب جدیدہ نے سب سے پہلے اپنے زادبوم یعنی یورپ میں ایک جدید ذہنی ارتقا اور آزادی کی داغ بیل ڈالی جس نے جملہ اخلاقی اور روحانی پابندیوں کو یکقلم مثل خس و خاشاک کے برباد کر دیا اور بنی نوع انسان کو بلا کسی رکاوٹ کے ذہنی و مادی شاہراہ پر قدم بڑھانے کا پروانہ راہداری عطا کیا۔ اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مشرقی ممالک بھی اس کی دست درازیوں کا شکار ہونے لگے۔

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ سب سے زبردست آلہ جس کے ذریعہ سے یہ تہذیب جدیدہ اپنا سکہ ممالک مشرقیہ میں جماتی چلی جاتی ہے وہ تعلیم ہے جو اپنی ترویج کے لئے اسی تہذیب کی مرہون منت ہے یا بالفاظ دیگر اسی کی گودوں کی پلی ہوئی ہے۔ اسی تعلیم کے ذریعے سے یہ مہذب ممالک مغربیہ اپنی تہذیب کا جال ایشیا

میں پھیلاتے ہیں اور یہی وہ تعلیم ہے جس نے ایشیائی روحانیت کو زمانۂ موجودہ میں شکستہ بنا کر دیا ہے۔ اسی بنا پر جو کوشش سر سیّد احمد خاں نے اس تعلیم مغربی کو مسلمانوں میں رواج دینے کے لئے کی تھی اُس کا مقابلہ علمائے دین نے نہایت جانبازی سے کیا تھا اور اگرچہ بظاہر یہی کہا جاوے گا کہ اس معاملے میں اہل حق کو بیّن شکست ہوئی لیکن اہل بصیرت پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ علمائے حقّہ کی یہ پیشینگوئی کہ مغربی تعلیم کی ترویج سے ہمارے نوجوان مذہبی لحاظ سے بالکل مردہ ہو جاوینگے حرف بحرف صحیح اُتری آج تقریباً پچاس ۵۰ برس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہی گروہ جو اس تعلیم مغربی سے بطریق اولیٰ بہرہ یاب ہے تہذیب یورپ کا حد سے زیادہ دلدادہ ہے۔ اس کی نظر میں مذہب کی وقعت ذرّہ برابر نہیں۔ اپنے اور اپنی قوم کے لئے دینوی مفاد کے ممکن سے ممکن ذرائع مہیا کرنے کے واسطے ہر دم آمادہ ہے اور اس ہوسناکی کا نام ترقی رکھ چھوڑا ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو بوجہ اطاعت خداوندی جو دنیوی عروج حاصل تھا۔ اُسکا خیال کر کے اس گروہ کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ مگر یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ اُن کو رضائے الٰہی مطلوب تھی وہ دنیا کو لات مارتے تھے لیکن دنیا اُنکے پیچھے پیچھے چلتی تھی اور اس کی حالت جداگانہ ہے یہ دنیا کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور دنیا اسکو لات مارتی ہے۔ شروع شروع میں تہذیب جدیدہ کی روشنی نے اس کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا۔ اور اس نے ہر اس چیز سے جو طرز مغربی سے جداگانہ تھی بیگانہ وشی اختیار کر لی تھی۔ مگر یہ طرز عمل دیرپا ثابت نہوا۔ تہذیب جدیدہ کسی غیر مہذب قوم کے تہذیب یافتہ فرد کو نگاہ رواداری و استحسان سے دیکھنے کی عادی نہیں ہے۔ اُس مہذب فرد کے لئے ضروری ہے کہ اپنی قوم کو جامۂ تہذیب (یا یوں کہئے کہ جامۂ تہذیب) سے آراستہ کر دے ورنہ وہ اپنے مہذب ہم چشموں میں ہرگز قابل وقعت نہیں خیال کیا جا سکتا۔ تہذیب جدیدہ کے اس اصول محترمہ کو پیش نظر رکھکر اس کے لئے ضروری ہوا کہ اپنی قوم کو مہذب بنانے کا بیڑا اٹھائے۔ مگر عوام الناس کا

مذہبی احساس ملکی اور تمدّنی اصلاحات کی راہ میں بُری طرح حائل تھا۔ سوچتے سوچتے یہ ترکیب اس گروہ کے ذہن میں آئی کہ مثل مشہور ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے پس مذہبی احساس کو مذہب ہی کا نام لیکر فنا کرنا چاہئے تاکہ آگے چلکر مذہب اپنے مرکز ثقل سے ہٹ کر ملکی اور تمدّنی ترقی کے لئے راستہ خالی کر دے اور ہندوستانی مسلمان اپنی مولویت اور قل اعوذیت پرستی کو چھوڑ کر شاہراہ ترقی پر گامزن ہوں اور اس طرح سے کچھ عرصے کے بعد ہندوستان بھی ارض یورپ کیطرح نمونۂ جنّت بن جائے۔ بس پھر کیا تھا۔ اس گروہ میں سے اکثروں نے اپنی اپنی طبیعت کے مطابق اپنا ایک نصب العین مقرر کر لیا اور اُس نصب العین کی موافقت میں قرآنی آیتوں کی جھوٹی سچّی تفسیر میں کرنا اور احادیث نبویّہ کا موقع بے موقع استعمال شروع کر دیا۔ اگر کسی نے یہ مناسب سمجھا کہ سود خواری کی جانب مسلمانوں کی توجہ منعطف کرائے تو اس امر کا خیال رکھا کہ جواز سود آیات واحادیث ہی سے ثابت کرے تاکہ عوام النّاس فوراً اس کے دام میں پھنس جاویں۔ اسیطرح جن حضرات کو یہ خبط ہوا کہ عورتوں کی بے پردگی پر مسلمانوں کی ترقی کا دار و مدار ہے تو اُنہوں نے بھی اپنا مطلب آیات واحادیث ہی سے نکالا۔ چنانچہ اب اس زمانے میں یہ تعلیم یافتہ گروہ اس امر کو ثابت کر کے کہ خدا اور رسول ؐ نے عورتوں کو مستور رکھنے کا حکم نہیں دیا ہے۔ کشت زار اسلام میں اخلاق ذمیمہ اور افعال شنیعہ کی تخم ریزی کر رہا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے بھولے بھالے اور سیدھے سادے مسلمان بھی اس کے دام میں پھنس رہے ہیں۔ اسلئے اب اس امر کی ضرورت ہے کہ جہاں تک اس گروہ کے اس دعوی کا تعلق ہے کہ اسلام میں عورتوں کو مستور رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ اس گروہ کی جملہ دست درازیوں کا جو اسنے آیات واحادیث پر روا رکھی ہیں پوری طور پر جواب دیا جاوے۔ پس اسی وجہ سے ہم رسالۂ ہذا کے ذریعہ سے یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہوئے ہیں کہ اسلام میں عورتوں کو مستور رکھنے کا حکم ہے اور ضرور ہے۔ ناظرین سے ہماری

التجا ہے کہ وہ ہمارے رہمارے نوتعلیمیافتہ بھائیوں کے دعوی پر غور کر کے فیصلہ کریں کہ حق کس کی طرف ہے اور کون باطل کی اشاعت کر رہا ہے۔ بس اب اسی کی ضرورت ہے۔ بقول حافظ ؎

خوش بود گر محکِ تجربہ آید بمیاں
تاسیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد

اُصولِ موضوعہ

قبل اس کے کہ ہم ان آیات و احادیث کو جو مسئلہ حجاب نسواں پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالتی ہیں درج کریں اور اُن کے متعلق جملہ تفاسیر و اقوال حضرات صحابہ کرام و مفسرین وغیرہم بیان کر کے مخالفین کے اعتراض کا جواب دیں ہمارے لئے یہ لازمی ہوگا کہ چند نہایت ضروری اُمور بطور اُصول موضوعہ کے ناظرین کے گوش گذار کر دیں۔ ہم ان اُمور کو سلسلہ وار بیان کرتے ہیں:۔

(۱) بعض احکامات الٰہیہ ایسے ہیں جو حضورؐ کے زمانۂ نبوت میں کچھ عرصے تک نازل نہیں ہوئے اُس کے بعد نازل ہو گئے۔ اس لحاظ سے ہم زمانۂ رسولؐ کو جہانتک کہ ان احکام پر عمل درآمد کا تعلق ہی کم از کم دو حصوں پر منقسم کر سکتے ہیں۔ پہلا زمانہ وہ جسمیں یہ احکام نازل نہیں ہوئے تھے اور ان احکام پر عمل درآمد کے لحاظ سے بالکل آزادی تھی اور دوسرا زمانہ وہ جبکہ یہ احکام نازل ہوئے اور انپر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ اسی طرح سے جو احادیث حضورؐ کی ان احکامات کے متعلق ہیں وہ بھی دو قسم کی ہو سکتی ہیں، اول وہ احادیث جو زمانہ آزادی میں خواہ اس لحاظ سے کہ حضورؐ کو الہاماً مطلع فرمایا گیا ہو خواہ

بوجہ اُس نور فہم کے جو حضورؐ میں بدرجہ اولیٰ موجود تھی حضورؐ نے محض اسوجہ سے ارشاد فرمائی ہوں کہ وہ اُن خرابیوں کی قدرے روک تھام کریں جنکے تدارک کے لئے احکام خداوندی بعد میں نازل ہوئے ہیں۔

دوسرے وہ جنکو حضورؐ نے احکام نازل شدہ کی رعایت ملحوظ رکھکر ارشاد فرمایا ہو۔ اب آیات متعلقہ حجاب نسواں کو لیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ آیات زمانہ نبوت کے ہوتی ہی فوراً نازل نہیں ہو گئی تھیں۔ پس قبل نزول کا زمانہ فی الجملہ فرقہ نسواں کی آزادی کا زمانہ رہا ہوگا ماسوائے اُن چند رکاوٹوں کے جو حضورؐ نے اپنے نور فہم سے اس راہ آزادی میں بذریعہ اپنے ارشادات کے حائل فرما دی ہوں۔ اور زمانہ مابعد میں یہ آزادی بتدریج (کیونکہ احکام پر عمل ہوتے ہوتے بھی کچھ دیر لگتی ہے) پردے کی صورت میں تبدیل ہو گئی ہوگی۔ یہانتک کہ زمانہ وصال حضورؐ کے قریب پوری پابندی سے پردے کا انتظام ہو گیا ہوگا۔ کتب سیر و احادیث وغیرہ میں حضورؐ کے زمانے کے طرز معاشرت پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے اور ارشادات نبویؐ کے دیکھنے سے بھی یہی پتہ چلتا ہے جنمیں بعض احکام ایسے ہیں جو من اوّلہٖ الیٰ آخرہٖ عورت کو مکمل پردے کی تعلیم دے رہے ہیں اور اس کے استتار کی اہمیت کو نہایت زور کے ساتھ ثابت کر رہے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص کوئی ایسی مثال لیکر جو زمانہ آزادی پر چسپاں ہو یا کوئی ایسا ارشاد نبوی لیکر جو اُس زمانے سے متعلق معلوم ہوتا ہو یہ ثابت کرے کہ زمانہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں مستورات آزاد تھیں یا پردے کا مکمل اہتمام نہ تھا۔ تو عقلاً خود خیال کر سکتے ہیں کہ ایسا کہنا کسقدر مستبعد ہوگا اور کہ ایسا کہنے سے تصویر کے دوسرے رُخ یعنی اُن امثلہ اور ارشادات سے جنسے مکمل پردے کا اہتمام اور حکم ثابت ہوتا ہے قطعاً انحراف کیا گیا ہوگا۔

(۲) کسی پیغمبر یا مصلح کے تعلیم منشاء اور مقاصد کے بارے میں جس قدر واقفیت ان احباب اور ہم جلیسوں کو ہو سکتی ہے جو اُس کی صحبت سے براہ راست اور عرصہ دراز تک

مستفید ہوئے ہوں دوسرے کسی ایسے شخص کو جو اُسکے زمانے سے بہت عرصے کے بعد پیدا ہوا ہو اور کتابوں کے ذریعے سے واقفیت بہم پہنچائی ہو نہیں ہو سکتی۔ اسیطرح سے اُن احباب کا طرزِ عمل بھی بعینہٖ اس پیغمبر یا مصلح کے منشا کے مطابق ہوا کرتا ہے کیونکہ یہ لوگ اُس کے اوصاف اطوار اور طرزِ معاشرت کا آئینہ ہوتے ہیں اور جس حسن و خوبی اور خوش اعتقادی کے ساتھ اسکے اقوال اور افعال کی تقلید یہ کرتے ہیں وہ معتقدین زمانۂ بعیدہ سے ہونا ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حواریین کو لے لیجئے۔ کیا کوئی کہسکتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی تعلیم کا ان سے بہتر سمجھنے والا اور اُس پر عمل کرنے والا مذہب عیسوی کے اندر کوئی دوسرا شخص ہوا ہے؟ اور یہ بھی قاعدۂ عقلیہ ہے کہ جسقدر اس پیغمبر یا مصلح کے زمانے سے دوری ہوتی جاتی ہے اُسی نسبت سے حسن عقیدت، تقلید اور اُس کے اصلی منشا و مقاصد کو بطرزِ احسن سمجھنے میں عام طور پر کوتاہی ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی بنیاد پر ہم کہسکتے ہیں کہ وہ زمانہ جو اُس سے قریب ہوتا ہے افضل ہوتا ہے دیگر زمانوں سے جو اُس سے بہت بعید ہوتے ہیں۔ اب اسی اصول پر قیاس کر لیجئے ہمارے حضور اکرمؐ کے صحابہ کرامؓ تابعینؒ و تبع تابعین وغیرہم کی حالت کو نیز اُن حضرات کی حالت کو جو صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین سے قریب تر زمانے میں گذرے ہیں۔ حضورؐ کے منشا مقاصد اور تعلیم سے جسقدر واقفیت ان حضرات کو ہوگی ہم کو نہیں ہو سکتی۔ نیز جو خوش عقیدگی اور عمل ان کا ہوگا ہم لوگوں کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جسقدر ایماندار جان نثار اور متبع احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حضرات ہونگے ہم نہیں ہو سکتے اور جو کچھ حضورؐ کی تعلیم کے متعلق اُنہوں نے سمجھا ہوگا اور لکھ گئے ہونگے وہ بات نہ ہم سمجھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں اور یہ صرف ایک قاعدہ عقلیہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک واقعہ تاریخی بھی ہے جو ان حضرات کے سوانح پڑھنے والوں پر ظاہر ہے اور بدین وجہ اور بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودہ

احکام[۵] اس بارے میں موجود ہیں جو ہم کو مجبور کر رہی ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ خصوصاً حضرات خلفائے راشدین قرون اولیٰ اور اُن کے لگ بھگ زمانے کے صلحاء کے فیصلوں پر عمل کریں اور جس بات کو ان حضرات نے تحقیق اور کلام کر کے طے کر دیا ہو یا بالفاظ دیگر جن باتوں پر اجماع اُمت ہو گیا ہو اُسکو اپنے لئے واجب التعمیل سمجھیں۔ پس اگر کسی مسئلے میں جو اجماعی ہو (اور یہ ظاہر ہے کہ مسئلہ حجاب نسواں اجماعی بھی ہے کیونکہ ان حضرات میں سے کسی نے بھی اسکے خلاف کچھ نہیں کہا ہے بلکہ جو فیصلے کئے ہیں اُن سے بدرجۂ اکمل عورتوں کو پورے طور پر پردے میں رہنے کی تاکید پائی جاتی ہے) کسی زمانے کے لوگ اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کریں یا کر چکے ہوں یا جن آیات قرآنی کی تفسیر ان حضرات نے کر دی ہو (اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آیات متعلقہ پردہ کی تفسیر ان حضرات نے ایسی ہی کی ہے جس سے پورا پردہ ثابت ہوتا ہے) اسکے خلاف کسی زمانے کا کوئی عالم اپنی تصنیف کردہ تفاسیر بیان کرے یا کر چکا ہو تو بموجب

ﮦ۵ (۱) میرے اصحاب ستاروں کے مثل ہیں اُن میں سے جس کسی کی تم پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔ (مشکوٰۃ)

(۲) بنی اسرائیل بہتر طریقوں پر ہو گئے اور میری اُمت تہتر طریقوں پر ہو جاویگی۔ ان میں سے بجز ایک کے باقی سب دوزخی ہونگے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ وہ کونسا طریقہ ہے آپ نے فرمایا کہ جسپر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں (ترمذی)

(۳) عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبیؐ نے اُنکو لشکر ذات السلاسل پر افسر بنا کر بھیجا وہ کہتے ہیں کہ پس میں آپکے پاس آیا تو میں نے کہا کون شخص آپ کو زیادہ محبوب ہے آپؐ نے فرمایا عائشہؓ۔ میں نے کہا مردوں میں سے آپ نے فرمایا کہ اُن کا باپ۔ میں نے کہا کہ پھر کون۔ آپ نے فرمایا کہ عمرؓ پھر کئی شخصوں کو گنا۔ پھر میں خاموش ہو گیا۔ اس اندیشے سے کہ مجھکو آخر میں کر دیں۔ (متفق علیہ)۔

(۴) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تم غار میں میرے ساتھی ہو اور حوض پر میرے ساتھی ہو۔ (ترمذی)۔

(۵) ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اُس نے کسی بارے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہی آپ نے اُس کو اپنے پاس پھر آنے کا حکم دیا۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں آؤں

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۶

قاعدہ عقلیہ و احکام حضرت رسالتمآب آپ خود غور فرما دیں کہ ایسے اجماع اور تفاسیر کے لئے حکم جواز کہاں سے بہم پہنچایا جاسکتا ہی۔

(۳) احکام الٰہیہ جو بذریعہ وحی نازل ہوئے ہیں اُن میں بعض تو ایسے ہیں جن کی حکمت کی تحقیق بذریعہ نصوص نہیں ہوسکتی مگر بعض ایسی بھی ہیں جن کی حکمت خود اُسی جگہ بذریعہ نصوص بتلادی گئی ہے۔ پس ایسے احکامات جن کی حکمت بذریعہ نصوص بتلادی گئی ہر اُس شخص پر واجب العمل ہونگے جس میں وہ علت پائی جاتی ہو جس کے لئے وہ حکم معہ اُس حکمت کے خاص طور پر نازل ہوا ہی خواہ اُس حکم کا مخاطب کوئی خاص طبقہ یا شخص ہو ورنہ نعوذ باللہ خداتعالیٰ پر یہ الزام عائد ہوگا کہ بعض کی اصلاح تو اُن کو منظور ہی اور بعض کی نہیں۔ قرآن مجید میں اکثر اس قسم کے احکام اور حوالے موجود ہیں جنکا تعلق کسی خاص طبقے سے ہی مگر ہر وہ شخص جسکو قدرے فہم عطا ہوئی ہی سمجھ سکتا ہے کہ وہ کون مقامات ہیں جنمیں گو خطاب خاص ہے مگر حکم عام ہے۔"

(باقی آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۵) اور آپ کو نہ پاؤں۔ اس سے اس کی مراد موت سی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجکو نہ پائے تو ابوبکر رضہ کے پاس جانا۔ (متفق علیہ)

(۶) علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین (رواہ ابوداؤد و احمد بن حنبل)

(۷) ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ مقرر تم سی پہلے بنی اسرائیل میں ایسی مرد ہوتے تھے جنسے کلام ہوتا تھا یعنی خدا کی طرف سے اُن کے دل میں الہام ہوتا تھا یا فرشتے کلام کرتے تھے حالانکہ وہ پیغمبر نہ ہوتے تھے۔ ویسا مرد اگر میری اُمت میں ہوگا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوگا۔ (بخاری)"

(۸) سعد بن ابی وقاص اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پرنور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُس کی جس کے قابو میں میری جان ہی کہ نہیں ملتا تجھسے شیطان کسی راہ میں چلتا ہوا ہرگز مگر چل کھڑا ہوتا ہی اُس راہ میں جو تیری راہ کے سوا ہے۔ یہ حدیث حضور نے حضرت عمر فاروق رضہ کے حق میں ارشاد فرمائی ہے۔" (متفق علیہ)" ۱۲ منہ ؎

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

آریوں میں مخلوق پرستی

تمہید ہنود کا جدید فرقہ "آریہ سماج"، جو بزعم خود توحید کا مدعی اور استقبال کعبہ و طواف کعبہ و تقبیل حجر اسود کے نام سی دین اسلام پر معترض ہی کہتا ہی کہ ہمارے آریہ دھرم (دیانندی پنتھ) کے سوا دنیا میں ایسا کوئی مذہب نہیں جسمیں مخلوق پرستی نہ ہو۔ حالانکہ ان کے یہاں مخلوق پرستی کی وہ گرم بازاری ہی کہ توبہ توبہ۔ مختصر رسالہ ہذا آریہ سماج کے اسی راز مخلوق پرستی کو طشت ازبام کرنے کیلئے ہدیہ ناظرین ہی، لیکن پیشتر یہ عرض ہی کہ:

(۱) خالق مخلوق، مالک و مملوک، قادر و مقدور میں جو تعلق ہی بندہ کا بحیثیت بندہ اپنے افعال و اعمال کے ذریعہ سے اسکو ظاہر کرنے کا نام عبادت ہی۔ اسکی غایت چونکہ محض خدا کی قربت و اطاعت ہے، جو بلا عاجزی اور ماندگی کے ناممکن ہی۔ اسلئے علاوہ اس کے کہ وہ افعال و اعمال یا طریقہ عبادت جو خود خدا کے بتائے اور مقرر کئے ہوئے ہوں، صاف طور پر عبادت کی ہر حرکت عاجزانہ اور ہر ادا نیازمندانہ ہونی چاہئے۔ بندو پر خدا کا یہ ضروری حق ہی جو نہ بلا عذر معاف ہوسکتا ہے، نہ چھوڑا جاسکتا ہی، نہ بلا حکم خدا، غیر خدا کیساتھ برتا جاسکتا ہی:۔

(۲) خدا کے سامنے ہمارے اظہار تعلق کے دو جز ہیں، ایک **عبادت** دوسرے **دعا**۔ یا بالفاظ دیگر عبادت کی ایکصورت دعا بھی ہی جسکی حقیقت خدا کی **تعریف** اس سے **طلب**، اسکے سامنے **عاجزی** کرنی ہی۔ اور اسکا مقتضیٰ یہ ہی کہ عبادت کیطرح دعا کیوقت بھی خدا کے سامنے انسان کے باطن میں نہ غیر خدا کی ذرہ برابر گنجائش ہو۔ نہ ظاہر میں کسی قسم کی کچھ بھی لغزش ہو یعنی دل محبت سے لبریز ہو، تو آنکھیں بھی اشک ریز ہوں۔ روح ندامت سے پانی پانی ہو، تو

آواز میں بھی اسکی ترجمانی ہو، پیشانی خاک آلودہ ہو، تو اپنی ہستی بھی نابود ہو، قلب میں اعتراف ہو، تو زبان پر بھی اقرار ہو، سر نیاز خم ہو، تو دست دعا بھی دراز ہو۔ غرض ہر طرح ناچیز بندہ کو چاہیئے کہ مع اپنی تمام اعضا و جمیع تعلقات کے سراپا عجز و نیاز میں ڈوبا ہوا پیش مالک، خاک مذلت پر سر بسجود ہو۔ بقول شخصی

سر ہتھیلی پر نگہ سوئے زمین یہ ادب ہے عشق کے دربار کا

یقیناً جسطرح اس شان کی عبادت بندہ کو خدا کی خوشنودی کا مستحق بنا دیتی ہی ویسے ہی اس رنگ کی دعا بھی طالب کے دامن امید کو خدا کی دین (عطا) سے مالا مال کرا دیتی ہی۔ جیسے عبادت کی روح، قرب حق کی اُمید ہی۔ ویسے ہی دعا کی جان، حسن قبول کا یقین ہی اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ ایسی زندہ عبادت مقبول اور صادق دعا مستجاب ہی۔

(۳) غیر خدا کو خدا سمجھکر اس کی عبادت کرنی یا غیر خدا کو غیر خدا جانکر بلا حکم خدا اس غیر خدا کیساتھ وہ برتاؤ کرنا جو خدا ہی کیلئے زیبا ہیں۔ یہ دونوں باتیں چاہی عقیدۃً ہوں یا عملاً، یکساں شرک و کفر اور بدترین گناہ ہیں۔ مثلاً بادشاہ کے سامنے غیر بادشاہ کو اسی کے ملک کا بادشاہ ماننا، کہنا جیسا شدید ترین جرم ہی، ویسا ہی بادشاہ کی خلاف مرضی، بادشاہ جیسا غیر بادشاہ کا ادب، لحاظ اور برتاؤ کرنا بھی وبال جان ہی۔ اس جرم کا مجرم باغی ہی۔ اور باغی کی سزا معلوم و مشہور ہی۔

(۴) آریوں کو اپنی طریق عبادت کی بنا پر خدا کی عبادت کا نام بھی نہ لینا چاہیئے، کیونکہ عبادت بھی اطاعت ہی اور اطاعت خدا کی مرضی کے مطابق کام کرنیکا نام ہی، اسی لئے خدا مطیع کو اپنی رضامندی و خوشنودی سے سرفراز فرماتا ہی اور یہ جبھی ممکن ہی کہ خود خدا ہی نے بذریعہ وحی اپنی مرضی سے طریقہ عبادت، مقرر کر کے انسانوں کو بتایا ہو۔ مگر آریوں کی مسلمہ و مستند بالذات کتاب وید کا یہ حال ہی کہ وہ غیر الہامی ہی، غیر اصلی ہی، محرف ہی (چنانچہ دیکھو میری کتاب مطالبہ حق۔ الہام وید۔ الفرق الکامل، تحریف وید وغیرہ) پس انکا طریق عبادت نہ خدا کا بتایا ہوا ہی، نہ وہ بندوں کے تعلق کو جو خدا سے ہے صاف اور صحیح طور پر ظاہر کرتا ہی، نہ بندوں کو اس سے خدا کی اطاعت و قربت نصیب ہوتی ہی۔ نہ خدا کی رضامندی و خوشنودی سے بندے بہرہ یاب ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اسکو عبادت

کہنا عبث بلکہ ایسی عبادت کرنی بھی معصیت ہی۔

(۵) آریوں کی دعا بھی انکی عبادت کیطرح مردہ ہی، یعنی اس یقین سے کہ خدا دیگا، آریوں کی دعا خالی ہی۔ دیکھو آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند آنجہانی، اس سوال کے جواب میں کہ "کیا پرمیشور پرارتھنا (مناجات) کرنیوالیکا پاپ (گناہ) دور کر دیگا؟" صاف لکھتے ہیں کہ "نہیں" (دیکھو ستیارتھ پرکاش ص ۲۳۵) پس یہ یقین رکھکر کہ "کون سنتا ہی فغان درویش" پھر بھی صدا بصحرا دینا، ایسی دعا آریہ مہاپرشوں ہی کو مبارک ہو۔

جب یہیں "جڑ کٹ گئی نخل آرزو کی" تو آریوں کے خدا پرستی کی حقیقت بھی بینقاب ہو کر بحث ختم ہو گئی، مگر نہیں، ابھی انکی مخلوق پرستی کا کرشمہ دکھانا باقی ہی چنانچہ اس ضروری تمہید کے بعد اجمالاً اب وہ بھی ملاحظہ ہو۔

مخلوق پرستی

دیوتا پرستی | آریوں کے گرو سوامی دیانند لکھتے ہیں:۔

(۱) آدم پرجاپتیے سواہا، اس منتر سے ایک آہوتی دیکر بعد میں جس تاریخ جس نکھشتر میں بچے کا جنم ہوا ہو اس تاریخ اور اس نکھشتر کے دیوتا کے نام سے چار آہوتیاں دین، ایک تاریخ کی دوسری تاریخ کے دیوتا کی تیسری نکھشتر کی، چوتھی نکھشتر کے دیوتا کے نام سے (سنسکار ودھی صفحہ ۱۱۱ مترجمہ دیو اس ڈسکوی)

(۲) نئے مکان میں مالک مکان کے اول داخل ہونیکی رسم میں لکھتے ہیں کہ "باادب فلاں رخ ہو کر فلاں فلاں منتر پڑھکر ہون کنڈ میں آہوتی دین، جنمیں سے ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (وید کے جاننے والے اور پرماتمن آپ دونوں اس گھر کو سکھ اور شانتی دینے والا کر دیجئے اور تمام دیوتاؤں کا اس وقت میں دھیان کرتا ہوں ایضاً در حاشیہ صفحہ ۳۱۰)"

(۳) یجروید ادھیائے ۲۴ میں دیوتاؤں کی طویل فہرست موجود ہی اور اسمیں ان کے لئے مختلف قسم کی جانور مذکور ہیں فائدہ۔ اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں (ایک) یہ کہ ہندوؤں کیطرح آریہ بھی پرانک دیوتا کے قائل ہیں (دوسرے) کہ سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش طبع سوم ص ۲۲۹ میں جو ۳۳ دیوتا کو شمار کرایا

ــــہ دراصل تعداد میں ان کے یہاں اس سے کہیں زاید دیوتا ہیں (تیسرے) یہ کہ پرانک ہندوٴں کے مانند خود آریہ بھی دیوتاؤں کی پوجا (پرستش) کرتے ہیں، ورنہ خاص اہتمام سی بنائے آگ کے ہون کنڈ میں بڑے ادب کیساتھہ منتر پڑہکر دیوتا کے نام آہوتی دینا، بوقت داخلہ مکان جدید تمام دیوتاؤں کا دھیان کرنا، دیوتاؤں کیلئے جانوروں کا ہونا وغیرہ "چہ معنی دارد"، مزید تصدیق کیلئے سوامی جی کی زبانی خود وید کا پربان سنو، وہ فرماتے ہیں "(جو ۳۳ دیوتا یگیہ میں قائم یا کارآمد ہوتے ہیں وہ بذریعہ اگنی دوت (قاصد حرارت) اپنا اپنا بھاگ (حصہ) لیکر ہمیں دگنا پھل یا نتیجہ دیں۔ بھو سکا صـ۳۴۳ بحوالہ رگوید) کیا آریونکے دیوتا پرستی میں اب بھی کسی کو شبہ ہو سکتا ہی؟"

روح پرستی سوامی جی مردہ جلانے کی رسم میں لکھتے ہیں کہ "مردہ جلتے وقت فلاں فلاں منتر پڑہکر اسپر گھی کی آہوتی دین" ان میں سے ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (اے جیو (روح) اپنے جسمانی غلاف کو گھی وغیرہ چیزوں کے ساتھہ بذریعہ اگ سب طرف سے جلاکر راکھہ کردے الخ سنسکار ودھی درحاشیہ صفحہ ۳۹۲):۔

فائدہ "مرنے کے بعد روح سے یہ التجا اگر روح پرستی نہیں تو اور کیا ہی"

انسان پرستی اس سلسلہ میں جنکی پرستش کیجاتی ہی وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ماں پرستی
۲۔ باپ پرستی
۳۔ دادا پرستی
۴۔ پردادا پرستی
۵۔ وغیرہ پرستی

چنانچہ یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۳ میں ہی (بوڑھے ماتا (ماں) پتا (باپ) مجکو سو برس تک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی توفیق دیں، میرے دادا وغیرہ مجکو سو برس کی عمر سے پوتر کریں، پتا کے پتا مجکو آنند دینے والی سو برس کی عمر تک نیکی کرنیکی توفیق دیں، میرے پردادا مجکو سو برس کی عمر تک دھرم آچرن کرنیکی توفیق دیں تاکہ میں مکمل سو برس کی عمر کو حاصل کرسکوں) پھر منتر ۳۸ میں ہی (اے ہمارے باپ، دادا، پردادا آپ ہماری زندگی کو پوتر کریں، ہماری آرزوؤں اور محنت کو ہر طرح سے کامیابی دیں ۔۔)"

فائدہ سو برس تک پاک زندگی بسر کرنے کی عمر اور نیکی کرنے، دھرم آچرن کرنیکی توفیق

دینا نیز آرزوؤں اور محنت میں کامیاب کرنا ظاہر ہی کہ یہ خدا کا کام ہی مگر دیکھو آریہ وید میں ان سب خدائی کاموں کی التجا بطرز دعا بجائے خدا کے ماں، باپ، دادا، پردادا، وغیرہ سے ہو رہی ہی۔ آریہ دوستو کیا اسی کا نام خدا پرستی ہی؟۔

(۶) عالم پرستی (۱) دیوتا پرستی کے ذیل میں یہ منتر نقل کرچکا ہوں (وید کی جاننے والے اور برہانتن آپ دونوں اس گھر کو سکھ اور شانتی دینے والا کردیجئے۔) (۲) سوامی جی وید آرمبھ کی رسم میں لکھتے ہیں کہ کنڈ کے چوگرد پانی ڈالکر لڑکا ویدی کے مغرب میں مشرق کیطرف منہ کرکے بیٹھکر اور ویدی کے اگ پر دونوں ہاتھونکو گرم کرکے ہاتھ میں پانی لگاکر سات منتروں سے سات دفعہ ہتھیلی سے تھوڑا گرم پانی چھوکر منہ کو چھوئے، ان میں سے ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (معلم اور عالم اپدیشک جو کہ قابل تعظیم ہوں میرے لئے صاف عقل دیویں، حاشیہ سنسکار ودھی صفحہ ۱۴۸)۔ (۳) یجر وید ادھیائے ۱۸ منتر ۴۹ میں ہی (اے اعلی ودوان، تیرے فیض سے جسطرح میں سو برس کی عمر حاصل کروں۔ اسیطرح تو بھی کر اور تو ہماری عمر کو نہ گھٹا) فائدہ - پہلے منتر میں وید کے عالم اور خدا سے ایکساتھہ و یکساں دعا والتجا ہو رہی ہی۔ اور دوسرے و تیسرے منتر میں خدا کو بھی بالائے طاق رکھکر صرف عالم سے صاف عقل و عمر کو نہ گھٹانیکی کس ادب سے استدعا کیجا رہی ہی یہ بندہ پرستی نہیں تو کیا خدا پرستی ہی؟۔

(۷) گرو پرستی (۱) معلم سے صاف عقل کی دعا کرنا، اسکے منتر کا ذکر عالم پرستی کے ذیل میں ہوچکا ہی۔ (۲) دوسری جگہ سوامی جی اسی وید آرمبھ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ "پھر آچاریہ (اوستاد) ڈنڈا ہاتھہ میں لیکر سامنے کھڑا رہی اور لڑکا بھی آچاریہ کے سامنے ہاتھہ جوڑ کر الخ ایضا صـ۱۵۲"، (۳) تیسری جگہ لکھتے ہیں (لڑکا آچاریہ کا طواف کرکے آچاریہ کے سامنے بیٹھ جائے" ایضا صـ۱۴۱):۔

فائدہ - یہ عاجزانہ اور مؤدبانہ صاف عقل کی التجا کرنی"، سامنے ہاتھہ جوڑ کر کھڑا رہنا، گرو کا طواف کرنا جو خدا کیساتھہ زیبا ہی مگر آریہ ہیں کہ بجائے خدا کے اپنے گرو (انسان) کیساتھہ کرتے ہیں:۔

(۸) حجام پرستی - بچہ کے مونڈن کی رسم میں باپ کو جو منتر پڑہکر بچہ کے پشت پر گرم و سرد پانی دو برتنوں میں لیکر بیٹھنا پڑتا ہی، اسکا ترجمہ یہ ہی (اے حجام یہ منڈن کرنے میں ماہر آپ استرے کیساتھہ آئے ہو،

اس لئے ای سونڈن کے قاعدہ کے جاننے والے گرم پانی کیساتھ آؤ،، ایضاً صـ۱۲۴ بحوالہ اتھرو وید)؛-

فائدہ وید میں جو عاجزانہ طرز التجا پرمیشور سے ہی، بعینہ وہی اس جگہ بچہ کے باپ کی حضرت حجام صاحب سے ہی۔ مہاشہ لوگ یوں تو شائد حجام سے سیدھی طرح بات بھی کرنی ناپسند کرتے ہیں، لیکن بوقت مونڈن ممکن ہی کہ آبدار دھار دار اُسترے شریف کے ڈر سے حجام کو دعا و التجا کے لب و لہجہ میں خدا کے برابر کئے دیتے ہیں جو کھلی ہوئی حجام پرستی ہی۔ پھر طرہ یہ کہ خود باپ کا بچہ کی پشت پر گرم پانی لیکر بیٹھنا اور اسپر بھی نہایت ادب سے حجام سے مع گرم پانی آنے کی التجا کرنی، عجب لطف کی بات ہی:-

(۹) اعضا پرستی۔ (۱) ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (کہ میرا چت، میری ناف، میرا گیان، میری گدا اندری، میری بچہ پیدا کرنیوالی یونی، ویریہ (منی) پیدا کرنیوالی میرے انڈکوش اور میرا لنگ (عضو تناسل) سنبھوگ (استری مگن) سے پیدا ہونیوالے سکھ کا دینے والا اور خوش نصیب نیک اولاد پیدا کرنے والا ہو میری رانین میرے پاؤں پر تشٹھا کو پراپت ہوں، یجر وید ادھیائے ۲۰ منتر ۹) (۲) سوامی جی بسلسلہ رسم زنار بندی لکھتے ہیں کہ گرو اپنا ہاتھ کپڑے سے ڈھانک کر یہ منتر پڑھکر لڑکے کے پیٹ پر ہاتھ رکھے (یہی ناف تو پران وغیرہ تنفسونکو گوتھنے والی گانٹھ ہی،، حاشیہ سنسکار ودھی صـ۱۳۱)؛-

فائدہ۔ دیکھو براہ راست بجائے پرمیشور کے، دعا کے لب و لہجہ میں اعضا کو مخاطب کرکے ان سے آریہ التجا کرتے ہیں، جسمیں لنگ پرستی، فرج پرستی، منی پرستی، ناف پرستی، ران پرستی، پاؤں پرستی وغیرہ سبھی کچھ موجود ہی۔ یہ اگر اعضا پرستی نہیں تو پھر اور کیا ہی؟-

سورج پرستی | اس کے متعلق حسب ذیل حوالے ملاحظہ ہوں۔

(۱) سورج کی کرنوں (شعاعوں) اور پرماتما کی روشنی دینے والی طاقت کو دنیا کی بہبودی کیلئے نہایت تعظیم سے بذریعہ حمد و ثنا ہم لوگ استعمال کریں،، سنسکار ودھی صـ۱۴۲)؛-

(۲) بسلسلہ رسم رتو داں بعد غسل وغیرہ میاں بی بی کنڈ کا طواف کرکے سورج کو دیکھیں ایضاً صـ۱۰۱

(۳) بچہ کو سیر کرانے کے سلسلہ میں،، خوشی سے اٹھکر بچے کو سورج دکھاوے،، ایضاً صـ۱۱۷)۔

(۴) بسلسلہ رسم زنار بندی بچہ،، باہر نکلکر سورج کے سامنے کھڑے ہوکر اور سورج کو دیکھکر

آچاریہ دوسرے منتر کو پڑھکر بچے کو سورج دکھاوے،، ایضاً صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۱ "

(۵) بعد فراغت علم بسلسلہ رسم واپسی از گروکل،، برہمچاری (طالبعلم) سورج کے سامنے کھڑا ہوکر الخ ایضاً صـ۱۸۰

(۶) بسلسلہ رسم شادی میاں بی بی،، منتر کو پڑھکر سورج کے درشن کریں،، ایضاً صـ۲۳۹۔

(۷) ہے بالک... تیرے لئے آسمانی مالا پہنے ہوئے سورج... دیوتا عقل سلیم دیویں،، ایضاً حاشیہ صفحہ ۹۸ بحوالہ سام وید منتر براہمن ؛؛-

فائدہ سورج کی نہایت ادب و تعظیم سے حمد و ثنا کرنا، مؤدب اسکے سامنے کھڑا ہونا، اسکو دیکھنا اور اس کا درشن کرانا، یہ سب صریحاً سورج پرستی ہی۔ اور پھر تعجب ہی کہ اسطرح سورج کی پرستش کرنیوالے آریوں کو، اسلام پر اعتراض کرتے شرم بھی نہیں معلوم ہوتی:-

چاند پرستی | (۱) بچہ کو سیر کرانے کے سلسلہ میں سوامی جی فرماتے ہیں کہ (پھر جب رات کو چاند طلوع ہو تب... بچے کی ماں دائیں طرف سے لوٹ کر بائیں طرف آکر چلو بھر کر چاند کے سامنے کھڑی رہے ایضاً صـ۱۱۸)۔ (۲) دوسری جگہ بحوالہ سام وید منتر براہمن لکھتے ہیں (ہے بالک... تیرے لئے آسمانی مالا پہنے ہوئے... چاند دیوتا عقل سلیم دیویں ایضاً حاشیہ صـ۹۸) (۳) آگے کے حاشیہ میں ہے (چاند زندگی کا باعث ہی لیکن وہ نباتات میں طاقت زندگی ڈالنے کے سبب عمر بڑھانیوالا ہی ایضاً صـ۹۹

فائدہ، کیا کوئی کہہ سکتا ہی کہ یہ کھلی ہوئی چاند پرستی نہیں ہی؟-

ستارہ پرستی | بسلسلہ رسم شادی لکھتے ہیں کہ "دولہا دولہن سبھا منڈپ سے باہر شمال کیطرف جاویں اور دھروم پشیہ، (دھرم کو دیکھ) ایسا بول کر دولہن کو قطب تارا دکھلاوے،، ایضاً صـ۲۴۱ "

فائدہ فرمائیے، یہ ستارہ پرستی نہیں تو قطب تارا دکھلانا اور اسکو دھرم کہنا، چہ معنی دارد؟-

آتش پرستی | اس کے متعلق بھی ذیل کے حوالے ذرا بغور ملاحظہ ہوں "

(۱) سوامی دیانند لکھتے ہیں (پارسی لوگ بھی آتشکدہ میں آتش پرستی کرتے ہیں، کیا اس عمل کی بنیاد ویدوں میں نہیں ہی؟- اپدیش منجری مترجمہ سوامی شردہانند طبع دوم صـ۴۷)؛-

(۲) یجر وید ادھیائے ۱۰ منتر ۲۹ میں ہی (اے گیانی منش یہ آگ تمہارے طاقتور اور بہت بل والے

پوتے کے مانند ہی، تم اس عظیم الشان آگ کی اناج اور دیگر حمد وثنا کے ذریعہ سے تعریف کرو۔)

(۳) اگ روشن کرنے کے منتر کا ترجمہ یہ ہی (اے آگ ظاہر ہو خوب روشن ہو) ہوم میں لکڑی کے ٹکڑوں سے آہوتی دینے کے منتر کا ترجمہ (ہے آگ یہ لکڑی تیری خوراک ہی، اس لکڑی سے روشن ہو اور بڑھ اور ہم کو ضرور بہو بیٹے وغیرہ سے بڑھا اور حیوانوں سے نہایت بڑائی سے اناج وغیرہ سے ہمیں اچھی طرح بڑھا، یہ ہمارا دیا ہوا فائدہ مند ہو، یہ دیا ہوا پدارتھ (اشیا) اگ کہئ میرے لئے نہیں۔" الیضا صـ۴۳) ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (ہی آگ تو زندگیوں کو حفاظت کرتا ہی۔ تو ہمارے لئے طاقت کو اور اناج وغیرہ کو حاصل کرائے، ہماری برے اعمال والوں کو ہم سے دور تکلیف دیجیئ۔" الیضا صـ۴۸

(۴) باپ بچے کے کان میں منہ لگاکر جو منتر بولتا ہی اسمیں سے ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (آگ بشکل علت والا ہی یعنی بڑھانیوالا ہی۔ ۔ ۔ اس آگ کی عمر سے تجھے بغیر عوارض کے عمر والا کرتا ہوں" الیضا صـ۹۹ دوسری جگہ ہی (ہے مادی آگ تو جسم کا محافظ ہی اسلئے میرے جسم کی بھی حفاظت کر، اگ تو عمر دینے والا ہے اسلئے میرے لئے عمر کو دے، ہی آگ تو تیج دینے والا ہی اسلئے میرے لئے تیج دے" الیضا صـ۱۲۱)۔ تیسری جگہ ہی (اے مادی آگ تونے جس جسم کو اچھی طرح جلادیا ہی اس جسم کو پھر شانت کر" الیضا صـ۳۹۲)

(۵) ایک موقع پر آگ میں آہوتی دینے کا یہ منتر بھی ہی جسکا ترجمہ ہی (یگیہ کرنیوالے کی حفاظت کرنیوالے اگ دیوتا ہمارے تمام افعال کو جو کہ بیفائدہ مخالف ہوئے ہیں ان کو بالکل مطابق کرکے قائم کرو، اور آسمان تک زمین تک جو بڑائی ہی اُسے ہم لوگوں میں رکھو" الیضا صـ۲۲۵):۔

فائدہ یہ حوالے کسقدر صاف ہیں، آریو، کہاں ہو، بتاؤ، آگ کی حمد وثنا، اسکی تعظیم، اس سے اولاد اور دولت وحشمت کی طلب، آتشکدہ کا طواف کرنا، ویدی کے سامنے ہاتھ جوڑکر آنکھ بند کئے دل سے منتر کا جاپ کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب آتش پرستی ہی یا خدا پرستی؟۔

بجلی پرستی ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (بڑی سے بڑی اشیا میں تمام جاہ وجلال والی بجلی مقدم ہے یا ان کی محافظ ہی" الیضا صـ۲۲۱):۔

فائدہ۔ خدا کیطرف کس شان سے یہاں بجلی کی تعریف ہو رہی ہی، کیوں نہو، آخر آگ کا جوہر ہی نہ:

ہوا پرستی اس کے متعلق حسب ذیل حوالے قابل ملاحظہ ہیں۔

(۱) بچہ کا نام رکھنے کی رسم میں (باپ، بچہ کے ناک سے نکلتی ہوئی ہوا کو چھوئے، الیضا صـ۱۱۲

(۲)، ہوا کرہ خلا کی مالک ہی" الیضا صـ۲۲۱)۔

(۳)، صاف جگہ میں پاکیزہ آسن پر جسطرف کی ہوا ہو، اسطرف منہ کرکے الخ، الیضا صـ۲۸۳)۔

فائدہ۔ ہوا کو چھونا، ہوا کے رُخ بوقت عبادت منہ کرکے بیٹھنا، ہوا کو کرہ خلا کا مالک کہنا، چہ معنی دارد؟۔

پانی پرستی سوامی جی سنسکار ودھی میں رقمطراز ہیں،۔

(۱) اس منتر سے زچہ کے سرکیطرف ایک گھڑا پانی سے بھرا ہوا دس دن تک وہیں رکھا رہنے دیں صـ۱۰۶"

(۲) ہی باعث زندگی پانیو، تم سب عالموں کے کاموں کیلئے ان کے بشکل وسائل قائم ہوتے ہو، اس سے جیسے عالموں کے کام کیلئے قائم ہوتے ہو، ایسی ہی اس بچہ کیساتھ بچہ جننے والی عورت کے فائدہ کیلئے بشکل کام کو پورا کرنیوالا ہوکر قائم ہو" الیضا۔

(۳)، پانی جس سے کہ تم سکھ دینے والے ہوتے ہو، اسلئے ویسے تم ہم کو اناج کیلئے سہارا دو، اور بڑے خوبصورت دیکھنے کے لئے ہماری پشت پناہ ہو، الیضا صـ۱۳۹ بحوالہ یجر وید"۔

(۴) پانیو تمہارا جو نہایت سکھ دینے والا رس ہی، اس سے ہمیں اس دنیا میں گنگی کی مانند کراؤ" اولاد کی ترقی چاہنے والی مائیں جیسی پستان کے رس کو استعمال کراتی ہیں ویسی ہی" الیضا" الیضا"

(۵)، پانیو جس اناج کے رہنے کیلئے تم سیر کرتے ہو، اس اناج کے لئے ہم تمہیں حاصل کرتے ہیں اور تم ہم کو بیٹے پوتے وغیرہ کے پیدا کرنے میں ملا ہوا کرو" الیضا" الیضا"۔

(۶) بسلسلہ رسم شادی" پانی کے کلس یا گھڑے کو لیکر دولہا، دولہن کے پاس آوے" اور اسمیں تھوڑا سا پانی لیکر دولہن کے ماتھے پر چھڑکے" صـ۲۳۷"۔

(۷) سندھیا اپاسن کیوقت" تین منتروں میں سے ایک ایک آچمن کرکے دونوں ہاتھ دھوکر اور کان، آنکھ، ناک وغیرہ کو صاف پانی سے چھوکرا لخ صـ۲۸۳"

فائدہ۔ پانی کے متعلق یہ مؤدبانہ طریقے بالخصوص عبادت کیوقت، اور اس سے خطاب کرنا کیوں آریو، اگر یہ پانی پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟۔

موسم پرستی سوامی جی لکھتے ہیں کہ "موسم ہی اس تمام کائنات کا مالک ہی" حاشیہ سنسکار ودھی ط۲۲

فائدہ۔ آریو بتاؤ، تمام کائنات کا بجائے خدا کے موسم کو مالک کہنا یہ "کون دھرم ہی"

خاک پرستی مردہ جلانے کی رسم میں پڑھے جانیوالے منتروں میں سے ایک منتر کا ترجمہ یہ ہی (اے زمین اس مردہ کیلئے کانٹوں وغیرہ تکلیف دینے والی چیزوں سے صاف کھلی اور آرام دینے والی جگہ ایشور کرے کہ ہو اور اس جیو کو بہت آرام دے "سنسکار ودھی ص۳۹۵ بحوالہ اتھرو وید):۔

فائدہ۔ ایک تو بیجان زمین سے خطاب کرنا، دوسرے بجائے خدا کے زمین سے التجا کرنی نمعلوم آریہ دھرم میں یہ کیسی خدا پرستی ہی۔ اور تعجب ہے کہ روح کو زمین کیونکر آرام دیسکتی ہی؟۔

غلہ پرستی اس سلسلہ میں بہت سی اشیائے خوردنی کی آریوں کے یہاں پوجا ہوتی ہی۔ چنانچہ نمونہ صرف (۱) جو پرستی (۲) چاول پرستی (۳) گھی پرستی (۴) شہد پرستی، ملاحظہ ہو۔ جات کرم سنسکار کے ضمن میں سوامی جی لکھتے ہیں کہ "منتروں سے سات دفعہ گھی اور شہد چٹاکر چاول اور جو کو صاف کرکے پانی میں پیسکر کپڑے سے چھانکر برتن میں رکھیں اور ہاتھ کے انگوٹھے اور تیسری انگلی سے تھوڑا لیکر بچہ کے منہ میں ایک بوند ڈالیں" اور جو منتر پڑھکر بچہ کے منہ میں ڈالتے ہیں اسکا ترجمہ یہ ہی (یہ خوبصورتی دینے والی ہی، یہی کھانے کے لائق چیز ہے، یہی عمر کا سبب ہی، یہی امرت ہی" حاشیہ سنسکار ودھی ص۴۸):۔

فائدہ تلاش کرنے پر ایسے بہت سے منتر ملینگے جسمیں خوردنی اشیا کی خدا کی طرح ادب و تعظیم مذکور ہی، اسی منتر پر غور کرو، یہ موقع ہی کہ خدا کو خطاب کرکے اس بچہ کے حق میں خیر و برکت اور درازی عمر وغیرہ کی دعا کیجاتی ہی، لیکن بجائے اسکے آریہ وہ کرتے ہیں جسمیں خدا کا نام تک نہیں، بلکہ اس کے ادنی مخلوق کے حمد و ثنا کی گیت گاتے ہیں، افسوس "۔

چھتری پرستی سماورتن سنسکار میں یہ منتر پڑھکر چھتری تانتے ہیں (اے چھتری، تو بڑے راجا

وغیرہ کا ڈھکنے والا ہی، مجھے دھرم کے متضاد گناہ بشکل تکلیف دہندہ سے ہٹاؤ، لیکن ہمت سے نیکنامی سے مت ہٹاؤ" ایضاً ص۱۴۴):۔

فائدہ۔ آریو بتاؤ، یہ چھتری پرستی نہیں تو کیا خدا پرستی ہی"؟

آئینہ پرستی ایضاً یہ منتر پڑھکر آئینہ دیکھتے ہیں (اے آئینہ، تو منہ وغیرہ کو دکھلانیوالا ہو" ایضاً)

فائدہ۔ یہ بیجان آئینہ سے خطاب اور عاجزانہ التجا، چہ معنی دارد؟"

استرا پرستی بسلسلۂ رسم مونڈن بچہ، یہ منتر پڑھتے ہیں (اے سخت لوہے کے استرے، ایشور کرے کہ تو اس بچہ کو تکلیف نہ پہنچاوے" ایضاً ص۱۲۶):۔

فائدہ۔ بجائے خدا کے، استرے سے خطاب کرنا، التجا کرنی، کیا اسکا نام خدا پرستی ہی؟۔

جوتہ پرستی سماورتن سنسکار میں یہ منتر پڑھکر جوتی پہنتے ہیں (اے جوتی، تو کانٹے وغیرہ سے بچاکر پاؤں کو درست رکھنے والی ہی، سب طرف سے حفاظت کرو" ایضاً ص۱۴۴):۔

فائدہ۔ آریوں میں مخلوق پرستی کی حد ہو گئی کہ جوتہ تک کی پوجا ان لوگوں نے کر ڈالی۔ اس چمڑے کی جوتی کو خدا کیطرح خطاب کرنا۔ اس سے بڑے ادب کیساتھ سب طرف سے حفاظت کی درخواست کرنی، یہ ہی آریوں کی خدا پرستی۔ شرم۔ شرم۔ شرم:۔

خاتمہ

مذکور الصدر مختصر مگر مفید مضمون کے بعد یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا میں چار قسم کے آدمی ہیں۔ ایک صرف خدا کی پرستش کرنیوالے۔ دوسرے خدا اور مخلوق دونوں کی پوجا کرنیوالے۔ تیسرے صرف مخلوق کی عبادت کرنے والے۔ چوتھے کسی کی بھی عبادت نہ کرنیوالے"

آریوں کا شمار قسم سوم میں ہی، کیونکہ ان کی مخلوق پرستی کا نمونہ ابھی اوپر گذر چکا، اور جس چیز کو آریہ، بنام خدا پرستی یا عبادت کرتے ہیں۔ اول تو حکم خدا نہ ہونیکی وجہ سے اس کا عدم طاعت یا عبادت ہونا تمہید میں معلوم ہو چکا ہی۔ دوم آریہ بطور خود بھی جو سندھیا اور

اگنی ہوتر کو (ہر شخص کیلئے روزانہ صبح و شام ضروری) عبادت کہتے ہیں، غلط ہی - نہ یہ خدا کی عبادت ہی، نہ اس سے خدا کا قرب مقصود ہی - چنانچہ خود آریوں کے گرو سوامی دیانند کی کتاب ستیارتھ پرکاش اور رگوید آدی بھاشیہ بھومکا دیکھو تو معلوم ہوتا ہی کہ، کبھی بنام سناپرکرمن طلوع و غروب کیوقت سورج رُخ ہوکر زبان سے منتر اور دل ہی دل میں نمعلوم کسکا طواف ہوتا ہے - کبھی بنام آچمن حلق کا بلغم اور صفرا دور کیا جاتا ہی - کبھی بنام مارجن، نوک انگشت سے پانی چھڑک کر کاہلی و سستی دفع کیجاتی ہی - اپاسنا سے جسمانی و روحانی بیماریاں دور کیجاتی ہیں - اگنی ہوتر سے حفظ صحت کے لئے آب و ہوا صاف کیجاتی ہی - اور گھی، بادام، کشمش، کھوپرا، پستہ، مونگ پھلی، چلغوزہ، چرونجی، چاول، جو، گیہوں، ماش، موہن بھوگ، لڈو، کھیر، کھچڑی، بھات، شکر، چینی، شہد، خرما، زعفران، مشک، اگر، تگر، صندل، جایفل، جاوتری، لوبان، گوگل، الائچی، چھڑیلا، بالچھڑ، ناگرموتھا، لونگ، گرچ، اندرجو، کپورکچری، مکھانا وغیرہ (بھومکا صفحہ ۱۰۷ و سنسکار ودھی صفحہ ۳۴) چیزیں روزانہ آگ میں جلائی جاتی ہیں -

بھلا غور تو کرو، ان امور کو خدا کی عبادت اور اس کی معرفت و قرب سے کیا تعلق؟ بس ان کے یہاں کچھ لغو حرکات کرنے اور گھر پھونک کر تماشا دیکھنے کا نام عبادت ہی - استغفر اللہ" اصل یہ ہی کہ آریوں کے یہاں نہ توحید ہی، نہ خدا پرستی، بلکہ دیانندی جماعت اول درجہ کی مخلوق پرست ہی، ان کو خدا ہدایت دے - امین یارب العالمین فقط

حررہ

فقیر عبد الشکور حنفی آلہی مرزا پوری

سلسلے

قصائد الحبیب"

(۱)

ابیات فی فضل المدینہ

ابیات فی فضل المدینۃ الطیبۃ المبارکۃ المیمونۃ وبعض مناقبہا ونبذ من شرف اہلہا ومنزلتہم عند اللہ تعالیٰ لجوار حبیبہ ونبیہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم والتشوق والحنین الیہا وانی لارجوان تکون ہذہ الابیات ذریعۃ لنجاتی ووسیلۃ الی جوار رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اجعلنی من زمرۃ من تشملہم شفاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم ویحشرنی فی امتہ الغر المحجلین امین یارب العالمین"

سَقٰی حِماہا من الوسمیّ ہطّالُ	طابت بطیبۃ اسحارٌ واصالُ

مدینہ منورہ کی مقدس زمین کو موسم ربیع کی اولین موسلا دھار بارش برسنے والی سیراب کرے (کیونکہ) مدینہ منورہ کی اوقات صبح و شام سب ہی اچھی ہیں

سِرُّ الوجود وکنزُ الخیرِ اجمعہٖ	مثوی الحبیب علی الکونین مفضالِ

(مدینہ منورہ) راز وجود اور تمام امور خیر کا مخفی خزانہ ہی (اسمیں) حبیب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی جائے اقامت ہے (اور یہ) دارین پر فضیلت والا ہی

تثوِی الہدایۃُ فیہا لا انزالُ بہا	ویارِزُ الدینُ اذ بالدین یُحتالُ

اسمیں ہدایت ہمیشہ رہی ہی اور ہمیشہ رہیگی - اور جس وقت دین کیساتھ روباہ بازی کیجاویگی تو وہ (اسکی طرف) سمٹکر آجاویگا

اللہ شرّفہا بالمصطفی شرفاً	وخصہا منہ اکرامٌ واجلالُ

خداوند عالم نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیوجہ سے اسکو شرف عظیم عطا فرمایا ہی - اور خداوندی اکرام و اجلال نے اسکو آپکیوجہ سے خاص کردیا ہی

ف - اس شعر میں مسلم شریف کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہی جو بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہی کہ نبی کریم

أيّامَ يغدو بها الرّوحُ الأمينُ لهم
على مشاهدها طوفٌ وتجوالُ

اس زمانہ کو یاد کرو کہ جسمیں جبریل امین مدینہ منورہ کے متبرک مقامات میں آتے جاتے رہتے تھے

في كلِّ يومٍ رسالاتٌ يبلّغها
إلى الحبيب وتعلو منه أحوالُ

(اور) روزانہ خداوندی احکامات حبیب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچاتے تھے جنسے آپکے مراتب میں ترقی ہوتی تھی

اللهُ صيّرها بالمصطفى حرماً
فليس يعضدُ أشجارٌ وأجذالُ

خداوند عالم نے مدینہ منورہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوجہ سے حرم محترم کردیا یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ کی درخت یا انکی جڑونکو کاٹنے کی اجازت نہیں ہے

ولا ينفّرُ صيدٌ لاذ تربتها
ولا يروّعُ قطّانٌ ونزّالُ

اور (اسیوجہ سے) خاک پاک مدینہ منورہ کی پناہ میں آجانیوالے کسی شکاری جانور کو ڈرانے اور اسمیں کسی مقیم یا مسافر کو خوف دلانے کی اجازت نہیں ہے

حرّاسها ملكٌ في كلِّ نائبةٍ
فليس يدخلها للمكر دجّالُ

اس کی حفاظت کرنے والے ہر سخت مصیبت میں فرشتے ہیں۔ اسیواسطے بارادۂ ایذا رسانی دجال اسمیں داخل نہیں ہوسکتا

ومن أخاف لها أهلاً وأفزعهم
يذوب كالملح لا ينجيه إجفالُ

اور جو شخص سکان مدینہ کو پریشان کریگا یا خوف دلاویگا تو وہ اسطرح پگھلیگا (ہلاک ہوگا) جسطرح نمک پگھلتا ہے اور اسکو بھاگنے سے کوئی نفع نہیں

ومن تصبّر في لأوائها رغباً
كان الشفيعَ له إذ ثاب أهوالُ

اور جو شخص مدینہ منورہ کی مصیبتوں پر صبر کرکے بخوشی اسمیں اقامت کریگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہوال قیامت کے پیش آنیکے وقت اسکی سفارش فرمائینگے

إذا جرت منك ريحٌ فوق مجدبةٍ
تبسّم الزهرُ والأنواءُ أغفالُ

جب مدینہ منورہ کی ہوا کسی قحط زدہ اور خشک زمین پر چلتی ہے تو وہاں کلیاں ہنسنے لگتی ہیں (پھول کھلنے لگتے ہیں) حالانکہ بارش کا وہاں ایک قطرہ نہیں

وأوّلُ الحشر منها حيث يقدمهم
لأوّل الخلق أعلامٌ لينثالوا

اور حشر کی ابتدا یہیں سے ہوگی۔ اور ان سے آگے آگے جماعتوں کے نشانات بکثرت ہونگے

تلك المدينةُ إذ لم تدرِ ما بلغت
من الفخار وما رقّت به الحالُ

اگر تم کو معلوم نہ تھا کہ مدینہ منورہ کیا ہے تو اب میرے بتانے کے بعد معلوم کرو کہ کس مرتبہ اور کس ترقی پر ہے"

۱۵ واللهِ واللهِ ما للمصطفى شبهٌ
ولا لمسكنه في الأرض تمثالُ

خدا کی قسم! نہ تو کسی جگہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نظیر ہے اور نہ آپ کیجائے قیام (مدینہ منورہ) کی کہیں تصویر مل سکتی ہے

۱۶ إن كان فضلُ بلادٍ فضلَ ساكنها
فما سواها من الأمصار أطلالُ

اگر یہ قابل تسلیم ہو کہ شہروں کی عظمت انکے ساکنین کے اعتبار سے ہوتی ہے تو مدینہ منورہ کے علاوہ جسقدر شہر ہیں وہ سب کے سب آبادی ہونیکے کھنڈر کہلائے جانیکے قابل ہونگے

۱۷ ففي حماها قوامُ الخلق كلّهم
وفي رباها رياضُ الخلد محلالُ

اسکا حرم محترم تمام عالم کا کفیل ہے اور اسکے اونچے اونچے ٹیلوں پر بہشت بریں کے باغ سایہ فگن ہیں

۱۸ ولا يقاس بها مصرٌ ولا بلدٌ
ولا سماءٌ إذا ما قيس أمثالُ

اور اگر چیزوں کا باہم مقابلہ کیا جائے تو مدینہ منورہ کے مقابلہ میں نہ کوئی شہر آسکتا ہے نہ کوئی دارالسلطنت اور نہ آسمان (بلکہ مدینہ منورہ سب سے بڑھا ہوا رہیگا)

۱۹ تسري إليها وفودٌ سيرها عنقٌ
وللنجائب تبغيلٌ وإرقالُ

مدینہ منورہ کیطرف شبا شب تیز روی کیساتھ جماعتیں کوچ کرتی رہتی ہیں اور انکی اونٹنیاں نہایت تیزی کیساتھ انکو مدینہ منورہ کیطرف لاتی ہیں

۲۰ من كلّ صبٍّ حنينُ الوجد يزعجه
وقائدُ البشر تهديه وآمالُ

(ان جماعتوں میں) ایسے عاشق بھی موجود ہوتے ہیں جنکو عشق کی وارفتگی سفر چلنے پر مجبور کرتی ہے اور بشاشت اور امیدیں انکی رہبر ہوتی ہیں

۲۱ واللطفُ يهتف لا تلووا على أحدٍ
سيروا الهوينا فللتبشير إقبالُ

اور لطف خداوندی (انکو) پکار پکار کر یہ کہتا ہے کہ تم کسیکی طرف متوجہ نہو اور وقار کیساتھ چلے چلو کیونکہ تمہاری طرف خداوند عالم کی بشارتیں متوجہ ہیں

۲۲ إذا بدت قبّةٌ خضراءُ مشرقةٌ
فليس يبقى لهم صبرٌ ولا بالُ

(ان لوگوں کی نظروں کے سامنے) جب سبز گنبد (آرامگاہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم) ظاہر ہوتا ہے تو نہ انکے پاس دل باقی رہتا ہے نہ دلوں میں صبر

۲۳ يهرولون إليها هائمين بها
وهم على إذا حفاةُ الرِّجل أرسالُ

یہ لوگ اس کی جانب مستانہ وار پا برہنہ دوڑتے ہوئے چلے جاتے ہیں

۲۴ شوقاً إليها وهيماناً لرؤيتها
ودمعةُ الوجد لا ترقا ولا تالوا

کیونکہ ان کے دلوں میں اس کی زیارت کا شوق اور اسکے دیکھنے کی بیچینی بھری ہوئی ہوتی ہے۔ اور اشک محبت ان کے (رخسار و نیر) جاری ہوتے ہیں اور خوب بہتے ہیں"

٢٥ یا مُهجَةَ النفسِ لاتبقی حشاشتها — تلقین رُوحًا علی الاَحیاء یختال

اے اوس نفس کی روح جو بہت جلد فنا ہوجانیوالی ہے تجھکو وہ روح ملیگی جو زندوں کی روح پر بھی فخر کریگی۔

٢٦ یا اَهلَ طیبةَ طِبتم طابَ غدوتکم — وطابَ رَوحتکم اذطاب انزال

ای ساکنان مدینہ منورہ۔ تم خوش رہو! تمہارے تمام اوقات اچھے رہیں کیونکہ تمہاری یہ اقامت ہی بہت عمدہ ہے

٢٧ فانتم جیرة للمُصطفیٰ سقبًا — وانتمُ فی حِمَی الزَّهراءِ حلّال

اسواسطے کہ تم لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت ہی قریب کے پڑوسی ہو اور تم لوگ آپ کے حرم محترم میں مقیم ہو۔

٢٨ ونازِحُ الدارِ حِلفُ السَّهرِ مکتئبٌ — مُثقَلُ الظَّهرِ للاَعباءِ حمّالُ

اور ایک شخص (یعنی میں) تمسی بہت دور گھر والا۔ جسکو بیداری چمٹ گئی ہی مشقت میں پڑا ہوہی اور (تکالیف کے) بوجھوں سے اپنی پیٹھ کو بوجھل کئے ہوئے

٢٩ یرنو الیکم بعینٍ مِلؤها ندمٌ — وحسرةٌ فی الحشیٰ والقلبُ یجتالُ

یہ شخص تمہاری طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہی۔ اسطرح کہ اس کی آنکھوں میں بجز ندامت کے اور باطن میں بجز حسرت کے کچھ نہیں ہی اور اس کا

٣٠ جُودُوا علیٰ مُدنِفٍ لم تبقَ حیلتهُ — یخفُّ سیرًا ولایعییهِ اثقالُ

ایسے دائم المرض پر بخشش کرو جسکے پاس کوئی تدبیر باقی نہیں وہ آہستہ آہستہ چلتا ہی حالانکہ اُسپر کسی قسم کا بوجھ ہوا نہیں ہی

٣١ یمشی علی الوجهِ والاَقدامُ حافیةٌ — وغُلّةُ الصدرِ لاتروی وبلبالُ

وہ سر کے بل پا برہنہ چلتا ہی اور اس کی حرارت صدر اور اندوہ نہانی میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی

٣٢ ویا مُنی النَّفسِ اِمّا کُنتِ فائزةً — فیالَهُ مِن نوالٍ بالّذی نالوا

اور اے نفس کی امید وا اگر تم پوری ہوجاؤ تو ساکنان مدینہ کے حاصل کئے ہوئے شرف کے بدلہ میں کیسی بڑی عطا ہی جانے

٣٣ وکیفَ لاارتجی والارضُ راحمةٌ — والذَّنبُ مُستَشفعٌ والعفوُ منوالُ

اور میں کیونکر امید نہ کروں کہ مدینہ کی زمین رحمت والی ہے اور میں اپنے گناہوں کی شفاعت کا طالب ہوں اور عفو کا طالب

جاری ہے۔

مسجد دار العلوم دیوبند میں

حضور نظام کیلئے پانچ وقت دعا ہوتی ہی

اعلیحضرت نظام دکن کے احسانات مسلمانوں پر جن متعدد اور مختلف صورتوں سے مبذول ہوتے رہتے ہیں اُمت مرحومہ کی امداد میں آپکا دست کرم جس فیاضانہ طریق سے بیش از بیش حصہ لے رہا ہی حقیقت الامر یہ ہی کہ اس جود وسخا کی اس زمانہ میں کوئی نظیر نہیں پیش کیجا سکتی آج کونسی مشہور مذہبی درسگاہ ہی جسکی سرپرستی کا فخر سرکار نظام کو حاصل نہیں آج وہ کونسی خانقاہ ہے جہاں بادشاہ اسلام کیجانب سے روزینہ مقرر نہیں، جب کہ حضور نظام کی اسلام نوازی و مسلمان پروری کا یہ درجہ ہے کہاں کی عزت مسلمانون کی عزت ہوچکی ہے ان کا اقتدار مسلمانوں کا اقتدار ہے ایسی صورت میں ہمپر ضروری ہے کہ جو ناگواری سرکار نظام اور گورنمنٹ ہند کے درمیان ہوگئی ہی اس کے مندفع و منقطع ہوجانے کیلئے پانچ وقت دعا کریں،۔

الحمد للہ کہ دار العلوم کی مسجد میں پانچ وقت سرکار نظام کی ترقی عمر و تحفظ اقبال کیلئے سینکڑوں علماء و صلحا دعا کرتے ہیں اور یقین ہے کہ معاملات جلد از جلد انشاء اللہ خوشگوار ہوجائینگے، اور دولت آصفیہ ہر ایسے اثر سے جس میں اُس کی آزادی و خودداری عظمت و وقار میں فرق آئے محفوظ رہیگی“

منیجر

نائب المدیر غفر لہ

عالیجناب نواب کنور جمشید علیخانصاحب رئیس اعظم باغپت کا

ورود مسعود دارالعلوم دیوبند میں

دس ہزار کی گرانقدر امداد

حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم کی دعوت پر آج بتاریخ ۲۳ ۱۳۴۶ھ ۱۰ بجے کی ٹرین سے عالیجناب معلی القاب نواب جمشید علیخانصاحب مع اپنے بھائی صاحب مدظلہما کے دارالعلوم میں رونق افروز ہوئے اسٹیشن دیوبند پر دارالعلوم کیجانب سے چند حضرات استقبال کیلئے موجود تھے نواب صاحب دارالعلوم میں تشریف لائے دارالمشورہ میں فروکش ہوئے حالات دارالعلوم کے متعلق گفتگو فرمانے کے بعد دارالعلوم کا معائنہ فرمایا دفتر دارالعلوم کے حسابات آمد و صرف کے رجسٹر دیکھے کتبخانہ محاسبی مطبخ تعمیر دارالطلبہ وغیرہ سب کو دیکھا حسابات کی صفائی اور ترتیب کو دیکھکر بیحد محظوظ ہوئے اور باربار فرمایا کہ اس سے زیادہ صفائی اور کیا ہوسکتی ہی کہ ہر شعبہ کا کام نہایت باضابطہ ہے دارالعلوم کے بجٹ کا معائنہ بھی فرمایا عصر کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم و حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہما کے مزار پر حاضر ہوئے مغرب کے بعد ۹ بجے کی ٹرین سے مراجعت فرمائے میرٹھ ہوئے روانگی کے وقت نواب صاحب نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کیجانب سے دارالحدیث کے سب سے اوپر کے کمرہ کی (جسپر گنبد ہے) بنوانے کی منظوری صادر فرمائی جسکا تخمینہ کم و بیش دس بارہ ہزار ہوا ہی۔ اراکین دارالعلوم اس گرانقدر وعدہ پر نواب صاحب ممدوح کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور دست بدعا ہیں کہ حق تعالی شانہ ممدوح کو انکے مقاصد عالیہ میں کامیاب فرمائے اور انکی بافیض دولت میں غیر معمولی برکت بخشے آمین۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کے امر وارشاد سے شائع کیا گیا"

طاہر بن احمد القاسمی

قابل ذکر حالات"

دعائے صحت جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی استاذ حدیث جامعہ عثمانیہ دکن کے مکتوب سامی مورخہ یکم ۱/۱۳۴۶ھ سے یہ معلوم ہوکر کہ وہ ضیق النفس کے مرض میں مبتلا ہیں سخت قلق واضطراب ہوا۔ اگرچہ پہلے سے افاقہ ہی تاہم مرض کا استیصال ابھی نہیں ہوا ہی مولانا موصوف سے ناظرین القاسم بخوبی واقف ہیں مولانا کے جذبات وحسیات کا ان کے مضامین کو پڑھنے کے بعد پوری طرح سے اندازہ ہوسکتا ہی کہ وہ کسقدر رفیع و پاکیزہ ہیں انکے محاسن میرے خیال میں ایسے ہیں جنھیں اظہار کی حاجت نہیں ناظرین القاسم بحضور قلب مولانا موصوف کی صحت کیلئے دعا فرمادیں کیونکہ مولانا کا انپر "خصوصی حق" عائد ہے۔

شکریہ مولانا جمیل احمد صاحب نے سی پی کے علاقہ سے القاسم کیلئے چار خریدار مہیا فرما کر حضرت فخر الہند مولانا حبیب الرحمن صاحب کے خدمت میں پیش کئے ہیں اور مولانا مدظلہم سے مضمون لکھنے کی بھی خاص طور پر استدعا کی ہی کارکنان القاسم انکے اس جامع احسان کا قلب مخلص سے شکریہ ادا کرتے ہوئے اور انکے مقاصد حقہ کے انصرام کی دعا کرتے ہوئے مزید کرم کے آئندہ کیلئے متوقع ہیں"

رفع نزاع طلبائے دارالعلوم دیوبند کا وہ سنگین معاملہ جو اتفاقیہ طور پر ۱۲/۱۳۴۶ھ کو پیش آیا تھا الحمد للہ کہ اکابر دارالعلوم و عمائدین قصبہ کی مساعی جمیلہ سے بصلح طے ہوگیا ہی فریقین کیجانب سے صاحب کلکٹر ضلع کے یہاں مقدمہ سے دستبرداری و مصالحت کی درخواست دیگئی جسکو صاحب ضلع نے محکمہ بالا میں بھیجدیا اب صرف اجراء احکام کا انتظار ہی اگر اسکے بعد ضرورت سمجھی گئی تو نفس واقعہ کے صحیح و مفصل کیفیت شائع کیجائیگی۔

دارالعلوم دیوبند میں حفاظت ناموس رسول کیلئے اہم جلسہ دارالعلوم دیوبند میں ناموس رسول کی صیانت و حفاظت کیلئے بتاریخ ۱/۱۳۴۶ھ ایک اہم جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کیا گیا جسمیں طلبائے دارالعلوم کے علاوہ اہل قصبہ بھی شریک تھے اولاً حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب نے جلسہ کی اہمیت غرض و غایت پر مختصر تقریر فرمائی اور اسکے بعد اپنی طرف سے ناموس رسول کی حفاظت کے متعلق ایک ریزلیوشن پیش کیا جسکا ماحصل یہ تھا کہ توہین مقتدایان مذہب کے متعلق آرڈیننس فوراً جاری ہونا چاہئے اسکے بعد مولانا مرتضیٰ حسن صاحب و مولانا حسین احمد صاحب نے زبردست تقریریں فرمائیں اور قرارداد کی پرزور تائید کی اجلاس مغرب تک منعقد رہا اور اسکے بعد ختم ہوا عشاء کی نماز کے بعد دوسرا جلسہ طلبائے دارالعلوم نے زیر صدارت ناظم تعلیمات صاحب منعقد کیا جسمیں حضرت مولانا حسین صاحب نے مبسوط تقریر فرمائی"

تقریرِ دلپذیر درس میں داخل ہو گئی

دار العلوم دیوبند میں درجہ تکمیل کی بنیاد

حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے دورِ حاضر کی ضروریات کا اندازہ فرماتے ہوئے طلبائے دار العلوم کو آیۃ من آیات اللہ حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کو بصورت درس پڑھانے کا عزم فرمایا ہے چنانچہ اولاً جمعہ جمعہ تقریرِ دلپذیر شروع کرائی ہے۔ جس میں طلبا بصد ذوق و شوق شریک ہوئے، امید ہے کہ یہ مفید علمی سلسلہ طلبا کی قوت کلامیہ و علمیہ میں مخصوص و ممتاز اثر پیدا کرے گا اور مولانا کی تصریحات و تشریحات سونے پر سہاگہ کا کام دینگی۔

تقریرِ دلپذیر کو بعض اسلامی مدارس نے تو درس میں داخل کر لیا ہے لیکن ضرورت ہے کہ اب اس لاجواب کتاب کے انمول جواہر کی تقسیم بصورت درس ہندوستان کے مدارس میں عام ہو جائے۔

اُمید ہے کہ دار العلوم کے ملحقہ مدارس و دیگر ہندوستان کی درسگاہیں اس مسئلہ کیطرف خاص طور پر توجہ مبذول کرینگی۔"

اطلاع

کتب خانہ قاسمی دیوبند نے اس ضرورت کا احساس کر کے تقریرِ دلپذیر ٢٠×٢٦ سائز پر کھلے کھلے حروف کے ساتھ باضافہ عنوانات و فہرست مضامین نہایت عمدہ چھاپی ہے صفحات ٣٢٨ قیمت عہ

المعلن

"منیجر" کتبخانہ قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعض مفسدوں کی طالبعلمانہ لباس میں شر انگیزیاں

اور

مدرسین و منتظمین دار العلوم دیوبند کا بیان

بعض مفسد اور خارج شدہ طلبا دار العلوم دیوبند کے پیہم اور غلط و غیر واقعی مضامین شائع کر رہے ہیں جنمیں حق و انصاف، ادب و احترام، اخلاق و ایمان سب ہی قطع نظر کر لیگئی ہے۔ انتہائی چشم پوشی کے بعد ہم مدرسین و منتظمینِ دار العلوم حسب ذیل بیان شائع کرنے پر مجبور ہوئے ہیں جس سے مقصود صرف یہ ہے کہ دار العلوم کی عزت و عظمت میں کسی قسم کا فرق نہ آئے۔ اور جو بدظنی اکابرِ دار العلوم کی طرف سے پھیلائی جارہی ہے اُسکا انسداد ہو سکے۔

سب سے پہلے تو ہم اس حقیقتِ واقعیہ کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں۔ جسپر ہم سب کا علم گواہ ہے کہ ایسے ناپاک و دلخراش مضامین کا تعلق کل طلبا دار العلوم دیوبند سے قطعاً نہیں ہے۔ تقریباً ٩٢٥ طلباء میں سے ٨٧٥ بلکہ اس سے بھی زیادہ طلبا ایسے ہیں جنکو مشغلۂ تعلیم و مطالعہ و تکرارِ اسباق کے سوا اور کوئی کام نہیں صرف دس بیس طلبا ایسے نکلیں گے جنکو اس قسم کے ناشائستہ حرکات سے بوجہ عدم رغبتِ علم دلچسپی ہوگی۔ وہ طلبا جو دار العلوم سے بوجہ تمرد و سرکشی خارج کر دئے گئے ہیں۔ یا جنکو دار العلوم میں آنے سے روکدیا گیا ہے۔ اُن میں سے بعض آجکل دیوبند میں مقیم ہیں۔ جو اس قسم کی تخریبی تحریک میں اندرونی و بیرونی اثرات سے پوری طرح اعانت لیکر مشتعلانہ و انتقامی جذبات کی وجہ سے تقریراً و تحریراً اشاعتِ فتنہ میں سرگرم کار ہیں

اور دار العلوم کی عظمت وشان کو خاک میں ملانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ فرضی مظلوم اور انتقام لینے والے طلبہ وہی طلباء ہیں جنہوں نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم سرپرست مدرسہ سے لیکر جو بزرگ بھی اُن کے ناشائستہ حرکات سے متنفر ہے سب ہی کو اپنے نزدیک معاذاللہ بد دین خیال کر رکھا ہے۔ یہ وہی اور اسی قسم کے نام نہاد طالب علم ہیں جنہوں نے شعبان سنہ ۱۳۴۴ھ میں اپنے اُستاذ مولوی گل محمد خاں صاحب کو مار پیٹ کر فتنہ کا آغاز کیا ہے اور اس صریح ظلم کے بعد اپنے مطالبات کو بجبر منوانے کے لئے انجمن لجنۃ الاتحاد قائم کی اور ایک گستاخانہ تحریر اکابر دار العلوم کی خدمت میں پیش کی۔

یہ وہی اور اُسی قسم کے علم کو بد نام کرنے والے طلباء ہیں۔ جنہوں نے حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب صدر مدرس کو امتحانِ سالانہ کے موقع پر سہ الات کے نرم دئے جانیکی دھمکی دی تھی۔ اور سنہ ۱۳۴۴ھ میں حضرت موصوف کو حضرت مہتمم صاحب کے ہمخیال دیکھکر شیطان اخرس کے ملعون لقب سے یاد کیا تھا۔ اور حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب اُستاد حدیث کو عبد المہتمم کا خطاب دیا تھا۔ اِن طلباء نے اپنے حال کے مضمون مورخہ ۷ ر جولائی سنہ ۱۹۲۷ء "اخبار زمیندار" کے کالموں پر لکھا ہے کہ:۔

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بعض پُر زور ہستیوں نے آپکو منع کر دیا ہے کہ آپ مظلوموں کی حمایت نکریں"

یہ پہلا اور کھلا ہوا گستاخ جملہ ہے جو حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اسیر مالٹا جانشین حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ پر کیا گیا ہے کہ انہوں نے اخباروں کو منع کر دیا ہے کہ وہ مظلوموں کی حمایت نکرنے دینے کا اخلاقی وشرعی جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ طلباء صرف انہیں کو اکابر و بزرگ ماننے کے لئے تیار ہیں جو اُن کی ہاں میں ہاں ملائیں۔ اور اُن کے خلاف ایک حرف بھی نہ بولیں۔

یہ وہی طلباء ہیں جنہوں نے انجمن لجنۃ الاتحاد کے صدر حاجی محمد موسیٰ سملکی کے پُرزور

اور نہ مسترد ہو سکنے والی سعی وسازش کے ذریعہ سے حضرت مہتمم صاحب اور حضرت شاہ صاحب مدظلہما کے بیس سالہ تعلقات کو مکدر کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ اور پچاس روپیہ حضرت شاہ صاحب سے سفر خرچ کے نام سے لیکر بجائے دیگر مدارس میں چلے جانیکے دیوبند میں رہکر اختلاف ذات البین میں وہ سب کچھ کیا جو عقل ودین، ایمان واحسان کی رو سے ایک آن کے لئے بھی جائز نہ تھا۔ اس سے بڑھکر کوئی ناانصافی شاید دنیا میں نہ ہوگی کہ منتظمین کے مشورہ کے خلاف ۱۲ ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۵ھ کو فسادِ عظیم برپا کر کے حضرت مہتمم صاحب کو اُسکا ذمہ دار ٹھیراتے ہیں اور اپنی خودسری وبے باکی کا بانی حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کو قرار دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ دیوبند کے برادرانِ وطن (ہنود) اگر شدھی وسنگٹھن کے اثرات سے متاثر ہوتے، پنڈت آسارام صاحب آنریری مجسٹریٹ (جن کے باغ میں یہ فساد ہوا) شریفانہ طریق سے پیش نہ آتے۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ، مصالحت کی پوری سعی نہ فرماتے اور خان بہادر شیخ محمد ضیاء الحق صاحب ممبر کونسل رئیس وچیرمین۔ وسید محمد محتشم صاحب آنریری مجسٹریٹ ودیگر ہمدردانِ شہر اگر دار العلوم کی عزت کا تحفظ نہ کرتے، تو ان مفسد طلبہ کو اچھی طرح سے معلوم ہو جاتا کہ سنہ ۴۴ھ وسنہ ۴۵ھ کی اس انتہائی خودسری اور شوخ چشمی کا انجام کیا ہوتا۔

یہ طلبہ اپنے مکتوب مورخہ ۷ ر جولائی سنہ ۱۹۲۷ء میں لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت شاہ صاحب مدظلہم کی دردانگیز روانگی ہمارے لئے باعث صد ہزار افسوس تھی۔ اگرچہ مہتمم صاحب نے قوم کو فریب دہی کی غرض سے حضرت ممدوح کی روانگی کو عارضی بتلایا اور حضرت شاہ صاحب بھی انتہائی درد وکرب کی حالت میں اب تک خاموش ہیں مگر قوم سمجھدار ہے اتنی بیوقوف نہیں ہے کہ مولانا حبیب الرحمن صاحب جیسی ظالم شخصیت کو جلد فراموش کر دے۔"

ان مفسدہ پرداز طلبہ کی اشاعتِ فتنہ کا اندازہ صرف اسی عبارت سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ یہ طلبہ حضرت شاہ صاحب کی روانگی کو دائمی مفارقت ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ ۲۶ ر ذی قعدہ سنہ ۴۵ھ کو

حضرت شاہ صاحب نے خود اپنے قلم سے یہ درخواست حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں پیش کی تھی جو ذیل میں بجنسہٖ نقل کیجاتی ہے -

نقل درخواست رخصت حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دار العلوم دیوبند

بعالیخدمت حضرت مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند
جناب مستطاب دام ظلہٗ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ - احقر چنانکہ معروض رفتہ امروز ارادۂ
کشمیر میکند - بعالیخدمت عرض آنکہ حقیر را یک نیم
تا دو ماہ بوضع تنخواہ رخصت مرحمت فرمایند
کہ زیارت والد ماجد نمودہ باشد -

دستخط حضرت شاہ صاحب

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

۱۴ر ذی قعدہ سنہ ۱۳۴۵ھ

احقر نے جیسا زبانی عرض کیا تھا
آج کشمیر جانے کا ارادہ ہے
اسلئے عرض ہے کہ احقر کو ڈیڑھ
تا دو ماہ رخصت بوضع تنخواہ
مرحمت فرمائیں تاکہ حضرت والد ماجد
کی زیارت کیجائے -

دستخط

اس درخواست کے مضمون کو دیکھتے ہوئے اگر خدانا کردہ ان طلبہ کا یہ خیال بد صحیح بھی ہو کہ حضرت شاہ صاحب مدرسہ سے قطع تعلق کر چکے ہیں تب بھی جب تک حضرت موصوف کی جانب سے اس تحریر کے خلاف کوئی اطلاع موصول نہو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے بے بنیاد، و خودغرضانہ اثرات سے متاثر ہو کر مدرسے سے قطع تعلق کی ٹھان لی ہے -

یہ خبر بھی محض غلط اور بے بنیاد ہے کہ حضرت مہتمم صاحب نے یا اُن کے ایماء سے کسی شخص نے کسی قسم کی کوئی فہرست پولیس میں پیش کی ہے اور نہ کسی کے نام وارنٹ جاری کرایا

آخر میں یہ طلبہ لکھتے ہیں کہ :-

"بڑے مہتمم صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے انتقامانہ جذبات سے جو نہایت بدترین صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں قطع نظر کر کے میدان میں آئیں - اور غریب طلبہ کی اُسی طرح اعانت فرمائیں جس طرح مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے معزول کرنے سے پہلے آپ کا طرزِ عمل رہا ہے -"

یہ بھی اُسی وضع کی فتنہ پردازی ہے جسکا نمونہ پہلے پیش کیا جا چکا ہے - جسکی غرض یہ ہے کہ کہ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب و حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے طرزِ عمل و تعلقات میں فرق ظاہر کر کے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو بدنام کیا جائے - حالانکہ اس سے پہلے تحریرات میں ان ہی طلبہ نے حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کی نسبت بھی کوئی توہین اُٹھا نہیں رکھی - حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب جو کام کرتے ہیں صدر مہتمم صاحب کے مشورہ اور اجازت سے کرتے ہیں - اسی طرح صدر مہتمم صاحب بھی اُن کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے ان مفسدوں نے اپنے حال کے غیر مہذب اور حیا سوز مکتوب میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو جن الفاظِ شنیعہ سے یاد کیا ہے وہ صاف بتلا رہے ہیں کہ اِن طلبہ کے قلوب میں کسی اُستاذ کی بھی عظمت موجود نہیں ہے - کیونکہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب و مولانا شبیر احمد صاحب جنکی حمایت کے وہ مدعی ہیں وہ خود حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے شاگرد ہیں - آج وہ جن کو بھی اکابر کے خطاب سے سرفراز کریں باستثناء چند کوئی ایسا نکلیگا جس کا تعلق شاگردی و تربیت کا حضرت موصوف مدظلہ سے نہو گا -

جو غیر مہذّب اپنے اساتذہ کی اس لئے تعظیم و تکریم کرتے ہیں کہ وہ اُستادوں کے اساتذہ کو سب و شتم سے یاد کریں - اصاغر کو اکابر اور اکابر کو اصاغر بنا کر جسکی چاہیں توہین کریں، اُن کی نسبت سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ جسکی بھی عزّت و توقیر کرتے ہیں خلوص سے نہیں بلکہ نفاق اور خودغرضی، انتقام و مطلب برآری کے لئے ایسا کرتے ہیں - اگر ان مفسدین کے

قلوب میں علم کا ذرا سا بھی رسوخ ہوتا تو یہ لوگ ہرگز ہرگز حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کی اہانت نہ کرتے۔ اور دار العلوم کی بڑھتی ہوئی شہرت میں روڑے نہ اٹکاتے۔

کوئی صاحبِ عقل و دین کیا ایک منٹ کیلئے بھی اس کو باور کرسکتا ہے کہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب جیسا حلیم و بردبار، جبلِ استقامت و استقلال باوجود قدرتِ انتظام طلبہ کو ہندوؤں کے مقابلہ میں گرفتار کراتے؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہاں اگر اُن پر یہ الزام ہے کہ وہ دار العلوم کا انتظام فرماتے ہیں جسمیں اُن کو نیک و بد ہر قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اور ان کے مناسب حال و مناسبِ وقت انتظام کرنا پڑتا ہے تو بیشک ہم بھی اقرار کرتے ہیں۔ اگر ان نام نہاد طلبہ کی ذہنیتوں کا بھی حال ہے تو اُن کو ابھی سے اپنے مستقبل کا انجام سوچ لینا چاہیئے۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب نے طلبہ کے موجودہ فساد کے رفع کرنے میں جو کلفتیں و صعوبتیں باوجود علالتِ مزاج برداشت فرمائیں، اگر اُن کی تفصیل کیجائے تو تحریر بے حد طول پکڑ جائیگی۔ مختصر یہ ہے کہ ایک حلیم و شفیق، مربی و محسن باپ جو اپنی نالائق و غیر مطیع گستاخ و نافرمان اولاد کے ساتھ ہمدردی و سلوک کرسکتا ہے۔ اُس سے کہیں زیادہ حضرتِ موصوف نے باوجود افسردگیِ قلب اُن کے لئے ہر قسم کی سعی و کوشش فرمائی۔

مذکورۂ بالا وجوہات کی بنا پر ہم ایسے گستاخ و متمرد طلبہ سے سخت بیزاری و نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ جنھوں نے جوشِ انتقام میں اپنی حدود سے تجاوز کیا ہے۔

ہمہ تعلق جبکہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب سے اہتمامِ مدرسہ کے تعلق کے سوا شاگردی و تربیت کا تعلق بھی ہے ایسی حالت میں ہم ہرگز اُن کے متعلق کوئی گستاخانہ کلمہ نہ سُن سکتے ہیں اور نہ گوارا کرسکتے ہیں۔ اور نہ ان حیا سوز مضامین کو پڑھکر سکوت کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔

قدیم طلبہ و متوسلین دار العلوم کا فرض ہے کہ وہ ایسے حالات میں دار العلوم کی طرف پوری توجہ فرماکر غلط پروپیگنڈہ کی کافی تردید کردیں۔ اور اکابر مرحوم کی اس یادگار و امانتِ الٰہیہ کو

اضاعت سے بچائیں۔ فقط والسلام

ضروری اطلاع } آخر میں عرض ہے کہ طلباء کا یہ سنگین اور سخت خطرناک معاملہ جو ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ کو پیش آیا الحمد للہ کہ بہ صلح طے ہوگیا ہے۔ صرف اسکی تکمیل میں بعض امور باقی ہیں اُن کی تکمیل اور اجرائے احکام کے بعد نفس واقعہ کے صحیح اور مفصل حالات شائع کئے جائیں گے۔

وفد علمائے پنجاب کی رپورٹ میں جو یکطرفہ اور بہت سے غیر واقعی حالات پر مشتمل بیان شائع ہوا ہے وہ ہرگز ایسا نہیں ہے کہ اُسپر سکوت کیا جائے۔ ضرورت تھی کہ جن حقائق پر اُس میں پردہ ڈالا گیا یا واقعات میں قطع و برید سے کام لیا گیا ہے اُن کی اصلیت دکھلائی جاتی۔ لیکن چونکہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب صدر المدرسین دار العلوم کی خدمت میں ہم نے ایک متفقہ اور مستفسرانہ مکتوب بھیجا ہے۔ نیز چند سوالات ارکانِ وفد سے بھی کئے گئے ہیں جسمیں اونھوں نے ایک ہفتہ کی مہلت طلب کی ہے۔ اس لئے ہر دو تحریروں کے جواب آنے پر روداد وفد کیمتعلق ہم اپنا صاف صاف بیان شائع کرینگے۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ
ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند

محمد ابراہیم عفی عنہ
مدرس دار العلوم

محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ
مدرس دار العلوم دیوبند

محمد اعزاز علی عفی لہ
مدرس دار العلوم دیوبند

محمد عبد السمیع مدرس دار العلوم
دیوبند

نبیہ حسن مدرس
دار العلوم دیوبند

محمد شفیع عفا اللہ عنہ معین مدرس
دار العلوم دیوبند

محمد عاقل عفا اللہ عنہ مدرس
ریاضی دار العلوم دیوبند

بندہ محمود عفی عنہ
سر دفتر دار العلوم دیوبند

بندہ رحمت علی غفرلہٗ
منتظم کتبخانہ وذمہ دار شعبہ نگرانی طلبہ دار العلوم

محمد قاسم غفرلہٗ
قائم مقام منتظم تعمیرات دار العلوم دیوبند

محمد اسمٰعیل عفی عنہ
مددگار منتظم مطبخ دار العلوم دیوبند

احقر منظور احمد عفی عنہ
منتظم شعبہ مالیات دار العلوم دیوبند

محمد عبد الوحید الہ آبادی مدرس دار العلوم
دیوبند درجہ قراءت کان اللہ لہٗ

محمد یٰسین عفی عنہ مدرس اول درجہ فارسی
وریاضی دار العلوم دیوبند

سید اختر حسین عفی عنہ
معین المدرس دار العلوم دیوبند

محمد قاسم نعمانی عفا اللہ عنہ

شریف احمد مدرس مدرسہ
درجہ قرآن شریف

سعید احمد گنگوہی
معین المدرس دار العلوم دیوبند

احقر محمد طیب عفا اللہ عنہ
مدرس دار العلوم دیوبند

طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہٗ
معین المدرس دار العلوم دیوبند

احقر شریعت احمد گنگوہی
مدرس اول درجہ قرآن شریف دار العلوم دیوبند

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے مشہور و معروف مضمون

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

کا

ترجمہ انگریزی میں"

ناظرین القاسم کو یہ تو بذریعہ اشتہار معلوم ہو چکا ہے کہ رسالہ اشاعت اسلام المعروف بہ دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا، چھپکر تیار ہو گیا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے ملک کے ہر طبقہ سے اسکی کافی طلب ہو رہی ہے، لیکن آج کی اشاعت میں ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ بعض مقتدر حضرات کی اس معرکۃ الآراء مضمون کے متعلق رائے یہ ہے کہ اسکا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا جائے تاکہ یورپ کے سامنے یہ حقیقت منکشف ہو جائے کہ اسلام دنیا میں صرف اپنی صداقت کیوجہ سے عالمگیر ہوا ہے کیا ہی اچھا ہو کہ کوئی صاحب ہمت اس مفید مضمون کا انگریزی میں ترجمہ کرانے کیلئے آمادہ و مستعد ہو کر کارکنان القاسم کو اسکا موقع دیں کہ وہ جلد سے جلد زبان انگریزی میں نور اسلام کو پہنچا دیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ کی تمنا،

حاجی محمد اکبر صاحب مرادآبادی سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ نے ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ حجۃ الاسلام اور تقریر دلپذیر کا انگریزی میں ترجمہ ہو جائے تاکہ اہل مغرب کو حقانیت اسلام معلوم ہو سکے۔ پس اسکا ہم یقین کرتے ہیں کہ اگر اشاعت اسلام کے انگریزی ترجمہ کے مصارف کا تکفل کسی صاحب خیر نے اپنے ذمہ لے لیا تو ان دونوں کتابوں کیلئے خودبخود راستہ کھل جاویگا۔ القاسم کی انتہائی خوش نصیبی ہوگی اگر ہر سہ مفید و معرکۃ الآراء کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ ہوا۔

واللہ الموفق والمعین"

خاکسار

طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہٗ

"چند مفید و قابل دید کتابین"

الفاروق، قائد اسلام فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور و مقبول سوانح مؤلفہ علامہ شبلی۔

سیرت الصدیق، صدیق اکبر خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انوکھے انداز مین معتبر سوانح مؤلفہ مولانا

سوانح امام بخاری۔ حضرت امام بخاری کی مختصر و معتبر سوانح حیات قابل دید۔ (۸ر) صاحب شروانی۔

اورنگ زیب عالمگیر متعصب ہندوون کے اعتراضات کا قمع اور اورنگ زیب کی حق پسندی کے نمونے

ترکان احرار۔ جانباز مسلمانان مشرقی (ترکان احرار کے منتخب و نامور اصحاب کے سبق آموز کارنامے قابل دید)

آزادی کے سبق یہ ایک عجیب و غریب رسالہ ہی کہ جسمین مذہبی نقطہ نظر سے حریت آزادی پر تبصرہ کیا گیا ہی۔

اردوے معلی، مرزا غالب کے اردو خطوط کا مجموعہ کہ جنکو اگر موجودہ اردو کی سیکھنے کیلئے استاد کہا جاوے تو بجا ہے

شعر العجم، شاعری کی حقیقت اور فارسی شاعری کے محاسن اور اسکے مختلف اصناف پر عالمانہ تبصرہ حصہ اول

ایضاً حصہ دوم (۱۴ر) حصہ سوم (۱۴ر) حصہ چہارم (۱۴ر) حصہ پنجم "

موازنہ انیس و دبیر، جسمین میر انیس و مرزا دبیر کے کمالات شاعری کا موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہی۔

علم الکلام، علم کلام کی ابتدا اور اسکے ترقی و عروج کے واقعات اور اسکے مختلف شعبون پر محققانہ تبصرہ۔

مقالات شبلی، علامہ شبلی کے پندرہ قابل دید مضامین کا مجموعہ جو مختلف علمی رسائل کی زینت بن چکے

بوے گل "، علامہ شبلی کی فارسی غزلیات کا مختصر مجموعہ (قیمت)

برگ گل "، علامہ شبلی کے قصائد اور فارسی غزلیات کا مجموعہ

طالب علم کی زندگی کا مقصد طلبا کے لئے ایک نہایت مفید و قابل قدر لکچر"

آفتاب داغ "، مرزا داغ دہلوی کا لاجواب دیوان کہ جس کا مدت سے انتظار تھا۔

غیر ہر قسم کی کتابیں درسی وغیرہ درسی و قرآن مجید مترجم و معری بکفایت ملتی ہیں

منیجر

رجسٹرڈ نمبر ۱۴۷۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۳

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام:

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند مین طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصولڈاک

فی پرچہ ——— ۴ر

رسالہ القاسم ماہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ ہجری

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دارالعلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولنا الشاہ محمد اشرفعلیصاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء،

دیوبند سے شائع ہوتا ہے

مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
دارالعلوم دیوبند کے اختلافات اور حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی کا مکتوب گرامی،		۱/۳
اللطائف للطائف،	حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرفعلیصاحب دامت برکاتہم	۴/۷
فکاہات	مولانا قاری محمد طاہر بن احمد، معتمد المدیر القاسم،	۸/۱۰
قبول الصواب فی شمول الحجاب	ایک جدید تعلیمیافتہ کے قلم سے،	۹/۱۶
رطب العرب،	جناب مولانا اعزاز علیصاحب دام ظلہم مدرس دارالعلوم دیوبند	۱۷/۲۰
معراج اور سائنس	جانشین شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند	۲۱/۲۴
حالات دارالعلوم دیوبند،	مولانا قاری محمد طاہر صاحب معتمد المدیر القاسم،	۲۵/۲۸
افاضات	" " "	۲۹/۳۲

مراسلات میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کیجئے ورنہ تعمیل ارشاد سے معذوری ہوگی"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالعلوم دیوبند کے اختلافات

اور

حکیم الامت حضرت مولانا اشرفعلی صاحب دامت برکاتہم کا مکتوب گرامی

نوٹ

دارالعلوم دیوبند میں کچھ عرصہ سے اختلافات رونما ہیں ان اختلافات کی خبروں کے ملک میں پہنچنے کا پھیلنا مستبعد نہیں لیکن یہ بھی اسی وقت تک ہی جبتک منجانب دارالعلوم اسباب اختلاف کو منظر عام پر لایا جائے اسباب اور دواعی اختلاف معلوم ہونیکے بعد یہ بھی زائل ہو جائیگی۔ ایسی اختلافات کے زمانہ میں مخالفین کی پہلی سعی یہ ہوتی ہے کہ دارالعلوم کو مالی نقصان پہنچایا جائے اور اس کے چندونکو بند کرایا جائے اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا اختلاف کو معمول سے زیادہ اہمیت دیکر خلاف واقعہ حالات کو ظاہر کر کے چندہ دینے والونکے نام خطوط بھیجے گئے اور اس غرض کیلئے ایک منتظم اور باقاعدہ "پروپیگنڈا" کی بنیاد ڈالی گئی اس قسم کی خبرین جب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علیصاحب دامت برکاتہم سرپرست دارالعلوم کے سمع مبارک تک پہنچین تو حضرت موصوف نے اپنے ایک مخلص کے نام اپنی طرف سے ایک خط لکھا اور اسکی نقل دارالعلوم مین بھیجکر حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم کو اس کے طبع کرنیکی اجازت عطا فرمائی

حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند نے یہ مکتوب گرامی بغرض اشاعت ہم کو عطا فرمایا ہمیں اُمید ہے کہ بہی خواہاں دارالعلوم اس منشور گرامی کو پڑھکر مطمئن ہوجائینگے اور پہلے سے زیادہ دارالعلوم کی امداد میں حصّہ لیں گے۔ (خاکسار معتمد المدیر القاسم)

نقل مکتوب گرامی

از احقر اشرف علی عفی عنہ السّلام علیکم احباب کو ابتداءً خط لکھنے کی مجکو نوبت نہیں آتی لیکن اس معمول کے خلاف لکھنے کا سبب تین امر کا مجموعہ ہی ۱ دینی ضرورت ۲ آپکی دینداری ۳ آپسے بے تکلّفی یہ تینوں امر مقتضی ہوئے کہ آپ کو ایسے امر کی اطلاع دوں کہ اطلاع نہونیکی صورت مین کسی غلطی کا احتمال اور اس غلطی کے صدور سے بعد میں تاسف وقلق کا ظن غالب بلکہ یقین جازم تہا اسلئے احتیاطاً اطلاع ضروری سمجھی گئی میں تو اس اطلاع سے خیر خواہی کا حق اپنے نزدیک سمجھتا ہوں کہ ادا کر چکا آگے مجھسے زیادہ اپنے خیر خواہ آپ خود ہیں اسلئے عمل وعدم عمل میں سے جسمیں آپ اپنی دینی خیر خواہی "سمجہیں اس شق کو اختیار فرمائیں اسیطرح یہ تحریر جس جس کی نظر سے گذرے سب کو آزادی سے یہی دو اختیار ہیں شائبہ اغراض نفسانیہ سے خالی ہو کر اپنی دینی نفع وضرر کو سمجہنے کا ہر شخص مکلّف ہی" وہ امر قابل اطلاع "یہ ہی کہ آجکل مدرسہ دارالعلوم دیوبند ایک آزامتحان ہو رہا ہی جس سے ایک خاص جماعت کے افراد کی حق پرستی وباطل پرستی کا امتحان لیا جارہا ہے غالباً آپ کے کانوں تک بہی اس کے کچہ واقعات خصوص اسکے متعلق بعض اختلافات کے قصّے پہنچتے ہونگے اختلافات کے ثمرات میں جو جز واہم ہے جسپر گویا مدرسہ کی بقا وفنا کا بظاہر مدار ہی یہ ہی کہ بعض حضرات اور افسوسناک بات یہ ہی کہ علم وتقدس کے لباس میں اس کوشش میں ہیں کہ مدرسہ کا چندہ بند یا کم کرا کر اُسکو ضرر پہنچادیں گو نظر حقیقت میں سے یہ امر قابل التفات اسلئے نہیں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک

فلا مرسل لہٗ من بعدہٖ، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر وہ جاری رکھنا چاہیں گے تو کوئی بند کرنیوالا نہیں اور اگر وہ بند کردیں گے تو کوئی جاری کرنیوالا نہیں، نیز اگر اُن کو جاری رکھنا ہو تو بند کرنیوالوں کی عوض دوسری خدمت والے پیدا فرماویں گے چنانچہ اسی دوران طوفان میں کچہ خادم جدید بہی جو توقع سے زیادہ خدمت لیکر پیش ہوئے بے نشان وگمان پیدا ہوگئے۔ اسی کے متعلق ارشاد ہی وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم لیکن تاہم "دعوۃ حق" واظہار حق سُنّت الٰہیہ وسنّت نبویہ ہی اس بنا پر عرض کرتا ہوں کہ شاید اس تحریک کا اثر آپ کے یہاں تک بہی پہونچے تو آپ فہم خداداد وہمت سے کام لیجئے اور روایات کی تحقیق میں اگر تردد ہو مدرسہ کا معاینہ سب سے بہتر معیار ہی، اُس کو کافی سمجہکر زیادہ تطویل کی حاجت نہیں سمجہتا۔ والسّلام

(اشرف علی بقلم خود)

۳ صفر سنہ ۱۳۴۶ھ

اللطائف للطائف"

گذشتہ سے پیوستہ

اب یہ حدیث ان الفاظ سے مشہور ہو گئی ہے اول ماخلق اللہ نوری مضمون تو صحیح ہی مگر حدیث کے الفاظ یہ نہیں ہیں سو اول تو اس حدیث جابر میں تخصیص ہی کہ بقیہ سب مخلوقات کی تکوین میں جن میں حضرات انبیاء اور اُن کے کمالات بھی آگئے آپ کو دخل ہی اور یہی حاصل ہی استفادہ کا آپ سے دوسرے اولیتِ انبیاء کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں ایک اولیت زمانیہ کہ حضور زماناً سب سے مقدم ہیں ایک اولیت ذاتیہ کہ آپ ذاتاً سب سے مقدم ہیں کہ تمام مخلوقات اپنے وجود اور کمالات میں حضور کی محتاج ہیں جنمیں انبیاء بھی داخل ہیں مگر اولیت ذاتیہ کے وہ معنی مراد نہیں جو فلاسفہ کی اصطلاح ہے جس میں مقدم کی ذات مستلزم ہے متاخر کے وجود کو بلکہ مراد مطلب یہ ہے کہ آپ میں اولیت زمانیہ کیساتھ اولیتِ علیت بھی ہے کہ آپ دوسری مخلوق کے لئے علتِ ثبوتِ کمالات ہیں مگر نہ علت بمعنی موثر بالاضطرار بلکہ علت بمعنی توسط کے غرض یہ کہ ہم آپ کے لئے نہ باریتعالیٰ سے صدور میں ویسی اولیت ذاتیہ کے قائل ہیں جیسے فلاسفہ باری تعالےٰ کو عقل اول کے اعتبار سے مقدم بالذات کہتے ہیں کہ عقل کو مخلوق بالاختیار نہیں کہتے بلکہ مجعول بالاضطرار کہتے ہیں کہ وہ حقتعالیٰ سے بالاضطرار موجود ہو گئی پھر وہ اپنے ماتحت کے لئے اس طرح علت موثرہ ہی بلکہ ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول مخلوق بالاختیار ہیں جس سے آپ کا حدوث لازم ہی اور پھر آپ دیگر مخلوق کے وجود و کمالات میں بھی اس طرح موثر نہیں ہیں محض باختیار حق واسطہ ہیں غرض اس حدیث سے آپ کے دو کمال ظاہر ہوئے ایک اولیت زمانیہ دوسرے اولیت بالعلیۃ آپ کا زماناً سب سے اول ہونا تو اس بات کو ظاہر کرتا ہی کہ آپ میں استفادۂ فیض وجود و کمالاتِ وجود کی قابلیت تمام مخلوق سے زیادہ ہے اور اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ وہ قابلیت آپ کے اندر از خود بلا جعل حق تھی بلکہ وہ قابلیت بھی آپ کے اندر مشیت الٰہی و عطاء خداوندی سے آئی ہے

قابلیت بھی آپ کے لئے بالاضطرار ثابت نہیں بلکہ بالقصد والاختیار ثابت ہوئی ہے یہاں سے اس شعر کا اگر اس میں تاویل نہ ہو جاوے غلط ہونا واضح ہو گیا ؎

نقصان ز قابل است و گرنہ علی الدوام
فیض سعادتش ہمہ کس را برابر است

اس کا مدلول یہ ہی کہ مخلوق میں جو بعض کامل اور بعض ناقص ہیں اس اختلاف کا منشا قابل کی استعداد کا ناقص و کامل ہونا ہی ورنہ حقتعالیٰ کا فیض سعادت سب کے لئے یکساں ہے گویا فیض الٰہی کی مثال نور آفتاب جیسی ہی کہ وہ تو اپنی طرف سے نور افشانی سب پر یکساں کرتا ہی کسی پر کم زائد نہیں کرتا مگر قابل کے اختلاف سے آثار تنور مختلف ہو جاتی ہیں کہ سیاہ توے میں تنور کی قابلیت کم ہے اس لئے وہ زیادہ روشن نہو سکا اور آئینہ میں قابلیت زیادہ ہے وہ زیادہ منور ہو گیا یہ ہی مدلول اس شعر کا سو یہ بالکل غلط ہی کیونکہ اس سے لازم آتا ہی کہ ہر شخص میں جو قابلیت مختلف ہی وہ حقتعالیٰ کی طرف سے بالاضطرار ثابت ہی بالاختیار ثابت نہیں اور اسی وجہ سے باوجودیکہ سب کو فیض برابر پہنچاتے ہیں مگر کہیں زیادہ پہنچتا ہے۔ کہیں کم اور یہ لازم بالکل باطل ہے کیونکہ وہ قابلیت فی نفسہ امر ممکن ہے تو بعض ممکنات کا قدیم و مستغنی عن الجاعل ہونا لازم آئیگا جو بالکل غلط ہی ممکن کوئی ایسا نہیں جو جاعل سے مستغنی ہو یا حقتعالیٰ سے بطریق ایجاب و اضطرار کے صادر ہوا ہو یہ مذہب فلاسفہ کا ہی جو مادہ کو اور اس کی استعداد کو قدیم اور صادر بالاضطرار کہتے ہیں اہل اسلام کا یہ مذہب نہیں ہے اور فلاسفہ کے قول کا غلط ہونا متکلمین نے خوب ثابت کر دیا ہی پس یہ کہنا غلط ہے کہ نقصان کا منشا استعداد کا نقص ہی بلکہ اسی کا منشا یہ ہی کہ حقتعالیٰ ہی نے کسی کی استعداد کامل اور کسی کی ناقص بنائی ہی اور وہ ہی خود سب کو یکسان فیض پہنچانا نہیں چاہتے اگر وہ سب کو یکسان فیض پہنچانا چاہیں تو استعداد ناقص کی کیا مجال ہے جو اس کو قبول نہ کرے اسلئے صحیح مضمون اس شعر کا ہی ؎

دادِ او را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیت دادِ اوست

یعنی حقتعالیٰ کی عطا، قابلیت پر موقوف نہیں بلکہ قابلیت خود عطا پر موقوف ہی اگر حقتعالیٰ کیسکو کمالات عطا کرنا چاہیں تو اس میں قابلیت بھی پیدا کر دیتے ہیں یہ مضمون نصوص پر منطبق ہے آیات واحادیث اس کی تائید کرتی ہیں (ولوشاء اللہ لجمعھم علی الھدی ولوشاء ربك لأمن من فی الارض کلھم جمیعا وغیر ذلك) اور پہلا شعر غلط ہی وہ شریعت پر منطبق نہیں ہوتا۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ نے اسی بنا پر عرفی کے اس شعر کے بھی تغلیط کی ہے اور سُنا ہے کہ تکفیر بھی کی ہے ؎

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل | سلمائے حدوثِ تو ولیلائے قدم را

اس شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حدوث وقدم کی دونوں صفتیں ثابت کی ہیں یہ مذہب فلاسفہ کا ہے کہ حدوث ذاتی کیساتھ قدم زمانی ممکن کے لئے بھی ثابت ہوسکتا ہی اہل اسلام کا یہ مذہب نہیں ہمارے نزدیک تعدد ذوات قدیمہ محال ہی کوئی ممکن قدیم نہیں ہوسکتا نہ بالذات نہ بالزمان ہاں اگر عرفی کے اس شعر میں قدم سے معنی مصطلح مراد نہوں بلکہ معنی لغوی یعنی کہنگی مراد لیجائے تو اس صورت میں تکفیر کی ضرورت نہیں بلکہ اب اس کے وہی معنی ہوں گے جو اول ما خلق اللہ نوری کے معنی ہیں غرض آپ کا اول مخلوق ہونا آپ کی کمال قابلیت کی دلیل ہی کہ اول فیض حقتعالیٰ کا آپ کو پہنچا گو وہ قابلیت بھی بمشیت الٰہیہ ہی مگر حقتعالیٰ کا آپ میں ایسی قابلیت کاملہ پیدا کرنا کیا تھوڑی بات ہے بہت بڑی بات ہی اور اولیت زمانیہ سے زیادہ کمال یہ ہی کہ آپ اس کیساتھ تقدم بالعلیۃ سے بھی موصوف ہیں نہ بمعنی تاثیر بالذات کے بلکہ بمعنی توسط کے نیز نشر الطیب کے فصل ثانی کی پہلی اور دوسری روایت میں حاکم وبیہقی وطبرانی کی تخریج سے حدیث قدسی مذکور ہی کہ اے آدم اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا اور رسالہ راحت القلوب میں حاکم کی روایت اور تصحیح سے اور شیخ سبکی اور بلقینی کی اسی روایت کی تقریر وتثبیت سے نقل کیا ہی کہ اگر نہ پیدا کرتا میں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پیدا کرتا میں آدم کو اور نہ بہشت اور دوزخ کو الحدیث ان سب

روایات سے آپ کا واسطہ فیوض وکمالات ہونا جمیع مخلوقات کے لئے ثابت ہوا اُمت کیلئے تو واسطہ فی العروض کے طور پر اور انبیاء کے لئے واسطہ فی الثبوت کے طور پر کیونکہ واسطہ فی العروض میں موصوف بالشئ حقیقت میں واسطہ ہوتا ہی ذی واسطہ مجازاً موصوف ہوتا ہے جیسے حرکت جالس فی السفینہ موصوف ہی جالس دراصل ساکن ہی مگر بواسطہ حرکت سفینہ کے جالس کو بھی مجازاً متحرک کہدیتے ہیں اور واسطہ فی الثبوت کی ایک قسم میں کہ وہی مراد ہی اس مقام پر موصوف بالشئ ذی واسطہ وواسطہ دونوں حقیقۃً ہوتے ہیں جیسے ید ومفتاح دونوں متحرک ہوتے ہیں۔ پس فیوض امت کے لئے تو حضور اس قسم کی واسطہ ہیں جیسے سفینہ واسطہ ہے حرکت جالس کے لئے اور فیوض انبیاء میں آپ اسطرح واسطہ ہیں جیسے حرکت ید واسطہ ہی حرکت مفتاح کے لئے خوب سمجھلو اور گویہ کمالات انبیاء علیہم السّلام میں بھی حقیقی ہیں مگر اتنا فرق ضرور ہی کہ آپ میں وہ کمالات اوروں سے اقوی واکمل ہیں اور اجمالاً اتنا کہنے کا ہمیں حق حاصل ہی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا افضل الانبیاء ہونا مجمع علیہ ہی باقی کمالات امت کے واسطے تو حضور واسطہ فی العروض ہیں اس لئے یہاں وہ مثال نہیں ہی جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوکر مستقل ہوجاتا بلکہ یہاں وہ مثال ہے جیسے گھر میں چراغ روشن ہونے سے در و دیوار منور ہوجاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ در و دیوار میں روشنی کوئی مستقل نہیں ہی وہی ہے جو چراغ میں ہے چنانچہ اگر وہاں سے چراغ کو اٹھا لیا جائے تو در و دیوار سب تاریک رہ جائیں گے اسیطرح اُمتی کے اندر جو کمالات ہیں وہ محض آپ کے فیوض کا عکس ہی کوئی مستقل کمال نہیں اگر وہ اپنے کو صاحب کمال مستقل سمجھنے لگے تو کورا رہ جائیگا جیسا کہ ایک کاتب وحی کا قصہ ہی جسکا نام عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھا حضور کی برکت صحبت سے اسمیں یہ بات پیدا ہوگئی کہ ایکمرتبہ آپنے اس کو قرآن شریف کی یہ آیت لکھنے کا امر فرمایا جو اُسی وقت نازل ہوئی تھی ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ۞ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشانٰہ خلقا آخر ۞

(باقی آئندہ)

فکاہات

مولانا عبد الشکور صاحب مرزاپوری اپنے مضمون مخلوق پرستی میں آریوں کی مخلوق پرستی کو ماں پرستی باپ پرستی دادا پرستی پردادا پرستی وغیرہ پرستی دکھلاتے ہوئے یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۳ کو نقل کرتے ہیں جو یہ ہے -

انسان پرستی	اس سلسلہ میں جنکی پرستش کیجاتی ہی وہ حسب ذیل ہیں -
(۱) ماں پرستی (۲) باپ پرستی (۳) دادا پرستی (۴) پردادا پرستی (۵) وغیرہ پرستی	چنانچہ یجر وید ادھیائے ۱۹ منتر ۳ میں ہے (بوڑھے ماتا (ماں) پتا (باپ) مجکو سو برس تک پاکیزہ زندگی بسر کرنیکی توفیق دیں، میرے دادا وغیرہ مجکو سو برس کی عمر سے پوتر کریں، پتا پتا مجکو آنند دینے والی سو برس کی عمر تک نیکی کرنیکی توفیق دیں تاکہ میں مکمل سو برس کی عمر کو حاصل کرسکوں) پھر منتر ۳۰ میں ہی (اے ہمارے باپ، دادا، پردادا، آپ ہماری زندگی کو پوتر کریں، ہماری آرزؤں اور محنت کو ہر طرح سے کامیابی دیں :-)،

بیچارے قدیم آریہ سماجیوں یعنی مخلوق پرستیوں کو یہ نہ معلوم تہا کہ کسی زمانہ آئندہ میں مولانا ابوالکلام آزاد ڈاکٹر ورونوف کی حیرت انگیز ڈاکٹری کو بہی الہلال میں لکھینگے جسکا مقصد یہ ہی کہ انسان کی عمر کو بندروں کے خون کی تائید سے اوران کے غدود کے قوت سے دو سو سال تک بڑھا دیا جائیگا شاید ڈاکٹر ورونوف کی پرستش کی دفعہ بھی یجر وید میں لکھدی جاتی اگر ڈاکٹر موصوف اُس زمانہ میں ہوتے لیکن جب کہ ڈاکٹر ورونوف بندروں کے بہت ہی مداح ہیں اور اُن سے خوش عقیدہ اور بردے قرآن مسخ شدہ قوم سے بیحد مانوس ہیں تو اگر آریہ سماجی اس نوع کے پوجا پاٹ کا خاص اہتمام کریں جسقدر ہی اس سے زیادہ پرستش کی ٹہان لیں تو اس صورت میں سماجی عیسائیوں کے قریبی رشتہ دار ہو سکینگے اور جانور پرستی کا پوری طرح سے حق ادا کر سکیں گے،،

(معتمد المدیر)

(۴) بعض احکام الٰہیہ قرآن مجید میں ایسے ہیں جنمیں حکم اصلی کیساتھہ ساتھہ چند آسانیاں بہی بیان فرمادی گئی ہیں - اور اُن کی حکمت واسرار کو ظاہر فرمادیا گیا ہی جس سے عقل سلیم کو ادراک غیب کا کچھ شعور ہو گیا - مگر حکم اصلی پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہی کہ اُن آسانیوں پر محض کسی حد سے زیادہ قوی عذر اور ضرورت میں عمل ہونا چاہیئے نہ کہ اُنکو ایک علٰحدہ حکم خیال کرکے اُنپر عام طور پر عملدرآمد کیا جانا چاہیئے کیونکہ اگر ایسا کیا جاوے گا تو اُس حکم اصلی میں جو حکمت رکھی گئی ہے کُلّیۃً فوت ہوجاویگی اور پھر جہاں تک کہ اصلاح کا تعلّق ہے وہ حکم بیکار محض ہوکررہ جاویگا

(۵) یہ بہی ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ جو چیز کسی جرم کی اعانت کرتی ہے وہ خود بھی فی نفسہٖ جرم شمار کیجاتی ہے - مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو ڈراوے دھمکاوے یا کوٹھری میں بند کرے تو چونکہ یہ امور ذریعہ ہونگے استحصال بالجبر کے جو قانوناً جرم ہے لہذا یہ سب بجائے خود جرم خیال کئے جاوینگے - اسیطرح اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ بے پردگی معین ہوتی ہی بعض ایسے افعال میں جو شرعاً جرم تصور کئے گئے ہیں تو یہ بے پردگی بہی بجائے خود ایک جرم تصور کی جاوے گی -

ان چند اصول موضوعہ کو ناظرین کے روبرو پیش کرکے تاکہ آئندہ جو کچھ ہم بیان کرینگے اُس کے سمجھنے میں آسانی ہو اب ہم آیات واحادیث متعلّقہ کو درج کرتے ہیں اور جیساکہ ہم نے عرض کیا ہے نہ صرف ہم یہ کریں گے کہ مخالفین کو ہر ممکن طریقے سے جواب دیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ جہاں کہیں ضرورت ہوگی حضرات صحابہ کرامؓ کے اقوال اور مستند تفاسیر کا حوالہ بھی دیتے چلیں گے کہ یہ بجائے خود زبردست دلیل ہیں اثبات پردہ میں بموجب اصول موضوعہ نمبر ۲ کے "

آیات متعلّقہ پردہ "

پہلی آیت	وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن	اور مسلمان عورتوں سے بہی کہہ دیجئے کہ وہ بہی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں
	ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا	اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (کے مواقع

مَا ظہر منہا ولیضربن بخمرھن علےٰ جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن اوآبائھن اوآباء بعولتھن اوابنائھن اوابناء بعولتھن اواخوانھن اوبنی اخوانھن اوبنی اخواتھن اونسائھن اوماملکت ایمانھن اوالتابعین غیراولی الاربۃ من الرجال اوالطفل الذین لم یظھروا علی عورات النسآء ولا یضربن بارجلھن لیعلم مایخفین من زینتھن ؎

کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس (موقع زینت) میں سے غالباً کھلا رہتا ہے (جس کے ہر وقت چھپانے میں حرج ہی) اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت (کیمواقع مذکورہ) کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے (محارم پر یعنی) باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی علاتی اور اخیافی) بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی (حقیقی علاتی اور اخیافی) بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا اُن مردوں پر جو طفیل کے طور پر رہتے ہوں اور اُن کو ذرا توجہ نہو۔ یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں (مُراد غیر مراہق ہیں) اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ اُن کا مخفی زیور معلوم ہو جاوے ؎

اب اس آیت کے ہر ایک ٹکڑے کو یکے بعد دیگرے لیجئے اور اُس پر غور فرمائیے تو جو حکمت اس میں مضمر ہی وہ آپ پر مثل روز روشن کے ظاہر ہو جاویگی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ عورتوں کی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیتے ہیں اور اُس کے بعد حفظ فروج کا یعنی بالفاظ دیگر محافظت فروج کو غض بصر پر مرتب فرماتے ہیں اور ہر عاقل شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ زنا کے جرم کی ابتدا سب سے پہلے آنکھوں کے ذریعے سے ہوتی ہی یعنی جس وقت مرد عورت کو دیکھتا ہے اور عورت مرد کو دیکھتی ہے اُسی وقت طبیعت مائل بہ زنا ہوتی ہے۔ اسلئے نہ صرف عورتوں کو حکم دیا کہ کوئی ایسی نگاہ جو مفضی الی الزنا ہو نامحرم مردوں پر نہ ڈالیں بلکہ اس سے پہلی آیت میں مردوں کو بھی ایسا ہی حکم دیا ہی۔ اب آگے چلیئے تو معلوم ہو گا کہ بدیں خیال کہ اگر انسان کی نظر نامحرم کیجانب پڑ ہی جاوے خواہ سہواً (جسمیں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ ایسی نگاہ فوراً ہٹا لی جاوے) خواہ عمداً (جو بیشک

٥ عن جریر بن عبد اللہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف بصری (رواہ مسلم)

گُناہ ہے) تو اس کے بعد یہی موانع موجود ہوں جو اُسکی طبیعت میں کسی قسم کی ہیجانی کیفیت حتی الامکان نہ پیدا کر سکیں یہ ضروری سمجھا گیا کہ عورت کو اپنا حسن و جمال دکھلانے سے (جو حقیقت ہے زینت ٥ کی) منع فرما دیا جاوے۔ جس کیوجہ سے مفسدہ کا بہت کم اندیشہ رہ گیا۔ البتہ اُن مواقع زینت کو جو ضرورت کے وقت بدرجہ مجبوری کھلے رکھنے پڑیں استثنا میں داخل کر دیا اور نہ صرف خمار یعنی سربند سے ستر گردن اور گریباں چھپانیکا حکم دیا (اور یہ حکم خصوصیت کیساتھ علیحدہ دیا گیا ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ اگر بدرجہ مجبوری چہرہ کھولنا پڑے تو ایسا نہو کہ بوجہ بے ترتیبی سے چادر اوڑھنے کے گردن گریبان اور سر کے بال تھوڑے بہت بھی کھل جاویں یا اگر ضعیفہ چادر اُتار ڈالے جیسی کہ اُسے اجازت ہے تو اُس کے یہ اعضائے زینت منکشف نہوں) بلکہ آگے چلکر یہ بھی حکم دیا کہ پیروں کو زمین پر زور سے نہ ماریں تاکہ وہ زینت (اور یہاں زینت سے مُراد پیروں کا زیور مثلاً پازیب وغیرہ) جو کپڑوں کے اندر پوشیدہ ہی بجکر ظاہر نہو اور اُس کی آواز نامحرم مردوں کے کانوں میں پڑکر اُن کے دلوں میں خیال بد نہ پیدا کرے۔ اور پھر بھی اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اُسی کیساتھ ساتھ اُن لوگوں کی فہرست بھی دیدی جنکے سامنے مطلقاً زیب و زینت یا

٥ واضح ہو کہ زینت ایک بہت جامع لفظ ہی جسمیں نہ صرف مواقع زینت کے معنی پنہاں ہیں (کیونکہ زینت کسی نہ کسی موقع ہی پر ہوا کرتی ہی) بلکہ جملہ قسم کی آرایش جو بدن پر کیجاوے اسمیں شامل ہی۔ بدن سے ملحق کپڑے جو جسم کے اعضا کی بناوٹ اور خوبصورتی ظاہر کرتے ہیں زینت میں داخل ہیں۔ اسیطرح سے ہر قسم کا زیور اور سنگار اور بھڑکیلی پوشش بدیں وجہ کہ جسم انسے مزین ہوتا ہی زینت ہے۔ اور ان سب کا اخفا بحیثیت مجموعی سوائے ایک موٹی چادر کے جو سر سے پیر تک اوڑھی جاوے ناممکن ہی لہذا جب خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنی زینت چھپاؤ تو اسکے معنی یہ ہیں کہ ایک چادر سر سے پیر تک اوڑھے تو جس سے بدن کا کوئی حصّہ کھلا نہ رہی۔ آیت نمبر۲ میں جو اس آیت کی تفسیر ہے چادر کا حوالہ بھی دیدیا گیا ہے جس کے اوڑھنے سے سارا جسم ڈھکا جا سکتا ہی اور بوقت ضرورت شدیدہ اُس میں سے وہ مواقع جنکا اظہار بدرجہ مجبوری کیا جانا چاہیئے نکالے جا سکتے ہیں۔ اور اسی جگہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پورے بدن کو ڈھانکنے والی چیزیں خواہ وہ از قسم جلباب یعنی چادر ہوں یا از قسم برقع باریک مختلف اللون اور بھڑکدار نہ ہونی چاہئیں ورنہ اُن پر بھی اطلاق زینت کا ہو جائیگا اور اُن کے چھپانے کے لئے پھر ایک سادہ جلباب کی ضرورت ہو گی ؎ ۱۲ منہ ------- ۱۲ منہ ------- ۱۲ منہ

بالفاظ دیگر حسن وجمال ظاہر کرنے میں قدرتی طور پر کوئی خوف نہیں ہے اور علاوہ اُن لوگوں کے دوسروں کے سامنے بوجہ خوف فتنہ زینت نہ ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا اور اِس حکم کو اس سختی سے دیا گیا کہ نہ صرف نامحرم مرد بلکہ اُن عورتوں کو بھی جو اپنی نہیں ہیں یعنی کافرہیں اور جنپر بوجہ کفر کے یہ احکام واجب العمل نہیں ہیں نامحرم ٹھرایا تاکہ مسلمان اور کافر عورتوں کے درمیان بے تکلفی قائم نہ ہونے پاوے اور کافر عورتوں کی صحبت بد سے مسلمان عورتیں محفوظ رہ سکیں۔

اب اِن جملہ احکام کو جو اِس آیت کے ذریعے سے دیئے گئے ہیں ذہن میں حاضر رکھئے اور نتیجہ نکالکر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی کونسی حکمت اِن میں مضمر ہے۔ ایسا کرنے سے ہر عقلمند شخص یہی کہیگا کہ خدا تعالیٰ کا منشا یہ ہی کہ عورت اپنا حسن وجمال کامل طور پر ہر ایسے شخص سے چھپاوے جسکا نام اُن لوگوں کی فہرست میں نہیں ہی جن کے سامنے زینت ظاہر کرنے میں کوئی حرج واقع نہیں ہوسکتا اور یہ بھی کہیگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام فتنۂ شہوت کو روکنے کیلئے دئے ہیں جو دراصل مقدمہ ہی زناکاری کا۔ پس جب یہ حکمت معلوم ہوگئی تو آپ یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ وہ زینت جس کیلئے یہ الفاظ " مگر جو چیز کھُلی ہی رہتی ہے " استعمال کئے گئے ہیں ہمیشہ اور ہر وقت کھُلی رہنا چاہئے کیونکہ اُس زینت پر نظر کرنا بھی تو ویسا ہی مفضی الی الفساد ہی جیساکہ بقیہ زینت۔ مگر چونکہ بدرجہ مجبوری اُسکو کبھی کبھی کھولنا پڑتا ہی لہٰذا جس وقت یہ مجبوری[ف] ہو تو اِس استثنا پر عمل کرنا چاہئے اور جسوقت مجبوری نہ ہو تو یہ زینت بھی اُسیطرح قابل اخفا ہی جیسی کہ اور۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے اعضا

ف ممکن ہے کہ کوئی یہ دریافت کرنا چاہے کہ وہ مواقع مجبوری کون ہیں تو اِس کا جواب یہ ہی کہ جب نصوص سے معلوم ہوگیا کہ بے پردگی کے مفاسد سے حتی الامکان روکا جارہا ہی تو ہر عاقل سمجھ سکتا ہی کہ جہاں کہیں ان اسباب مفاسد کے اختیار کرنیکی اجازت دی جاویگی سخت ہی مجبوری ہوگی۔ پس اِس کے لئے کوئی خاص قواعد نہیں ہیں عورت کو خود سمجھ لینا چاہئے کہ کون کون ایسے مواقع ہیں جہاں نامحرم کے سامنے وہ اعضا کھولے بغیر چارہ ہی نہیں جو استثنا میں داخل ہیں اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ہر ہر قدم پر اُس کے اِن اعضا کے کھولنے سے خوف فتنہ ہے۔ پس اگر وہ احتیاط نکریگی تو عنداللہ گنہگار ہوگی۔ اِن سب باتو نپر غور کرکے حالت مجبوری میں اُسے اِن اعضا کو

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۳)

کو کھولے رکھنا جنکے اخفا سے بوقت ضرورت حرج واقع ہو ایک قسم کی آسانی اور رخصت ہے اور اِس آسانی اور رخصت کو حکم اصلی سمجھ لینا بڑی غلطی ہے کیونکہ ایسا سمجھنے سے جو منشا خداوندی ہے وہ فوت ہوجاویگا اور پھر جہانتک اصلاح کا تعلق ہے یہ آیت بیکار ہوکر رہ جاویگی۔ (اصول موضوعہ نمبر ۲)۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ اعضا جنکو بوقت ضرورت مجبوراً کھلا رکھنا پڑتا ہی کون کون ہیں۔ اِس امر کے معلوم کرنے کے لئے ہم کو تفاسیر الّا ما ظہر منہا پر غور کرنا چاہئے جو درج ذیل ہیں اور اِن تفاسیر کے ساتھ ساتھ ہم اِس آیت کے دیگر حصص ضروریہ کی تفاسیر بھی درج کرتے ہیں۔

تفاسیر الّا ما ظہر منہا

(۱) عبدالرزاق وفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ و عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وطبرانی وحاکم نے معہ تصحیح وابن مردویہ نے (یہ سب بڑے بڑے محدثین ہیں جو روایت کی سند اپنی سے آخر تک نام بنام نقل کرتے ہیں) حضرت ابن مسعودؓ (صحابی) سے اِس قول (ولا یبدین زینتھن) کی باب میں روایت کیا ہی اُنھوں نے فرمایا کہ زینت یہ ہے کنگن۔ بازوبند۔ خلخال۔ بالی۔ ہار۔ اور الّا ما ظہر منہا کپڑے اور چادر اھ خواہ خود یہ زیور مراد ہوں یا اِن زیوروں کے مواقع یعنی اعضا، اوّل صورت میں اور زیادہ مبالغہ ہوگا کہ زیور کو بھی چھپانا چاہئے چہ جائیکہ بدن۔

(۲) نیز ابن مسعودؓ سے اِسکے قریب ایک روایت ہی۔

(۳) احمدؒ اور نسائیؒ وحاکم وبیہقی نے اپنے سنن میں ابوموسیٰؓ (صحابی) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت عطر لگاوے پھر باہر نکلے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) کھولنا چاہئے تاہم بطور ایک عام اصول کے جو آیت یدنین علیھن من جلابیبھن سے ثابت ہوتا ہے یہ ضروری ہی کہ کوچۂ و بازار میں اور عام گذرگاہوں اور مجمعوں میں یہ اعضائے زینت ہرگز نہ کھولنے چاہئیں اور فقہا نے بھی اُن بعض مواقع کی جہاں یہ اعضائے زینت کھولنا بدرجۂ مجبوری ضرور ہی تصریح کردی ہے اور وہ تصریح بھی کتاب وسُنّت پر منحصر ہی اِس کا ذکر آگے آویگا " ۱۲ منہ ؞ ؞ ؞ ۱۲ منہ ؞ ؞ ؞ ۱۲ منہ ؞ ؞

مردوں کے کسی مجمع پر گذرے اور اُن کو اُس کی خوشبو آجاوے تو وہ عورت زانیہ ہی اھ اس
سے معلوم ہوا کہ عطر بھی زینت میں داخل ہی کہ اُس کا اظہار غیر مردوں کے سامنے سخت
گناہ ہے۔

(۴) ابن المنذر نے حضرت انس رض (صحابی) سے اس قول مذکور میں نقل کیا ہی کہ الا ما
ظہر منہا سرمہ اور انگشتری ہی۔ مطلب وہی وجہ وکفین ہیں اور وہ بھی پورے نہیں صرف
آنکھ راستہ دیکھنے کیلئے کہ اُس کے کھلنے سے سرمہ کا نظر آنا ظاہر ہے اور صرف انگلیاں کہ
اکثر کام پنجہ سے ہوتے ہیں۔ اُوس کے کھلنے سے انگشتری کا نظر آجانا ظاہر ہے۔

(۵) عبدالرزاق وعبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رض (صحابی) سے الا ما ظہر منہا
میں روایت کیا ہی کہ وہ ہتیلی کی مہندی اور انگشتری ہی اھ یعنی انگلیوں کے ساتھ پنجہ
بھی۔ اور آنکھ کا ذکر نہیں کیا۔ اشارہ ہے اسطرف کہ اسکو چھپانا بلا حرج برقع سے ممکن
ہے اور ہاتھ سے کپڑے کے اندر کام ہونا بسا اوقات دشوار ہی۔

(۶) ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رض سے اسی
قول الا ما ظہر منہا میں روایت کیا ہی کہ چہرہ کی ٹکیہ اور کف کی اندرونی سطح اھ۔ اس سی
معلوم ہوا کہ ظہر کف کا اظہار جائز نہیں۔ بعض فقہا نے اسکی تصریح بھی کی ہی۔

(۷) ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رض سے الا
ما ظہر منہا میں روایت کیا ہی کہ عورت کا چہرہ عورت کے دونوں کف اور انگشتری۔

(۸) ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن المنذر وبیہقی نے اپنے سنن میں حضرت عائشہ رض
سے روایت کیا کہ ان سے زینت ظاہرہ کی تفسیر پوچھی گئی اُنہوں نے فرمایا کہ کنگن اور
چھلے۔ اور اُنہوں نے اپنی آستین کا کنارہ سمیٹ لیا (یعنی آستین موڑ کر کلائی کا سرا
ظاہر کیا جو موقع ہی کنگن کا) یہ امام ابویوسف رح کے قول کے موافق ہی کہ کلائی بھی ستر
نہیں مگر ضرورت کی قید سے۔ اور اُنہوں نے چہرے کو مستثنیٰ نہیں کیا کیونکہ اُس کے

اظہار کی ضرورت شدید نہیں جیسا کہ نمبر ۵ میں گذرا۔

(۹) ابن جریر نے سعید بن جبیر (تابعی) سے الا ما ظہر منہا میں روایت کیا ہے کہ چہرہ
اور کف۔

(۱۰) ابن جریر نے عطاء (تابعی) سے الا ما ظہر منہا میں روایت کیا کہ دونوں کف اور چہرہ

(۱۱) عبدالرزاق اور ابن جریر نے قتادہ (تابعی) سے الا ما ظہر منہا کی تفسیر میں کہا کہ دو
کنگن۔ انگشتری اور سرمہ (ان سب کے معنی اُوپر گذر چکے ہیں) قتادہ نے یہ بھی کہا ہے
کہ مجھکو پہنچا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی عورت پر جو اللہ تعالیٰ پر اور
قیامت کے دن پر ایمان رکھے حلال نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ کو کپڑے سے نکالے مگر یہاں تک
اور آپ نصف کلائی کو پکڑے ہوئے تھے۔

(۱۲) عبدالرزاق وابن جریر نے مسور بن مخرمہ سے الا ما ظہر منہا میں روایت کیا کہ کنگن
انگشتری اور سرمہ۔

(۱۳) سعید وابن جریر نے ابن جریج سے حضرت عائشہ رض کا قول روایت کیا کہ میرے
پاس میرے اخیافی بھائی عبداللہ بن طفیل کی لڑکی مزینہ آئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے منہ پھیر لیا۔ حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ یہ میری
بھتیجی ہے اور لڑکی ہے تو آپ نے فرمایا کہ عورت کو جب حیض آنے لگے تو اُس کے لئے
حلال نہیں کہ وہ اپنے بدن کو ظاہر کرے بجز اپنے چہرے کے اور بجز اس موقعے کے
نیچے کے۔ اور آپ نے اپنی کلائی کو مٹھی سے پکڑا اور مٹھی اور کف کے درمیان دوسری
مٹھی دوسری مٹھی کے برابر چھوڑ دی۔

(۱۴) ابوداؤد وابن مردویہ وبیہقی نے حضرت عائشہ رض سے روایت کیا کہ اسماء بنت
ابی بکر رض حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اُنپر باریک کپڑے تھے۔ آپ نے ان سے
مُنہ پھیر لیا۔ اور فرمایا اے اسماء جب عورت حیض کی عمر کو پہنچ جاوے تو درست نہیں کہ

اُس کی کوئی چیز دکھلائی دے بجز اِس کے ۔ اور آپ نے اپنے وجہ اور کف کیطرف اشارہ فرمایا۔

(۱۵) ابوداوٗد نے اپنے مراسیل میں قتادہ سے حضور م کا یہی ارشاد نقل کیا ہی ذرا اختلاف الفاظ سے ۔ (اِس حدیث کو دیگر احادیث کے ساتھ ہم آگے چلکر پیش کرینگے)۔

تفسیر ولایبدین زینتھن الّالبعولتھن الخ

ابن جریر اور ابن المنذر و ابن ابی حاتم و بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضؓ سے اِس قول میں نقل کیا ہی کہ جس زینت کو اِن محرم لوگوں کے سامنے ظاہر کرسکتی ہیں وہ یہ ہیں ۔ بالیاں یعنی کان ۔ اور گلوبند یعنی گلا ۔ اور کنگن یعنی کلائی ۔ باقی خلخال ۔ بازو سینہ اور بال اِن چیزونکو بجز اپنے زوج کے کسی پر ظاہر نہ کریں ۔ اُنہوں نے ہمارے فقہا سے بہی زیادہ تنگی کی ہی۔“

تفسیر لیعلم ما یخفین من زینتھن

(۱) ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عبّاس رضؓ سے ولا یضربن بارجلھن کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ یہ ہی کہ ایک خلخال کو دوسرے خلخال سے بجائے مردوں کے سامنے ۔ یا اُسکے پیروں میں خلخال ہوں اور مردوں کے سامنے حرکت دے ۔ اللہ تعالی نے اِس سے منع فرمایا کیونکہ یہ عمل شیطان سے ہے ۔

(۲) عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا کہ عورت اپنا پاؤں زور سے مارتی تھی تاکہ خلخال کی آواز سنائی دے اِس سے ممانعت کیگئی ہی۔

(۳) عبد بن حمید نے مجاہد سے ایسی ہی تفسیر نقل کی۔

(۴) عبد بن حمید نے مجاویہ بن حجر سے اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے ابی مالک سے و ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضؓ سے اِسی کے قریب قریب روایت کیا ہی۔“

(باقی آئندہ)

رَطْبُ الْعَرَبْ

(۱)
هُمْ لَمْ يُحْسِنُوا بَلْ اَسَاؤا — فَدَائِیْ زَادَ لَیْسَ لَہٗ دَوَاءٗ
فَاَدْعُوْ مَنْ اِلَیْہِ لَنَا الْتِجَاءٗ — رَسُوْلَ اللّٰہِ ضَاقَ بِیَ الْفَضَاءٗ
وَجَلَّ الْخَطْبُ وَانْقَطَعَ الْاِخَاءٗ

(۲)
تَرَفَّقْ بِالَّذِیْ یُرْثٰی اَذَاہٗ — بِمِسْکِیْنٍ اَحَاطَ بِہٖ هَوَاہٗ
وَصَدَّعَ قَلْبَ جُلْمُوْدٍ بُکَاہٗ — وَجَاهُكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جَاہٗ
رَفِیْعٌ مَا لِرِفْعَتِہٖ انْتِہَاءٗ

(۳)
بِنُوْرٍ مِنْ جَمَالِكَ مُسْتَنِیْرٌ — جِبَالٌ رَاسِیَاتٌ وَالْوُعُوْرُ
یَعُوْذُ اِلَیْكَ عَبْدٌ مُسْتَمِیْرٌ — رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ مُسْتَجِیْرٌ
بِجَاهِكَ وَالزَّمَانُ لَہٗ اعْتِدَاءٗ

(۱) لوگوں نے میرے ساتھ نیک سلوک نکیا بلکہ تکلیفیں پہنچائیں ۔ اسیواسطے میری بیماری بڑھتے بڑھتے لاعلاج ہوگئی ۔ تو اب میں اس (مقدس) ذات کو پکارتا ہوں جسکے سامنے ہم سب (مسلمان) التجائیں لیجاتے ہیں (اور کہتا ہوں) کہ ای اللہ کے سچّے رسول میرے لئے زمین (باوجود وسعت کے) تنگ ہوگئی اور مصیبت بڑھگئی اور رشتہ ناتے ٹوٹ گئے ۔“ (۲) آپ اس شخص (میرے) کے ساتھ نرمی سے پیش آویں جسکی تکلیف پر رحم کیا جاتا ہی (جسکو رحم آتا ہے) وہ (میں) ایسا مسکین ہی (ہوں) کہ اُسکی نفسانی خواہشوں نے ہر طرف سے اسکو گھیر رکھا ہی ۔ اور اسکے بلبلا بلبلا کر رونے نے سخت پتھروں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہی ۔ اور اے خدا کے سچے رسول آپکا مرتبہ ایسا بلند مرتبہ ہی کہ جسکی کوئی انتہا ہی نہیں ۔ (۳) بڑے بڑے مستحکم پہاڑ اور سخت زمینیں آپکے نور جمال سے منور ہیں ۔ ایک طالب حاجت (میں) بندہ آپکی دوہائی دیتا ہوا آپکے پاس آیا ہی (اور کہتا ہی کہ) اے خدا کے سچّے رسول ! (مجکو کوئی پناہ کی جگہ نہیں ملتی ہی) میں پناہ ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا آپکے مرتبہ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور زمانہ کا ظلم (میرے اوپر) حد سے متجاوز ہوگیا ہی۔“

(۴)
وَاَدْنَتْنِیْ اِلٰی جَدَثِیْ شَعُوْبِیْ
فَفِیْ حُزْنٍ عَظِیْمٍ مِّنْ کُرُوْبِیْ
عَنِ الْحَسَنَاتِ لَا فِیْهَا لُغُوْبِیْ
وَبِیْ وَجَلٌ شَدِیْدٌ مِّنْ ذُنُوْبِیْ
وَلَا اَدْرِیْ اَعَفْوٌ اَمْ جَزَاءٌ

(۵)
وَذُخْرِیْ لَمْ یَکُنْ اِلَّا وِدَادِیْ
وَاَنْسَانِیْ الْهَوٰی طُرُقَ السَّدَادِ
لِخَیْرِ الْخَلْقِ یَا خَیْرَ الْعِبَادِ
وَمَا کَانَتْ ذُنُوْبِیْ عَنْ عِنَادِ
وَلٰکِنْ بِالْقَضَا غَلَبَ الشَّقَاءُ

(۶)
وَکِیْلِیْ اَنْتَ بَلْ نِعْمَ الْوَکِیْلُ
وَاَحْزَانِیْ لَهَا اَنْتَ الْمُزِیْلُ
وَعَنْ نَفْسٍ مُّدَنَّسَةٍ کَفِیْلُ
وَظَنِّیْ فِیْكَ یَا طٰهٰ جَمِیْلُ
وَمِنْكَ الْجُوْدُ یُعْهَدُ وَالسَّخَاءُ

(۴) اور میری موت نے مجکو میری قبر (کے کنارے) تک پہنچا دیا۔ میں نیکیوں (کے کرنے) سے عاجز ہو گیا ہوں نیکیوں کے کرنے کی تکلیف میں نے کبھی نہیں اٹھائی۔ اسیواسطے مجکو مشقتوں (کے خیال) سے سخت رنج ہے۔ اور مجکو اپنے گناہوں کی وجہ سے سخت خوف ہی۔ اور مجکو کچہ خبر نہیں کہ میرے گناہوں کی معافی ہو گی یا مجکو ان کا بدلا ملیگا"

(۵) اے خدا کے بہترین بندے بجز اسکے کہ میں ایک ایسی ذات پر (آپ پر) فریفتہ ہوں جو خدا کی بہترین مخلوق ہے میرے پاس اور کچہ ذخیرہ نہیں۔ میرے نفس کی خواہش نے میرے دل سے استقامت کے راستہ بھلا دیئے۔ اور مجہسے گناہوں کے صدور کی وجہ یہ نہ تہی کہ مجکو (نعوذ باللہ) احکام شرعیہ سے عناد تہا لیکن روز ازل سے میری تقدیر میں شقاوت مقدر تہی وہی مجہپر غالب ہو گئی"

(۶) آپ ہی میرے وکیل بلکہ اچھے وکیل ہیں (اور آپ ہی میرے آلودہ نفس (کی نجات) کے ضامن ہیں۔ میرے تمام غموں کو صرف آپ ہی دور کرنے والے ہیں۔ اور اے طٰہٰ کے لقب پانے والے میرا خیال آپ کے بارہ میں (کہ آپ میرے ساتہہ اچھا سلوک کرینگے) نیک ہی اور آپ سے تو بخشش اور سخاوت ہوتی ہی رہتی ہی"

(۷)
یُطَوَّقُ مَنْ عَصٰی طَوْقًا وَغُلًّا
وَحَاشَا اَنْ اُصَیَّرَ مُضْمَحِلًّا
وَیُسْقٰی مِنْ لَظٰی نَهَلًا وَعَلًّا
وَحَاشَا اَنْ اَرٰی ضَیْمًا وَذُلًّا
وَلِیْ نَسَبٌ بِمَدْحِكَ وَانْتِمَاءُ

(۸)
تَرَاکَمَتِ النَّوَائِبُ وَالرَّزَایَا
عَلَیَّ بِمَا ارْتَکَبْتُ مِنَ الْخَطَایَا
رَجَائِیْ اَنْتَ یَا خَیْرَ الْبَرَایَا
وَاَنْتَ اَجَلُّ مَنْ رَکِبَ الْمَطَایَا
وَشِیْمَتُكَ السَّمَاحَةُ وَالْحِبَاءُ

(۹)
عِبَادَاتِیْ وَاِثْمِیْ فِیْ سَوَاءٍ
فَاِنْ جَمِیْعَهَا مِنِّیْ رِیَائِیْ
فَاَثَامِیْ بَلَاءٌ فِیْ بَلَاءٍ
رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ فِیْ عَنَاءٍ
عَسٰی بِكَ یَنْجَلِیْ ذَاكَ الْعَنَاءُ

(۷) نافرمان بندے طوق و سلاسل میں جکڑے جاویں گے۔ اور نار دوزخ کا گرم گرم پانی اُن کو مکرر سہ کرر پلایا جاویگا۔ اور اس تعلق کے ہوتے ہوئے کہ میں دربار نبوی کا مداح ہوں ناممکن ہے کہ مجکو (گناہوں کی سزا دیکر) مضمحل کیا جاوے۔

(۸) حوادث اور مصائب مجہپر ان گناہوں کی وجہ سے ٹوٹ پڑے جنکا میں نے ارتکاب کیا۔ اے بہترین مخلوق! میری امید فقط آپ ہی کی ذات اطہر سے ہے۔ اور آپ تو اُن تمام شرفا اور سادات قوم سے برتر ہیں جو سواری پر سوار ہو کر سفر کرتے ہیں۔ اور آپ کی مبارک عادت بخشش اور عطا ہی۔

(۹) میری عبادت اور گناہ ایک سے ہیں۔ کیونکہ میری کوئی عبادت ریا سے خالی نہیں اسی واسطے میرے گناہ مصیبت در مصیبت ہیں۔ اے اللہ کے سچّے فرستادہ! میں سخت تکلیف میں (مبتلا) ہوں۔ مجھکو اُمید ہے کہ یہ سخت تکلیف آپکے طفیل سے دور ہو جاوے گی"

(۱۰)	عذابُ النارِ من جُرمی جزائی رَایتُ منیّتی قامت حذائی	ونفسی فی خطاءٍ فی خطاءٍ وَمَالی حیلۃٌ الا التجائی
	بجاھِکَ اِذ یعزُّ الا لتجاءُ	
(۱۱)	لَمتُّ لخشیتی لولا التمنّیٖ ولا اخشیٰ وربّی کذبَ ظنّی	لحلمکَ یا حبیبی والتأنّی رجوتکَ یا ابنَ آمنۃٍ لِانّی
	مُحِبٌّ والمحبُّ لہ الرّجاءُ	
(۱۲)	لقد اثقلتُ ظہری من ذنوبی یخوّفنی بعیدی او قریبی	وماخفیت علی نفسی عیوبی عسیٰ بکَ تنجلی عنّی کروبی
	وکم کربٍ لہٗ منکَ انجلاءُ	

(۱۰) عذاب دوزخ میرے جرموں کی سزا ہی۔ اور میرا نفس خطاؤں پر خطائیں کرتا رہتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری موت سامنے کھڑی ہے۔ اور میری پاس کوئی تدبیر (عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے) اس کے سوا نہیں ہے کہ جب پناہ ملنے کی کوئی صورت نہو تو میں آپ کے مرتبہ کا دامن پکڑلوں۔

(۱۱) اے میرے حبیب! اگر مجکو آپ کے حلم و تحمل سے (معافی کی) امید نہوتی تو میں (اب سے بہت پہلے) مرچکا ہوتا۔ اور خدا کی قسم! مجکو اسکا ذرا سا خدشہ بھی نہیں کہ میری وہ امید غلط ہوگی جو آپ سے ہی۔ اے آمنہ کے لاڈلے بیٹے میں آپ سے اس لئے امیدوار ہوں کہ مجکو آپ سے محبت ہی اور محبت کرنے والا امیدوار ہوا ہی کرتا ہی۔

(۱۲) میں نے اپنی پیٹھ کو گناہوں کے بوجھ سے بھاری کردیا۔ اور مجھسے اپنے نفس کے عیوب پوشیدہ نہیں ہیں۔ میرے اقارب اور اغیار سب مجکو ڈراتے رہتے ہیں (کہ تو قہر خداوندی میں مبتلا ہوگا)۔ مجکو امید ہی کہ آپ کے ذریعہ سے میری تکلیفیں زائل ہونگی (اور یہ امید کچھ بیجا نہیں کیونکہ) بہت سی سخت مصیبتیں آپ کے طفیل سے دور ہوئی ہیں"

(باقی آئندہ)

معراج اور سائنس

(ربط القاسم نمبر ۸ جلد ۱۰)

یعنی عرش بریں کے اوپر سے صبح شام وحی دم کی دم میں آتی ہی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم سچا جانکر اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرتے ہیں۔ پھر اس معراج میں کونسا اچنبھا ہی اس جواب نے استہزا کرنیوالوں اور معترضین کے منہ میں پتھر بھردیئے اور اپنا سا منہ لیکر واپس ہوگئے۔ جن لوگوں کے حصہ میں سعادت ابدی لکھی ہوئی تھی اور انکو عقل و تدبر کا روشن مادہ ملا تھا وہ سمجھکر بوجھکر ایمان اور اسلام پر قائم رہے اور جنکی سرشت گمراہی اور کم عقلی کی تھی وہ محال سمجھکر باوجود وضوح دلائل و ظہور معجزات متعددہ ارتداد اور کفر کی تاریکیوں میں ہمیشہ کے لئے برباد ہوگئے۔

(۱) بطلیموسی فلسفہ کے دلدادوں اور یونانی سائنس کے فریفتوں نے اس جسم انسانی صغیر کی اسقدر سریع حرکت کو مستحیل و مستبعد خیال کیا مگر خود اپنے مسلّمات سے غافل رہے۔ جرم آفتاب جو کہ بقول صاحب تذکرہ زمین سے (۲/۳ ۱۶۶) درجہ اور بقول طوسی و کاشی (۳۲۶) درجہ بڑا ہی (یعنی اسقدر ضخامت اور بڑائی رکھتا ہی کہ زمین جیسے ایکسو چھیاسٹھ [۱۶۶] سے زائد اجسام اس سے بنسکتے ہیں اور دوسرے فلاسفہ کے نزدیک زمین جیسے تین سو چھبیس [۳۲۶] اجسام اسمیں سما سکتے ہیں) وہ اپنی وضعی (اپنی جگہ پر چکر کھانیوالی) حرکت میں ایک سکنڈ سی کم میں اپنے محیط کا آدھا حصہ طے کرلیتا ہے۔ یعنی اسکے وہ اجزاء محیط جو کہ قطر کے ایک کنارہ پر تھے ایک سکنڈ سے کم میں دوسرے کنارہ پر آجاتے ہیں۔ غرضکہ آفتاب کے محیطی اجزاء خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے بقول صاحب تذکرہ ایک سکنڈ سے کم میں بیس لاکھ چھہتّر ہزار میل سے زیادہ کی مسافت طے کرتے ہیں اور بقول طوسی و کاشی چالیس لاکھ چھہتر ہزار میل ہر جزو طے کرتا ہی (کیونکہ زمین کا محیط پچیس ہزار میل قرار دیا گیا ہی آفتاب کی ضخامت مذکورۂ بصدر

کو ہر دو اقوال پر جبکہ لحاظ کرتے ہوئے نصف محیط کو حرکت وضعی مذکور کا موضع حرکت قرار دیا جائیگا تو یہی مقدار نکلیگی) ایک سکنڈ سے کم میں اسقدر مسافت کا قطع کرنا ایک ایسی سریع اور تیز حرکت ہی جسکی وجہ سے معراجی جسمانی حرکت نہایت واضح طور پر قرین عقل معلوم ہوتی ہے اور ان مسلّمات سائنس قدیم کا تسلیم کرنیوالا کسی طرح بہی وقوع معراج میں شبہہ نہیں کرسکتا۔ پھر جبکہ جسم انسانی جیسے چھوٹے جرم کی حرکت خیال کیجائے تو اس سے ہزاروں گنا تیز حرکت کا ثبوت ملتا ہی جسپر ہم آئندہ روشنی ڈالیں گے۔

(۳) چونکہ سائنس قدیم آفتاب کے لئے علاوہ حرکت وضعی حرکت اپنی قسری غیر قسری دونوں قسم کی تسلیم کرتی ہے۔ اور قسم اول یعنی قسری کا دورہ ۲۴ گھنٹہ میں اور قسم دوم یعنی غیر قسری (طبعی) کا دورہ سال بھر میں تمام ہوتا ہی اسلئے اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراجی حرکت کو آفتاب کی قسم اول (قسری) والی حرکت پر قیاس کرتے ہیں تو استحالہ تو درکنار تعجب اور استبعاد بھی رفو چکر ہوجاتا ہی۔ علم مساحت اور ریاضی میں تسلیم کیا گیا ہی کہ قطر کرہ مساحت میں محیط کی ایک تہائی سے کچھ کم ہوتا ہی اور چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرکت قطر پر تھی محیط پر نہ تھی اور چونکہ ابتدائی حرکت مرکز عالم کے بعد سے تھی اور چونکہ زمین کی سطح ظاہری پر سے ابتدا واقع ہوئی یعنی مرکز عالم سے حسب تصریحات سائنس قدیم تین (۳۸۱۷½) ہزار آٹھسو ساڑھے سترہ میل اوپر سے واقع ہوئی۔ اسلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرکت معراجی کی مسافت سے چھٹے حصہ سے بھی کم ہوئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک اگر آفتاب کی مسافت جسم کے برابر ہوتا تو حسب قانون حرکت شمس جملہ مسافت فقط تین گھنٹہ میں قطع ہوسکتی تھی جسمیں آمد و رفت میں چھ گھنٹے خرچ ہوتے مگر جرم کی بڑائی کا مانع حرکت ہونا اور چھوٹائی کا مؤید حرکت ہونا بدیہی اور مسلم مسئلہ ہی اسلئے جب اس نسبت کو جو کہ جسم نبوی کو جرم آفتاب کے ساتھہ ہی خیال کرتے ہوئے دونوں کی حرکت اور سرعت وبطو پر تقسیم کریں تو شاید یہ دونوں حرکتیں (عروجی و نزولی) ایک سکنڈ کی بھی متحمل نہو سکیں گی

اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسافت حرکت فقط محیط فلک شمس تک محصور تھی مگر فلک الافلاک جو کہ اپنی طبعی حرکت سے تمام ماتحت افلاک کو حرکت دے رہا ہی اور چوبیس[۲۴] گھنٹہ میں اپنا دورہ پورا کرتا ہی اسکی حرکت محیطی اور قطری کا بھی وہی حال ہوگا جو فلک شمس اور شمس کا ظاہر ہوا۔

(۴) جبکہ سائنس قدیم اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ جسم کبیر میں موانع حرکت اور عوائق بہت زیادہ ہوتے ہیں اور صغیر میں کم اور یہی وجہ ہے کہ حرکت دینے والے کو بڑے جسم کو حرکت دینا اور تیز لیجانا سخت دشوار ہوتا ہی جو کہ جسم صغیر میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہ بھی مسلّمات سائنس قدیم میں سے ہے کہ دنیا میں سب سے بڑے پہاڑ (جسکی بلندی تقریباً سات میل (۲⅓ فرسخ ہی) کی نسبت زمین کے قطر سے ایسی ہی جیسی کہ جو کے چوڑائی کے ساتویں حصہ کی نسبت ایسی کرہ سے جسکا قطر ایک ذراع ہو اور چونکہ ایک ذراع چوبیس[۲۴] انگلیوں کا ہوتا ہی اور ایک انگلی چھہ جو کی شمار کی گئی ہے اسلئے ایک ذراع ایکسو چوالیس[۱۴۴] جو کا ہوا۔ جس کو اگر سات میں ضرب دیں تو وہ نسبت حاصل ہوسکیگی جو کہ جو کی چوڑائی کے ساتویں حصہ کو ایسے کرہ سے ہوتی ہے جسکا قطر ایک ذراع ہو یعنی دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ کو زمین کے قطر کیساتھہ وہ نسبت ہی جو کہ ایک کو ایکہزار آٹھ[۱۰۰۸] کے ساتھہ ہی۔

اسکے بعد جسم انسانی کی دنیا کے سب سے اونچے پہاڑ کی نسبت کو ملاحظہ فرمایئے کہ اس ڈھائی گز کے اونچے جسم کو ۷ میل کے ساتھہ کیا نسبت ہی اور پھر غور کیجئے کہ اگر وہ قوت جو کہ آفتاب کو چوبیس گھنٹہ میں پورے محیط کو قطع کرا دیتی ہی اگر آفتاب کو بقیہ نصف قطر (بعد منتہائی سطح زمین از مرکز عالم) حرکت دے گی تو تین گھنٹہ سے کم میں مسافت مذکورہ قطع ہوجائیگی اور اگر جسم ارضی کو اس مسافت پر حرکت دیگی اور بقول صاحب تذکرہ ہم زمین کو فقط (۱۶۶) درجہ ہی چھوٹا مانیں تو تقریباً ایک منٹ ۶ سکنڈ میں پوری مسافت مذکورہ قطع کرادیگی اور اگر سب سے اونچے پہاڑ جسکی بلندی ۷ میل تھی اور جسکی نسبت زمین کے ساتھہ

وہ تہی جوکہ ایک کو ایکہزار آٹھ سے ہے تو تقریبًا ایک منٹ کے ایکہزار آٹھویں حصہ میں قطع کرادیگی اور
اگر جسم انسانی کو جسکی نسبت جسمانی سب سے بلند پہاڑ کے ساتھہ نہایت ہی ظاہر اور باہر ہے
ایک سکنڈ کے کتنے ہزار حصہ میں قطع کرادیگی۔

افسوس ہے کہ بطلیموسی سائنس اور یونانی ہیئۃ و ریاضی کے ایمان لانے والوں نے اس
خالت پر ذرا بہی غور نکیا اور نہایت ظاہر و باہر اور واقع ہونیوالی شئے کو محال سمجھکر انکار کر بیٹھے،
اپنے گھڑے ہوئے اصولوں پر توجہ نکی اور صحیح و مستند احادیث اور ظاہر و بین آیات میں طرح
طرح کی تاویلیں گھڑنے لگے اور مذہب کے مسلمات کو سلام کر بیٹھے۔

ان لوگوں کو یہ بہی شبہہ دامنگیر ہوا کہ معراج کی وہ کیفیت جو کہ آیتوں اور حدیثوں میں ذکر
کیگئی ہے جب ہی قابل تسلیم ہوسکتی ہیں کہ آسمان میں خرق والتیام کو مانا جاسکے اسمیں
دروازہ وغیرہ مسلّم ہو مگر فلسفۂ قدیمہ اسکا منکر ہے۔ یہ شبہ ایک ایسا واہی ہے کہ سوائے اس دہری
اور ملحد کے جوکہ کسی آسمانی مذہب کو نہیں مانتا کوئی شخص تسلیم نہیں کرسکتا۔ فرشتوں کا عروج
و نزول، وحی کا اُترنا بغیر آسمان کے اندر گذرگاہوں کے ممکن نہیں۔ پھر قیامت کی یقینی خبریں
قرآن شریف کی فساد عالم اور قیام قیامت پر صاف روشنی ڈالنے والی آیتیں خرق اور
التیام اجرام فلکیہ پر نہایت وضاحت سے دلالت کر رہی ہیں تو کیا اسلام کا دم بھرنے والے
یا آسمانی ادیان کا اقرار کرنے ولالے اسمیں متامل ہوسکتے ہیں۔

ہاں جن لوگوں کو کسی سماوی دین کا اقرار نہیں اُن کے دلائل عقلیہ پر ہم کو غور کرنیکی
ضرورت ہوگی۔ مگر ہم جب فلسفۂ قدیم کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہم کو ان میں کوئی بھی دلیل
ایسی نہیں ملتی جس سے یقین تو درکنار اس مقام پر ظن یا شک بھی پیدا ہوسکے۔ کتب
فلسفۂ قدیمہ ملاحظہ ہوں۔ میبذی شرح مواقف وغیرہ کے فلکیات دیکھئے۔

(باقی آئندہ)

حالات دار العلوم دیوبند

دار العلوم دیوبند کی گرانقدر امداد کا سلسلہ

بزرگوں کی توجہات کا اثر

ناظرین یہ سنکر بیحد مسرور ہونگے کہ ضلع رہتک کے رئیس جناب منشی ولی محمد خانصاحب زمیندار ساکن سرگڑہی
نے اپنی صحرائی جائداد جس کی سالانہ آمدنی ۲۳ سو کے قریب ہے دار العلوم کیلئے وقف
کردی ہے اور اپنی حیات ہی میں اسکی تولیۃ باضابطہ دار العلوم کے سپرد فرماکر اپنی حیثیت صرف
مختار عام کی قرار دی ہے ہم صاحب موصوف کیلئے دعائے خیر کرتے ہیں اور ان کے دین و
دنیا کی سعادت کیلئے دل سے آرزومند ہیں۔"

ایک انگریز پرنسپل کی آمد دار العلوم میں ۲۰ محرم ۴۶ھ تاریخ کو علیگڈہ یونیورسٹی کے پرنسپل صاحب
جنھوں نے شام میں عربی زبان حاصل کی اور لندن کی اکسفورڈ میں امتحان پاس کیا۔
دیوبند تشریف لائے دار العلوم کا معائنہ کیا اور مدرسین کے اسباق میں بھی تھوڑی دیر بیٹھے
مدرسین دار العلوم نے جب تک مہمان موصوف انکے درس میں شریک رہے عربی میں تقریریں
کیں کیونکہ وہ یا عربی سمجھتے تھے یا انگریزی لیکن انکی عربی بھی کالانگریزی تہی بہت خوش ہوئے
حضرت مولانا حسین احمد صاحب سے دو تین گھنٹہ عربی میں گفتگو رہی نہایت محضوظ ہوئے۔
شام کی گاڑی سے واپس ہوئے معائنہ بھی تحریر فرماگئے جس کی ضرورت سمجھی گئی تو شائع
کیا جائیگا۔

القاسم کی خدمت

سیستان سے جناب مولوی شبیر محمد صاحب نے القاسم کیلئے سردست ایک خریدار مہیّا فرمایا
اور اپنے دوستوں کی جانب سے اسکی توسیع اشاعت کا معقول وعدہ فرمایا ہم اپنے دور افتادہ محب
مکرم کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کے اخلاص کا اعتراف کرتے ہیں۔

امداد دفتر جناب خریدار صاحب القاسم نمبر ۱۲۵ نے القاسم میں یہ دیکھکر کہ سود کا منافع صدقہ کردینا
چاہئے مبلغ صہ روپیہ بغرض امداد دفتر القاسم میں بھیجے تاکہ کسی کار خیر میں انہیں لگادیا جائے۔

دفتر نے یک صد احتیاج کو دیگر رسید بھیجدی - حق تعالیٰ دیگر سرمایہ دار حضرات کو بھی شریعت پر عمل کی توفیق بخشے"۔

"نانوتہ کا مبارک سفر"

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ کا وطن اصلی قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور تھا بعد میں متوسلین کے اصرار سے دیوبند میں قیام فرمالیا تھا کیونکہ حضرت کی نانہال دیوبند ہی کی تھی قدرت خداوندی کو منظور یہ تھا کہ دیوبند سے ایک چشمۂ رحمت پھوٹے اسلئے وہ رحمت دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ظاہر ہوئی، لیکن جب اس مقدس ہادی نے دیوبند کی زمین میں علم کا تخم بویا تو نانوتہ اس فیض سے محروم ہوا بعد وفات حضرت مولانا مرحوم و حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب و مولانا محمد منیر صاحب وغیرہ، وہاں علم کا نشان نہ رہا اور گویا علم سے یہ قصبہ خالی ہوگیا اور حالت یہانتک نانوتہ کی ابتر ہوئی کہ وہاں جو مدرسہ چھوٹا موٹا قائم تھا وہ بھی گیا گذرا ہوا -

حضرت مولانا حسین احمد صاحب جانشین شیخ الہندؒ سے وہاں کے لوگ مانوس ہیں اسلئے مولانا مدظلہم بسلسلۂ تقریب عقد وہاں تشریف لیگئے احقر کو اور اسکے محترم بھائی کو بھی ایک عرصہ سے اپنے وطن اصلی کے دیکھنے کا شوق تھا اسلئے ہم دونوں بھی مولانا کے امر و ارشاد سے ساتھ ہولئے نانوتہ میں جبقدر قیام رہا کچھ نہ پوچھئے کہ وہاں کیا کیفیت ہوئی ہمنے وہ مبارک مسجد بھی دیکھی جہاں اللہ کے ایک برگزیدہ بندہ نے شبانہ روز مجاہدہ فرمایا تھا وہ اپنا شکستہ مکان بھی دیکھا جسمیں کبھی شیخ وقت رہا کرتے تھے غرض اپنے جدی نشانات کو دیکھکر عجیب ایک تحیر کا عالم طاری تھا۔

نانوتہ میں مدرسہ کا اجرار نانوتہ میں سخت ہی ضرورت اسکی تھی کہ وہاں جو قدیم مدرسہ بوجہ اہل قصبہ کی غفلت اور ہم لوگوں کی بے توجہی کے بند ہوگیا تھا وہ جاری ہو الحمد للہ کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے جلسہ کرکے مدرسہ کی ضرورت کو ظاہر فرماکر مدرسہ کو پھر جاری کرایا اور فرمایا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دیوبند کے مدرسہ کا مجھے فکر نہوتا تو میں نانوتہ میں حضرت مرحوم کے مسجد کی مؤذنی کیا کرتا اور یہاں کے مسلمانوں کے گھر سے روٹی لیتا اس سے بیحد قلوب میں تاثر ہوا جلسہ میں اہل قصبہ نے حسب حیثیت ماہواری چندہ لکھوایا حضرت مولانا نے بھی دو روپیہ ماہوار چندہ لکھوایا اور ہم لوگوں نے اپنی اور حضرت والد کیطرف سے عـــہ روپیہ ماہوار چندہ لکھوایا

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدرسہ کے سرپرست مقرر ہوئے اور ایک مجلس انتظامیہ قائم ہوئی حق تعالیٰ اہل خیر کو توفیق بخشے کہ وہ ایک معقول وقف سے نانوتہ کے مدرسہ کو باطمینان چلانیکی صورت پیدا کریں"۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار نانوتہ میں ہی اور یہ شیخ وقت اسطرح ایک گوشہ میں آرام فرمارہا ہے مزار پر حاضری کیوقت عجیب کیفیت طاری ہوئی۔

وحشت ناک خبر گیلان سے مولانا مناظر احسن صاحب کے برادر مولوی محمد مکارم احسن صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ جناب مولانا موصوف کی طبیعت زیادہ خراب ہی بدن میں پھوڑے بھی فساد خون کیوجہ سے ہوگئے ہیں اور ضیق النفس کی تکلیف جُدا ہی اس وحشت ناک خبر نے دل کو بیچین کردیا ہے"۔

بعد کی خبر

اس کے بعد آج کے خط سے یہ معلوم ہوا ہی کہ مولانا مناظر احسن صاحب کو گیلان سے پٹنہ میں لایا گیا ہے۔ اور وہاں اپرشن بھی ہوا، اور سیر ڈل ریم خارج ہوئی قدرے افاقہ محسوس ہوتا ہے، خیال کیا بلکہ پختہ عزم ہی کہ احقر بمعیت جناب بھائی صاحب پٹنہ حاضر ہوکر مولانا کی مزاج پرسی کریں حق تعالیٰ مولانا موصوف کو صحت عاجلہ کاملہ عطا فرماویں اور تندرست و توانا فرماکر اپنے دین کی خدمت لیں۔ ناظرین کرام خاص طور پر اُن کے لئے دعا فرماویں اُنکی خیریت مولوی محمد حسین صاحب وکیل پٹنہ مولوی مکارم احسن صاحب کے ذریعہ معلوم ہوسکتی ہی"۔

دارالعلوم دیوبند میں انگریزی زبان کی تعلیم دارالعلوم دیوبند کے ایک بہی خواہ نے طلبا کو خاص طور پر انگریزی زبان حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم میں مخصوص چندہ بھیجا تھا لیکن ایک انگریزی کا ایسا اُستاذ جو علماً و عملاً انگریزی وضع قطع خیالات سے پاک و صاف ہوکر زبان کا ماہر بھی ہو نہ ملتا تھا الحمد للہ کہ مرادآباد کے مولوی نصر اللہ خانصاحب سابق ہیڈ ماسٹر جو نہایت دیندار صاحب اوقات آدمی ہیں وہ اس کام کیلئے منتخب ہوئے ہیں، اُنکو سردست چند ماہ کے لئے امتحاناً رکھا گیا ہی - حق تعالیٰ معطی کو اسکے مقصد میں کامیاب فرمائے اور دارالعلوم سے ایسے طلبا تیار ہوں جو صحیح معنی میں تبلیغ کا حق ادا کرسکیں ہم سب کو ملکر اسکی دعا کرنی چاہیے کہ حق تعالیٰ ہمکو اخلاص سے محروم نہ فرمائے اور دارالعلوم کیخدمت کی سعادت نصیب فرمائے اور جس غرض کیلئے مولوی نصر اللہ خانصاحب بی - اے - رکھے گئے ہیں وہ پوری ہو"۔

دار العلوم میں تاجران دھلی کا ورود

ہر سال تقریباً دس بیس حضرات دھلی سے آئنبہ کی فصل میں دیوبند تشریف لایا کرتے ہیں اور اپنے دار العلوم کو دیکھا کرتے ہیں امسال بھی دیندار تاجرونکی ایک جماعت آئی اور دار العلوم کے تمام شعبوں کو پورے غور کیساتھ اُنھوں نے دیکھا بہت خوش ہوئے حضرت مہتمم صاحب کے مہمان نوازی واخلاق کریانہ کے بیحد مشکور نظر آتے تھے ایکرات دن قیام فرماکر یہ حضرات دہلی کو واپس ہوئے۔

دار العلوم دیوبند کی مجلس عاملہ کا جلسہ اس سال کے اہم اجلاس شوریٰ نے اپنے میں سے چند ارکان کی ایک کمیٹی اس غرض کے لئے مرتب کی تھی کہ وہ فوری اور ضروری نگرانی کیلئے دار العلوم میں وقتاً فوقتاً آیا کرے اور جو تجاویز اسکے بعد عمل میں لانیکے قابل ہوں انھے مجلس شوریٰ میں پیش کرے اس کا پہلا جلسہ ۸ رصفر ۱۳۴۶ھ کو منعقد ہوا، تخفیف شدہ ملازمین کی اپیل کے کاغذات اور دار العلوم کے بجٹ پر غور ہوا اور وقتی تجاویز مرتب کی گئیں۔

طلباء کا مقدمہ ختم ہوگیا ہم گذشتہ نمبر میں لکھ چکے ہیں کہ طلباء کا مقدمہ ختم تو ہوگیا ہے لیکن حکم اختتام مقدمہ کا ابھی تک نہیں آیا آج عالیجناب ڈپٹی رحمان بخش صاحب قادری بدایونی جو باوجود مسلمانوں کے بڑے خیر خواہ ہونیکے ہندوؤں میں بھی ہر دلعزیز ہیں اور اسوجہ سے مرکز متعلقہ میں انکی بہت ہی عزت اور منزلت ہی، دار العلوم میں تشریف لائے اور باضابطہ حکم لکھکر دیا کہ مقدمہ ختم ہوگیا ہی جو طلباء ضمانت پر رہا تھے وہ جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں اب کوئی خدشہ نہیں ہی، خدا کا ہزار ہزار شکر ہی کہ دار العلوم کا یہ معاملہ اسکے ذمہ دار حضرات کی سنجیدگی و مساعی سے اور عالیجناب شیخ ضیاء الحق صاحب وغیرہ کی اولوالعزمی سے ایک نہایت ہی عمدہ صورت سے طے ہوگیا ورنہ بقول نواب جمشید علیخاں صاحب کے دیوبند کا یہ معاملہ دہلی، کلکتہ، لاہور کے معاملہ سے بھی بہت زیادہ طول پکڑتا اور اہم ہوجاتا ہمارے خیال میں اسکی مبارکباد کے زیادہ تر مستحق مدینہ اخبار کے مدیر محترم ہیں کیونکہ اُنھوں نے ملت عزیز (سلمہ) کی محبت کے حق میں سے تھوڑا سا حصہ دار العلوم کو بھی گذشتہ مہینوں سے عطا فرمایا تھا، جسکے نتائج و برکات ایسے ہی ہونے چاہئیں تھے۔

اخراج طلبا آج وہ چند دار العلوم کے طلبا جو فساد کے اسباب و دواعی میں سے تھے خارج از مدرسہ کئے گئے بعض طلبا ابھی تک دیوبند میں مقیم ہیں "نمعلوم کیوں؟" ۱۲ منہ

سلہ (یعنی علیگڈہ کالج کے طلبا)

افاضات

فی زمانہ آزادی کا دور دورہ ہے جس کی طبیعت چلتی ہی دین سے آزاد ہوجانیکی ہی طرف چلتی ہی نیچرل عورتوں کا بھی شکوہ ہی کہ شریعت اسلامیہ میں انہیں حقوق مردوں کے مساوی نہیں دئے گئے کامل آزادی سے انہیں محروم رکھا گیا ترقیات عامہ سے انہیں روکا گیا گویا زمانہ کے تغیرات کیساتھ

ما نقصان دیننا و عقلنا	ہماری عقل اور دین میں کیا نقصان ہے۔

کا سوال اب پھر بجائے رسول صلعم کے امت رسول کے سامنے لایا گیا ہی سو حقیقۃً تو اُس کا شافی جواب وہی ہے جو لسان نبوت حضرت ترجمان وحی الٰہی سے مشرف صدر بلایا تھا جو یہ تھا

الیس شہادۃ المرأۃ مثل نصف شہادۃ الرجل	ترجمہ کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے مقابلہ میں ضعیف نہیں ہے کیا نہیں ہی یہ بات کہ جب
الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم	عورت حائضہ ہوتی ہی تو نہ نماز پڑھتی ہی اور نہ روزہ رکھتی ہی

لیکن اگر استفہام و تفہیم نبوی کے بعد بھی عورتوں کو کچھ خلجان باقی ہی تو پھر وہ کچھ سننے کیلئے تیار ہوجائیں۔

ایک پادری نے حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز سے دریافت کیا تھا کہ امام حسین علیہ السلام جبکہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر اور پیارے تھے اور آنحضرت اللہ کے سب سے زیادہ محبوب تھے تو آخر خدا نے محبوب کے محبوب کو یزید کے پنجۂ ظلم سے کیوں نہ بچایا شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی جب اللہ میاں اپنے اکلوتے بیٹے مسیح ہی کو سولی سے نہ بچا سکا تو محبوب کے محبوب کا درجہ تو پھر بعد کا تھا وہ سنکر بہت خاموش ہوا اور اپنا سا منہ لئے چلا گیا اگر تحقیقی جواب دیا جاتا تو شاید وہ کبھی بھی نہ سمجھتا اسیطرح ہم کہتے ہیں جب خلقۃً عورتیں مردوں سے زیادہ مجبور ہیں اور اللہ نے انہیں ایسا مستقل نہیں کیا جس سے اُن کو علیحدہ قوم تسلیم کیا جاسکے اور لکل قوم ہاد کی روسے اُن کی صنف سے کسی نبی کو تلاش کیا جائے بلکہ ایک طرح وہ بھی

مردوں کے لئے سامان راحت سے زیادہ نہیں تو پھر ویسی کامل آزادی کا مطالبہ بھی ناحق ہے۔

بزعم کفار اگر فرشتوں کو معاذاللہ اللہ کی بیٹیاں بھی تسلیم کرلیا جائے جیسا کہ وہ سمجھتے تھے تو تب بھی عورتوں کی مساوات مردوں سے ثابت نہیں ہوسکتی اسلئے کہ فرشتوں کو بھی حق نیابت و نبوت و خلافت نہیں دیا گیا بلکہ اور آدم کو اُن سے سجدہ کرایا گیا اور کیا عجب ہے کہ حدیث میں جو شوہر کی تعظیم کے بارہ میں عورت کو یہ کہا گیا کہ اگر سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو اپنے شوہر کیلئے ہوتا اسیطرف اشارہ ہو کہ وہ اپنے صنف کے اعتبار سے مستقل مثل ذکور نہیں"

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے انتظام کرنے کیلئے پنجتن کو پیدا کیا یعنی پہلے اکیلا تھا لیکن اُس کے بعد محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ کو مدد کیلئے موجود کیا اسکی صداقت و بداہت تو جیسی ہے ظاہر ہے لیکن ہمیں تو کہنا یہ ہے کہ صنف ضعیف کی نمایندگی اسمیں بھی ⅕ حصہ سے زائد نہیں ان کا حصہ دنیا کے انتظام میں پھر بھی پانچویں حصہ سے بڑھکر نہیں۔

غرض اہلسنّت تو حق مساوات عورتوں کے لئے قائم کرنیسے معذور ہیں البتہ اس میں ہمنوائی اگر دیکھی جاتی ہے تو وہ صرف حضرات شیعہ ہی کی دیکھی جاتی ہے۔

حضرات شیعہ نوحہ و بکا میں چھاتی پیٹنے میں میری خیال ناقص میں عورتوں سے کچھ آگے ہی ہیں سوگ کی حقیقت تو یقیناً حضرات شیعہ ہی پر منکشف کیگئی ہے مساوات کی ایک بہترین شکل حضرات شیعہ کے تعامل سے ہماری سمجھ میں آتی ہے یقین ہے کہ نیچرل عورتیں ضرور اسپر راضی ہوجاوینگی۔ اور وہ یہ کہ نیچرل عورتوں کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ مردوں کے مساوی ہونے کی فکر کریں یہ سب سے آسان صورت ہے کہ نیچرل عورتیں مردوں کو اپنے جیسا بناکر ایک درجہ انہیں نیچے ہٹالیں مساوات بہر صورت قائم ہوجائیگی۔

اور اس کی سب سے پہلے لبیک کہنے والا طائفہ حضرات شیعہ کا ہے جنکے یہاں اس مسئلہ میں بہت وسعت ہے۔

حضرات شیعہ کا اہلسنّت سے باغ فدک وغیرہ جیسے جھگڑوں میں حصہ لینا بیجا بھی نہیں اسلئے کہ ہمنوائی نسا میں کمال پھر کیسے آتا اگر ایسا نہوتا۔

اگر حضرات شیعہ کے عقائد و بنائے مذہب پر غور کیا جائے اور انکے مذہب کی عینک لگاکر دیکھا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ خاندان نبوت کی غرض سوائے تقسیم مال و غنائم کچھ بھی نہ تھی انکی حالت بعینہ آجکل کے سے معاذاللہ دنیاداروں جیسی تھی حالانکہ خاندان نبوت تھا بروئے حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ بفحوائے وللہ میراث السموات والارض انبیاء کے پاس تو جو کچھ بھی میراث تھی وہ علم نبوت تھی، رہا رزق مقدرہ کا قصہ سو یہ تو اسی مالک الملک کے ذمہ تھا جسنے یرزقہ من حیث لایحتسب کی منادی کرکے سب کو ہلکا کر دیا تھا اور اسی کے شایاں بھی تھا کیونکہ جب وہ انسان کے تمام منافع کا مالک بعینہ ایسی ہی طرح ہے جیسے گھوڑے کے منافع کا مالک اُسکا پالنے والا ہوتا ہے تو پھر اس کو ہمارا ذمہ بھی لینا چاہئے تھا یہ ہماری شومی قسمت ہے کہ ہم اس چیز کی فکر میں دن رات لگے رہیں جسکا ذمہ خود حق تعالیٰ نے لیلیا ہو اور جو چیز ہمارے ذمہ تھی اُسے خدا کے حوالہ کردیں۔ رہا رزق انبیا کا قصہ سو جب عام رحمت یہ ہے تو اسی سے قیاس کیجئے کہ انبیاء علیہم السلام سے کیا معاملہ ہوگا وہ تو بوجہ نیابت الٰہیہ جبتک زمین میں قیام کرتے ہیں سرکار احدیت احکم الحاکمین کے ہی مہمان شمار ہوتے ہیں انکا مشاہرہ تو خزانہ عامرہ میراث السموات والارض ہی میں جمع ہوتا رہتا ہے بلکہ انکو تو خیر کثیر کی تقسیم کی منظوری دیجاتی ہے تاکہ سرکار احدیت کی شہنشاہی و فیاضی کا سکہ عالم پر قائم ہوجائے۔ بہر حال حضرات شیعہ کا نوحہ و بکا متعہ وغیرہ کا جواز درحقیقت آجکل آزادی کے خواہاں نیچرل عورتوں کے لئے ایک حد تک بہت مفید ہوسکتا ہے اور یہ سبق تو انہیں بجز حضرات شیعہ اور کوئی دے بھی نہیں سکتا، شاید دوسرے درجہ میں اگر کوئی اُنکا ہمنوا ہو تو وہ حضرات نصاری ہوں اس لئے کہ انہوں نے بھی

انتظام دنیا کیلئے اسی قسم کی ایک کمیٹی ترتیب دی تھی جسکے ارکان باپ بیٹا روح القدس تھے میرے خیال میں یہ کمیٹی پنجتن کی کمیٹی سے بڑھکر ہے اس لئے کہ اسمیں خود اللہ میاں بھی شامل ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شریک ہیں حضرت جبریل بھی ہیں پنجتن کی کمیٹی میں تو اللہ میاں کو سرپرست کہا جا سکتا ہے

اور اس کمیٹی میں تو خود اللہ میاں رکن کی حیثیت سے شریک ہیں میرے خیال میں مساوات کا سبق اس کمیٹی نے بہت سکھایا یعنی خالق و مخلوق دونوں کو ایکجا کر دیا پنجتن کی کمیٹی میں تو ممکن تھا کہ حضرات شیعہ حضرت علی سے کھسکر معاذ اللہ اللہ میاں کو اسکا سرپرست کر دیتے اسلئے کہ وہ پھر خالق تھے لیکن اس نصرانی کمیٹی میں ایسا نہیں ہوتی کہ اللہ میاں کو صدر تسلیم کرا لیا جائے کیونکہ پھر تثلیث کا مسئلہ غلط ہو جائیگا۔ بہر حال قابل عبرت جو چیز ہے وہ تو یہ ہے کہ پنجتن کی کمیٹی میں باوجود عورتوں کے بڑا حصہ ہونے کے سوائے حضرات شیعہ کے یہاں جسقدر اُن کا ہے انکا بیان کرنا بھی ایک قضیہ لاینحل ہے یوں کہوں تو شاید بیجا نہیں کہ مسئلہ نساء میں امتیاز خفا کے مرتبہ میں ہی اس سے زیادہ قابل تعجب جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کی تجویز کردہ کمیٹی میں باوجود عورتوں کی عدم رسائی کے جو حکمرانی و آزادی حقوق ہیں وہ کہیں اور جگہ نہیں شاید یہاں حاکم عورت ہے اور محکوم مرد ہے شاید اسی وجہ سے ہو کہ اکلوتے بیٹے کا وجود ماں پر موقوف تھا غرض جنکے ہاں عورتوں کا ایک نمائندہ تھا ان کے یہاں تو مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہ رہا۔

عورتوں میں امتیاز درجہ حرمت کو پہنچ گیا اور جنکے یہاں ایک بھی نمائندہ نہ تھا بلکہ کسی درجہ میں ضرورت تھی اُن کے یہاں اس صنف ضعیف کو حاکم بنا لیا گیا۔ میں کہتا ہوں اگر حقیقۃً عورتوں کے اندر کچھ خلقی کمزوریاں نہ ہوتیں تو معلوم مردوں کا کیا ناک میں دم ہوتا۔

کشف حقیقت

وفد علمائے پنجاب کی رپورٹ

کے متعلق

محترم بانی وفد کا بیان

جو چُپ رہیگی زبانِ خنجر ✤ لہو پکارے گا آستیں کا

"ذیل میں ہم وفد علمائے پنجاب کی رپورٹ متعلقہ دارالعلوم دیوبند کی بابت جو اسکے محترم بانی و محرک کی طرف سے اخبار "العدل" گوجرانوالہ مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۲۷ء میں بیان سپرد قلم کیا گیا ہے بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ وفد پنجاب کی رپورٹ شائع شدہ میں واقعات کو اصلی حالت پر کیوں بیان نہیں کیا گیا۔ اُمید ہے کہ جن حضرات نے وفد کی رپورٹ سے کوئی اثر لیا ہو گا وہ اس مضمون کو پڑھکر مطمئن ہو جائینگے۔

اگر ضرورت ہوئی تو رپورٹ کے متعلق تنقیدی بیان بھی عنقریب شائع کیا جاویگا۔"

خاکسار
معتمد المدیر القاسم
دارالعلوم دیوبند

مورخہ ۱۵ صفر ۱۳۴۶ھ

نقل مضمون محترم بانی وفد علمائے پنجاب

دار العلوم دیوبند

اسلامی جرائد اور علمائے پنجاب سے استدعا

قاسم العلوم حضرت مولانا علامہ محمد قاسم صاحب قدس سرہ العزیز کی مبارک اور مقدس یادگار دار العلوم دیوبند نے گذشتہ ساٹھ سال سے دنیائے اسلام کے سامنے جو شاندار نتائج پیش کئے ہیں اُنہیں دیکھکر یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کا یہ دینی مدرسہ اپنی شان کی واقعی عدیم النظیر درسگاہ ہے۔ بخارا، افغانستان، ترکستان، سمرقند، عرب اور شام کے طلبہ کا یہاں سے فیض حاصل کرنیکے لئے آنا ہی اس درسگاہ کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ مفید اور ممتاز دینی تعلیم گاہ جو آجتک مخالفین کی سازشوں سے بچکر نور ہدایت کی ضیاپاشی اطراف و اکنافِ عالم میں کر رہی تھی بد قسمتی سے چند خود غرض اور مفسدہ پرداز لوگوں کی کینہ وری کی آماجگاہ بن رہی ہے۔ گذشتہ چند ماہ سے اسلامی جرائد میں نہایت شد و مد سے یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ دار العلوم میں استبدادیت، ظلم، اور خود پرستی کا دور دورہ ہے۔ میں یہ ظاہر کرتے ہوئے دلی رنج محسوس کرتا ہوں کہ ان واقعات کی تشہیر میں جن موقر جرائد نے نہایت سرگرمی، تندہی، مگر ناعاقبت اندیشی سے حصہ لیا ہے اُن میں زمیندار، مدینہ اور انقلاب بالخصوص قابلِ ذکر ہیں۔ نہیں معلوم ان جرائد کے محترم مدیر کس اثر کے ماتحت ایسے مضامین کی اشاعت پر مجبور تھے۔ حالانکہ ان بزرگوں میں سے کسی ایک کو بھی اس واقعہ کے سلسلہ میں صرف ایک مرتبہ ہی دیوبند جانے کی فرصت نہیں ملی اور یہ بھی یقین نہیں کیا جا سکتا کہ محض خارج شدہ طلبہ کے شکایت آمیز خطوط کو صحیح سمجھکر ایک مستند مقبول اور ممتاز دینی درسگاہ کو دنیائے اسلام میں بدنام کرنیکی ٹھان لی گئی۔

میرے "ناگوار مشاغل" اگرچہ مجھے معائنہ حالات کیلئے دیوبند جانے میں مانع آئے لیکن میری درخواست پر "العدل" کے فاضل مدیر مولانا احمد علی صاحب وہاں اس غرض کیلئے تشریف لیگئے کہ یہ نزاع جو صرف چند طلبہ ہی کی شورش نہیں بلکہ دراصل اُن بزرگوں کی رنجش کی وجہ سے ہے جو ان طلبہ کی پشت پر ہیں، ختم کرانے کی کوشش کیجائے۔ مولانا ممدوح وہاں سے نہایت ہی دل خوش کن خبر لیکر آئے کہ یہ قضیہ نامرضیہ بہت جلد ختم ہو سکتا ہے۔ اگر چند بزرگ وفد کی صورت میں وہاں جائیں اور مصالحت کرانے کی کوشش فرمائیں۔ علما کا وفد اور پھر پنجاب کے علما کا وفد یہ ایک نہایت ہی مصیبت تھی۔ وفد کے مرتب کرنے میں انجمن خدام الدین کے محترم ناظم حضرت قبلہ مولانا احمد علی صاحب کو جو صعوبت برداشت کرنا پڑی اس کا تذکرہ میں یہاں نہیں کرنا چاہتا۔ آخر علمائے پنجاب کا وفد خدا خدا کرکے وہاں پہنچا لیکن میں دلی درد سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ جو اصحاب وفد میں شریک ہو کر گئے۔ مجھے گو اُن کی نیتوں پر شک تو نہیں لیکن ان بزرگوں میں سے غالب تعداد ایسے محترم رفقا کی تھی جو پہلے ہی یہ تہیہ کرکے گئے تھے کہ جانبدارانہ طریقہ سے وہاں صرف ایک فریق کی حمایت پر ہی کمر باندھی جائیگی۔ اور بس۔ ایسے وفد کا جو نتیجہ ہونا تھا وہ ظاہر ہے۔ وفد کی رپورٹ روزانہ اسلامی جرائد نے شائع کر دی ہے اور اب باقساط معزز جریدہ "شہاب"، راولپنڈی میں شائع ہو رہی ہے۔ میں اراکین وفد کا پورا احترام کرتے ہوئے نہایت ہی ادب سے گذارش کرونگا کہ رودادِ وفد جو شائع ہوئی ہے اسکا بیشتر حصہ غیر واقعی حالات پر مشتمل ہے اور اصلی واقعات سے قطعاً چشم پوشی کر لیگئی ہے۔ حیرت ہے کہ اگر دار العلوم میں اسقدر اندھیر ہے جس کا بیان کرنا اہل وفد کا مقصود ہے۔ تو پھر اس استبداد، ظلم، اور اندھیر کے ہوتے ہوئے حضرت قبلہ مولانا حسین احمد صاحب جیسی حریت پسند، غیور اور خود دار شخصیت نے کیونکر وہاں طلبہ کو درس حدیث دینا منظور فرما لیا۔

انوار العلوم حضرت شاہ صاحب کی عزت و احترام تمام متوسلین دار العلوم پر فرض ہے لیکن اس جذبۂ احترام کا یہ اثر تو ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ خود اُن کے اُستاذ محترم حضرت فخر الہند مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم ثانی دار العلوم کو دنیا میں ذلیل اور حقیر کر دیا جائے۔ بد قسمتی سے عوام نے

خواہ مخواہ حضرت شاہ صاحب کو ایک "فریق" بنادیا ہے۔ حالانکہ انکے زہد و ورع اتقائے بےمثال کو دیکھتے ہوئے یہ کبھی بھی خیال نہیں آسکتا کہ حضرت شاہ صاحب ایسی ناہنجار مساعی میں ایک لمحہ کیلئے بھی حصہ لینے کو طیار ہوں جنکا اصل مقصد مہتمم صاحب دارالعلوم کو بدنام اور ذلیل کرنا ہو اور مدرسہ کو برباد اور تباہ کر دینا ہو۔ موقر اخبار مدینہ میں مہتمم صاحب کو ایسے بُرے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے کہ اُن کا دُہرانا بھی میں یہاں تہذیب کے منافی سمجھتا ہوں۔ لیکن کیا یہی بات سارے قصہ کو ختم نہیں کر دیتی کہ آجتک مہتمم صاحب کی طرف سے ایک بھی ایسا جواب جو "کلوخ انداز را پاداش سنگ است" کا مرادف ہونا چاہیئے نہیں دیا گیا۔ اور یہ خاموشی محض اس وجہ سے ہوئی کہ فریق مخالف نے اپنا حامی حضرت شاہ صاحب کو مشہور کر رکھا تھا۔ اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی نیک نفسی نے یہ گوارا نہیں فرمایا کہ انکی طرف سے حضرت شاہ صاحب کے خلاف ایک حرف شکایت تک بھی شائع ہو۔ لیکن اب جبکہ مخالفین دارالعلوم نے اپنی انتہائی کوششیں مدرسہ کو تباہ کرنے کیلئے وقف کر دی ہیں۔ سر دست دارالعلوم کے ۲۲ محترم اساتذہ و منتظمین نے اپنا ایک بیان شائع کیا ہے۔ جو آج میرے زیر نظر ہے۔ دستخط کنندگان میں حضرت قبلہ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، مولانا محمد اعزاز علی صاحب، مولانا محمد شفیع صاحب اور مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہم العالی جیسی شخصیت کے بزرگ شامل ہیں۔ اس بیان میں بعض مفسدوں کی طالب علمانہ لباس میں "شر انگیزیوں" کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ مفسدہ پردازی جسمیں حق و انصاف ادب و احترام اور اخلاق و ایمان سے یکسر چشم پوشی کی گئی ہے ۹۲۵ طلبہ میں سے صرف ۱۵ یا ۲۰ خارج شدہ طلبہ کی شرارتوں کا نتیجہ ہے۔ اور ان بدبین اور محسن کش لوگوں کا منشا صرف یہ ہے کہ حضرت مہتمم صاحب اور شاہ صاحب مدظلہما کے نہایت ہی پُرانے تعلقات محبت کو منعیف و خوار کر دیا جائے۔ حضرت شاہ صاحب کی شرافت اور نرمی کا ناجائز فائدہ اوٹھا کر اخبارات میں یہ مشہور کر دیا کہ حضرت شاہ صاحب اس شورش میں ان سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس انتظار میں تھے کہ دارالعلوم کو تباہ و برباد کر دیا جائے اس موقع کو کیونکر ہاتھ سے جانے دیتے۔ انہوں نے شاہ صاحب کے معتقدین کا بھیس بدل کر کھلے بندوں مدرسہ کی مخالفت شروع کر دی اور آج اس مخالفت کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ کہ خود جناب مہتمم بھی حضرت شاہ صاحب سے دوستانہ شکوہ کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اخبارات میں شائع شدہ مضامین کا شافی اور مسکت جواب مہتمم صاحب نے عرصہ سے تیار کر رکھا ہے

لیکن اسکی اشاعت میں صرف اسلئے توقف کیا جا رہا ہے کہ اگر وہ جواب شائع ہو گیا تو پھر معاملات ایسا طول پکڑ جائینگے کہ ہر دو فریق میں مصالحت قریب قریب محال ہو جائیگی اسلئے پیشتر اس کے کہ پھر اخباری دنیا میں یہ مناظرہ شروع ہو میری مودبانہ درخواست علمائے پنجاب سے یہ ہے کہ وہ خدا کیلئے دارالعلوم کی حالت پر رحم کریں یہ مدد کا وقت ہے، ایک فریق کی یکطرفہ حمایت پر کمر باندھ لینے سے تو کبھی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ حضرت شاہ صاحب کی عزت کو اگر برقرار رکھنا ہے۔ اور مدرسہ کے نام بلند کو بدستور روشن کرنا ہے تو پھر آپکا فرض ہونا چاہیئے کہ اخبارات میں مضمون شائع کرنے یا کرانیکے بجائے آپ یہ کوشش کریں کہ حضرت شاہ صاحب اور مہتمم صاحب کے تعلقات کسی صورت میں بھی کشیدہ نہوں بلاشبہ حضرت شاہ صاحب کی ہستی ہندوستان بھر میں باعتبار علم و فضل زہد و اتقا ہمارے لئے باعث صد ہزار افتخار ہے لیکن اس امر کو نظر انداز کر دینا بھی آفتاب نیمروز کی روشنی کو جھٹلانا ہے کہ جس طرح دارالعلوم کی عزت شاہ صاحب سے ہے اسی طرح شاہ صاحب کا وقار بھی دارالعلوم دیوبند ہی کی وجہ سے ہے۔ ہم آج جوش محبت میں جو یقیناً عارضی ہے (اور میں کہوں گا کہ پنجاب کے علما نے آجتک کونسی خاص امداد دیوبند کو پہنچائی ہے جسکی وجہ سے ان کے جوش کو دائمی اور دیرپا کہا جا سکے) اگر حضرت شاہ صاحب کو دیوبند سے لاہور لے آئیں تو بیشک حدیث کا درس تو وہ یہاں بھی دینگے لیکن وہ عزت، وہ وقار، اور وہ شان ہرگز ہرگز نہیں رہیگی۔ پس آپ کا فرض ہے کہ ہر ممکن سعی سے اس وقت دارالعلوم کی عزت برقرار رکھی جائے۔ اس معاملہ میں اگر ذرا بھی کوتاہی ہوگئی اور جامعۂ قاسمیہ جو آج دُنیائے اسلام میں جامعۂ ازہر کے بعد ممتاز اور مقبول حیثیت رکھتی ہے تباہ ہوگئی تو اسکا جواب دہ یقیناً اسلامی جرائد اور علمائے پنجاب ہونگے اگر آپ کو اور کسی بات سے غیرت نہیں آسکتی۔ تو کیا علمائے اسلام کے دُشمن قادیانی اخبار "الفضل" کی یہ طنز بھی آپ کو ہوش میں نہیں لاسکتی کہ مسلمانوں کے علما سے ایک مدرسہ بھی چل نہیں سکتا۔ خدا کے لئے دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیجیئے اور صلح اور محبت سے جو آپ کا اصل شیوہ ہے اس گتھی کو سلجھانے کی فکر کیجیئے

منظور ایم۔ اے

دار العلوم دیوبند

کے متعلق

عالیجناب لفٹنٹ نواب حاجی محمد جمشید علیخان صاحب ایم۔بی۔ای۔ایم۔ایل۔سی

رئیس باغپت کا بیان

"عالیجناب نواب جمشید علیخاں صاحب دیوبند میں تشریف لائے اور اپنے قیام میں دارالعلوم کے تمام شعبہ جات کا معاینہ فرمایا بحمداللہ کہ بہت خوش ہوئے اور اس کا ایک ثمرہ آج بصورت مطبوعہ شہادت ہمارے سامنے ہے ہم اسکو بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ دار العلوم کی طرف سے جو غلط خیالات پیدا کئے گئے ہیں، وہ دور ہوجائیں"

خاکسار معتمد المدیر القائم

ایک عرصہ سے میری تمنا تھی کہ دار العلوم دیوبند کی زیارت سے مشرف ہوں مگر کل امر مرھون باوقاتھا تین ہفتہ گذشتہ میں دیوبند گیا مختلف اخبارات میں دار العلوم کے خلاف مضامین دیکھکر میں نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ ہر چیز کا بہ نظر تحقیق وتجسس معاینہ کروں تاکہ معلوم ہو کہ جو واقعات اخباروں میں شائع کئے گئے ہیں کہانتک صحیح ہیں۔

میں نے تقریبًا ہر شعبہ کو دیکھا اور عمال ومدرسین سے فردًا فردًا گفتگو کی۔ میں جس نتیجہ پر پہونچا وہ یہ ہے کہ دار العلوم کی تعلیمی اور انتظامی دونوں حالتیں قابلِ اطمینان ہیں۔ میں حضرت مہتمم صاحب قبلہ اور اُن کے نائب حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کے حسن انتظام کی تعریف کرتا ہوں جن کے زیر اہتمام ایک ایسی عظیم الشان درسگاہ جسمیں آٹھ سو طلبا تعلیم پاتے ہیں اس خوبی کے ساتھ اسلامی خدمات انجام دے رہی ہے۔ میری رائے میں جملہ حسابات وانتظامات ایسے مکمل اور باقاعدہ ہیں کہ کسی پرائیوٹ درسگاہ میں جسکا انحصار محض توکل پر ہو بمشکل سے ہوسکتے ہیں۔ گذشتہ ایام میں طلبا کے متعلق

جو بدنظمی پیدا ہوگئی تھی میں نے اسکی تحقیقات کی اور اسکے متعلق تمام کاغذات جو دفتر میں موجود تھے پڑھے۔

حقیقتًا وہ ایک ہنگامی شورش تھی جسکا اثر اب کچھ بھی نہیں۔ چند مفسدہ پرداز طلبہ نے جو ہر تعلیمگاہ میں خواہ مغربی علوم کی ہو یا مشرقی علوم کی موجود ہوا کرتے ہیں۔ دوسروں کو اغوا کرکے منتظمین کے خلاف بھڑکا دیا تھا اور اس شورش کی یہانتک نوبت پہونچی کہ مولوی محمد گل خاں صاحب کے ساتھ ایسی بے ادبیاں کیگئیں جو کسی حالتمیں قابل معافی نہیں ہوسکتیں۔ نہایت افسوس ہے کہ ایسی طلبا جنہوں نے ایسی درسگاہ میں جو دینیات کا مرکز ہے تعلیم وتربیت حاصل کی تھی ان افعالِ قبیحہ کے مرتکب ہوئے۔ اگرچہ اس شورش کی تمام ذمہ داری انہیں مفسدہ پرداز طلبہ پر ہے تاہم میں ضرور کہونگا کہ اگر مہتمان مدرسہ تحقیقات کرکے ان کو کافی سزا دیدیتے تو آیندہ کیلئے اس تباہ کن سازش کا سدباب ہوجاتا مگر ایسا نہیں کیا گیا مہتممانِ مدارس کا جہاں یہ فرض ہے کہ طلبا کی تعلیم اور آسایش کا انتظام کریں اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی اُن کے فرائض میں داخل ہے کہ جسکو بدرویہ دیکھیں اسکے افعال کے موافق اُسکو سزا دیں تاکہ دیگر طلبا اسکی تقلید سے باز رہیں اور ایسی درسگاہ میں جسکے طلبا مقتدایانِ قوم بننے والے ہیں اسکا اہتمام اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس شورش کے بعد طلبا نے یہ مطالبہ پیش کیا تھا کہ مولوی گل محمد خاں صاحب کو ان خدمات سے جنکا تعلق براہ راست طلبہ کے ساتھ ہے علیحدہ کردیا جائے مہتمم صاحب نے اُسکو منظور فرمالیا۔ اس سے زیادہ طلبہ کی اور کیا دلداری کیجاسکتی ہے۔

دوسرا معاملہ جس نے پبلک میں ہیجان پیدا کر رکھا ہے وہ مولانا انور شاہ صاحب مدظلہ کی روانگی ہے۔ مجکو مولانا صاحب موصوف سے ملنے اور گفتگو کرنے کا موقعہ نہیں ملا کیونکہ آپ اُسوقت وہاں موجود نہیں تھے۔ مگر مجکو معلوم ہوا کہ آپ باقاعدہ درخواست دیکر اپنے والد صاحب کی زیارت کیلئے دو مہینے کی رخصت پر کشمیر تشریف لیگئے ہیں۔ آپکی رخصت کا زمانہ قریب الختم ہے اور مہتممان آپکی واپسی کیلئے چشم براہ ہیں۔ یہ گمان کرنیکی بظاہر کوئی وجہ نہیں کہ مولانا صاحب موصوف واپس آئینگے مجھے قوی اُمید ہے کہ آپ اس قومی درسگاہ کو اپنے فیضِ تعلیم سے محروم نہ فرمائینگے۔

حقیقتًا مولانا حبیب الرحمن صاحب کی ذات ستودہ صفات دار العلوم کے حق میں ایک رحمتِ خداوندی ہے۔ دار الحدیث کی عظیم الشان عمارات اور جملہ انتظامات کی خوبی آپکی ذہانت اور سرگرمی پر دال ہیں۔ ہندوستان کی قومی درسگاہوں کے منتظم یہاں آئیں اور ان لمبی ڈاڑھی رکھنے والوں اور نیچے کُرتے پہننے والوں سے جو ہمیشہ نئی روشنی والوں کے آماجگاہ رہتے ہیں حسنِ انتظام کا سبق لیں اور دیکھیں کہ یہ دار العلوم جسکو ہندوستان کا جامع ازہر کہنا غلط نہ ہوگا کس خوبی کے ساتھ چل رہا ہے

مجھے یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی کہ حال میں طلبہ اور مقامی ہندوؤں کے درمیان جو کشمکش ہوگئی تھی وہ خیر یت کے ساتھ ختم ہوگئی۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ اور خان بہادر شیخ ضیاء الحق صاحب نے اس نازک موقعہ پر جس دانشمندی اور عاقبت اندیشی سے کام لیا اسکی تعریف نہیں ہوسکتی۔ حقیقتاً اگر یہ حضرات عین وقت پر اپنی مصالحانہ روش سے واقعات کو قابو میں نہ لاتے تو دیوبند کا واقعہ سہارنپور، دہلی، اور کلکتہ سے زیادہ تباہ کن اور جانگداز ہوجاتا اور ایسے بدنتائج ظہور میں آتے جس کے خیال سے بھی دل کانپ اُٹھتا ہے۔ مجھے یہ معلوم کرکے بیحد مسرت ہوئی کہ پنڈت آسارام صاحب نے پوری رواداری اور عالی حوصلگی سے کام لیکر ان واقعات کو فرقہ بندی کی رنگ آمیزیوں سے بچایا۔ پنڈت صاحب موصوف ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے کہ حکیم الامۃ حضرت مولانا حافظ قاری محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ نے اس درسگاہ کی سرپرستی قبول فرمالی ہے اور ممدوح باوجود پیرانہ سالی اور کثرتِ اشتغال کے اسکے انتظامات میں منہمک ہیں جو کچھ کیا جاتا ہے آنجناب کی رائے اور مشورہ کے موافق کیا جاتا ہے۔ ادنیٰ ادنیٰ جزئیات بھی آپ کی نظر سے دار العلوم کے انتظامات میں پبلک کے لئے اس سے زیادہ اور کیا اطمینان کی صورت ہوسکتی ہے آپ کی سرپرستی دار العلوم کے حق میں بڑی خوش نصیبی ہے۔

مسلمان پبلک یہ معلوم کرکے نہایت خوشی ہوگی کہ مہتمم صاحب نے مبلغین کی تعلیم کیواسطے ایک نیا شعبہ کھولا ہے ایک سنسکرت اور ایک انگریزی کے فاضل کا تقرر کیا گیا ہے۔ عربی کے فارغ التحصیل طلبا دیگر مذاہب کی تحقیقات کیلئے ان درجوں میں تعلیم پائینگے یہ ظاہر ہے کہ جو طلبا دیگر مذاہب سے واقف ہوکر تبلیغ کرینگے وہ نہایت خوبی اور کامیابی کے ساتھ اپنی خدمات انجام دینگے۔ مہتمم صاحب نے یہ شعبہ کھولکر دنیائے اسلام پر بڑا احسان کیا ہے مسلم پبلک آپکو مبارکباد دیتی ہے۔

یہاں آکر یہ بھی معلوم ہوا کہ چند طلبا جو مدرسہ سے نکالدئے گئے ہیں مگر اسی شہر میں مقیم ہیں منتظمان کو بدنام کرنیکے لئے اخباروں میں مضامین بھیجتے رہتے ہیں جن حضرات کو دار العلوم سے دلچسپی ہے میں نہایت ادب کے ساتھ انکو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ محض اخبارات پڑھکر کسی معاملہ میں رائے قائم نہ کریں بلکہ اُن کو جو شبہات ہوں اُن کے متعلق دیوبند تشریف لاکر تحقیقات کریں مہتممانِ مدرسہ کو ان معاملات میں بیدل ہونے کی ضرورت نہیں چند روز میں حق و باطل کا خودبخود اظہار ہوجاتا ہے میرا مقصود اس تحریر سے نہ کسی کی ثنا و صفت ہے نہ کسی دوسرے کی اہانت ہے جو کچھ لکھا اظہار حق کے لئے اپنے ضمیر کے موافق لکھا ہے وما علینا الا البلاغ۔

خادم اسلام (حافظ حاجی) **محمد جمشید علیخان**

(لفٹننٹ نواب ایم۔ بی۔ ای۔ ایم۔ ایل۔ سی)

باغپت ضلع میرٹھ

اہل اسلام کو ایک گراں بہا علمی بشارت

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا کا ترجمہ انگریزی زبان میں

”ہمت و ایثار کی دو نظیریں“

ہندوستان کے مختلف طبقوں نے فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب سابق مفتی مملکت آصفیہ وحال ناظم دار العلوم دیوبند کے مفید و معرکۃ الآراء مضمون مذکورہ بالا کو ہاتھوں ہاتھ لیکر جسطرح متوسلین دار العلوم کیلئے یہ پیغام بشارت دیا ہے وہیں اُنہیں یہ معلوم ہوکر بھی بیحد مسرت ہوگی کہ انبالہ کے جناب سید محمد کاظم صاحب ہیڈ ماسٹر بی۔ اے۔ بی ٹی ایل ایل بی نے حسبۃً للہ از خود اشاعت اسلام کا انگریزی میں ترجمہ کرنیکی درخواست اور پختہ وعدہ فرمایا ہے، صاحب موصوف کا صمیم قلب سے کارکنان القاسم اور حضرت مولنا حبیب الرحمن صاحب شکریہ ادا کرتے ہیں اور جلد سے جلد اس یوم مسعود کے منتظر ہیں کہ جب یہ مقبول انام مضمون اپنی ضیا پاشی انگریزی زبان میں کرے اور مشرق سے گذر کر مغرب میں اسلام کی یہ دعوت عام ہو۔“

ایک دوسری بشارت

اس بشارت کی مسرت میں چند ہی دن گذرے تھے کہ بچھرایوں سے جناب مولانا عبد الباسط صاحب ایم اے ایل ایل بی نے تحریر فرمایا کہ جسوقت میں نے حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب کا یہ مضمون پڑھا تو فوراً یہ خیال ہوا کہ کاش اس مضمون کا کوئی انگریزی زبان میں ترجمہ کرتا تاکہ عالمان مغرب کیلئے یہ ایک بصیرت ہوتی حسن اتفاق سے القاسم کے ماہ صفر کے آخری صفحہ پر آپ کی بھی یہ خواہش اسکے متعلق معلوم ہوئی جو محض حسن اتفاق تھا ان دونوں خبروں نے مجھے مجبور کیا کہ میں آپ کو یہ عریضہ ارسال کروں میں اسقدر کام کی اہم ذمہ داری تو نہیں لے سکتا تاہم دل ضرور چاہتا ہے آپ تینوں کتابیں ۱ اشاعت اسلام، ۲ تقریر دلپذیر، ۳ حجۃ الاسلام

مجھے روانہ فرماویں میں اسکے متعلق ضرور غور کرونگا۔

ہم نے انہیں حجۃ الاسلام، تقریر دلپذیر بھیجدی ہی یقین ہی کہ وہ ان دونوںکا ترجمہ فرمانیکی سعی بلیغ فرماویں گے۔

اب صرف ہماری سعی مشکور کا ایک جزو باقی رہگیا ہی اور وہ یہ کہ کوئی صاحب دین و دولت ہر سہ کتب مفیدہ کے مصارف طباعت واشاعت انگریزی کی ذمہ داری بھی کلی طور پر لیلیں تاکہ مغرب میں خدا کا سچا نور پہنچانے میں ہم لوگ پھران کتابوں سے گذر کر خاص کتاب اللہ کے نور کو یورپ میں پہنچائیں اور اس نور خالص سے وہ تمام زنگ اور میل دور کردیں جو عیسائی مرزائی انگریزی تفاسیر نے ابتک پھیلا رکھا ہے "

دعا اور اعانت دونوں کی ضرورت ہے اُمت مرحومہ کی سچی فلاح کی جو جو صورتیں ہمارے بیدار قلب میں راسخ و پنہا ہیں، اُن کو دیکھتے ہوئے تو اکثر ہمارے قلب میں عجب و استعجاب پیدا ہوجاتا ہی لیکن یہ اپنی بزرگوں کی کفش برداری کا طفیل ہے کہ من تواضع للہ رفع اللہ سے ہم اس عجب و استعجاب کا صحیح علاج بھی کرلیتے ہیں "

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا
جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے
ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

العاجز الحقیر
طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ

رجسٹرڈ نمبر ۱۸۴۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ نمبر ۴

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک
فی پرچہ ——— ۴/

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

(بسرپرستی)

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے

مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
مسئلہ تقدیر،	مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب مدرس دار العلوم دیوبند	۱–۴
حدوث روح مادہ	مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دار العلوم دیوبند	۵–۸
قبول الصواب فی شمول الحجاب	ایک جدید تعلیمیافتہ کے قلم سے	۹–۱۶
اللطائف للطائف	حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم	۱۷–۲۱
اسلام میں خواتین کے حقوق،	مولانا سید محمد میاں صاحب فاضل دیوبند ادیب مدرسہ حنفیہ آرہ	۲۲–۲۴
رطب العرب	جناب مولانا حافظ محمد اعزاز علی صاحب دام فیضہم	۲۵–۲۷
پرورد تقریر،	از حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب جانشین حضرت شیخ الہندؒ	۲۸–۳۰
فتاوی دار العلوم دیوبند	حضرت مفتی صاحب دار العلوم دیوبند،	۳۱–۳۲

نوٹ مراسلات میں نمبر خریداری ضرور تحریر کیا کیجئے، تاکہ تعمیل حکم میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔"

(القاسم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ تقدیر

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ

اس معرکۃ الآراء مسئلہ میں جسنے بھی دماغ سوزی کی ہے انجام کار اسے حقیقت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ کوئی قوم جبکہ وہ محض اپنے خوض کی کمند لگا کر اس مسئلہ کی بام پر چڑھی تو افراط پر پہنچ گئی اور کوئی گری تو تفریط پر آکر ٹھہری۔ ہاں جو مبارک انسان آسمانی شرائع کی مدد سے اس مسئلہ کو سمجھنے کیلئے اُٹھے انہوں نے حقیقت کا سراغ لگالیا اور ان کی سعی مشکور ہوئی انہوں نے اس مسئلہ میں ایک ایسی راہ دریافت کی جو افراط و تفریط کے درمیان استقامۃ اور اعتدال کی تھی اور اسی لئے ان کا کلمہ ابد تک کے لئے باقی اور قائم ہوگیا۔ کیونکہ عالم میں بقاء ہمیشہ اعتدال کے لئے ہی ہے۔

اہل سنۃ کا دعویٰ یہ ہے کہ بھلائی اور برائی کا خالق حق تعالیٰ شانہ ہے۔ اور جس طرح خالق خیر ہونا اُسکے لئے کمال ہے اسی طرح خالق شر ہونا بھی اس کیلئے کمال اور ہنر ہے۔ بندہ میں بھلائی اور بُرائی کے مادے اُسی نے رکھے۔ ہاں کچھ اختیار اور قدرۃ و ارادہ کی طاقت بندوں کو بھی عطا فرمائی تاکہ وہ اُنپر گرفت فرماسکے۔ لیکن اس غیر مستقل ارادہ و قدرۃ کی عنان اپنی ہی ید قدرۃ میں رکھی۔ پس انسان باختیار ہو کر بھی اُس کے اختیار سے باہر نہیں ہے یعنی کچھ مختار ہے اور کچھ مجبور۔ اختیار کا کمال اسے اُدھر سے ملا اور جبر کا نقصان اُس میں پہلے سے تھا پس بندہ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ اپنی ارادہ و قدرت سے کرتا ہے لیکن وہ قدرۃ و ارادہ بھی اُس میں خدا ہی کا پیدا کردہ ہے اور اس لئے انجام کار یہ بندہ اور اُسکے سارے افعال خدا ہی کے افعال ہو جاتے ہیں۔ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ +

اسلام کا یہ بدیہی مسئلہ چند شبہات کی آماجگاہ ہی اُنہی چند شبہات و وساوس نے اہل زیغ پر اِس مسئلہ کو مشتبہ بنا دیا ہی۔ اگر اُن شبہات کا ازالہ کر دیا جائے تو مسئلہ بالکل صاف اور بدیہی نظر آنے لگے گا۔ گو شبہات اور وساوس بہت ہیں جو اہل ہوا رکیطرف سے اُسپر پیش ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن تمام شبہات کے اُصول تین شبہ ہیں۔

(۱) جبکہ بھلائی اور بُرائی کا پیدا کرنیوالا وہی ہی۔ اور بندہ کا کفر و شرک کرنا یا ایمان لانا اُس کا ہر ایک کسب بلکہ اُس کی تمام ارادہ و قدرۃ کی طاقت اللہ ہی کے ارادہ و قدرۃ سے وابستہ ہی یہ عاجز بندہ کسی طرح سے بھی خود مختار بالاستقلال نہیں تو پھر سزا و جزا اور مجازاۃ کا سلسلہ اُسنے کیوں قائم فرمایا۔ حالانکہ نتیجہ اِس کفر و شرک کی ایجاد و تخلیق اُسی نے کی۔ یہ مانا کہ کفر کی بیماری بندہ نے اختیار کی تو وہ بڑھی۔ لیکن کیوں بڑھی؟ تم کہو گے کہ نسخۂ ایمان کا استعمال نکیا۔ لیکن کیوں نکیا؟ تو پھر نتیجہ یہی ظاہر ہوگا کہ خدا کا حکم اِسیطرح اور تقدیر الٰہی کا یہی اقتضا تھا۔ پس جبکہ خود بندہ اور اُسکا کفر و شرک اُسی کے ارادہ و مشیتہ سے ہُوا یعنی اُسنے کرا دیا تو پھر اِس بے بس غیر مستقل بالارادہ اور عاجز کو جہنم میں کیوں دہکیلا جاتا ہی۔؟ یہ تو صریح ظلم ہے اور ظاہر ہی کہ یہ ظلم کی نسبتہ محض اِس وجہ سے لازم آئی کہ اہل سُنّتہ نے خدا کو بندوں کے کفر و شرک کا خالق مانا۔

(۲) ایک بے بس بندہ کو تو شر کرنیسے شریر کہا جاتا ہے حالانکہ وہ شر کا خالق بھی نہیں نہ شر پورے طور سے اُس کے قبضہ میں ہی تو کیا وہ خدا تعالیٰ بھی جسکو اہل سُنّتہ نے شر کا خالق اور موجد تسلیم کیا ہی، معاذ اللہ شر والا کہا جائیگا۔ اور شر و قبح کی نسبتہ اہل سُنّتہ اُس کے لئے گوارا کرلیں گے؟ کیونکہ اگرچہ بندہ اِس شر کیلئے مباشر ہے مگر اُس کا خالق اُس شر کیلئے مُسبّب ہے۔ اگر وہ نہ چاہتا تو یہ بندہ کیسے کرتا۔؟ اور جبکہ شر کیوجہ سے مباشر کو شریر کہسکتے ہیں تو مسبّب بھی اِس نسبتہ سے بَری نہیں رہسکتا۔ اور یہ خدا کی بے عیب بارگاہ میں عیب کا اثبات ہی۔

(۳) جبکہ ہدایت و گمراہی صرف اُسی کے ہاتھہ میں ہی۔ نہ مؤمن اپنے مستقل ارادہ سے ایمان لایا نہ کافر نے کفر اختیار کیا یعنی مُعزّ و مُذل اور ہادی و مُضل وہی ہی تو پھر رسُولوں کا بھیجنا اور کتابوں کا

آسمان سے اُتارنا لا حاصل اور بے سُود ہو گیا۔ کیونکہ یہ چیزیں سامانِ ہدایت ہیں اور یہ سب اُسی کے قبضہ میں ہیں۔ ادھر بندہ بھی اُسی کے قبضہ میں ہی پھر بندہ کا اختیار بھی اُسی کے ہاتھہ میں ہے چاہے ایمان دے چاہے کفر۔ تو پھر بندہ کی وہ تمام مساعی جو وہ ایمان حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے بیکار ہو گئیں۔ ادھر انبیاء علیہم السّلام تبلیغ میں جتنی سرگرمی دکھاتے ہیں پھر اُن کے نائب اشاعت دین کے لئے جتنا بھی سامان تبلیغ جمع کرتے ہیں عبث اور بیکار ٹھہرا کیونکہ مؤمن و کافر اُسی کے کئے سے ہوتے ہیں اور وہ متعیّن ہو چکے ہیں اور عبث فعل کرنا سفہ ہی تو کیا اہلِ سُنّتہ اُس کی حکیم ذات کو سَفیہ کہنا گوارا کرینگے؟

خلاصہ یہ کہ اللہ کو خالق شر ماننے سے تین زبردست عیوب خدا کی ذات میں لازم آئے ایک ظلم، دوسرے شر، اور تیسرے سَفَہ۔ اور ظاہر ہی کہ خدائے برتر و توانا کو ظالم شریر اور سفیہ کہنے والا ہی اِن بُرے سے بُرے خطابات کا مستحق ہی۔ نہ کہ خدا کی مقدس ہستی۔

خلاصہ شبہات ثلثہ

تنزیہ و تقدیس الٰہی

یہ تین اُصولی اعتراضات ہیں جو اہل سُنّہ پر کئے جاتے ہیں۔ ان ہی تین سے تمام فروعی شبہات و وساوس کا شجرۂ خبیثہ ظہور پذیر ہوتا ہی۔ وَمَا لَهَا مِنْ قَرَار لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اِن تین اُصول کی بھی ایک اصل ہی جس سے یہ تین شاخیں پھوٹی ہیں۔ اور اس طرح گویا مسئلہ تقدیر پر صرف ایک ہی شبہہ ہی جو وارد کیا جاسکتا ہی۔

وہ یہ کہ جس قوم نے بھی خدا کے وجود کو تسلیم کیا ہی تو اُس کو منزّہ۔ مقدّس۔ عیوب سے پاک تسلیم کیا ہی۔ ظلم و سفہ اور ہر چھوٹی بڑی شر سے بری مانا ہی۔ کیونکہ عیب تھوڑا ہو یا بہت بہر حال عیب ہی ہی اور بلا شبہہ عیب شان اُلوہیّت کے منافی ہے۔ خدا ایسے ہی وہ جو بے عیب ہو۔ تنزیہ و تقدیس اُس کی خانہ زاد اور مکمل ہو۔ لیکن جب اہلِ سُنّتہ اُسکو شر کا

خالق قرار دیتے ہیں تو پھر اُس کی شان تنزیہ میں فرق آجاتا ہی۔ متعدد عیوب سے اُس کی ذات بَری نہیں رہتی کہیں شر لگتا ہے کہیں ظلم کی نسبت ہوتی ہی کہیں سفاہت لازم آتی ہے اور اس تمام گستاخی کی ذمہ داری اہل سُنّۃ پر عائد ہوتی ہی نہ وہ شر کی نسبت کرتے نہ خدا کی شان تنزیہ پر یہ بدنما اعتراضات کے دہبّے پڑتے۔ پس ایک ہی زبردست شبہہ جو اہل سُنّۃ پر کیا جاسکتا ہی یہ نکلا کہ وہ اپنے اس عقیدہ کو مانتے ہوئے خدا کی تنزیہ وتقدیس یا پاکی بیان کرنے کا حق ادا نہیں کرسکتے۔ اسکو حکیم وعادل اور پاک ماننے کے بجائے۔ سفیہ وظالم اور محل شر کہنے لگتے ہیں۔

یہ اُن سوالات کا اجمال بعد التفصیل ہے جو اس مسئلہ میں عموماً ملحدوں یا مسلم نما جوسیوں کیطرف سے اہل سُنّۃ پر ہوا کرتے ہیں، ہم ان شبہات کے جواب میں دو پہلو اختیار کرینگے۔ ایک الزام۔ اور دوسرا تحقیق۔ یعنی پہلا حصہ مناظرانہ ومباحثانہ روش پر ہوگا اور دوسرا حقیقت نگاری کے انداز پر۔ اور انشاء اللہ ان دونوں پہلوؤں کے کھل جانیکے بعد اصل مسئلہ بالکل روشنی میں آجائیگا۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق؛

ملحدون سے ہمارا ایک سوال اے خدا کی تنزیہ وتقدیس کے دعوے دارو ہم تو اپنے تمام اختیارات کی باگیں خدائے قادر وتوانا کو سپرد کرچکے اور ہمارے اعتقاد میں بندوں کے غیر مستقل ارادے اور اختیارات خدا کے لازوال اور مستقل ارادہ واختیار میں فنا ہوگئے ہاں تمھاری نکتہ چیں نگاہ میں یہ کامل ومکمل توحید بدنما ہی۔ اور یہ معتدل اعتقاد اُس کی تنزیہ وتقدیس کیلئے مخرّب ثابت ہُوا تو پھر بتلاؤ کہ تم نے اُس کی تنزیہ وتقدیس کیلئے کیا سامان کیا ہے۔ اور وہ کونسا فطری انکشاف ہے کہ جس کے ذریعہ سے خُدا کی ذات بے عیب اور مقدس وپاک نظر آئے۔

(باقی آئندہ)

حُدُوثِ مادہ وروح

قال اللہ تعالیٰ ذٰلِکُمُ اللّٰہ ربکم خالق کل شی لا الٰہ الا ہو فانی توفکون۔

می نماند در جہان یکتار ہو	کل شئی ہالک الا وجہہٗ

(۱) مادہ اور روح اگر قدیم اور غیر مخلوق اور واجب لذاتہ ہیں اور انکا وجود اصلی اور ذاتی اور خانہ زاد ہے عطاء غیر نہیں۔ تو سماجی جماعت کو لازم ہے کہ مادہ کو وہ اپنا خدا تسلیم کرے کیونکہ خدا کہتے ہی اسکو ہیں کہ جو خود موجود ہو اُس کا وجود دوسرے کا فیض نہو۔ جیسا کہ لفظ خدا خود اسپر دلالت کرتا ہے۔

اور سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۸ باب اول پر لکھتے ہیں (۹۹) سویمبھو۔ چونکہ وہ آپ سے آپ ہی ہے کسی نے اس کو کبھی پیدا نہیں کیا اس لئے اُس پرماتما کا نام سویمبھو ہے کسی عدد کا زوج یا فرد ہونا فقط اسپر موقوف ہی کہ وہ برابر کے دو حصوں پر منقسم ہوسکتا ہے یا نہیں عدد کی زوجیت یا فردیت دیگر صفات پر موقوف نہیں۔

آفتاب کا آفتاب ہونا اُس کے مصدر نور ہونے پر موقوف ہی اُس کے مستدیر یا دیگر صفات کیساتھہ موصوف ہونے پر نہیں۔

آتش کا آتش ہونا فقط اُس کے مصدر حرارت ہونے پر موقوف ہی سُرخ یا سبز ہونے پر نہیں ٹھیک اسی طرح خدا کا خدا ہونا فقط اُس کے خود موجود ہونے پر موقوف ہی صفات کے ساتھہ موصوف ہونے پر نہیں۔

نیز مادہ اور روح اگر باوجود قدیم اور واجب بالذات ہونے کے خدا نہ ہوئے تو اُن کے خدا ہونے سے کون شی مانع ہی۔ دوسرے یہ بتلائے کہ خدا میں تمام اوصاف کمال پائے جانے کا کیا منشا ہے اور خدا ان اوصاف کمال کے کیساتھہ کس وجہ سے موصوف ہے۔ اور کیا وہ منشا مادہ اور روح میں پایا جاتا ہی یا نہیں؛

(۲) نیز ارواح اور مادہ کا شوائب حدوث اور ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے ملوث ہونا خود بتلا رہا ہے کہ ان کا وجود اصلی اور ذاتی نہیں اسلئے کہ کوئی شئے کامل الوجود ہو کر کبھی اپنے لئے کسی قسم کا نقص اور عیب گوارا نہیں کر سکتی مادہ اور روح میں بالفرض اگر کوئی عیب نہو تو ان کا ایک جسمانی قفس میں بند رہنا کچھ کم عیب ہے اگر ان کا وجود اصلی تہا تو یہ حدود اور قیود کہاں سے لاحق ہو گئے۔

اور مادہ اور روح نے باوجود واجب بالذات ہونے کے یہ تقیید اور تحدید کیسے گوارا کی اور باوجود قدیم اور مستقل الوجود ہونے کے ان حدود اور قیود سے کیوں آزاد نہ ہوئے اور کیوں دوسروں کے محکوم اور دست نگر بنگئے۔ جب یہ دونوں اپنے وجود اور بقاء میں خدا کے محتاج نہیں تو صفات اور دیگر عوارض میں کیوں خدا کے محتاج ہوئے۔ اور اگر بالفرض۔ کسی شئی کا باوجود واجب بالذات ہونیکے ناقص اور محدود ہونا روا رکہا جائے تو عیاذاً باللہ۔ خدا کا بھی باوجود واجب بالذات ہونے کے ناقص اور محدود ہونا جائز ہوگا۔

اس لئے کہ جس طرح آپ کے نزدیک روح اور مادہ واجب بالذات ہیں اسی طرح خدا بھی واجب بالذات ہے۔

پس اگر ایک واجب بالذات کا محدود ہونا اور نقص اور عیب سے آلودہ ہونا جائز ہی تو دوسرے واجب کیلئے عیب و نقص کا لاحق ہونا کس دلیل سے ناجائز ہے فأتوا بآیة ان کنتم من الصادقین۔

ولله در القائل چرا نہ گویم کہ روح بشر را چہ ضرورت پیش آمد کہ خود مسخر او گردانید آیا نتواند گفت کہ اے مدعی خداوندی عبث خیال می بندی کہ واجب الوجودی را مسخر گردانی۔ آیا نمی دانی کہ نہ او را وجودے و بقائے دادی و نہ صفتے نہادی ترا با وے چہ کار۔ اگر گویند کہ ہر چند روح انسان واجب الوجود۔ و فارغ از قیود و بری از تغیر و زوال۔ و مقدس از اندوہ و ملال ست اما روا کہ در وصفے از اوصاف احتیاج بخدا داشتہ باشد و بنا بر آن خود را مسخر انگاشتہ۔

گوئیم۔ حاجت اصلی آنست کہ در وجود و بقائے خود در دہد۔ چون درین ہر دو امر استغنائے کلی دست داد آن امر زائد موجب اضطرار نتواند بود۔ اھ (خلعت الہنود صفحہ ۱۲)

(۳) نیز مادہ اور روح کو قدیم اور واجب بالذات مانکر توحید خالص جو کہ مذہب کی روح ہے کسی طرح باقی نہیں رہسکتی اور اگر باوجود واجب بالذات ہونے کے پھر بھی توحید باقی رہسکتی ہے اور سماجی جماعت موحد کہلا سکتی ہے تو عیسائی اور ہنود پہلے موحد کہلانیکے مستحق ہیں اسلئے کہ یہ دونوں فریق نہ تو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کرشن اور مہیش کو خدائے قدوس کی طرح قدیم اور واجب بالذات سمجھتے ہیں اور نہ کسی امر میں خدا کو انکا محتاج سمجھتے ہیں جس طرح آپ خدا کو اپنی تکوین اور تخلیق میں مادہ اور روح کا محتاج اور دست نگر جانتے ہیں۔

(۴) نیز مادہ اور روح کے قدیم اور واجب بالذات ہو جانے کے بعد خدا کی ضرورت صرف ترکیب کے لئے باقی رہجاتی ہی۔ اور ظاہر ہے کہ دو چیزوں کا موجود ہو جانے کے بعد ملا دینا اور جوڑ دینا کوئی دشوار امر نہیں ایجاد اور تخلیق جو کہ مشکل کام تہا جب وہ بدون خدا کے انجام پا سکتا ہے تو ترکیب و اتصال اور ربط اور اتحاد کا بدون خدا کے ہونا کیا محال ہی۔ مادہ اور روح کے قدیم مان لینے کے بعد خدا تعالیٰ کا معاذ اللہ ایک بالائی کام کیلئے رہجانا لازم آتا ہی وہ یہ کہ مادہ اور روح کی ترکیب اور تناسب اور ربط اور اتحاد کی نگرانی کیا کریں۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون

پس ممکن ہے کہ اس ترتیب اور ترکیب کے لئے بھی خدا کی ضرورت نہو بلکہ روح جو کہ شعور و ادراک اور قدرت رکہتی ہی وہی خود اس ترکیب کے فریضہ کو انجام دیسکے۔

غرض یہ کہ مادہ اور روح کو قدیم مانکر خدا کا وجود ثابت کرنا نہایت دشوار ہی۔

(۵) نیز مادہ اور روح کو واجب بالذات ماننا اور یہ کہنا کہ حق تعالیٰ بدون مادہ اور روح کے کوئی شئے پیدا نہیں کر سکتے۔ خدا کے سرو شکتیمان اور قادر مطلق ہونے کے سراسر خلاف ہی۔ سرو شکتیمان اور قادر مطلق کے معنی تو یہ ہیں کہ وہ اپنے کسی کام میں کسی امداد کا محتاج نہو۔ چنانچہ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۶ باب اول نمبر ۱۸ پر ہے، چونکہ وہ اپنے کاموں کے

کرنے میں کسی اور کی امداد نہیں چاہتا اپنی ہی طاقت سے اپنے تمام کام پورے کرتا ہے اس لئے پرماتما کا نام سروشکیتمان ہے۔ اھ

اور ستیارتھ صفحہ ۱۷ باب اول نمبر ۲۵ پر ہے۔

عظیم طاقت والا۔ بے انتہا طاقتوں والا۔

جو پرتما لا انتہا طاقتوں والا ہے۔

اور پھر چند سطر بعد۔ اور لا انتہا طاقت رکھنے والا پرماتما ہی۔

اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۸ باب اول نمبر ۲۹ پر ہے۔

(پرمیشور) قدرت والے ایشور کو کہتے ہیں جو قادروں میں افضل ہی۔ وہ پرمیشور ہی یعنی جو قدرت والوں سے بھی زیادہ قدرت والا ہی۔ جس کی برابر کوئی بھی نہیں اُس کا نام پرمیشور ہے۔ اھ

اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹ نمبر ۳۱ باب اوّل پر ہے۔

باآسانی تمام بلا امداد غیرے تمام دنیا کو بناتا ہی۔ اھ

اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۷ ایشور کی حمد۔ ۲۲ سُوال کا جواب سب کام بلا دقت کرنے والا بے حد طاقت رکھنے والا۔ اور صفحہ ۱۹۸ باب مذکور۔

آپ لا انتہا طاقت سے کام لینے والے ہیں۔ آپ لا انتہا قوت والے ہیں۔ اھ

اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۳ باب ۲۶ سُوال کے جواب میں لکھا ہے کہ خدا بدون حواس کے محض اپنی قدرۃ سے کام کرتا ہے۔ (باقی آئندہ)

اِن تفاسیر کے ملاحظے سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ کسقدر احتیاط عورت کے جسم کو مستور رکھنے اور اُس کی نقل و حرکت محدود کرنے کے بارے میں روا رکھی گئی ہی۔ پیروں کے زیور کو نامحرم مردون کے سامنے بجانے سے کسقدر سختی سے روکا گیا ہے اور اس کو عمل شیطان بتایا گیا ہی (اور یہ تجربہ بھی ہی کہ عورتین محض از راہ تبختر و اظہار زیور پھینک زور سے پاؤں مارا کرتی ہیں جس سے مردوں کے دلوں میں اُن کی جانب سے ایک کشش پیدا ہوا کرتی ہی) اور مطابق آیت ولیضربن بخمرهن علیٰ جیوبهن جسکی تفسیر ولا یبدین زینتهن الا لبعولتهن الخ کیساتھ حضرت ابن عبّاسؓ نے کی ہی اور جو اس سرخی سے قبل کی سرخی میں مذکور ہی، بال۔ سر۔ بازو اور سینہ محرمون کے سامنے بھی کھولنے کی اجازت نہیں ہی۔ نمبر ۱۱ و ۱۳ مین حضورؐ نے کسقدر تنبیہ محض کلائی کھولے جانے اور نہ کھولے جانے کے متعلق فرمائی ہے اور یہاں تک فرمادیا ہی کہ عورت کو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ کو نصف کلائی سے زیادہ اپنے کپڑے یا چادر سے نہ نکالے اور ملاحظہ فرمائیے کہ عطر بھی عورتوں کی زینت میں داخل ہی اور محض اس بناء پر کہ مردوں کو کسی عورت کے عطر کی خوشبو آجائے حضورؐ نے اس عورت کو زانیہ[۵] کے لقب سے ملقّب فرمادیا ہی۔ آخر یہ کیوں؟ محض اسلئے کہ یہ سب باتیں ایسی ہیں جو مرد کی توجہ عورت کیطرف منعطف کرتی ہیں اور زنا و فواحش کا پیش خیمہ ہیں۔ پس اگر آپ الا ما ظهر منها کی تفاسیر میں سے وہی تفاسیر لیں جو عورت کو چہرہ اور کفین کھولنے کی اجازت دے رہی ہیں (اور یہی آپ کو لینا پڑینگی کیونکہ یہ احادیث مرفوع ہیں) تو اس امر پر ذرا غور کریجئے کہ جب جسم کے کسی حصّے کو بھی بجز وجہ اور کفین کے کھولنے کی اجازت حضورؐ نے

---

۵ اس حدیث سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کو حد سے زیادہ احتیاط باہر نکلنے میں کرنا چاہیئے اور نامحرم مردوں سے جہاں تک ممکن ہو دور دور رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر اُس کی بے احتیاطی کی وجہ سے اُسکی عطر وغیرہ کی خوشبو نامحرم مردوں کو محسوس ہوگئی تو وہ اُسی طرح مورد عذاب ہوگی جسطرح کہ ایسی عورت جسنے واقعی زنا کیا ہو۔ ۱۲ منہ

بوجہ فتنہ شہوت نہیں دی تو چہرے کو جو مجمع محاسن ہی اور سبب اصلی کشش اور میلان کا ہے کوچہ و بازار میں اور ہر کس و ناکس کے سامنے ہمیشہ اور ہر وقت کھولنے کی اجازت کیونکر دی ہو گی۔ لہذا جہاں تک ان تفاسیر کا تعلق ہی جو چہرے اور کفین کھولنے کی اجازت دیرہی ہیں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور م نے یہ حکم یا تو قبل نزول حکم حجاب دیا ہی (اصول موضوعہ نمبر ا) یا حالت ضرورت میں یہ رخصت و آسانی ہی (اصول موضوعہ نمبر ۲) ورنہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اور حضور م پر یہ الزام نہایت شد و مد کے ساتھ عاید کیا جا سکتا ہی کہ ایسے اعضا کو جو تحریک فتنہ شہوت میں ضعیف و خفیف ہیں تاکید کے ساتھ چھپانے کا اور چہرہ کو جو تحریک فتنہ میں اصل ہے کھولے جانے کا حکم دیا اور ہمارے اس خیال کی تائید جملہ وہ آیتیں اور احادیث بھی کرتی ہیں جو ہم آگے چلکر بیان کرینگے اور اس جگہ ہم کو مجملاً یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ فقہا حنفیہ نے جو یہ لکھا ہی کہ چہرہ عورت کا عورت نہیں ہی تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اداے صلوۃ میں اس کا ڈھکنا فرض نہیں ہی یا جہاں فتنہ کا کوئی اندیشہ نہو۔ مثلاً شابہ میں خوف فتنہ ہی بوجہ میلان کے تو اسکو چہرہ کھولنا جائز نہیں اور عجوزہ میں یہ خوف نہیں تو وہ کھول سکتی ہی پس فقہا کے اجتہاد سے آپ یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکال سکتے کہ کوچہ و بازار میں اور ہر کس و ناکس کے سامنے چہرہ کھولنا جائز ہی۔ ایسا کرنے سے ان حضرات پر بھی سخت الزام عاید ہوگا کہ انہوں نے آیات و احادیث متعلقہ پردہ کے مفہوم سے روگردانی کرکے یہ اجازت عطا فرمائی ہی۔

ف ناظرین خود غور فرماویں کہ بموجب آیت ہذا پیروں کو زیور سے دھمک کر چلنا اسوجہ سے ممنوع قرار دیا گیا ہی کہ زیور کی آواز سے لوگوں کے دلوں میں عورت کیجانب سے میلان نفسانی نہ پیدا ہو۔ پس جب فتنہ صوت زیور بجانے میں اسقدر احتیاط ملحوظ کی گئی ہی تو فتنہ صورت جو فتنہ صوت زیور سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہی کیونکر احتیاط ملحوظ نہ رکھی گئی ہوگی اسیطرح غیر یا کا فرعورتوں سے بھی زینت چھپانیکا حکم ہی جب یہ حال ہی تو نامحرم مردوں کے سامنے عام طور پر وجہ و کفین کھولنا کیسے جائز ہو گا۔ ف اسی جگہ سے یہ بات بھی کاشف سے نصف النہار ثابت ہو رہی ہی کہ اس آیت میں جو احکام دئیے گئے ہیں وہ اصل گھروں میں رہنے کا طریقہ بتلا رہے ہیں خصوصاً جوان عورتوں کیلئے اور یہی وجہ ہی کہ جملہ اعزہ کی فہرست نام بنام بتلائی گئی ہی ورنہ باہر نکلنے کیصورت میں تو بموجب آیت یدنین علیہن الخ جوان عورتوں کو صاف صاف چہرہ چھپانے کا حکم ہے ۱۲ منہ

اب ہم کو ذرا اپنے نئی روشنی سے فیضیاب ہمقوموں کی رائے بھی اس آیت کے بارے سن لینے دیجئے۔ ان لوگوں کو تو صرف یہ فکر رہ گئی ہے کہ کسی نہ کسی طرح عورت آزاد ہو جائے اور یہ جنون اب اس حد تک پہنچ گیا ہی کہ جب اُن سے کہا جاتا ہی کہ مذہب اسلام میں عورتوں کو مستور رہنے کا حکم ہی تو اس بات پر یہ لوگ نہ صرف بُرا مانتے ہیں بلکہ بگڑ بھی جاتے ہیں اور بے حد غُصّہ ہوتے ہیں اور جب کچھ بن نہیں پڑتا تو یہی کہہ بیٹھتے ہیں کہ بغیر عورتوں کو آزادی دے ہوئے قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ پھر جب اس طرف سے یہ عرض کیا جاتا ہی کہ جس زمانے کے ترقی یافتہ مسلمانوں کی داستان آپ کی زبان پر ہر وقت رہتی ہی انمیں بھی تو رسم پردہ موجود تھی تو یہ لوگ لاجواب ہو جاتے ہیں اور اُن کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ آیات و احادیث کو غلط معنی پہنا کر لوگوں کو گمراہ کریں مگر چونکہ تعصب کی عینک چڑھا کر آیات و احادیث کے معنی پر غور کرتے ہیں اور یہ غور اسوجہ سے نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہو گا اُس کی تعمیل کیجاویگی بلکہ اس لئے ہوتا ہی کہ کوئی نہ کوئی رخنہ یا روزن ایسا ملجانا چاہیے جس سے عورتوں کو آسانی سے باہر نکالنے کا بہانہ ہاتھ آجائے لہذا حق ان سے ہمیشہ دور ہی دور رہتا ہے اگر کسی نو تعلیمیافتہ شخص سے پوچھا جاوے کہ جناب! قرآن شریف اور احادیث شریف میں اور بہت سے احکام بھی ہیں مگر آپ اُن میں اسقدر دیدہ ریزی نہیں کرتے صرف مسائل پردہ ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تو اگر اُس شخص میں کچھ بھی شائبہ راستبازی ہوگا تو وہ ضرور یہی جواب دے گا کہ اُسکی نگاہ میں یہ مسئلہ ایک بڑی اہمیت رکھتا ہی کیونکہ عورتوں کی آزادی پر قوم کی ترقی کا دار و مدار ہی اور یہ کہ وہ اسلئے آیات متعلقہ پردہ کا مطالعہ کرتا ہی کہ شاید کہیں سے کوئی نکتہ ایسا دستیاب ہو جائے جو پردہ دری کی اشاعت میں اُس کا ممد و معاون ہو۔

بہر حال ایسے لوگوں کا جواب جو کچھ بھی ہو مگر اتنا ضرور ہے کہ چونکہ وہ قبل مطالعے کے خالی الذہن نہیں ہوتے لہذا حق کا انکشاف اُنپر نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہی کہ نصوص متعلقہ پردہ میں جو حکمتیں رکھی گئی ہیں وہ اُن کی کوتاہ بین نظر سے پنہاں رہتی ہیں اور اُن کی تفاسیر

اسقدر بے معنی اور بے ڈھنگے ہوتی ہیں کہ نہ صرف قابلِ استہزا کہی جا سکتی ہیں بلکہ اُن کو قابلِ تضحیک کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ چنانچہ ایک نئی روشنی کے دلدادہ حضرت یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں:۔

بعض مترجمین حال نے باتباع مفسرین اس ترجمے میں یہ بھی زیادتی کی ہے کہ آنکھیں بند کر لو جب نامحرم عورت پر نظر پڑے اور اپنی شرمگاہوں کو حرام سے بچاؤ۔ یہاں نہ تو محرم نامحرم کا ذکر ہے نہ زنا و حرام کا۔ یہ ایزادِ طبعی علمائے سلف و حال نے کیوں جائز رکھی ہے خدا ہی جانے۔ اس آیت پاک میں تو صرف شرمگاہوں کا ذکر ہے اور مطلب بالکل ہی صاف ہے کہ اپنی شرمگاہوں کو بحفاظت ڈھکے رہو اور اگر دوسرے کی شرمگاہ پر اچانک نظر پڑ جاوے تو آنکھیں بند کر لو یا نظر پھیر لو۔" اور آگے چلکر وَقُل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن کے متعلق یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں:۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو کہ مردوں کو۔ یعنی جب ستر نامحرم پر اچانک یا نادانستگی میں نظر پڑ جاوے اُسوقت آنکھیں بند کر لو یا نظر پھیر لو اور اپنے اندام نہانی کو بحفاظت (صرف زنا و فحش سے نہیں کیونکہ اس کیلئے تو احکام ہی علیحدہ اور نہایت سخت ہیں) اس طرح پوشیدہ رکھو کہ اُنپر نامحرم کی نظر نہ پڑے۔" اور اس ضمن میں اپنی تفسیر کو زوردار بنانے کے لئے اِن حضرت نے یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ عرب نیم وحشی اور جاہل تھے لہٰذا اُن کی شرمگاہیں اکثر کھلی رہا کرتی تھیں۔ اسلئے نیم وحشی عربوں کو تہذیب سکھلانے کیلئے یہ احکام دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہم اُن سے یہ پوچھتے ہیں کہ جب آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہاں نہ تو محرم نامحرم کا ذکر ہے اور نہ زنا و حرام کا"، تو پھر آگے چلکر آپ یہ کیوں فرماتے ہیں کہ "جب ستر نامحرم پر ایک اچانک یا نادانستگی میں نظر پڑ جائے تو اُسوقت آنکھیں بند کر لو" اس طرح آپ خود ہی الفاظ "محرم یا نامحرم" کو علماء کی ایزاد بتاتے ہیں اور خود ہی اُن کا استعمال بھی اُسی موقع پر کرتے ہیں لہٰذا اس کے متعلق اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ "جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے"

جس طرح وہ ستر آپ کی دانست میں دوسرے کے دیکھنے کے قابل نہیں ستر نامحرم ہے اور وہ شخص جس کو اس ستر کا دیکھنا ناجائز ہے بقول آپ کے نامحرم ہے اسی طرح وہ اعضاء جو لفحوائے ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن الخ چھپانے کے قابل ہیں اصطلاح فقہا میں ستر نامحرم ہیں اور وہ شخص بھی جو ان اعضاء کو نہیں دیکھ سکتا نامحرم ہے۔ پس ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ الفاظ "محرم و نامحرم" پر آپ کو اس قدر غصہ کیوں آجاتا ہے۔ کیا یہ غصہ اسوجہ سے ہے کہ فقہاء نے یہ اصطلاح کیوں استعمال کی؟ اگر یہ بات ہے تو تھوڑا سا غصہ اپنے اوپر بھی کیجئے کہ آپ اُس اصطلاح کو خود بھی بلا تکلف استعمال کر رہے ہیں۔ پھر آگے چلکر آپ ہی یہ فرماتے ہیں کہ "صرف زنا و فحش ہی سے نہیں (کیونکہ اسکے لئے تو احکام ہی علیحدہ اور نہایت سخت ہیں) اس طرح پوشیدہ رکھو الخ"، جس کے یہ معنی ہیں کہ اشارۃً آپ کو یہ تسلیم ہے کہ اپنی فروج کو عورتیں زنا اور فحش سے بھی بچائیں۔ پھر اگر ایسا ہی ہے تو آپ نے لفظ "حفاظت" کے معنی اسقدر محدود کیوں لئے؟ کیا "حفاظت" سے صرف ڈھانکنا ہی مراد ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو صرف یہی بات منظور ہوتی جو آپ فرماتے ہیں تو بجائے "آنکھیں نیچی رکھو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو"، فرمانے کے اللہ تعالےٰ یہ فرماتے کہ "اپنی آنکھیں نیچی رکھو اور شرمگاہوں کو نہ دکھاؤ یا بجائے یحفظوا فروجھم کے ولا یبدوا فروجھم اور بجائے یحفظن فروجھن کے ولا یبدین فروجھن کہا گیا ہوتا۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت فروج کا حکم دیا ہے۔ جس کے صاف معنی جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں یہ ہیں کہ فروج کو بے موقع استعمال کرنے یعنی زنا و دیگر فواحش سے بچاؤ۔ اور چونکہ زنا اور دیگر فواحش سے فروج کو بچانا منحصر ہے اسپر کہ کسی کو نظرِ شہوت سے نہ دیکھا جاوے۔ اسلئے حفاظت فروج کو غضِ بصر پر مرتب فرمایا۔ اس کو ایک عامی شخص بھی سمجھ سکتا ہے لیکن ہم کو افسوس تو یہ ہے کہ یہ حضرات باوجود اسکے کہ ماہرِ نفسیات ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں اتنی سی معمولی بات نہیں سمجھتے کہ آنکھوں کا تعلق حفاظت و عدم حفاظت فروج سے کسقدر گہرا ہےؔ۔

ؔ بعض سر پھروں نے [illegible] حضرات اس آیت یغضوا من ابصارھم [illegible] ویحفظن [illegible] سے یہ مطلب سمجھے ہیں [illegible] عورت دونوں اپنی [illegible]

چنانچہ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کُلُّ عَیْنٍ زَانِیَۃٌ یعنی ہر آنکھ زنا کر سکتی ہے۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بدنگاہی قلب کیلئے سم قاتل ہے اور چونکہ زنا کا خیال دلاتی ہے اور اُس کیجانب راغب کرتی ہے لہذا اس معنی کر کے اخلاقی اور روحانی تنزّل کا پیش خیمہ ہے مگر آپ نے یہ فرما کر کہ یہ آیت کا ٹکڑا صرف شرمگاہوں کو چھپانے اور اُن کی جانب نہ دیکھنے کے لئے نازل ہوا ہے نہ صرف حکمت الٰہیہ سے بے التفاتی کی اور ارشادات نبویؐ کو یک قلم نظر انداز کر دیا بلکہ اپنی تہذیب جدیدہ سے تنویر یافتہ عقل کا بھی پورا پورا اظہار کر دیا۔ پھر یہ بھی خیال نہیں کہ یہ اور اس سے پہلی آیت مومنین اور مومنات کے لئے اُتری تھیں جو اسقدر بے حیا اور نیم وحشی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳) نگاہ شہوت سے ایک دوسرے کو نہ دیکھیں مگر اُسکے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں کے ٹکڑوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں چہرہ کھولکر باہر نکلیں ورنہ یہ احکام دئے ہی کیوں جاتے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مطابق آیت یدنین علیھن الخ بوقت ضرورت شدیدہ عورتوں کو سارا جسم و چہرہ چھپا کر باہر نکلنے کا حکم ہے۔ ایسی حالت میں کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ عورتیں مردوں کو چادر کے اندر سے دیکھیں؟ اور اُن کے دلوں میں خیال بد پیدا ہو؟ پس یغضضن من ابصارھن کہکر اس فتنہ کا انسداد کیا گیا ہے۔ اور یغضوا من ابصارھم سے یہ مطلب ہے کہ مرد مطلقاً نگاہِ شہوت سے عورت کیجانب نہ دیکھے خواہ وہ عورت کافرہ ہو جسپر احکام اخفائے زینت عاید نہیں ہوتے خواہ وہ لونڈی ہو جسکو چہرہ کھولکر نکلنے کی اجازت ہے۔ علاوہ اسکے حُرّہ عورت جسم و چہرہ ڈھانک کر نکلنے میں بھی محل فتنہ شہوت ہو سکتی ہے کیونکہ اُسکے جسم کی ساخت وغیرہ چادر کے باہر سے کچھ نہ کچھ معلوم ہو سکتی ہے اور طامعین کی نگاہ شہوت آمیز اُس کیجانب اُٹھ سکتی ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے ترتیبی سے چادر اوڑھی جاتی ہے جس سے بعض اعضاء کا اظہار ہو جاتا ہے۔ یا بوقت ضرورت شدیدہ وجہ وکفین کا اظہار مجبوراً کرنا پڑتا ہے مثلاً حالت سفر میں عورت نماز پڑھ رہی ہے اور اُس کا کسی مرد سے آمنا سامنا ہو گیا یا کسی ایسے مکان میں رہتی ہے جہاں نامحرم اعزّہ سے ہر وقت احتیاط بہت مشکل ہے لہذا اس قسم کی جملہ صورتوں کیلئے حکم یغضوا من ابصارھم نازل ہوا ہے نہ اسلئے کہ عورتیں چہرہ کھولکر عام طور سے باہر نکلیں اور مرد اُنکی جانب دیکھیں۔ ایسی صورت میں تو نہ صرف یہ ہو گا کہ اُن آیات و احادیث سے جنمیں عورت کو مطلقاً پوشیدہ رکھنے کا حکم ہے اور جنکی آیت ہذا محض تفصیل و شرح تعارض لازم آویگا بلکہ یہ کہا جا سکیگا کہ باوجود اتنی آیتوں کے نازل ہونیکے بھی بے پردگی کے مفاسد کا انسداد بالکل نہو سکا ۱۲ منہ ٭ ٭ ٭

۵ علاوہ اسکے یہ حدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج (متفق علیہ) بھی اس امر کو نہایت وثوق کے ساتھ ثابت کر رہی ہے کہ غض بصر حفاظت فروج کے لئے نہایت ضروری ہے کیونکہ نکاح کرنیسے قوائے شہوانیہ میں اضمحلال پیدا ہوتا ہے اور نامحرم عورت کیجانب نگاہ ڈالنے کا تقاضا بہ نسبت پہلے کے کمزور ہو جاتا ہے۔ پس جب نامحرم عورت پر نگاہ ڈالی جاوے گی تو فتنہ شہوت بھی پیدا نہو سکیگا اور اس طرح سے فروج کی حفاظت ہو جاویگی۔ ہمارے مہربان معترض صاحب اس حدیث کو ملاحظہ فرماویں (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۵)

و جاہل نہیں ہو سکتے تھے کہ اپنی شرمگاہوں کو علانیہ کھولے پھرا کرتے۔ رہ گیا یہ سوال کہ یہ احکام محض نیم وحشی اور جاہل عربوں کو تہذیب سکھلانے کے لئے دئے گئے ہیں اور در اصل زنا کے احکام علیحدہ ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو آیت ہذا کے مطالب پر غور کرنے سے ہر سمجھدار شخص کو یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ سب احکام فتنۂ شہوت کو روکنے کے لئے ہیں چنانچہ اسی آیت میں ایسے لڑکوں کے سامنے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے بوجہ کم سنی ناواقف ہیں یا ایسے لوگوں کے سامنے جو قریب قریب مجانین کے ہیں زینت ظاہر کرنیکی اجازت دی گئی ہے۔ جس سے بدلائل واضحہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقصود صرف فتنۂ شہوت کا تدارک ہے دوسرے اسی آیت کے ٹکڑے اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا کی تفاسیر جو اوپر گذر چکی ہیں پورے طور سے اس بات کی شہادت دے رہی ہیں۔ تفسیر اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا کے نمبر ۳ کو ملاحظہ فرمائیے جسمیں خود ارشاد نبویؐ ہم کو یہ بتلا رہا ہے کہ جو عورت مجمع رجال پر عطر لگا کر گذرے اور اُن لوگوں کو اُس کی خوشبو محسوس ہو جاوے تو وہ بھی زانیہ ہے پھر اس سے بڑھکر کون ثبوت اس امر کا ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ امور جو اس آیت میں حکم کئے گئے ہیں۔ انسداد زنا کے لئے ہیں نہ کہ محض تہذیب معاشرت کیلئے اور سچ پوچھے تو اسلام میں گناہ سے بچنا ہی سب سے بڑی تہذیب ہے۔ باقی وہ تہذیب جس کو آپ سکھلانا چاہتے ہیں اور جسمیں آدمی اصول معاشرت کا تو بڑا اہتمام کرتا ہے لیکن گناہ سے بچنے کا اصلا خیال نہیں کرتا ہم اُسکو اپنی اصطلاح میں تعذیب سے موسوم کیا کرتے ہیں اور ایسے مہذّب آدمی کو معذّب سمجھا کرتے ہیں۔ تیسرے ذرا یہ تو غور فرمائیے کہ یہ کہکر کہ یہ آیت تہذیب سکھلاتی ہے اور زنا کے احکام علیحدہ اور نہایت سخت ہیں آپ گویا یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام نے معصیت زنا سے منع تو کر دیا لیکن اُس کے انسداد کے طریقے نہیں بتلائے۔ ابتک یہ الزام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) اور پھر غور کریں کہ اگر حفاظت فروج کے صرف وہی محدود معنی لئے جاویں جو انہوں نے لئے ہیں تو پھر یہ بات کس طرح عقل میں آ سکتی ہے کہ نکاح کرنے سے آدمی کے لئے یہ لازم ہو جاوے کہ وہ اپنے اندام نہانی کو ضرور ڈھانکے رہے اور یہ کہ نکاح اچانک شرمگاہوں کی جانب نگاہ پڑ جانے سے روکدے ۱۲ منہ

دیگر مذاہب کے شرایع پر مسلمانوں کیجانب سے دیا جاتا تھا مگر اب خود مسلمان ہی یہ ثابت کرنا
چاہتے ہیں کہ اُن کے مذہب میں بھی یہی خامی موجود ہی افسوس ؎

کس نیاموخت علم تیر از مَن	کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

پھر اب تو ہمارے خیال میں مسلمانوں کو بھی دیگر اہل مذاہب کے ساتھہ ملکر جنکی شریعت میں زنا
نہ کرنے کا حکم تو بڑی ہمہ ہمی کے ساتھہ ہے مگر ذرایع انسداد معدوم یہ شعر پڑھنا
چاہیئے ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ،	باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش،

مندرجہ بالا حصص کی تفاسیر میں گوہر افشانی فرمانے کے بعد یہ حضرت ولایبدین زینتھن
اِلّاماظہر منہا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن پر ٹھوکر کھاتے ہیں اور اس کوشش میں
مستغرق ہوکر کسی طرح آیت کے اِن حصّوں کا حل بھی اُن کی منشار کے مطابق ہوجاوے
اِلّاماظہر منہا کی تفاسیر پر غور فرماتے ہیں۔ یہ تفاسیر بالکل صاف ہیں اور ان سے ہر حالت
میں یہی نتیجہ نکلتا ہی کہ عورت اپنے پورے جسم کو پوشیدہ رکھے اور صرف ضرورت شدیدہ میں
نامحرموں کے سامنے مجبوراً چہرہ و کفین کو کھولے مگر پھر آپ غیر مطمئن ہوکر اس عذر کیساتھہ
اِن کو مسترد کر دیتے ہیں کہ اِن مفسرین کا لفظ "زینت" پر بہت اختلاف ہی۔ حالانکہ مفسرین
کا لفظ "زینت" پر اختلاف بالکل نہیں ہی۔ سب نے ولایبدین زینتھن اِلّاماظہر منہا
اور ولایبدین زینتھن الّا لبعولتھن میں لفظ "زینت" سے آرایش یا بناؤ سنگار اور
اُن کے موقع یا بالفاظ دیگر حُسن و جمال مُراد لیا ہے۔ اور ولایضربن بارجلھن الخ میں
"زینت" سے خفیہ زیور مُراد لیا ہی یعنی پہلی دونوں جگہوں پر زینت کو مطلق مانا ہی اور آخری
جگہ زینت سے زینتِ خاص مُراد لی ہی یعنی پُر شکار زیور البتہ اِلّاماظہر منہا کی تفاسیر
بظاہر مختلف الفاظ میں ہیں اگرچہ منشا ان سب کا ایک ہی ہی۔ لیکن اس خود پیدہ کردہ
عذر پر کہ مفسرین میں اختلاف ہی آپ کو اپنی من مانی تفسیر گڑھ لینے کا موقع مل گیا۔

اللطائف للطائف

گذشتہ سے پیوستہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تک پڑھنے پائے تھے کہ اس کا اخیر جزو بیساختہ کاتب کی زبان پر
جاری ہو گیا فتبارک اللہ احسن الخالقین حضور نے فرمایا کہ لکھو یہی وحی میں بھی ہی تو یہ کیا تھا
حضور کے فیوض قلب کا عکس تھا کہ اس شخص کے دل پر حضور کے قلب کا عکس پڑ گیا اور فی الجملہ
وحی سے مناسبت ہو گئی کہ اُس کے دل میں بھی از خود آیت کا اخیر لفظ آگیا مگر وہ شخص سمجھا کہ بس
میں بھی پیغمبر ہو گیا مجھپر بھی وحی آنے لگی کم ظرف اور کم حوصلہ تھا کہ اتنی بات پر آپے سے باہر ہو گیا
اور مدعی نبوت بنکر مرتد ہو گیا اور حضور سے اپنا تعلق قطع کر لیا یہ نہ سمجھا کہ یہ حضور ہی کا فیض تھا۔
ورنہ مرتد ہونے کے بعد اُس نے قرآن کی مثل کوئی جملہ کیوں نہ بنا لیا بس آپ سے تعلق قطع کرتے
ہی کورا ہو گیا اسکے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال
اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئی ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ یہ شخص ایک جملہ ہی
کے توارد پر آپے سے باہر ہو گیا کیونکہ کم ظرف تہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بارہا ایسا قصہ پیش آیا کہ
وحی سے اُن کو توافق ہو گیا بعض دفعہ تو وحی اُن کی رائے کیموافق نازل ہوئی اور بعض دفعہ
بلفظہ توافق ہوا کہ وحی ان ہی الفاظ میں نازل ہوئی جو حضرت عمر کی زبان سے نکلے تھے
مگر اُن کو ایک دفعہ بھی یہ خیال نہوا کہ میں کچھ ہوں اور مجھپر بھی وحی آتی ہی بلکہ وہ اسکی حقیقت کو
سمجھتے تھے کہ یہ محض حضور کی صحبت کی برکت ہی جو ہمارے قلب میں تھوڑی سی نورانیت
حضور کے طفیل سے پیدا ہو گئی ہی کہ بعض دفعہ وہی بات دل میں آجاتی ہے جس کے موافق
وحی نازل ہونیوالی ہی بلکہ حضرت عمر کو اسپر ناز تو کیا ہوتا بعض دفعہ کسی واقعہ میں جب اُن کی
رائے میں اور حضور کی رائے میں اختلاف ہوتا اور وحی حضرت عمر کی رائے کیموافق نازل ہوتی
تو حضرت عمر بجائے خوش ہونیکے شرمندہ ہوتے اور کئی کئی دن تک شرمندہ رہتے چنانچہ
عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کے قصہ موت میں حضرت عمر نے حضور سے گفتگو کی تھی

کہ آپ اس منافق کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمادیا ہی کہ ان منافقوں کی بابت آپ کتنا ہی استغفار کریں ہم اُن کی مغفرت ہرگز نہ کریں گے (اور نماز جنازہ کی حقیقت دعاء و استغفار ہی ہی تو اُن کے لئے دعاء نہ کرنا چاہئے) حقتعالیٰ فرماتے ہیں استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمر اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہی صراحۃً اُن کے لئے استغفار سے منع نہیں فرمایا اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے ستر سے زیادہ استغفار کرنے سے حق تعالیٰ بخشدیں گے تو میں ستر سے زیادہ استغفار کرلونگا اس گفتگو کے بعد آپنے نماز پڑھادی وہانسے ہٹنے بھی نہ پائے تھے کہ وحی نازل ہوئی ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ و برسولہ وماتوا وھم فاسقون جسمیں حضرت عمرؓ کی رائے کی پوری موافقت تھی حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے عمر حقتعالیٰ نے تمھاری رائے کو قبول فرمایا حضرت عمرؓ بہت ہی شرمندہ ہوئے کہ یہ کیا ہوا میں نے حضورؐ سے کیوں اختلاف کیا تھا، روایت میں حضرت عمرؓ کا قول آتا ہی فعجبت من جرأتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری بلکہ اگر غور کرکے دیکھا جائے تو عبداللہ بن ابی سرح کے واقعہ میں توافق بالوحی نہ تھا کیونکہ وہاں وحی نازل ہو چکی صرف انعکاس تھا کہ آپ کے دل میں جو الفاظ منزلہ موجود تھے اُن میں سے ایک جملہ اُس کے قلب میں بھی آگیا (اور کچھ زیادہ عجیب بات نہیں بہت دفعہ ایسا ہوتا ہی کہ ایک شخص کے دل میں جو بات ہوتی ہی پاس بیٹھنے والے کے دل پر اُس کا عکس پڑجاتا ہی اور اُسکی زبان سے وہی بات نکل جاتی ہی جو پہلے شخص کے دلمیں تھی چنانچہ ایسے موقع میں کہا کرتے ہیں کہ میاں تم نے تو میرے دل کی ہی بات کہدی؎ ۱۲ جامع) اور حضرت عمرؓ کے واقعہ میں وحی ابتک نازل بھی نہ ہوئی تھی واقعہ اختلاف کے بعد وحی نازل ہوئی جو اُن کی رائے کے مطابق تھی اور بعض دفعہ تو الفاظ بھی وہی ہوتے تھے جو حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلتے تھے مگر ان کو ایک دفعہ بھی اسپر ناز نہوا بلکہ اُس کو

؎ بلکہ انعکاس بھی ثابت نہیں بعض اوقات کسی عجیب صنع خداوندی کو سنکر طبعًا ایسا جملہ مونہہ سے نکل جاتا ہی ۱۲ منہ

حضورؐ ہی کی صحبت کی برکت سمجھے غرض اُمتی اپنے کو مستقل سمجھنے سے بالکل کورا رہ جائیگا ساتھ کمالات سلب ہو جائیں گے جیسا ابن ابی سرح کے واقعہ میں ہوا پس کمالات اُمت کیلئے آپ واسطہ فی العروض ہی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے لئے واسطہ فی الثبوت اصل مقصود تو اس سے حاصل ہو گیا مگر یہاں ایک اشکال طالبعلمانہ رہ گیا ساتھ کیساتھ میں اسکو بھی حل کئے دیتا ہوں، اشکال یہ ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت استغفر لھم او لا تستغفر لھم کو تخییر پر محمول فرمایا حالانکہ سیاق کلام سے یہ جملہ تسویہ پر دلالت کرتا ہی، کیونکہ ترجمہ آیت کا یہ ہی کہ چاہے آپ اُن کیلئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر دفعہ بھی استغفار کرینگے تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کبھی نہ کریں گے یعنی دونوں باتیں اُن کے حق میں مساوی ہیں چنانچہ اہل محاورات اسکو خوب سمجھتے ہیں نیز ان تستغفر لھم سبعین مرۃ میں عدد سبعین سے کثرت مراد ہی عدد خاص مراد نہیں اور مطلب یہ ہی کہ چاہے آپ کتنا ہی استغفار کرین اُن کی مغفرت نہوگی مگر حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ میں ستر سے زیادہ استغفار کرلونگا اسکی کیا وجہ ہے آپ تو افصح العرب ہیں آپنے آیت کو تخییر پر اور عدد کو تحدید پر کیون محمول فرمایا اس اشکال کا جواب شافی مین نے کہین منقول تو دیکھا نہیں اور نہ کتابوں پر میری نظر زیادہ ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے میں نے جو جواب سنا ہی وہ بیان کرتا ہوں ممکن ہے کہ نقل سے بھی اس کی تائید ہو جائے اور اگر نقل سے تائید نہ بھی ہو تو حضرت مولانا کو حقتعالیٰ نے فن تفسیر سے خاص ذوق عطا فرمایا تھا اُن کے جواب کو ہم حجت سمجھتے ہیں مولانا نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ بیشک اسلوب کلام تو تسویہ ہی کے لئے ہی اور عدد سبعین سے بھی خصوصیت عدد مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہی مگر حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُسوقت رحمت کا حال غالب تھا غلبۂ رحمت سے آپ نے صورت کلام سے تمسک فرمایا تو اس جواب سے اشکال تو رفع ہو گیا مگر اس سے صوفیہ کے ایک قول کو مقید کرنا پڑیگا وہ یہ کہ صوفیہ کا قول ہی کہ کاملین پر غلبہ حال نہیں ہوتا تو اس میں یہ قید لگانی پڑیگی یعنی اکثر نہیں ہوتا کبھی کبھی ضرور ہو جاتا ہی۔

اور یہ تقیید محض مولانا کے جواب کیوجہ سے نہیں بلکہ احادیث صحیحہ اسکی تائید کرتی ہیں چنانچہ واقعہ بدر میں جب مسلمانون کا کفار سے مقابلہ ہونیوالا تھا حدیث میں آتا ہے کہ اُسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عریش مبارک میں نہایت الحاح کیساتھ دعا فرمارہے تھے کہ اے اللہ اپنے وعدہ نصر کو پورا فرمائیے اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمائیے حتی کہ جوش میں یہ بھی فرمایا اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم تعبد بعد الیوم اے اللہ اگر یہ تھوڑی سی جماعت (مسلمانونکی) ہلاک ہو گئی تو پھر زمین مین آپ کی عبادت نہوگی، اللہ اکبر خدا تعالی سے یہ کہا جارہا ہی کہ اگر مسلمان اس واقعہ میں مغلوب ہو گئے تو پھر کوئی آپ کا نام نہ لیگا، صاحبو! آخر یہ کیا تھا علماء ختم ہو جائیں گے تاویلیں کرتے کرتے مگر اُن سے کچھ جواب نہ آئیگا ہاں صوفیہ اس کا جواب نہایت سہولت سے دیدینگے کہ اُسوقت آپ پر غلبۂ حال تھا مقام نازکی کیفیت غالب تھی لیجئے سارا اشکال مرتفع ہوگیا مگر یہ جواب اسکو مقتضی ہی کہ صوفیہ کے اس قول مشہور کو مقید کیا جائے۔ اب ایک اشکال اور رہ گیا وہ یہ کہ ہم نے تسلیم کیا کہ آیت کی صورت تخییر کو محتمل تھی مگر اس سے محض جواز معلوم ہوا وجوب تو نہیں معلوم ہوا تخییر سے جسطرح منافقین کی نماز پڑہنے کا جواز نکلتا ہے ترک صلوۃ کا جواز بھی تو نکلتا ہے پھر حضور نے صلوۃ کو ترک صلوۃ پر کیون ترجیح دی آپنے نماز پڑھی کیون اسکے لئے کوئی مرجح بتلانا چاہئے ورنہ آپکے فعل کا عبث ہونا لازم آئیگا۔ اسکا جواب ایک تو مورخین نے دیا ہی کہ اُسدن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے سخت ترین دشمن پر یہ رحمت وشفقت دیکھکر بہت لوگ مسلمان ہو گئے تھے تو گویا آپ کے فعل میں یہ فائدہ اور یہ حکمت تھی اور دشمنون کو یہ دکھلانا منظور تھا کہ رسول کو اپنے نفس کے لئے کسی سے بھی عداوت نہیں ہی بلکہ وہ دل سے اپنے دشمنون کیلئے بھی رحمت ومغفرت کے خواہان ہیں (جب تک حقتعالی ممانعت نہ فرمادیں)، اگر نفس کیلئے کسی سے آپکو دشمنی ہوتی تو عبداللہ بن ابی کے کفن میں اپنا قمیص مبارک ہرگز نہ دیتے نہ اُس کی نماز پڑہتے نہ دفن میں شریک ہوتے کیونکہ شرعاً آپ کے ذمہ ان میں سے ایک کام بھی واجب نہ تھا مگر آپنے شفقت ورحمت سے

سب کچھ کیا اور اُس کی دشمنی پر کچھ بھی التفات نہیں فرمایا اور ایک جواب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح نے دیا ہی کہ حضور نے عبداللہ بن ابی کے واقعہ میں اس مسئلہ کو حل فرمایا ہی کہ تبرکات کے بھروسہ پر کوئی نہ رہے۔ بدون ایمان کے سب بیکار ہیں۔ چنانچہ دیکھلو کہ ابن ابی کے پاس کتنے تبرکات جمع ہو گئے حضور نے اپنا قمیص مبارک اُس کے کفن میں دیا بھلا یہ بات کسکو نصیب ہوتی ہے آجکل کوئی بہت کریگا غلاف کعبہ کا ٹکڑا رکھدیگا مگر غلاف کعبہ کو حضور کے قمیص سے کیا نسبت حضور کا جسد اطہر عرش وکعبہ سب سے افضل ہی اور اگر غلاف کعبہ کو قمیص نبوی کے برابر مان بھی لیا جائے تو یہ دولت کس کو نصیب ہو سکتی ہی کہ حضور کا لعاب مبارک اُس کے مُنہ میں پڑے عبداللہ بن اُبَیّ کے مرنیکے بعد آپ نے اپنا لعاب بھی اُسکے مُنہ میں ڈالدیا تھا وہ تو آپ کا جزو تھا جس کی برکت لباس سے بھی زیادہ ہے پھر آپ نے اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی گویا اُسکے لئے دعاء مغفرت فرمائی بھلا یہ شرف آج کسکو نصیب ہوسکتا ہے کہ حضور صحابہ کو لیکر اُس کے جنازہ کی نماز پڑھیں مگر باوجود ان تمام باتون کے عبداللہ بن اُبَی کو ان تبرکات سے کچھ بھی نفع نہ ہوا کیونکہ وہ ایمان سے محروم تھا حق تعالی نے صاف بیان فرمایا اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فَاسِقُوْنَ ؀

(باقی آئندہ)

نقد ادب

ہماری درس عربی میں جو قصائد ادبیہ زیادہ تر داخل ہیں وہ کوئی خاص اخلاقی ملکات میں صرف نظر کا موجب نہیں آتی ضرورت ہے اور بقول جناب مولانا سعید الدین صاحب مہتمم دار العلوم سخت ضرورت ہے کہ دیوان حسان وقصائد صحابہ وغیرہ کا ایک بہترین انتخاب ہوکر ملک میں شایع ہو اور مابعد کے بلیغ اشعار کو بھی درس میں داخل کر دیا جائے الحمد للہ کہ ہمارے محترم عنایت فرما جناب مولوی محمد مصطفے صاحب عثمانی نے شیخ ابن الفارض کے قصائد تائیہ کا ترجمہ حل کرکے اسکو الغنیۃ الکبریٰ کے جامع نام سے موسوم کیا ہی احقر نے بعض مقامات سے اسکا مطالعہ کیا میرے خیال میں شعر کے مالہ وما علیہ کو نہایت ایجاز وسلاست کیساتھ بیان کیا گیا ہی اور یہ بیشک اہل کمال سے داد پانے کا مستحق ہی جن حضرات کو شوق مطالعہ ہو وہ حسب ذیل پتہ سے طلب کریں۔ "مولوی احمد مجتبیٰ بن عبد الرحمن خانصاحب سب رجسٹرار بتوجہ جناب مولوی محمد مصطفے صاحب ایڈ گورنمنٹ اسکول"

قیمت کتاب (۸/)

رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الطاف

صنف نازک پر

اسلام میں خواتین کے حقوق

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اگر ہمارا یہ دعوی دلائل کی کشمکش سے آزاد ہی کہ "آفتاب عالمتاب کی بے پایان اور منتشر کرنون کو کوئی شخص کسی طرح بھی کسی قندیل کسی فانوس یا کسی محدود چیز میں نہیں گھیر سکتا"، تو یقیناً اس آفتاب ہدایت ماہتاب رشد وصداقت کی غیر محدود تجلیات کو بھی کوئی مقتبس اپنی بیان یا تحریر کے پرتو اندوز دائرہ میں جذب نہیں کر سکتا جس کو خدا نے اپنی کلام پاک مین نور کہا ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُوْرٌ"

جسکا لقب چاند اور سورج کے پیدا کرنے والے خدا نے سراج منیر تجویز کیا ہی۔ شمسی شعاعین آئے دن رو بتنزل ہیں۔ خود ذات شمس کو کسوف۔ غروب۔ زوال وغیرہ کے ناگوار عوارض پیش آتے رہتے ہیں۔ مگر وہ نیر نبوت آفتاب رسالت تمام نقصانات سے بری۔ تمام عوارض سے پاک ہی۔ بلکہ اُس کی روز افزون ترقی کے متعلق خالق کائنات کا یہ ارشاد ہے۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى"

عنوان بالا کے وسیع دامن بھی ہمارے حدود بیان سے افزوں تر ہیں۔

مگر عالم افروز آفتاب کے انوار کی اندازہ کرنیکی صرف یہ ہی صورت نہیں کہ آپ کسی میدان میں کھڑے ہو کر اس کی کرنوں کو ایک ایک کر کے گنیں۔

بلکہ ایک اندازہ کرنیوالا شخص اس ادنی لمعہ اور معمولی جھلک سے بھی معدن نور کے بے پایاں ضیا کا اندازہ کر سکتا ہی۔ جو اس کے بند کمرے میں کسی روشندان یا جھروکے سے آرہا ہی۔

اسوقت ہم اس جاودانی نیر عرب۔ خورشید حرم کی بے انتہا تابانیوں اور درخشانیوں کا ایک معمولی حصہ (ترقی وتہذیب نسوان کے متعلق) پیش کر کے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ صنف نازک کے تیرہ وتار حالات کو اس نیر اکبر نے کس حد تک رشک نور کر دیا۔

چونکہ کوکب اسلام۔ (جسکی شعاعوں نے افریقہ کے ریگستانی صحراؤں پر اور مغرب اقصی کے تاریک زاویوں پر ضیا بیزیاں فرما کر اُن کو گنجینہ انوار بنایا) ام القری یعنی مکہ معظمہ سے طلوع ہوا تھا۔ لہذا سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہی کہ سرزمین عرب جسکو آج مشرق اسلام کہا جاتا ہی اُس کی حالت اس نیر اعظم کے طلوع ہونے سے کچھ قبل وقت سحر تک کیا تھی۔ اسلئے سلسلہ بیان کی پہلی کڑی مستورات عرب کے تنزل اور پھر ترقی پر بحث کرنا ہی پھر اگر توفیق خداوندی نے کمزور بازو کی تائید کی تو دیگر ممالک کی مستوراتی تعلیم اور تہذیب اور ترقی اور رعایت حقوق کو بھی اسی سلسلہ میں انشاء اللہ منسلک کرونگا۔

اسلام سے پہلے عرب

کسی ایک مذہب یا ایک خیال کا پابند نہ تھا۔ بلکہ جیسی بت پرستان عرب کے معبودوں کی کوئی انتہا نہ تھی ایسے ہی مجموعہ عرب کے خیالات اور مذاہب کی بھی کوئی حد نہ تھی۔ اور یہ رنگا رنگی خیالات غریب مستورات کے حق میں عجیب عجیب رنگ لاتی تھی۔

مگر یہ تمام رنگ رحم اور محبت کی دل آویزیوں سے بالکل صاف ہوتے تھے۔ ہاں خون مظلوم کی سرخیں ان میں ضرور جھلک سکتی تھیں۔

لڑکیوں کی پیدائش

عام طور سے عرب اپنی بیٹیوں کے مہر میں گران قدر قیمیں وصول کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ولادت کے وقت ان الفاظ سے مبارکباد دی جاتی تھی کہ۔

هَنِيئًا لَكَ النَّافِجَةُ (یعنے مال کی بڑھانے والی آپ کے لئے مبارک ہو۔)

مگر اس پر بھی حالت یہ تھی کہ جب لڑکی کی ولادت کی خبر اس کے باپ کو ملتی تھی۔ اُسکا چہرہ کالا ہو جاتا تھا۔ آنکھین سُرخ۔ غصہ سے بھر جاتا تھا۔ اپنی قوم سے بسبب اس خبر بد کے مُنہ چھپاتا پھرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اس کو ذلیل کر کے زندہ چھوڑے رکھے یا مٹی میں دبا دے۔ چنانچہ

قرآن شریف میں اس حالت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہی۔
وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۔

مگر غیور عرب پہلی بات پر نہیں بلکہ دوسری بات پر عمل کیا کرتا تھا یعنی عین اس زمانہ میں کہ ایک شیر خوار۔ معصوم بچی۔ آغوش محبت کی۔ دودھ کی دھاروں کی۔ محبّت آمیز نگاہوں کی رحم مادر کی۔ محبّت پدر کی۔ محتاج ہوتی تھی۔

اس کی ساتھ اسکی تمنا کے برخلاف سلوک کیا جاتا تھا۔ آغوش محبت کے بجائے آغوش لحد دودھ کی دھاروں کے بجائے سمّ قاتل کے چند قطرے اُس کو ملتے تھے۔

شفیق باپ کی آستینیں اُس کے خون کیلئے چڑھتین۔ اور اس کا رحم پرور ہاتھ معصومہ کے خون سے رنگا ہوا نظر آتا تھا۔

اس بھیمیت اور درندگی کے فعل کا نام محاورات عرب میں وأد تھا۔ یعنی جاندار کو گڑھے میں داب دینا۔

علی العموم اس قابل فخر فریضہ کی ادائیگی سے وہ لوگ ولادت کے وقت ہی سبکدوش ہوجایا کرتے تھے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے اوس وقت یہ فرض ادا نہ ہو سکا تو یہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ معرض التوا میں آجائے یا اس حکم پر تمادی عارض ہوجائے۔ بلکہ جب بھی باپ کو موقع ملتا تھا۔ وہ اس وحشیانہ حرکت کو پورا کرتا اور اپنی بھیمگی و درندگی کے ناپاک ارادوں کو معرض وجود میں لاکر آئندہ نسلوں کیلئے وحشت انگیز یادگار کر چھوڑتا۔

(باقی آئندہ)

رَطْبُ العَرَب

—— ہمارگزشتہ سے پیوستہ ——

۱۳
وَحَرَّضَنِیْ عَلَی الْعِصْیَانِ جَہْلٌ ۔ بِعَاقِبَتِیْ وَصُنْعُ اللّٰہِ مَہْلٌ
وَمَحْوُ جَرِیْمَتِیْ اِنْ شِئْتَ سَہْلٌ ۔ وَکَمْ لَکَ یَا رَسُوْلُ فَضْلٌ
تَضِیْقُ الْاَرْضُ عَنْہُ وَالسَّمَاءُ

۱۴
وَکَمْ لِیْ مِنْ کُرُوْبٍ فَاجَأَتْنِیْ ۔ وَکَمْ لِیْ مِنْ مَعَاصٍ اَخْجَلَتْنِیْ
وَکَمْ لِیْ مِنْ خَطَایَا مَزَّقَتْنِیْ ۔ اَقِلْنِیْ مِنْ ذُنُوْبٍ اَثْقَلَتْنِیْ
فَاَنْتَ لِعِلَّتِیْ نِعْمَ الدَّوَاءُ

۱۵
تَرَفَّقْ بِیْ فَاِنِّیْ ذُوْ سُبُرُوْءٍ ۔ لِاَکْبَرِ مَا جَنَیْتُ لِذُوْ وَجُنُوْءٍ
وَلَا تَنْظُرْ بِلَحْظٍ ذِیْ خُسُوْءٍ ۔ وَخُذْ بِیَدِیْ فَاِنِّیْ عَبْدُ سُوْءٍ
عَلٰی کَسْبِ الذُّنُوْبِ لِیَ اجْتِرَاءُ

۱۶
اُقَلَّبُ وَقْتَ نَوْمِیْ فَوْقَ جَمْرٍ ۔ فَذَاتُ اللّٰہِ ذَاتُ ذَاتُ قَہْرٍ
اِلَیْکَ مُفَوَّضٌ خَیْرِیْ وَشَرِّیْ ۔ فَکُنْ لِیْ شَافِعًا فِیْ یَوْمِ حَشْرٍ
اِذَا مَا اشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْبَلَاءُ

(۱۳) مجکو خدا کی نافرمانی پر اپنے انجام سے ناواقفیت نے اوبھارا۔ اور خدا کی عادت بھی ہے کہ وہ سزا دینے میں تاخیر سے کام لیتا ہے۔ اور اگر آپ چاہیں تو میرے گناہوں کا کالعدم ہونا ایک معمولی چیز ہے۔ اور اے اللہ کے سچے رسول! آپ کو تو بہت سی ایسی فضیلتیں حاصل ہیں کہ جو زمین و آسمان میں بھی نہیں سما سکتے ہیں ﴿۱۴﴾ میری ساتھ بہت سی مصیبتیں ہیں جو کہ اچانک مجھپر پڑگئیں۔ میں نے بہت سے ایسے گناہ کئے جن سے میں سخت نادم ہوں۔ میں نے بہت سی خطائیں ایسی کی ہیں جنہوں نے میرے (دل کے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے میرے اُن گناہوں کو معاف فرما دیجئے جنہوں نے مجکو گرانبار کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ میری بیماری کیلئے اچھی دوا ہیں۔

(۱۵) آپ میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیجئے کیونکہ میں گناہوں کیوجہ سے) بالکل نڈھال ہو رہا ہوں۔ اور اپنے کئے ہوئے گناہوں میں سے بڑے بڑے گناہوں پر اندھا دھند سر جھکائے ہوئے ہوں۔ مجکو ذلت آمیز نظروں سے آپ نہ دیکھیں اور میری دستگیری فرمائے کیونکہ میں نالائق غلام ہوں۔ اور گناہوں کے کرتے رہنے پر پورا جری ہوں۔

(۱۶) سوتے وقت بستر پر اسطرح کروٹیں بدلتا ہوں گویا بجائے فرش کے میرے نیچے آگ کے انگارے بچھا دئے گئے ہیں کیونکہ ذات خداوندی قہار ذات ہے (اے اللہ کے سچے رسول) میں نے اپنا اچھا برا سب آپ کو سونپ دیا۔ تو آپ میدان قیامت میں اُس وقت میری شفاعت فرمادیں جسوقت لوگوں کی مصیبت سخت ہو جاوے۔ ۱۲ منہ

ﻋـﮧ بردہ کُرّہ (م و فرح) بردہ ۱۶ نقص ۱۲ منہ

١٧ تجودُ علی الوری من غیرِ منّ — فکیف تقولُ لی اخسأ لستَ منّی
اجلّ ذخائری فیکَ التظنّی — فحقّق یا رسولَ اللهِ ظنّی
فجودُک لیسَ لی فیہ امتراءُ

١٨ ذنوبی کالأجاج ومنہ ریّی — ویکفینی من العصیان حینی
ولٰکنّی رجای فیکَ ھدٰی لی — وحاشا ان یخیبَ لدیکَ سعیی
ولیسَ لجودِ راحتکَ انقضاءُ

١٩ وزاد حسارۃً یومی وامسی — ترکتُ الروحَ ثمّ وقیتُ رمسی
وما اوفیتُ من ربّی بجلسی — وھا انا بالذنوبِ ظلمتُ نفسی
وجئتکَ والکریمُ لہ وفاءُ

٢٠ اتیتکَ مستعیذاً مستعراً — بما اکتسبت یدای وما امرا
منیً فی القلب لی والکبد حری — وحاشا ان تعود یدای صفرا
وفضلکَ لیسَ تنقصہُ الدلاءُ

(١٧) آپ ساری مخلوق پر (بغیر کسی تخصیص کے) احسان جتائے بغیر سخاوت کرتے ہیں تو پھر مجھسے کیونکر فرماسکینگے کہ دور ہو تو ہماری جماعت سے خارج ہی۔ میرا تو بڑا ذخیرہ یہی ہے کہ آپ سے مجکو خیر کی امید ہی۔ تو اے اللہ کے سچے رسول! آپ میری خیال کی تصدیق فرما دیجئے۔ کیونکہ آپ کی جود وعطا میں مجکو ذرا سا بھی شک نہیں ہی (١٨) میرے گناہ آب شور کیطرح ہین مگر میری سیرابی انہیں سے ہوتی ہی۔ اور میرے لئے یہی بس ہی کہ میں خدا کی نافرمانی کے پہل توڑتا رہتا ہوں لیکن میرا طریقہ یہ ہی کہ آپ کی ذات والا صفات سے امید لگائے ہوں۔ اور خدا نکرے کہ آپکے پاس میری سعی ناکام ہو۔ کیونکہ آپکے دست مبارک کی سخاوت تو کبھی ختم ہوتی ہی نہیں۔ (١٩) میرے گذرے ہوئے اور موجود دونوں زمانہ پرلے سرے کی بیباکی میں پڑے ہوئے ہیں میں نے روح سے تو قطع نظر کر لی لیکن تن پروری میں مشغول، ہاں میں نے وہ عہد بالکل پورا نکیا جو میں نے اپنے رب سے کیا۔ اور سُن لیجئے کہ میں نے گناہ کرکے اپنی جان پر خود ظلم کیا ہی میں آپکی خدمتمیں حاضر ہوا ہوں اور سخی بات کا پکا ہی ہوتا ہی (٢٠) میں آپکی خدمتمیں پناہ مانگتا ہوا ایسی حالتمیں حاضر ہوا ہوں کہ گناہوں کی سزا کے خوف کیوجہ سے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں جنکو میں نے خود اپنے ہاتھوں سے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ) وہ نہایت ہی تلخ ہیں میرے دل میں بہت سی آرزوئیں ہیں اور میرے جگر میں حرارت بھری ہوئی ہی اور خدا نہ کرے کہ میرے ہاتھ (آپ کے دربار سے) خالی واپس ہوں حالانکہ آپ کے فضل کو کسی کے ڈول کم نہیں کر سکتے ہیں (یعنی کسی کی طلب عطا سے آپ کی بزرگی اور سخاوت میں کمی نہیں آسکتی ہے) ١٢

٢١ ولکم لکَ فی الفضائلِ سابقاتٌ — من اللہِ العلی معظماتٌ
وللموتی قلوبٌ محییاتٌ — ولکم لکَ معجزاتٌ باھراتٌ
کضوءِ الشمسِ لیسَ لھا خفاءُ

٢٢ تجود علی الوری والعبد عافٍ — وغوثکَ فی الرزایا خیر کافٍ
لکَ الشخص الزکی والقلب صافٍ — واخلاق تطیب بھا القوافی
ویحلو المدحُ فیھا والثناءُ

٢٣ حضرتُ لدیکَ من قلبٍ صمیمٍ — جسور ماردٍ شرسٍ اثیمٍ
وھا اذا نحنُ فی خزی الیمٍ — وانتَ لنا علی خلقٍ عظیمٍ
ونحنُ علی العمومِ لکَ الفداءُ

٢٤ فشبابی ضاعَ ثمّ کسرتُ سمطی — وخاذلنی صدیقی ثمّ رھطی
أخذنا نحن فی مقتٍ وسخطٍ — سمعنا فی الضحی ولسوف یعطی
فسرّ قلوبنا ھذا العطاءُ

(٢١) آپ کی بہت سی فضیلتیں ہیں جو کہ تمام فضیلتوں سے آگے ہیں اور خداوند کریم کے نزدیک بڑے درجہ کی ہیں۔ اور یہ فضیلتیں مردہ دلوں کو زندہ کر دینے والی ہیں۔ اور آپ کے بہت سے معجزے ہیں جو سب انبیاء کے معجزوں سے بالاتر ہیں اور ایسے ہیں جیسے نور خورشید۔ جنمیں کسی قسم کا خفا نہیں۔
(٢٢) آپ کی جود و سخا تمام مخلوق کو عام ہے اور بندہ (میں) سائل (ہو کر آیا) ہے۔ اور بوقت نزول مصائب آپ کی امداد بہت اچھی طرح کفایت کرنے والی ہے۔ آپ کا جسم طاہر و مطہر اور قلب صاف ہی۔ اور آپکے ایسے اخلاق ہیں جنکے ذکر سے اشعار پاک ہو گئے ہیں۔ اور ان اشعار میں آپ کی مدح و ثنا کیوجہ سے حلاوت آجاتی ہی۔
(٢٣) میں آپ کی خدمت میں صمیم قلب سے حاضر ہوا ہوں (میرا تو یہ حال ہے کہ) بیباک۔ سرکش۔ بدخلق گناہوں میں ڈوبا ہوا ہی۔ آپ (ہمارا حال سنئیں) ہم دردناک رسوائی میں مبتلا ہیں۔ اور آپ نے ہمارے ساتھ ہمیشہ اچھے اخلاق کیساتھ معاملہ کیا ہے۔ اور ہم سب کے سب آپ کے جاں نثار ہیں۔
(٢٤) میری جوانی ضائع ہو گئی۔ میں نے اسباب زیب و زینت کو توڑ ڈالا۔ مجکو میرے دوستوں اور میرے کنبے نے چھوڑ دیا۔ (اب) ہم خدا کی ناراضی میں پکڑے گئے (لیکن) ہم نے سورہ والضحیٰ کی یہ آیت بھی سن لی ہے کہ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (یعنی خداوند عالم اپنی عطاؤں سے آپ کو خوش کر دیگا) تو اس عطا نے ہمارے دلوں کو خوشی سے بھر دیا۔

دار العلوم دیوبند کی اسٹرائک اور مصالحت

دار العلوم دیوبند کے طلبا میں بعض امور سے یکایک ایک ہیجان پیدا ہو گیا تھا جسکی وجہ سے اسٹرائک ہو گئی، ہم نے پوری تفصیل اُن واقعات کی مرتب کی تھی لیکن جبکہ مولانا کفایت اللہ صاحب کی مساعی جمیلہ سے اسٹرائک ختم ہو چکی معاملات طے ہو چکے تو اب اُن کو دہرانا اور تفصیل کرنا قرین مصلحت نہیں سمجھتے لیکن اگر مضامین کے سلسلے شروع کئے گئے تو ہم مفصل لکھینگے۔

(طاہر بن احمد القاسمی)

"دار العلوم دیوبند کے اختلافات"

اور

حضرت مولانا حسین احمد صاحب کی پُر درد تقریر

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی جانشین شیخ الہند دار العلوم کے اختلافات میں ایک عرصہ سے خاموش تھے گو عملاً تو وہ دار العلوم کی تائید فرماتے تھے یعنی ایسے زمانہ میں جبکہ خود غرض جماعت کے پر زور مساعی یہ تھی کہ طلبا بھی پڑھنا چھوڑ دیں اور مدرسین بھی پڑھانا ترک کر دیں تاکہ ادارہ اہتمام سے بدلہ لینے کا انہیں کافی موقع مل سکے مولانا حسین احمد صاحب نے پڑھانا ترک نہیں فرمایا بلکہ دار العلوم کو ایسے نازک وقت میں سنبھال لیا لیکن کل جمعہ کے بعد جامع مسجد میں حسب ذیل تقریر مولانا نے فرمائی جسکا خلاصہ ہم درج کرتے ہیں۔

مولانا نے آیۃ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کی تلاوت فرما کر بیان کیا کہ خدا نے مسلمانوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے ذکر کی حفاظت خود کریگا۔ چونکہ یہ عالم، عالم اسباب ہے لہذا یہاں جو چیز بھی قدرت ظاہر کرتی ہے اسباب کے پردہ ہی میں ظاہر کرتی ہے بچہ جب تک خدا نہیں دیتا جب تک نکاح نہ ہو غلہ جب تک نہیں ملتا جب تک کھیتی میں جان نہ ماری جائے علی ہذا حفاظت قرآن کیلئے

بھی اللہ نے اسباب مہیا فرمائے یعنی ہر زمانہ میں ایسے لوگ اُمت اسلامیہ میں پیدا فرمائے جنہوں نے دین متین کی حفاظت اور حمایت کی۔ ہندوستان میں جب قرآن کا علم ۱۸۵۷ء کے بعد اُٹھنے لگا تو اللہ نے چند نفوس قدسیہ کے قلوب میں الہام کیا انہوں نے ایک مدرسہ قائم کرنے کا مشورہ کیا حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ان کی بنیاد ڈالی اور سرپرستی فرمائی اسکے بعد حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اور اسکے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے سرپرستی کو جاری رکھا یہاں تک کہ یہ زمانہ آیا مولانا نے فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں رہنے کی وجہ سے دنیا کے ہر گوشہ خطہ کے لوگوں سے ملا ہوں میں نے ہر خطہ کے علماء و صلحا کو جانچا ہے میں اگر یہ دعوی کروں تو بجا ہوگا کہ دار العلوم دیوبند کے علماء کی نظیر نہیں ملسکتی دار العلوم دیوبند وہ بیمثال درسگاہ ہے جسکی نظیر افغانستان باوجود اسلامی سلطنت ہونیکے نہ پیش کر سکا۔ یہ ثمرہ ہے ان بزرگان کی حسن نیات کا دیوبند کے لوگ اس دار العلوم کی قدر نہیں کرتے مثل مشہور ہے، گھر کی مرغی دال برابر لیکن وہ سوچیں کہ ثمر قند کاشغر کے لوگ ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آتے ہیں اور دیوبند کے لوگ گھر بیٹھے ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہوئے علم حاصل کر سکتے ہیں لیکن اگر وہ اس نعمت پر شکر نہ کرینگے تو پھر اسکی وعید لئن کفرتم سے آگے مذکور ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ دیوبند کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ طالبان علم دین کی خدمت کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی خدمت کی وصیت فرمائی لیکن اُن کی خدمت اور حمایت کے یہ معنے نہیں کہ ہر جا و بیجا میں اُن کی حمایت کیجائے اگر وہ کوئی کام ایسا کریں جس سے دار العلوم کو صدمہ پہنچتا ہو تو اُن کو روکنا اور بچانا چاہیئے اور سمجھانے پر بھی نہ مانیں تو انسے علیحدگی اختیار کرنی چاہیئے طلبا نوجوان ہیں ناتجربہ کار ہیں وہ اپنے نفع نقصان کو پوری طور سے نہیں سمجھتے۔ ایک بیٹا باپ سے حلوا مانگتا ہے باپ اسکے لئے کہیں نہ کہیں سے فکر کر کے حلوا لاتا ہے لیکن اگر بیٹا مریض ہو اور حکیموں نے حلوے سے منع کیا ہو ایسے وقت میں حلوا کبھی نہ دیا جائیگا۔ مولانا نے فرمایا کہ کوئی کام دنیا میں ایسا نہیں جسمیں اصلاح کی ضرورت نہیں ہر کارخانہ میں ضرورت اصلاح کی ہوتی ہے۔ اور دار العلوم میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے لیکن اصلاح کے

ذریعہ سے ذاتی عداوتیں نکالنا اصلاح نہیں اصلاح اُسی شخص کا فریضہ ہو سکتا ہی جو کسی کی عداوت کے لئے نکرے دار العلوم کی اصلاح کا طریقہ یہ ہی کہ اسکی حمایت و عزّت کیجائے اور خوب ترقی دیجائے اور جو خامیاں ہوں وہ رفع کر دیجائیں نہ یہ کہ اصل شے ہی برباد کر دیجائے۔ نہایت درد کیساتھ فرمایا کہ جن لوگوں نے دار العلوم کو بال برابر بھی نقصان پہنچایا ہی یاد رکھیں قیامت کے روز روسیاہ ہوں گے۔ اور فرمایا کہ دار العلوم سے علاوہ دینی فائدہ کے دیوبند کے ہندو مسلمانوں کا یہ کسقدر بڑا دنیوی فائدہ ہے کہ ہر مہینہ دس ہزار روپیہ سے زیادہ خرید فروخت مدرسہ کی وجہ سے ہوتی ہے پس ایسی مقدس درسگاہ کو اُجاڑنا اسلام کو اُجاڑنا ہے۔ خدانکردہ اگر یہ مدرسہ تباہ کر دیا گیا تو اس کی تباہی اسلام کی تباہی کے مرادف ہوگی۔ اگر اس پر سے اعتماد اُٹھا دیا گیا تو پھر کوئی مدرسہ نہیں ہے جس سے ایسی خدمات کے توقعات وابستہ ہو سکیں۔

وفات حسرت آیات

حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی نہ صرف مونگیر و صوبہ بہار کے لئے باعث رحمت تھی بلکہ ہندوستان میں وہ ایک مبلّغ اسلام و ہادی طریقت تقدس مآب ہستی مانی جاتی تھی آہ کہ اس دار فانی سے راہی ملک بقا ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا کی اس دائمی مفارقت پر جتنا چشم نم ہوں کم ہے۔ حق جل مجدہ اپنی اس مقدس بندے کو جوار رحمت و فضل و تقرب خاص میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ دار العلوم میں مولانا کیلئے ایصال ثواب کیا گیا۔

ہم نہایت اندوہ رنج کے ساتھ عزیز مسٹر شاہد علی مرحوم فرزند سعید مولانا شوکت علی صاحب کی رحلت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے داعی بدرگاہ رب العزّت ہیں کہ بار آلٰہا اس عنفوان شباب میں پیام اجل کو لبیک کہنے والے فرزند سعید کو اپنے گہوارۂ رحمت و غفران میں جگہ عطا فرما آمین۔ اور پسماندگان اعزا و احبار کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرما کر اجر جزیل سے نواز۔

(القاسم)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

(۱) سوال ہندہ نے زید کے روبرو توبہ کی اور اقرار کیا کہ چونہ پان میں حرام سمجھونگی لیکن دل میں خیال تھا کہ اگر فتویٰ شرعی جواز کا ہوا تو جائز سمجھونگی آیا پان میں چونہ کا استعمال جائز ہی یا نہیں؟

(۲) بکری کا بچہ جب پیدا ہوا تو نیت کی کہ اسکو قربان کرینگے وہ بچہ دو تین ماہ کا ہو کر بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا ۶ر کو فروخت کر دیا اس ۶ر کو قیمت قربانی میں دیا جاوے یا کہ خیرات کر دیا جاوے۔ المستفتی شکور النساء از بھنگالہ تحصیل سوہہ ضلع ہوشیار پور جالندھر۔

الجواب "چونہ مطلقاً حرام نہیں ہے زیادہ مقدار جو مضر ہو حرام ہے اور تھوڑی مقدار پان وغیرہ میں جائز ہے جیسا کہ مٹی کا یہی حکم ہے۔

(۲) اس چھہ آنے کو صدقہ خیرات کر دیا جاوے"۔

سوال (۲) اگر کوئی شخص کسی متقی پرہیز گار عالم کو جھوٹی تہمت لگا کر کہے کہ زیادہ اور کیا ہوگا میری بی بی مطلقہ ہو جاویگی میں اُن کو کتّا کہونگا تو اس شخص کا کیا حکم ہے۔

الجواب ایسا شخص فاسق ہے اسکو توبہ کرنی چاہئے عالم دین کو بُرا کہنا حقیقت میں دین اسلام کی توہین کرنا ہی ایسی بیباکی بعض دفعہ کفر تک پہنچا کر رہتی ہی۔ آیندہ اس قسم کے کلمات سے احتیاط کرنی چاہئے اور اب پشیمان ہو کر توبہ کرے واللہ اعلم۔

سوال (۳) تعمیر مندر وغیرہ میں مسلمان مستری وغیرہ کو برائے طمع دراہم و فلوس اجرت پر کام کرنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ اسپر مولانا مولوی عبد الصمد صاحب نے جواز کا فتویٰ دیدیا ہے۔ بینوا توجروا"۔ المستفتی سید شبیر محمد از نوشہرہ ضلع شاہ پور۔

الجواب "جواب صحیح ہے بیشک تعمیر مندر و کنیسہ وغیرہا مسلمانان کے لئے عند الامام ابی حنیفہؒ جائز ہے اور صاحبینؒ اس کو مکروہ فرماتے ہیں اگرچہ احوط عمل بمذہب صاحبین ہے لیکن تکفیر و تفسیق تعمیر کرنیوالے کی اور اخراج اُس کا مسجد سے اور روکنا مسجد میں آنے سے جائز نہیں ہے

اور اس کو کافر کہنا یا فتویٰ جواز کا دینے والے پر حکم کفر کرنا اسکی جہالت ہے اور اس میں کفر کے کفر کا خوف ہے کما ورد فی الحدیث ایما رجل قال لاخیہ یا کافر فقد کفر بہ احدھما، فقط۔

سوال (۴) عمرو نے زید کو کہا کہ مجھے فلاں چیز دیدو زید نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ تو مجھے دھوکہ کریگا عمرو نے کہا کہ اگر میں تمسے دھوکہ کرونگا تو ایمان سے خارج ہوجاؤنگا۔ زید نے عمرو کا اعتبار کرکے وہ چیز دیدی پھر عمرو نے دھوکہ کیا، تو عمرو اپنی قسم محررہ کے بموجب کافر ہوا یا نہیں؟ - اور اُس کا نکاح فسخ ہوا یا نہیں؟ - المستفتی محمد صدیق مہتمم مدرسہ ہذا۔

الجواب۔ عمرو دھوکہ کرنیکی وجہ سے گنہگار ہوگیا اسلام سے خارج نہیں ہوا اور نہ اس کا نکاح فسخ ہوگیا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین ھو فیھا فاجر لیقطع بھا مال امرئ مسلم لقی اللہ وھو علیہ غضبان، الخ ابوداؤد وغیرہ اور اگرچہ حدیث میں حلف علی ملۃ غیر الاسلام کاذبا فھو کما قال الخ متفق علیہ کی رو سے بعض ایسی حالات میں تکفیر بھی کرتے ہیں مگر حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ کافر نہیں ہوتا ہے بلکہ حدیث کی مراد تہدید ہے جیسے اس قسم کی دوسری احادیث میں آیا ہے و منھا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک الصلوٰۃ فقد کفر البتہ حنفیہ کے نزدیک یہ صورت یمین میں داخل ہے جس کی بنا پر کفارہ یمین قائل مذکور پر واجب ہوگا کما فی الدر المختار و تعلیق الکفر بالشرط یمین الخ فقط۔

سوال (۵) فی زمانہ اکثر شہروں میں سلطان معزول شدہ جناب عبدالمجید خانصاحب کا نام خطبہ میں لیا جاتا ہے کیا شریعت سے یہ جائز ہے یا نہیں؟ - بجائے اسم سلطان کے۔ امیر غازی امان اللہ خاں خلد اللہ ملکہ کا خطبہ میں جاری رکھنا کیسا ہے؟ المستفتی محمد محی الدین نقشبندی از ویرمگام ضلع احمد آباد گجرات۔

الجواب۔ سلطان معزول کا نام اب خطبہ میں نہ لینا چاہئے اور ابھی چونکہ خلیفہ کوئی قائم نہیں کیا گیا تو ابھی کسی کے نام لینے کی خطبہ میں ضرورت نہیں اور اگر امیر غازی امان اللہ خاں خلد اللہ ملکہ کا نام لیا جاوے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے فقط

(باقی آئندہ)

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مدرسہ اسلامیہ واقع جامع مسجد امروہہ کی

قابلِ امداد حالت

مدرسہ مذکورہ زائد پچاس سال سے جاری ہے اس دینی درسگاہ کی بنیاد قاسم العلوم فخر المحدثین راس المتکلمین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہٗ نے قائم کی تھی اور رئیس المحدثین فاضل علامہ نمونہ کمالات قاسمیہ حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فیوضات علمیہ سے سرسبز و شاداب فرمایا۔

مدرسہ ہذا میں اردو۔ فارسی۔ قرآن پاک و جملہ علوم دینیہ و فنون عربیہ صرف۔ نحو۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ تفسیر۔ حدیث۔ تصوف۔ فرائض۔ اقلیدس۔ ریاضی۔ ادب۔ بلاغت۔ عقائد۔ طب۔ مناظرہ فلسفہ۔ ہیئت وغیرہ علوم کی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر ہوتی ہے۔ یہ چشمۂ فیض امروہہ اس کے گرد و نواح کو ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے اکثر اطراف کو اپنی علمی فیوض سے سیراب و شاداب کر رہا ہے۔ مدرسہ ہذا میں پانچ مدرس عربی علاوہ معاونین اور ایک مدرس فارسی۔ اور ایک مدرس ریاضی اور دو حافظ اور ایک قاری اور ایک ناظم اور ایک محرر دو چپراسی خدمت انجام دیتے ہیں مسلمانوں کیلیے سب سے زیادہ مسرت کے قابل یہ ہے کہ صدر مدرس اس دینی درسگاہ کے بعد وفات حضرت مولانا مولوی سید احمد حسن صاحب محدث امروہی کے رئیس المفسرین سند المحدثین حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد عبدالرحمن صاحب مدظلہم العالی تلمیذ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب وغیرہم قدس اللہ اسرارہم ہیں جنکی ذات بابرکات نے اس مدرسہ کو اس نازک حالت میں چلا رکھا ہے۔ معینہ خرچ اس مدرسہ کا پانسو ۵۰۰ روپیہ ماہوار ہے اور دیگر ضروریات مثل تعمیر و کتب وغیرہ اسکے علاوہ ہیں۔

مدرسہ کی کوئی مستقل آمدنی کافی نہیں ہے محض توکلاً علی اللہ ارباب کرم کی اعانت پر اسکا مدار ہے

کئی سال سے آمدنی مدرسہ قلیل ہوئی جسکے اسباب مختلف ہیں اسوقت مدرسہ تقریباً تین ہزار روپیہ کا مقروض ہے جس کیوجہ سے خدام مدرسہ کو سخت تشویش ہی۔ سخت ضرورت ہے کہ اہل کرم اس دینی درسگاہ کے بقاء کیطرف توجہ فرمائیں اور جہانتک ممکن ہو ادائیگی قرضہ میں حصہ لیکر ماجور ہوں اور خدام مدرسہ کی دعائیں لیں۔ آخر میں ہم مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند کے مقتدر حضرات کی تصدیقات پیش کرتے ہوئے رحمت خداوندی و اہل کرم کی اعانت کے منتظر ہوتے ہیں۔

المعلن

تصدیق حضرات دارالعلوم دیوبند

(مہتمم مدرسہ اسلامیہ واقع) (جامع مسجد امروہہ)

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ مدرسہ اسلامیہ واقع جامع مسجد امروہہ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کا قائم کیا ہوا مدرسہ ہی۔ ابتدا ز زمانہ سے اسوقت تک اس مدرسہ نے بہت سے علماء و صلحا پیدا کئے ہیں جو ملک میں فیض رسانی کر رہے ہیں۔

چند سال سے مثل دیگر مدارس اسلامیہ کے اس مدرسہ کی آمدنی پر بھی بوجہ حوادثات و تغیرات اثر پڑا۔ اور اس وقت اُسکی مالی حالت بہت زیادہ نازک ہوگئی ہی اسلئے زیادہ توجہ و امداد کی ضرورت ہی مدرسہ مقروض ہونیکے علاوہ اپنی موجودہ مصارف کو برداشت کرنے سے مجبور ہی خدانخواستہ کہیں اسکے بند ہونیکی نوبت نہ آئے کہ یہ چشمۂ ہدایت آنکھوں سے اوجھل ہوجائے اور جو مدرس ایکسال سے بغیر تنخواہ لئے پڑھا رہے ہیں وہ مجبور ہوکر تلاش معاش میں مصروف ہوجائیں، ہم مسلمانوں کی خدمت میں نہایت زور کیساتھ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مدرسہ کی جسقدر بھی امداد ہوسکے کریں اور ثواب دارین کے مستحق ہوں امید ہے کہ مسلمانوں کی توجہ سے یہ چشمۂ دینی بدستور قائم سرسبز و آباد رہیگا۔

محمد احمد	احقر حبیب الرحمٰن عفی عنہ	بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ
صدر مہتمم دارالعلوم	مہتمم دارالعلوم	مفتی دارالعلوم دیوبند

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۱۴ ع

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ جمادی الاوّل سنہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۵

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعۂ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ناظم ثانی جامعۂ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند مین طبع ہوکر

دفتر القاسم دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۔۔۔۔ ۴ر

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۶ ہجری

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی و حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و دیگر مقدس و مقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے۔

مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
اشتات،	ادارت	۱ / ۴
اسلام میں خواتین کے حقوق،	مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی ادیب مدرسہ حنفیہ آرہ	۵ / ۸
قبول الصواب فی شمول الحجاب	ایک جدید تعلیمیافتہ کے قلم سے	۹ / ۱۶
تعلیمات اسلام نمبر ۱،	مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی	۱۷ / ۲۴
مسئلہ تقدیر،	مولانا قاری محمد طیب صاحب مدرس دار العلوم دیوبند	۲۵ / ۲۹
طب العرب،	جناب مولانا حافظ محمد اعزاز علی صاحب دام فیضہم،	۳۰ / ۳۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اشتات"

"القاسم" الحمد للہ کہ میانہ روی و اعتدال پسندی کیساتھ اپنے وقت پر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہی لیکن اسکے قدردانوں کی قلّت نے اس کے بڑھتے ہوئے حوصلوں کو اگر پیچھے نہیں ہٹا دیا ہی تو کم از کم اسکے جذبات ترقی پر ایک ٹھیس ضرور لگادی ہی۔

تو کیا اسکی اعانت و دستگیری آپ کے مذہبی فرائض میں سے نہیں ہے اور کیا القاسم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنا دامن امید آپ کی علم دوست ذات کیطرف اس نیت سے پھیلائے کہ آپ اسکی توسیع اشاعت و ترقی معاونین میں حتی الوسع اعانت و ہمدردی کریں۔

"دار العلوم دیوبند" میں الحمد للہ کہ ہر اعتبار سے سکون و اطمینان ہے اسباق نہایت پابندی اوقات کیساتھ حسب سابق جاری ہیں، کچھ جدید آزادی و حریت سے متاثر ہونیوالے نوجوان طلبا پر جو ایک زہریلی ہوا اثر کر گئی تھی الحمد للہ کہ انکی اصلاح پسند و صلح جو طبائع اپنی اصلی حالت پر آگر اپنے اپنے مشاغل تعلیمی میں لگ گئی ہیں۔ گو قسام ازل نے جنکی قسمت میں حرمانی علمی کا فیصلہ کر دیا تھا اسپر ہم تاہنوز افسوس کناں ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و فضل کے دروازے ان کیواسطے کھولدے۔ آمین

دار العلوم کا دائرہ علم و فیض جسقدر وسیع ہو چکا ہے وہ حقیقت شناس نظروں سے مخفی نہیں۔"

وابستگان دیوبند و فاضلین دارالعلوم کی عرصہ سے تمنا تھی اور خود دارالعلوم کی علمی مرکزیت اس کی مقتضی تھی کہ یہاں سے ایک اخبار شائع ہو کہ جسکے ذریعہ متعلقین دیوبند و فاضلین دارالعلوم ایک رشتہ علمی میں منسلک ہو جاویں،، چنانچہ گاہ گاہ القاسم میں اسکے متعلق شائع ہوتا رہا ہے لیکن آجتک عدم وسعت اسباب اسکو عمل کے درجہ میں نہ لاسکے،، للہ الحمد کہ یہ جذبات قلوب سے گذر کر حضرات اکابرین کے شرف قبولیت سے ہمکنار ہو کر میدان نشر و اشاعت میں آگئے، چنانچہ طے پا گیا ہے اور اعلان ہو گیا ہے کہ بہت جلد ایک اخبار ہفتہ وار **"الانصار"** منجانب دارالعلوم جاری ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ اس نونہال خادم مذہب و قوم کو پروان چڑھا دے "دارالعلوم جیسی مرکز العلوم درسگاہ سے اس کا اجرا مشتاق نظروں کو اپنی طرف پہلے سے لگائے ہوئے ہے ہم امید کرتے ہیں کہ حضرات ناظرین نہایت گرمجوشی کیساتھ اسکا خیر مقدم فرماویں گے،

القاسم نمبر ۳ جلد ۳ میں ایک مضمون بعنوان " افاضات " از افاضات مولانا قاری محمد طاہر صاحب معتمد المدیر القاسم سلمہ شائع ہوا تھا کہ جسمیں مولانا نے آجکل کی آزادی و حریت پسند طبائع جدید تعلیمیافتہ نوجوانوں اور نیچرل عورتوں کے مطالبہ مساوات پر روشنی ڈالی تھی اور فطرت کے اعتبار سے انکی شکوہ حقوق مساوات پر تنبیہ فرمائی تھی اسی ضمن میں کہیں کہیں حضرات شیعہ کے طریقہ نوحہ و بکا کا ذکر جو حد فطرت سے گذرا ہوا اور عورتوں کے سوگ سے بھی کچھ درجہ آگے ہی ہوتا ہے) تذکرہ آگیا تھا لیکن مقصود نہ انسے تخاطب تھا نہ انکی تنقیص و تضحیک مگر مثل مشہور ہے کہ چور کی ڈاڑھی میں تنکا، ان لوگوں سے اتنا بھی گوارا نہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی فطرت انسانی کا راستہ دکھلائے اور خلقت و فطرت کا مضحکہ اڑانیوالوں کا ذکر بھی آجاوے۔ تو وہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور مجتہد کی دوڑ امام باڑے تک تبرا بازی کے میدان میں اتر آتے ہیں۔ چنانچہ سہیل یمن ماہ حال میں گوہر صاحب نے خوب گوہر افشانی (زہر افشانی) فرمائی ہے اور اپنی اسی قدیمی سنت تبرا بازی پر خوب عمل پیرا ہوئے ہیں۔ سچ ہے

ہر چہ گیرد علتی علت شود[1]
کفر گیرد کاملے ملت شود
"این کار از تو آید و مردان چنین کنند"

[1] یعنی پیشوا یا گرو (یا مجتہد) جو سنت جاری کر جاویں تو مرید و چیلے بھی اس کو کرتے رہیں۔ ۱۲

ابھی تک اسکے متعلق ہمارا یہی خیال ہے کہ ان تبرائی بھائیوں کو اُن کے حال پر چھوڑ کر ان سے مُنھ نہ لگایا جائے اور اُن کی گالیوں کے جواب میں اسی پر اکتفا کریں کہ،

"بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی"

لیکن اگر وہ ہماری اس ڈھیل و رخاموشی سے بیجا فائدہ اٹھاوینگے تو ممکن ہے کہ آئندہ ہمیں اُن کی تبرا پسند طبیعتوں کے تنقیہ کیطرف متوجہ ہونا پڑے،

دہن خویش بدشنام میالا صائب[2]
کایں زر قلب بھر کس کہ دہی باز دہد

مسلمانوں کی قوم اپنی جہالت کی بدولت اور خدا کی مضبوط رسی کو چھوڑ کر اغیار کی دستنگری کرنیکی وجہ سے جن ذلت و رسوائی کے انتہائی گڑھوں میں گر چکی ہے اسپر جتنا چشم نم ہوں کم ہے۔ انکی غفلت اُن کے لئے تو کیا تازیانہ عبرت بنتی لیکن ہاں دیگر اقوام کیلئے بام رفعت ضرور بنجاتی ہے،،

مگر انسان کی ذاتی قابلیت و ذہانت بعض اوقات اور بعض وقت قومی و مذہبی حمایت نفع نقصان سے بے خبر کر دیتی ہے اور جوش قلم و زبان سے وہ کچھ گذرتا ہے کہ جسپر آلاخر پشیمانی و حیرانی سے انگشت بدنداں اور پریشان ہونا پڑتا ہے" یہی حال ہمارے وطنی بھائی آریہ سماج کا ہے کہ جنکی ذہنیت دماغی . . . . رفعت قومی کے بدولت آج ملک کی عام فضا مکدر ہو چکی ہے لیکن ہمارا ناقص خیال یہ ہے کہ اس میں ہمارے زمانہ حال کے سماجی بھائی ہی قصوروار نہیں ہیں بلکہ وہ تو حقیقت میں اپنے اسلاف کے اخلاف ہیں" سوامی دیانند نے جو پودے لگائے اور جو تخم ریزی کر دی انہیں کی آبشاری کرنا انکا فرض ہے۔ لیکن یہ مسلمانوں کی بدقسمتی کہ ان کی کمزوری نے آریوں کے تمام جتھے اور تمام فرقوں کو انکی طرف متوجہ کر دیا۔ کہ "نزلہ بر عضو ضعیف میریزد"۔ ورنہ سوامی جی نے کسکو چھوڑا اور کس کے پیشواؤں کو اپنی ہدف تذلیل و تحقیر سے بچا رکھا، کیا سناتن بھائیوں کی انہوں نے تواضع نہیں کی دشنو جی کو بھنگی خاندان اور ایسے ہی مہادیو جی کا بہن سے ملاپ نہیں کرایا،، سناتنی بتوں اور پنڈتوں کو انہوں نے گالیاں نہیں دی، کیا جینیوں کی ضیافت سے سوامی جی باز آئے، اور کیا سکھوں کی بھی خبر نہیں لی۔ اور عیسائیوں کے خدا اور مسیح کو کیا کچھ نہیں کہا۔ اسکے ساتھ ہی اگر مسلمانوں کے پیشواؤں اور مقتداؤں کی وہ تذلیل و توہین

[2] اپنی زبان کو بد کلامی سے " ملوث مت کر کیونکہ یہ کھوٹا پیسہ تو جس کو دیگا وہ تجھے واپس کر دیگا۔

نہ کرتے تو کیوں حالانکہ وہ تو سب سے زیادہ انکی آنکھوں میں کھٹک تھے اسلئے سب سے زیادہ سوامی جی نے انہیں کی خاطر کی اور ہر وہ ذلیل لفظ لکھنے میں باک نہ کیا کہ جو انکی طاقت قلم و زبان میں ممکن تہا۔ اسکی تفصیل طوالت طلب ہے ورنہ ہم اسکی تفصیل سے بھی دریغ نہ کرتے اور اگر موقع ہوا تو آئندہ کچھ تفصیل ممکن ہے کہ شائع ہوا ان تمام توہین و تذلیل کا مجموعہ دل آزاری و تکلیف رسانی کا خزانہ محض ستیارتھ پرکاش مصنفہ سوامی جی ہی۔ تو کیا اگر دنیا کی قومیں اور زمین پر بسنے والے تمام مذاہب مجتمع طور سے ستیارتھ کے خلاف آواز احتجاج اُٹھاویں تو وہ حقیقت سے دور اور صداقت کے دشمن ہونگے؟ لیکن اگر اقوام عالم اپنے احساسات مذہبی کو پامال کر چکے ہوں تو کیا یہ بھی ضروری ہی کہ مسلمانوں میں یہ انتہائی حرکت بھی باقی نہ رہے کہ وہ اپنے مقتدا و پیشوا و باعث تخلیق عالم۔ (فداہ روحی ابی وامی) کی توہین و تذلیل کے اسباب پر آواز احتجاج بلند کریں۔ چنانچہ اسی سے متاثر ہو کر بعض اسلامی جرائد نے اس مسئلہ کو اٹھایا ہی کہ ستیارتھ جیسی مہذب کتاب کی اشاعت موجب دل آزاری مخلوق ہی، لیکن یہ ایک آواز تھی کہ جسنے آریہ جماعت میں ایک عام کھلبلی ڈالدی، اور دماغی پردوں اور ذہنی رفعتوں نے انکو طرح طرح کی خوابیدہ و بد خوابیوں میں مبتلا کر دیا، انتہا اس کی یہ ہی کہ کہیں قرآن حکیم کو ستیارتھ کے مقابلہ میں لا رکھتے ہیں اور کہیں گورنمنٹ ہند کو اپنی سورمائی طاقت اور سنگھٹی رفعت سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں ہمیں انکی ان مزعومات سے تو کچھ دخل نہیں البتہ ان کے اس خیال کے متعلق کہ ستیارتھ و قرآن کو ایک درجہ میں لانیکی سعی کیجاتی ہی۔ ہم ضرور عرض کرینگے اور خواہ ہماری اس خیال کی کوئی موافقت نکریں لیکن ہم مسلمانوں سے پر زور اپیل کرینگے کہ وہ آریہ بھائیوں کی اس رفعت خیالی کو بھی استعمال کرنیکی اجازت دیدیں کہ وہ قرآن کریم و ستیارتھ کا اس حیثیت سے مقابلہ کریں کہ کلام حکیم و قدیم اگر اس قسم کی دل آزاری اور تکلیف رسانی اور تذلیل مذاہب و پیشوایان مذاہب کا حامی و معلم ہو تو (نعوذ باللہ) ستیارتھ کے ساتھ ساتھ اسکی اشاعت بھی بند کر دیجائے۔ لیکن آریہ جمہار شو یہاں کیا کروگے کہ قرآن کریم کے الفاظ اور حروف زیر و زبر مسلمانوں کا ایک دو دس پانچ سو ہزار نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں دلوں پر کندہ ہیں اور آج لاکھوں معصوم سینے اس نور الٰہی سے لبریز ہیں کہ جہاں گورنمنٹ کے قانون ضبطگی بھی رسائی نہیں ہو سکتی کیا قرآن حکیم کو عدو و مسلمہ سے بھی فنا کر سکتے ہیں کیا انہیں عیسائیوں کی وہ تحریک یاد نہیں کہ انہوں نے قرآن کریم کو ہندوستان سے خرید خرید کر نابود کر دینا چاہا تہا تو ایک مرد مسلمان حافظ قرآن نے کہا تہا "اے نصرانیو کیا قرآن کو ہماری سینوں سے بھی نکال سکنے پر تم قادر ہو؟ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کا مقابلہ کرنیکی بھی تم میں قوت ہے" تو جب نصرانیوں سے قرآن حکیم معاذ اللہ فنا نہ ہو سکا تو ہندوستان کی دال ساگ پر گذر کرنیوالی قوم کیا اس کو فنا کر سکتی ہی بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ ایسی قوم خود فنا ہو جاویگی۔ اے اللہ اپنے گمراہ بندوں کی ہدایت کیلئے اُن کے قلوب سے ظلمات کے پردے اٹھا دے اور انکو سیدھی راہ لگا دے۔ آمین یا رب العالمین۔

رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے الطاف

صنف نازک پر

اسلام میں خواتین کے حقوق

بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک مُنہ بولتی۔ پاؤں چلتی۔ باتیں بناتی۔ زیورات سے سجی ہوئی۔ مانگ پٹی کئے ہوئے۔ خوبصورت۔ دلفریب۔ خوب سیرت لڑکی اُبا اُبا کرتی مٹی کے سیکڑوں من تودوں کے نیچے محض اس جرم پر دبا دی گئی کہ صانع عالم کے دست قدرت نے اس کو لڑکی کیوں بنایا۔ عرب کا ایک مشہور سردار۔ قیس جس وقت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو اس نے اپنی زندگی کے نمایاں کارناموں کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں سفر میں تہا۔ میرے پیچھے گھر میں ولادت ہوئی۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی میری بیوی محبت مادری سے متاثر ہو کر اسکو نہ مار سکی اور پرورش کرتی رہی۔ جب میرے واپس آنیکا زمانہ قریب ہوا تو اسکو اپنی بہن کے یہاں چھپا دیا اور مجھ سے کہدیا کہ ایک مردہ بچہ پیدا ہوا تہا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ اُس کی لڑکی اپنی ماں سے ملنے آئی میں باہر تہا۔ اتفاقاً خلاف معمول میں اچانک مکان میں پہنچ گیا۔ دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوش وضع لڑکی زیورات سے آراستہ عمدہ کپڑے پہنے ہوئے مانگ پٹی کئے ہوئے بیٹھی ہی۔ مجھے وہ لڑکی بہت ہی بھلی معلوم ہوئی۔ پوچھا کہ یہ لڑکی کس کی ہے مجھے بہت ہی پیاری معلوم ہوتی ہی۔

میرا یہ سوال تہا یا ایک اندوہ آگین حادثہ کی اطّلاع، کہ اُس کی ماں کی آنکھوں نے مضطربانہ آنسو بہائے اور زبان نے بے اختیار تمام واقعہ کا اظہار کیا۔ اُسوقت تو مجھے بھی کچھ خیال آگیا۔ میں نے بھی اُس کو پرورش کرنیکی اجازت دیدی اس کا اطمینان کر دیا۔ اور پدری محبت نے میرے خون میں بھی جوش مارا۔ میں بھی اُس کی محبّت پر مجبور ہوا۔ اور وہ بھی بہت

زیادہ مانوس ہوگئی "نگرتا کے"

ایک روز میری غیرت نے جامہ صبر کو چاک کردیا۔ میں تقریب میں لیجانے کے بھانہ سے اس لڑکی کو اپنی ساتھ باہر لایا۔ جنگل میں لے گیا۔ ایک گڑھا کھودا، اُس لڑکی کو اُس میں ڈالکر اوپر سے اپنے جگر کے ٹکڑے پر مٹی ڈالنے لگا۔ وہ بچی یعنی میری لخت جگر بیٹی "ایک اندوہناک اور دردناک آواز سے چلاّ رہی تھی، کہ ابّاجان تمھاری جان کی قسم بتاؤ تو یہ کیا کر رہے ہو۔ جوں جوں میں مٹی سے اسکو پاٹ رہا وہ لڑکی نہایت عاجزی سے ان الفاظ کو دُھرا رہی تھی۔ مگر جب بچیّ نے جان لیا کہ میرا ارادہ غیر ہے تو ایک مایوسی اور حسرت بھری رخصت کرنیوالی آواز میں کہا کہ ابّا جان کیا مجھے یہیں چھوڑ کر چلے جاؤگے ؟۔

اس کی اس آواز سے پہاڑ پھٹ جاتا۔ پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا۔ لوہا پانی ہوجاتا۔ مگر میرا دل تھا فولاد کہ اُسپر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ دبایا اور چلا آیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ لخت جگر کی عاجزی بھری آواز نے جگر پر زخم کردیا تھا اُسوقت تک مندمل نہیں ہوا اور کبھی کبھی اُس کا خیال اُسپر نمک پاشی کردیتا ہی۔

رحمۃ عالم کا قلب مبارک اس اندوہ گین واقعہ کے سُننے سے بھر آیا۔ چشم مبارک نے اشکباری سے اندوہ نہانی کا اظہار کیا یعنی مبارک آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے اور زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔

واللہ ان ذٰلک لقسوۃ۔ من لا یرحم لا یُرحم	خدا کی قسم سخت دلی اسی کا نام ہی۔ جو شخص دوسرے پر رحم نہ کرے اُسپر بھی رحم نہ کیا جائے

عرب کا مشہور بہادر کندہ کا شاہزادہ، امرؤالقیس۔ اس میں بہت مشاق تھا۔ بہت سی لڑکیاں ہوئیں، سب کو مارا۔ صرف ایک لڑکی ھندہ نام نہ معلوم کسوجہ سے زندہ رہگئی جس کو وہ سب سے زیادہ معتمد اور محبوب سمجھتا تھا۔

مگر جسوقت رحمت کا آفتاب ظلم اور قساوۃ کی تاریک و تار گھٹاؤں کو چیرتا ہوا، اس طالب رحم مظلوم صنف پر پرتو فگن ہوا۔ تو دفعۃً تمام مظالم کافور تھے اور صنف نسواں سریر کرامت و عزت پر اسیطرح مسند آرا تھی جس طرح کہ صنف رجال پر ایک پر ہیبت اور پر جلال ارشاد باری اُن کے سامنے پیش کیا گیا۔

لاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم	یعنی اپنی اولاد کو افلاس کے خوف کثرت اخراجات کے خطرہ سے مت قتل کرو۔ تم انکو رزق نہیں دیتے۔ بلکہ اُن کو اور تم کو رزق دینے والے ہم ہی ہیں

اگر تم کو غیرت اور شرم کا خیال ہی، تو یاد رکھو کہ عاقبت کی پریشانی۔ شرم۔ ندامت حسرت دنیا کی حسرتوں اور ندامتوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ ڈرو احکم الحاکمین سے۔ جب قیامت کے روز سُوال کریگا کہ ان بچیوں کو کس گناہ اور کس جرم میں قتل کیا گیا۔

اِذا الموؤدۃ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَت۔ یہ تمھارے عقائد نہایت ہی ردی عقائد ہیں مشرکانہ خیالات ہیں۔

توحید پرست وحدت کا حامی، حق و صداقت کا شیدا ایک لمحہ کیلئے بھی ان کو قبول نہیں کرسکتا۔ یہ شیطانی وساوس ابلیسی اغوا ہی اُس نے تمھارے ذہن میں ظاہری آب و تاب سے ملمع کردہ خیالات اس طرح بٹھا دئیے ہیں۔ کہ یہ بہتر چیز ہے خدا نے اس کا حکم کیا ہی حالانکہ یہ بالکل غلط۔ اُس کا مقصد صرف یہ ہی کہ ملۃ خلیل اللّٰہی۔ اور دین ابراہیمی کو خلط کردے اور اُس کے اصل خط و خال تمھارے ظاہر میں باطل پرست نظروں کے سامنے جلوہ گر نہ ہوسکیں قال اللہ تعالیٰ۔

وکذٰلک زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم شرکاؤھم لیردوھم ولیلبسوا علیھم دینھم۔ (ج ۸ ع ۶ سورہ انعام)۔

یعنی جسطرح اوران کے باطل اعمال اور افعال کو بنا سنوار کر دلفریب پیرایہ میں اُن کے سامنے پیش کئے اور ان کو گمراہ کیا ہی۔ ایسی ہی اُن کو شرکا اور شیاطین نے یہ بھی اُن کے سامنے مزین کرکے پیش کیا ہی کہ وہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں مقصد ان شرکا کا یہ ہی کہ ان کا دین اُنپر خلط کردیں اور ان کو تباہ و برباد کردیں۔

اس گمراہ جماعت کے متعلق خداوند عالم کا یہ بھی ارشاد ہی۔

قد خسر الّذین قتلوا اولادھم سفھاً بغیر علمٍ وحرموا ما رزقھم اللہ افتراءً علی اللہ قد ضلوا وما کانوا مھتدین؛

یقیناً خسارہ میں رہی برباد ہوگئے وہ شخص جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت سے بغیر علم صحیح کے (یعنی فاسد خیالات کی بنا پر) قتل کر دیا۔ اور اللہ پر بہتان اور افترا باندھکر اللہ نے جو کچھ اُن کو رزق دیا تھا اسکو حرام کر لیا۔ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہوگئے۔ اور ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ (سورہ انعام ۶ ع ۱۷ ج ۸)

آیات مذکورہ کے علاوہ تلاش سے اور بہت سی قرآن پاک کی آیتیں بھی اس مضمون کی ملسکتی ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً نازل ہوئیں اور ان کے مظالم آلود دلوں کو رحم اور محبت کے انوار سے بھر دیا۔ اور پھر اس مضمون کے تحت میں جب ہم احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ترحم اور تعطف کے بے کنار دریا موج مارتے ہوئے ہمارے منظر کو پُر حیرت منظر بنا دیتے ہیں۔ چند احادیث اس جگہ نقل کر کے اُن کے مختصر سے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ خلق الخلق۔ حتیٰ اذا فرغ من خلقہ قالت الرحم ھذا المقام العائذ بک من القطیعۃ قال نعم۔ اما ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک قالت بلی یا رب۔ قال فھو لک۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقرء وا ان شئتم فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم (بخاری شریف)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہی کہ آپنے فرمایا خداوند عالم نے تمام خلقت کو پیدا کیا۔ جب خلقت کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تو رحم (تعلقات قرابت اور انکی اصل بنیاد) نے کہا کہ (کیا) یہ اس شخص کا مقام ہے جو تیرے ذریعہ سے بدسلوکی سے پناہ مانگے۔ رب العزت نے فرمایا کہ ہاں۔ اے رحم کیا تو اسپر بھی خوش نہو گا کہ جو تیرے تعلقات کو باقی رکھے سلوک کا استعمال کرے اُس سے میں بھی سلوک کروں اور جو تیرے سے بدسلوکی کرے اُس سے میں بھی بدسلوکی کروں۔ رحم نے کہا کہ اے رب بھلا اس سے میں کیونکر نہ راضی ہوں گا۔ خداوند عالم نے فرمایا کہ تیرا مرتبہ پاسداری کا یہی ہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا کہ پڑھو خداوند عالم کا قول فھل عسیتم الآیۃ کیا آپ لوگوں سے یہ بھی ممکن ہی کہ اگر حاکم ہو جاؤ تو زمین میں فساد کرو۔ رشتوں کا لحاظ نہ کرو بدسلوکی کرو (بخاری شریف)

(باقی آئندہ)

چنانچہ ولا یبدین زینتھن، الّا ما ظھر منھا، ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن اور ولا یضربن بارجلھن الخ کے متعلق یہ فرماتے ہیں:-

اپنی چھاتیوں کو بھی ظاہر مت کرو بلکہ گریبانوں پر دوپٹہ ڈالے رکھو۔ اور پھر بھی وہ بوجہ جوانی کے نہ چھپیں اور دوپٹہ کے اوپر سے نمایاں رہیں تو مجبوری ہی۔ بازاروں میں یا غیر مردوں کے سامنے پیروں کو دھمک کر مت چلو۔ تاکہ پستان جو دوپٹہ میں پوشیدہ ہیں تھلک کر ظاہر نہوں۔ پھر آگے چلکر فرماتے ہیں:- زینت کا اصطلاحی ترجمہ جوبن کرنے سے معنی اور مطلب بالکل صاف ہو جاتے ہیں۔ شرمگاہ کی حفاظت کرو اور اپنے جوبن کو بھی ظاہر مت کرو اور ہر وقت اپنے گریبانوں پر دوپٹہ ڈالے رکھو (اگر زینت سے تمام چہرہ یا تمام جسم مانا جاوے تو اُس کے چھپانے اور دوپٹہ گریبانوں پر ڈالے رہنے سے کیا مناسبت) تاکہ جوبن ان میں چھپا رہے، الّا ما ظھر منھا مگر جو نمایاں ہی رہے اور نہ چھپ سکے تو مجبوری ہی۔ ناظرین ذرا غور فرمائیں کہ ان حضرات نے اس آیت کی کیا درگت بنائی ہے اور ایک ہی وقت میں کتنی غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ پہلی غلطی تو یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں زینت کو مطلق مانا ہے مگر آپنے اُس کو مقید کر دیا۔ اس بات کو ہم ایک مثال سے ثابت کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے ملازم سے یہ کہے کہ میری عدم موجودگی میں میرے کمرے کی زینت یا آرایش کسی کو نہ دکھانا لیکن وہ ملازم سب کو کمرے میں آنیکی اجازت دیدے اور صرف ایک شمعدان کو جو وسط کمرہ میں میز پر رکھا ہو لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ کر دے اور پھر اُسپر فخر کرے کہ میں نے کمرے کی آرایش کسی کو نہیں دکھائی تو آپ ہی خیال فرمائیے کہ اس ملازم کی یہ حرکت کس حد تک آقا کو پسند آسکتی ہے۔ اور کہاں تک وہ اسکی عقل کی داد دیسکتا ہی۔ بعینہٖ یہی صورت یہاں پر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ جملہ قسم کی آرایش نامحرموں کی نگاہ سے پوشیدہ رکھو سوائے اُن چیزوں کے جو مجبوراً ظاہر ہوتی ہوں اور آپ ہیں کہ ایک مخصوص آرایش کو پوشیدہ رکھنے کا حکم فرماتے ہیں۔ یہ بات کہاں تک قابل وقعت خیال کی جا سکتی ہے؟۔

دوسری غلطی جو اس سے بہت زیادہ اہم ہے یہ ہے کہ جیسا کہ آپکے الفاظ سے واضح ہوتا ہے آپ الّا ما ظھر منھا کو اُس کی اصلی جگہ سے ہٹا کر ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن کے بعد لگاتی

ہیں۔ گویا کسی آیت کی تفسیر کرتے وقت یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اُس آیت کے الفاظ بھی مقدم و موخر کردئے جائیں جسکا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔ البتہ یہ دوسری بات ہے کہ آپ اپنی طرف سے کوئی دوسرا قرآن پیش کریں:-

تیسری غلطی یہ ہے کہ آپنے اپنی عربی دانی کا بھی پورا خاتمہ کردیا ہو۔ الا ما ظہر منہا میں الاّ صرف استثنا ہے۔ لہٰذا یہ جملہ استثنائیہ ہوا۔ لیکن آپ یہ معنی لگاکر کہ پھر بھی بوجہ جوانی کے نہ چھپیں" اس کو جملہ شرطیہ مانتے ہیں جسکو آپ ہی ایسا عربی دان سمجھ سکتا ہے۔ دوسروں کی سمجھ اس تہ تک پہنچنے سے قاصر ہے۔

چوتھی غلطی یہ کہ یہ فرماکر کہ "پھر بھی وہ بوجہ جوانی کے نہ چھپیں اور دوپٹہ کے اوپر سے نمایاں رہیں تو مجبوری ہے،" آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "پستان جو دوپٹے میں پوشیدہ ہیں جھلک کر ظاہر نہوں" یعنی خود ہی تو اُن کو نمایاں مانتے ہیں اور خود ہی پوشیدہ بھی تصور کرتے ہیں۔

پانچویں غلطی یہ ہے کہ یدنین علیھن من جلابیبھن کی تفسیر کرتے وقت آپنے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چادر اوڑھکر باہر نکلنے کا حکم دیا ہے" مگر اس مقام پر آپ اُن کو دوپٹہ پھینکر اور ناظرین پر واضح رہے کہ جس چیز کو آپ دوپٹے سے تعبیر کرتے ہیں وہ خمار یعنی سربند کا دامن ہی) بازاروں اور غیر مردوں میں جانے کی اجازت دیتے ہیں جس پر کہا جاسکتا ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد۔

چھٹی غلطی یہ کہ آپ کی تفسیر کا ارشاد نبوی سے تصادم ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب عورت بالغ ہوجاوے تو سوائے وجہ وکفین کے اُس کے جسم کا کوئی حصہ نہ دکھائی دینا چاہیئے اور آپ ہیں کہ صرف سینے پر دوپٹہ ڈالنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی تفسیر کو تفسیر کہنا تو ہرگز زیبا نہیں البتہ جامع اغلاط والفواحش اس کا نام رکھا جائے تو زیبا ہے۔ تاہم اگر الا ما ظہر منہا کو اُس کی جگہ پر رکھکر آپ کے نفس مطلب کو تھوڑی دیر کیلئے صحیح مان لیا جائے تو پھر عبارت اسقدر بے ڈھنگی ہوجاتی ہے کہ کسی حالت میں بھی خدا کا کلام نہیں کہلا سکتی۔ کیونکہ پہلے تو جوبن کو چھپانے کا حکم ہوتا ہے۔ پھر اگر نہ چھپے تو مجبوری ظاہر کیجاتی ہے اُس کے بعد یہ کہا جاتا ہے کہ دوپٹہ سے چھپاؤ شاید یہ ترکیب

چلجاوے۔ پھر بھی وہ نمایاں رہتا ہے تب حکم ہوتا ہے کہ پیر دھمک کر مت چلو کہ کہیں ہل نہ جائے۔ دیکھئے کسقدر مہمل اور لغو آپ کی تفسیر ہے۔ آخر میں نعوذ باللہ خدا تعالیٰ اُس کے چھپانے کی ترکیب نہیں بتا سکتے تو عاجز ہوکر فرماتے ہیں کہ اگر چھپتا نہیں تو خیر مگر اب ہلاؤ مت۔ سبحان اللہ۔

ناظرین اب ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کی تفسیر سے مسلمان عورت کا جو ہیولیٰ ذہن میں بنتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نگاہیں تو وہ کبھی نیچی نہ رکھے سوائے اُس وقت کے کہ جب وہ کسی کو برھنہ دیکھے اور دو باتوں کا خاص طور پر خیال رکھے۔ پہلے یہ کہ دوپٹہ سینے پر ضرور پڑا رہے، اور دوسرے یہ کہ نہایت آہستہ آہستہ چلے ایسا نہ ہو کہ جوبن ذرا بھی ہل جائے۔ اس تفسیر پر غور کرنے سے آیت ہذا کی حکمت ہم پر تو واضح ہو نہیں سکتی لیکن اتنا ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اس سے فواحش کی گرم بازاری کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ باوجود اتنی بڑی آیت نازل فرمانے کے کوئی معتد بہ نتیجہ مترتب نہیں ہوا اور لطف تو یہ ہے کہ باوجود اس دردسری کے جو آپنے آزادی نسوان کی حمایت میں فرمائی آپ کی سعی بھی سعی لاحاصل ہوکر رہگئی۔ جوبن کے قدم قدم پر ہلک جانے کے خوف سے ہماری صنف نازک نہ تو سوسائٹی کے تفریحی مشاغل میں حصہ لے سکتی ہے اور نہ کسی قومی تحریک میں شرکت کرسکتی ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ زمانۂ حال کے آزاد طبقۂ نسواں کی نگاہ میں ذرا بھی وقعت حاصل نہیں کرسکتے۔ اور نہ اپنی دیدہ ریزی پر کسی شکریئے کے مستحق ہوسکتے ہیں۔

اب رہ گیا آپ کا یہ سوال کہ "اگر زینت سے چہرہ یا تمام جسم مُراد لیجائے تو اُس کو چھپانے اور دوپٹہ گریبانو نپر ڈالے رہنے سے کیا مناسبت" تو اس کا جواب ہم شروع میں اس آیت کی تفسیر کرتے وقت اشارۃً دے بھی چکے ہیں اور پھر عرض کئے دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ زینت کو چھپانے کا حکم فرماتے ہوئے اس خیال سے کہ اگر نامحرم ہونکے سامنے بدرجہ مجبوری چہرہ کھولنا ہی پڑے تو چادر بے ترتیبی سے اوڑھنے میں بال یا گردن یا گریبان نہ کھل جائیں یہ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی سربندوں کے دامنوں کو گردن اور گریبانو نپر ڈالے رہو۔ یہ ایک موٹی سی بات ہے مگر تعجب ہے کہ آپ کی سمجھ میں نہیں آتی۔ مقنن عام طور پر کسی جرم کے جملہ ذرائع اور وسائل کو بطور جداجدا

دفعات جرم کے نہیں شمار کرتا لیکن اگر وہ چاہے اور اُس کی حکمت اُسی کی مقتضی ہو تو وہ اُن جملہ ذرایع میں سے کسی ایک خاص ذریعے کو بطور ایک جُداگانہ دفعہ جرم کے شمار بھی کر سکتا ہی۔ پھر اگر کسی عامی کا ذہن مقنّن کی اس حکمت پر جس کیوجہ سے اُس نے اِس خاص امر کو بطور جُداگانہ دفعہ جرم کے تحریر کیا ہی نہ منتقل ہو تو یہ اُس عامی کی فہم کا قصور ہی نہ کہ اُن لوگوں کا جنھوں نے اُس حکم کی حقیقت کو سمجھکر لوگوں کو اُس سے واقف کیا۔ بقول شخصے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

دوسری آیت

والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحًا فلیس علیھنّ جناحٌ اَن یضعن ثیابھنّ غیر متبرّجتٍ بزینةٍ۔ وان یستعففن خیرٌ لّھنّ ۔

اور بڑی بوڑھی عورتیں جنکو (کسی کے) نکاح (میں آنی) کی کچھ امید نہ رہی انکو البتہ اس بات میں کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے اُتار ڈالیں بشرطیکہ زینت (کے مواقع) کا اظہار نکریں (اور ہر چند کہ بڑھیوں کیلئے کھولنے کی اجازت ہے لیکن) اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو انکیلئے اور زیادہ بہتر ہے۔

تفسیر

(۱) ابن المنذر۔ ابن ابی حاتم اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہی کہ مُراد اِس سے عورت ہے۔ اُسپر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے گھر میں کرتہ اور سربند کے ساتھہ بیٹھہ رہے اور اوپر کا جلباب (چادر) اُتار دے۔

(۲) ابو عبیدہ رضؓ نے فضائل میں اور ابن المنذر اور ابن الانباری نے مصاحف اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا ہی کہ ثیابھنّ کی تفسیر جلباب کے ساتھہ کرتے تھے (جسکا ذکر جلابیبھنّ

ع ؎ علاوہ اس کے ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ایک علیحدہ حکم بھی ہو سکتا ہی جسکے ذریعہ سے عورت کیلئے یہ لازم ہو جاتا کہ ایسی مواقع جو خمار سے پوشیدہ رہ سکتے ہیں (یعنی سر۔ گردن اور گریبان وغیرہ کو) محرموں کے سامنے بھی نہ ظاہر کرے باستثناء اپنے زوج کے۔ ہمارے اس خیال کی تصدیق ایک بڑی حدتک حضرت ابن عباس رضؓ کے اُس قول سے بھی ہوتی ہے جو ہم نے تفسیر ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن کی تحت میں نقل کیا ہی۔

میں ہے۔ یعنی مُنھ ڈھانکنے کی چادر) مطلب یہ ہی کہ خوف فتنہ سے چہرے کا چھپانا واجب تھا۔ بڑھیا کو عدم خوف کے سبب واجب نہیں۔

(۳) عبد الرزاق و فریابی و عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و صرابی و بیہقی نے سنن میں حضرت ابن مسعود رضؓ سے اس قول میں روایت کیا ہی کہ ثیاب سے مراد جلباب اور رداء ہی۔

(۴) سعید بن منصور و ابن المنذر نے حضرت ابن عمر رضؓ سے اس آیت میں نقل کیا ہی کہ جلباب اُتار ڈالے۔

(۵) عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے مجاہد (تابعی) سے وان یستعففن کے متعلق روایت کیا ہی کہ جلباب بھی پہنیں تو بہتر ہے۔ (یعنی بڑھیا کے لئے بھی افضل ہے کہ منھ چھپا دے)۔

اس آیت میں ضعیفہ عورتوں کو جو قابل نکاح نہ رہی ہوں (نہ کہ میانہ عمر عورتوں کو جو مشاہدہ ہے کہ منکوحہ بھی بنتی ہیں اور بچّہ بھی جنتی ہیں) بنابریں کہ وہ محل فتنۂ شہوت نہیں ہیں نامحرموں کے سامنے چادر اُتار دینے کی اجازت دیگئی ہی جس سے یہ امر ثابت ہوتا ہی کہ اُن کے لئے نامحرموں کے سامنے چہرہ و کفین کھولدینے کی ہر وقت اور ہمیشہ گنجایش ہے اسوجہ سے کہ چادر ساتر وجہ و کفین ہے۔ مگر اس میں بھی ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ چادر اُسی وقت اُتار سکتی ہیں جب علاوہ چہرہ کے دیگر مواقع زینت کا اظہار نہ ہو۔ اب غور کیجئے کہ چادر اُتارنے پر کن کن مواقع زینت کا اظہار ہوگا تو ظاہر ہے کہ بال۔ گردن۔ کان اور سینہ وغیرہ کا اظہار نہوگا کیونکہ خمار جسم کے بالائی حصّہ پر موجود ہوگا بلکہ صرف خمار۔ کرتہ۔ لنگی یا پائجامہ کا اظہار ہوگا۔ مگر چونکہ عام طور پر یہ کپڑے معہ خمار عجائز کے بدن پر نہایت سادے اور ڈھیلے ڈھالے ہوتے ہیں اور اُن سے اُن کے جسم کی ساخت وغیرہ اوّل تو معلوم نہیں ہوتی اور اگر معلوم بھی ہو تو بوجہ کبر سنی کوئی خوف فتنہ نہیں ہوتا لہٰذا اُن کو اس امر کی اجازت دیدی گئی کہ وہ سربند کے ساتھہ ان کپڑوں پر قناعت کر سکتی ہیں۔ البتہ اگر اُن کے خمار یا

ع ؎ یہ بات آیت نمبر ۳ کے لفظ "یدنین" سے بخوبی واضح ہوتی ہی۔

دیگر کپڑے باریک۔ چُست بھڑکیلے یا خوشنما ہوں (جو عام طور پر نہیں ہوتے) اور وہ زیور بھی پہنے ہوں (اور ایسا بھی عام طور پر نہیں ہوتا) تو ایسی حالت میں اُن کو بموجب آیت ہٰذا چادر اُتارنے کی اجازت نہیں ہی کیونکہ شرط چادر اُتارنے کی یہی ہی کہ مواقع زینت کا اظہار نہو۔ پس اِس آیت میں بوجہ تقاضائے سِن اُن کیلئے کچھ خاص رعایت کردی گئی ہے اور وہ یہ ہی کہ چادر اُتار کر اپنے چہرے وکفین کا عام طور پر اظہار کرسکتی ہیں بشرطیکہ اُن کے خمار اور جسم سے ملحقہ کپڑے چُست بھڑکیلے۔ یا خوشنما نہوں۔ باریک نہوں۔ اور کوئی زیور یا سنگار بھی اُن پر نہو۔ برخلاف جوان اور میانہ عمر عورتوں کے جنکو ہر وقت اور ہمیشہ نامحرموں کے سامنے بموجب آیت ہٰذا چادر اوڑھے رہنا چاہیئے اور سوائے اوقات ضرورت شدیدہ کے چہرے وکفین کا اظہار نکرنا چاہیئے۔ کیونکہ نہ صرف یہ کہ عام طور پر اُن کے جسم سے ملحق کپڑے چُست باریک اور خوشنما ہوتے ہیں اور اُنپر زیور اور سنگار ہوتا ہے اور اُن کو عام طور پر چہرہ وکفین چھپانا لازمی ہی بلکہ اُن کے خمار اور جسم سے ملحق کپڑے خواہ کتنے ہی سادہ اور ڈھیلے ڈھالے کیوں نہ ہوں بلحاظ اِس امر کے کہ پورے طور پر اُن کے اعضاء کی خوبصورتی کو چُھپا نہیں سکتے ہر وقت باعث فتنہ ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ عجائز کے لئے بھی بہتر یہی فرماتے ہیں کہ وہ چادر ہر وقت اوڑھے رہیں جس سے سارا جسم معہ چہرہ وکفین کے ڈھکا رہی اور چہرہ وکفین محض ضرورت شدیدہ میں مثل نوجوان ومیانہ عمر عورتوں کے کھولے جاسکیں۔ پس جب ضعیفہ عورتوں کیلئے بھی بہتری اِسی میں ہے کہ وہ جوان اور میانہ عمر مستورات کیطرح سارا جسم چادر سے پوشیدہ رکھیں تو جوان اور میانہ عمر عورتوں کے لئے اِس امر کی اجازت کہاں سے نکل سکتی ہی کہ عام طور سے وجہ وکفین کا انکشاف کریں۔ لہٰذا اِس آیت سے بھی بدلالت واضحہ یہ امر ثابت ہوگیا کہ چہرہ وکفین کا اظہار شابہ ومیانہ عمر عورت کے لئے بہت ہی بڑی مجبوری کے وقت جائز ہوسکتا ہے۔ علاوہ اِس کے جس مقام کی یہ آیت ہی اُس جگہ کو غور سے ملاحظہ کرنے پر یہ امر بھی منقح ومحقق ہوجاوے گا کہ ضعیفہ عورتوں کو صرف گھروں کے اندر نامحرموں کے سامنے چادر اُتار دینے کا حکم ہی

ملاحظہ ہو تفسیر آیت ہٰذا ملہ ء

البتہ چونکہ باہر نکلنے میں بھی وہ محل فتنۂ شہوت نہیں ہیں لہٰذا اگر وہ چاہیں تو وجہ وکفین کا اظہار عام طور پر باہر بھی کرسکتی ہیں۔

مگر ہماری نئی روشنی کے دلدادہ دوست جنکی تفسیر پر ہم آیت گذشتہ میں کافی روشنی ڈال چکے ہیں یہاں بھی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جُداگانہ بناتے ہیں اور اِس آیت کی تفسیر مندرجہ ذیل الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

ضعیفہ عورتوں کو اجازت دی گئی کہ اگر ہر وقت وہ دوپٹہ گریبانوں پر نہ ڈالے رہیں اور اُتار رکھیں تو کچھ گناہ نہیں ہی بشرطیکہ تحلیل اعضاء کے باعث زینت کرتے میں پوشیدہ رہی (جو بات کہ جوانی میں ذرا ناممکن ہے) اور اگر وہ بھی ہر وقت دوپٹہ اوڑھے رہیں تو بہتر ہی؛۔

ہم گذشتہ آیت میں بدلالت واضحہ اِس امر کو ثابت کرچکے ہیں کہ زینت کے جو معنے اُنہوں نے لئے ہیں سرتاپا غلط ہیں اور اِس لحاظ سے ہم کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ اُن کی مزید گوہر افشانی کا نمونہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے لیکن ہمیں صرف یہ دکھانا ہی کہ ناظرین اُن کی اِس تفسیر کو پڑھکر اور سمجھ کر خود انصاف فرمالیں کہ اِن حضرت نے اپنی مہذب عقل کو کام میں لاکر اسلام کی پاکیزہ تعلیم پر کسقدر ظلم روا رکھا ہے۔ پس اِس بات کا لحاظ رکھتے ہوئے اُن کی اِس تفسیر کے معنی یہ ہوئے کہ ضعیفہ عورتیں نامحرم مردوں کے سامنے خمار اُتار کر اور سر، کان، سینہ۔ گریبان اور بال کھولکر بے محابا آجاویں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بُری بات نہیں ہی۔ ناظرین ذرا خیال تو فرماویں کہ اللہ تعالیٰ پر جس نے اپنے کلام پاک میں جگہ جگہ بے حیائی اور فحش سے بچنے کا حکم دیا ہی کس دریدہ دہنی سے یہ الزام عائد کیا جارہا ہے کہ باوجود بے حیائی کے روک تھام کرنے کے خود اُسی کی اشاعت بھی فرمارہی ہیں۔ جس مذہب میں بے حیائی اور فحش کے خلاف زبردست صدائے احتجاج بلند کی گئی ہو اور جس کا پیغمبر نہ صرف قولاً بلکہ فعلاً اِس بات کو ثابت کرچکا ہو کہ بے حیائی اور فحش کی بیخکنی کے لئے نمونہ بنکر دنیا میں بھیجا گیا ہی اُس مذہب کے راس الاصول یعنی آیات کلام مجید کی بنیاد بے حیائی اور فحش پر رکھنا کوئی اِن نوتعلیمیافتہ حضرات ہی سے سیکھ جائے۔ الحق کہ یہ نئی

روشنی کے جگنو مادی دنیا کی تاریک فضا میں خواہ کتنی ہی دلآویزی سے کیوں نہ چمکیں مگر روحانی دنیا میں اِن کی روشنی سے کوئی معتد بہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور غضب تو یہ ہی کہ باوجود اِس دریدہ دہنی اور غلط بیانی کے اِن لوگوں کو اِس کا خیال بھی نہیں ہے کہ یہ تو دیکھ لیں کہ اُن کی تفسیر حضورؐ کے احکام کا بطلان تو نہیں کرتی ہی جن کی پیروی کا اُن کو دعویٰ ہے۔ لیکن یورپ کی تقلید بے جا نے اُن کو بالکل اندھا بنا دیا ہی اور اِس قابل نہیں چھوڑا کہ قبل اعتراض کرنے کے جملہ ارشاد نبویؐ کو تو بغور مطالعہ کریں۔ ناظرین خود غور فرماویں کہ حضورؐ تو علانیہ طور پر حدیث نمبر ۹ مذکورہ سلسلہ احادیث آئندہ ارشاد فرما کر عورت کو سر کھولنے کی ممانعت فرما رہی ہیں اور یہ حضرت ہیں کہ اُس کو سر کھولنے کی اجازت بلا دھڑک دے بیٹھے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ غلط تفسیر ہی پر اکتفا کریں بلکہ بغیر سوچے سمجھے اعتراض بھی کر بیٹھتے ہیں جس سے کافی طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ اُنہوں نے عقل سلیم سے کہاں تک حصہ حاصل کیا ہی۔ ذرا غور فرمائے۔ اسی آیت کے متعلق ایک بالکل بے سر و پا تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :- اگر زینت سے مُراد چہرہ (بقول امام شافعیؒ) یا تمام بدن ماسوائے چہرہ و ہاتھ پیر ہوتا (بقول امام ابو حنیفہؒ) تو بڑھیوں کو کپڑے اُتار کر بھی اُس کا چھپائے رکھنا کیونکر ممکن تھا۔"

یہ اعتراض کرکے گویا آپ نے اپنی دانست میں بہت بڑی فتح حاصل کر لی حالانکہ ایک معمولی طالبعلم بھی اِس کا جواب دیسکتا ہے۔ جہانتک امام ابو حنیفہؒ کے اجتہاد کا تعلق ہی، ناظرین جانتے ہونگے کہ وہ احادیث مرفوع ۱۳ و ۱۴ مندرجہ تفسیر اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا پر منحصر ہی اور ہم نے بھی اِس وجہ سے کہ حضورؐ کے فرمودہ احکام کے ہوتے ہوئے ہمیں اور کوئی تفسیر لینے کی ضرورت نہ تھی اسی تفسیر کو لیکر آیت ہٰذا کی تشریح کرتے ہوئے پورے طور پر یہ ثابت کر دیا ہی کہ ضعیفہ کیلئے عملاً یہ ایک بڑی حد تک ممکن ہی کہ چادر اُتار کر بھی مواقع زینت کو پوشیدہ رکھے اور جب نہ رکھ سکے تو دوسری شق یعنی چادر نہ اُتارنا جو اسی آیت سے ثابت ہی اختیار کرے۔ پھر آپ ہی بتلائیے کہ اب اِس میں کیا دقت باقی رہ گئی اور کون سا بڑا اعتراض ہمارے دوست نے امام ابو حنیفہؒ پر کیا۔

اِس پر مجبور کیا گیا کہ اگر وہ اپنے فرائض کو چھوڑ کر ظلم کرنے پر اُتر آئیں تمھیں اسوقت بھی اپنے فرائض اطاعت کو نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اسلام نے بیشتر تدبیر منزل و تدبیر ملک وغیرہ میں اسی زریں اُصول سے کام لیا ہی۔ باپ بیٹے کے معاملات میں ایک طرف بیٹے کو مجبور کیا کہ اگر باپ ظلم کرے تب بھی اُسکی اطاعت تمھارے ذمّہ فرض ہی۔ اور دوسری طرف باپ کو حکم کیا کہ اپنی اولاد کیساتھ شفقت و رحمت سے کام لے اور جو ایسا نکرے وہ مسلمان نہیں۔ اسیطرح خاوند بیوی کے معاملات میں بیوی کو مجبور کیا کہ خاوند اگر ظلم بھی کرے۔ تب بھی تم اُس کی اطاعت نہ چھوڑو۔ ادھر خاوند کو سخت تاکید کی کہ بیوی کے حقوق کی پوری نگرانی کرے اور اگر اِس میں کوتاہی کی تو قیامت میں اُسکی جزا کیلئے تیار ہو جائے۔ اور یہ ایک ایسا حکیمانہ اُصول ہی کہ جس سے تمام باہمی نزاع کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہی کہ اکثر اختلافات اور جھگڑوں کا سبب صرف یہ ہوتا ہی کہ ایک شخص اپنی حدود اور اپنے فرائض کو چھوڑ کر دوسرے کی حدود میں گھسنا چاہتا ہے۔

مثلاً معاملات میں عدل و انصاف کرنا امیر کا فرض منصبی ہے۔ مامور رعایا کو اِس میں اِس سے زیادہ مداخلت جائز نہیں کہ آداب امر بالمعروف کو لحاظ رکھتے ہوئے حق بات امیر تک پہنچائے۔ امیر اگر اپنے فرض کو ترک کرے تو کسی طرح عقل کا مقتضا نہیں کہ مامور بھی اپنی حدود سے باہر نکل کھڑا ہو اور اپنے فرائض کو چھوڑ دے۔

کیونکہ یہ انتقامی جذبہ کسی طرح مامور کے حق میں مفید نہیں اور نہ اُس کے ذریعہ سے وہ اپنے حقوق امیر سے وصول کر سکتا ہے۔

فرض کرو کہ اگر اسلام اسوقت مظلوم کو ترک اطاعت کی اجازت دیدے اور اُسکو بغاوت و سرکشی سے نہ روکے تو اُس کا نتیجہ لازمی طور پر یہ ہوگا۔ کہ اگر یہ مظلوم کوئی قوت و شوکت نہیں رکھتا تو بغاوت کرکے پہلے سے زیادہ مصائب و مظالم میں گرفتار ہو جائیگا اور اگر اُس نے کوئی قوت و شوکت حاصل کر لی جس کے ذریعہ سے امیر کے مقابلہ پر آسکے تو یہ فتنہ عظیم ہوگا جس میں سارے ملک کی جانیں اور مال خطرہ میں پڑ جائینگے۔ اور جانبین کی بہت سی جانیں اور مال ضائع ہونگے۔

بغاوت سے پہلے اگر صرف ایک شخص کا نقصان تھا تو بغاوت کرنے میں سارے ملک کا اُس سے سوگنا زائد نقصان ہی اور یہی وجہ ہی کہ اگر سارا ملک عام طور پر اسکے مظالم کا شکار ہو جائے اور قتل و غارت میں اسے کسی شرعی حکم کا لحاظ نہ رہے تو پھر اسکے خلاف کرنے اور اُس سے بدلہ لینے کو اسلام نے بھی جائز رکھا ہے۔ کمامرّ

ان نتائج پر نظر کرتے ہوئے اسلام نے حکمت کے مشہور قانون پر عمل کیا کہ،

اذا ابتلی المرء ببلیتین فلیختر اھونھما،	جب آدمی دو بلاؤں میں گرفتار ہو تو دونوں میں سے جو سہل ہو اُسکو اختیار کر لینا چاہیئے۔

جب امیر وقت ظلم کرے تو ہمارے سامنے دو مصیبتیں ہیں ایک یہ کہ مظلوم اپنے ظلم پر صبر کرے۔ اور دوسرے یہ کہ علم بغاوت بلند کرکے خود بھی اس سے زیادہ مصیبت میں گرفتار ہو اور دوسروں کو بھی بلا میں مبتلا کرے۔ ظاہر ہے ان دونوں مصیبتوں کے مقابلہ کیوقت پہلی شکل کا اختیار کرنا ہی عقل سلیم کا مقتضیٰ ہو گا۔ اور میں کہتا ہوں کہ ایسی حالت میں مظلوم کو ظلم پر صبر کرنیکی تلقین کا ذمہ دار فقط شخصیت یا اسلام نہیں۔ آج اگر موجودہ جمہوریت تو نمیں کسی شخص پر ظلم ہو اور کثرت رائے اُس کے خلاف فیصلہ کردے تو بتلائے کہ یہ شخص کیا کریگا اور اُسوقت سیاسی مدبرین اس کیلئے کیا فتویٰ دیں گے۔

کیا کسی عاقل کے نزدیک اُس کیلئے یہ مناسب ہو گا کہ جمہوریت کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے خود بھی پہلے سے زیادہ مصائب کا تختہ مشق بنے اور دوسرے لوگوں کو بھی مصیبت میں ڈالدے۔

بلکہ ہر عقلمند ایسی حالت میں اسکو صبر تلقین کے سوا کوئی چارہ کار نہ سمجھے گا۔ لیکن اس تلقین صبر کا کسی کے نزدیک یہ مطلب نہو گا کہ وہ جمہوریت کے ظلم کا حامی ہی یا امرار کیلئے ظلم کا میدان وسیع کر رہا ہے۔

پس اگر اسلام نے ایسی حالت میں مظلوم کو اطاعت امیر پر مجبور کیا تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے ظلم کا دروازہ امراء کیلئے کھولدیا۔ خصوصاً جبکہ دوسری جانب امراء کو بھی اتنا کس دیا گیا

ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے اور اِدھر رعایا کے ہر فرد کو یہ حق دیا ہی کہ امر بالمعروف کے ذریعے کلمہ حق اُسکو پہنچا دے اور اُس کو اپنے فرائض یاد دلائے۔

الغرض اسلامی قانون سیاست کی آٹھویں اُصولی دفعہ یہ ہی کہ اگر خلیفہ وقت ظلم بھی کرے تب بھی رعایا پر اُس کی اطاعت فرض ہی۔ البتہ امر بالمعروف کرنیکا حق ہر شخص کو ہر وقت حاصل ہے۔

(۹) انتخاب امیر کے وقت ضروری ہی کہ خلافت و امارت کی شرطوں پر نظر رکھی جائے جنمیں سے عدالت بھی ایک شرط ہے۔ اسلئے کسی فاسق کو اپنے اختیار سے خلیفہ بنانا جائز نہیں۔ لیکن اگر کوئی فاسق زبردستی سلطنت پر قابو پالے یا پہلے بوقت انتخاب فاسق نہ تھا بعد میں فاسق ہو گیا۔ تو باوجود اُس کے فسق کے اسوقت تک اسکے خلاف علم بلند نکیا جائیگا جب تک کہ کفر صریح میں مبتلا نہو جائے۔ (ازالۃ الخفا، حضرت شاہ ولی اللہ)

البتہ اگر کفر صریح میں مبتلا ہو جائے تو وہ خلافت سے معزول ہی اور مسلمانوں کو اُس کا علیحدہ کرنا ضروری ہے۔

(۱۰) مسائل مجتہد فیہا جنمیں جانبین میں ادلۂ شرعیہ موجود ہیں جیسے حنفی شافعی وغیرہ کے مختلف فیہ مسائل ان میں سے اگر امیر کسی ایک جانب کو متعین کرکے لوگوں کو اسپر عمل کرنیکا حکم دے تو اُن کا فرض ہو گا اُس کا اتباع کریں اگرچہ بحیثیت حنفیت یا شافعیت وہ اس کے مذہب کے خلاف ہو۔

(۱۱) ارکان مجلس شوریٰ کا انتخاب بھی اسلامی سیاست میں اس طوفان بے تمیزی کے ساتھ نہیں ہوتا جو موجودہ جمہوریت کا طغرائی امتیاز ہی اور جسکی بدولت تمام ملک جنگ و جدل بغض و عناد کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ بلکہ یہ انتخاب عموماً امیر خود اپنی رائے سے کرتا ہی۔ یہ چند دفعات ہیں جو شخصیت کے ہمرنگ نظر آتی ہیں۔

مجھے اسوقت اسلام کا سیاسی قانون پیش کرنا نہیں۔ بلکہ صرف یہ دکھلانا مقصود تھا کہ اسلامی سیاست نہ درحقیقت وہ شخصیت و ملوکیت ہی جو کسریٰ و قیصر اور ملوک عجم کا طریق تھا۔

اور نہ وہ جمہوریت جسکا آجکل عالم میں دور دورہ ہے۔ کیونکہ یہ دونون طریق نظام عالم کی اصلاح کیلئے کافی نہیں۔ بلکہ اسلام نے اپنے اساسی اُصول اعتدال کو پیش نظر رکھتے ہوئے دونوں کے درمیان ایک صراط مستقیم اختیار کیا ہی جو نظام عالم اور معاملات خلق کی اصلاح کیلئے بہترین کفیل ہے۔ اور اس تمام بحث مین بھی اصل غرض صرف اس جزو سے متعلق تھی کہ مشورہ میں اگر اختلاف رائی پیش آئے تو فیصلہ کثرت رائے کے سپرد نہیں بلکہ امام کی رائے پر موقوف ہی۔ جس کو اجمالاً دفعہ (۶) میں عرض کیا گیا ہی۔ اسوقت ہم اس کو کسیقدر تفصیل سے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

مشورہ کا فیصلہ کثرت رائی پر ہی یا امیر مجلس کی رائی پر

اصولی طور پر اس بحث میں بھی ہمین سب سے پہلے قرآن عزیز کو حکم بنانا چاہئے اور اُسی کے فیصلہ کو محکم اور مختتم فیصلہ سمجھنا چاہیئے۔ جسکی چند آیات اسوقت درج ذیل کیجاتی ہیں۔

مشورہ کے متعلق قرآن عزیز کی سب سے زیادہ مشہور آیت یہ ہی۔

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ۔	آپ (معاملات میں) صحابہ اور عام مسلمانون سے مشورہ لیجئے اور جب پختہ ارادہ کرین تو اللہ تعالےٰ پر توکل کیجئے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو حکم فرمایا گیا ہی کہ اہم معاملات میں (جنمیں صریح وحی نہ آئی ہو) صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا کریں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا ہی کہ مشورہ کے بعد جب آپ کسی ایک جانب کا عزم فرمائیں تو اُس میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں اپنی رائے یا مشورہ پر بھروسہ نکریں۔

جس سے صاف معلوم ہوا کہ مشورہ کے بعد کسی ایک جانب کو ترجیح دینا اور اُس کا عزم کرنا یہ فقط امیر مجلس کی رائے پر موقوف ہی۔ اور اگر مشورہ کا فیصلہ کثرت رائے کے سپرد ہوتا تو مناسب تھا کہ عزم کے لئے بھی جمع کا صیغہ استعمال کرکے یون فرمایا جاتا فاذا عزموا (یعنی جب صحابہ کسی جانب کا عزم کریں۔)

الغرض آیت مین بجائے صیغہ جمع کے مفرد کا صیغہ استعمال کرکے اس بات کو بھی صاف کردیا گیا ہے

کہ مشورہ کے بعد فیصلہ کیصورت امیر مجلس کی رائے پر چھوڑی۔ امیر اپنی دیانت اور فہم سے جس رائے کو زیادہ صائب سمجھے اس کو نافذ کردے۔

مشورہ کے متعلق دوسری آیت میں اسطرح ارشاد ہوا ہی۔

وامرھم شوریٰ بینھم (شوریٰ ۲۵) { یعنی مسلمانوں کے معاملات آپس کے مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔

جسمین صحابہ کرام اور سچے مسلمانوں کے اخلاق واعمال کا اجمالی نقشہ دکھلاتے ہوئے اُن کے اس طرزعمل کی مدح کیگئی ہی کہ وہ اپنے معاملات میں خودرائی سے کام نہیں لیتے بلکہ مشورہ کرکے طے کرتے ہیں۔

اس میں اگرچہ مسئلہ زیر بحث یعنی درصورت اختلاف فیصلہ مشورہ کے متعلق صراحتہً کوئی حکم مذکور نہیں لیکن جن حضرات کے مشوروں کی اس آیت میں مدح فرمائی گئی ہی جب ہم اُن کے تعامل پر نظر ڈالتے ہیں تو بلاشائبہ اختلاف یہی ثابت ہوتا ہی کہ انکی مجلس شوریٰ پر کثرت رائے کی حکومت نہ تھی۔

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے مشاورات جنکا ایک حصہ انشاء اللہ تعالےٰ آپ عنقریب ملاحظہ فرمائینگے۔ ان میں سے کسی ایک میں آپ نہ دیکھینگے کہ مشورہ کے بعد موجودہ طرز پر ووٹ لئے گئے ہون اور آراء کو شمار کرکے انکی کثرت پر فیصلہ کیا گیا ہو آیات فرقانیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال اور پھر تعامل صحابہ کا درجہ ہی۔ جو درحقیقت آیات قرآنی ہی کی صحیح تفسیر اور واضح شرح ہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشاورات اور فیصلہ کی صورت

غزوہ بدر مسلمانوں کی شاندار فتح پر ختم ہوا اور قریش کے بڑے بڑے ستر آدمی گرفتار ہوکر دربار نبوت میں حاضر کئے گئے۔ تو یہ سوال پیش ہوا کہ انکی ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حسب عادت اس کیلئے مجلس شوریٰ طلب کی اور صحابہ کو جمع کرکے مسئلہ زیر بحث پیش فرمایا۔ اتنی بات پر تمام روایات حدیث متفق ہیں کہ اس بارہ میں صحابہ کرام کیجانب سے مختلف رائیں پیش کی گئیں۔ اور صدر الصدور سید الاولین والآخرین نے ایک جانب کو ترجیح دیکر حکم نافذ فرمایا۔

یہ ایک ایسا واقعہ ہی کہ اگر اسکی مجلس شوریٰ کے ارکان کی صحیح تعداد اور انکی رائیں معلوم ہوجائیں اور

یہ بھی معلوم ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اختلاف کو کسطرح رفع فرمایا۔ کثرت رائے کا اعتبار کیا یا قوت کا اور اکثریت کو ترجیح دی یا اقلیت کو تو ہماری بحث کا اسی پر خاتمہ ہوا جاتا ہے لیکن یہ عجیب اتفاق ہی کہ اس مشہور واقعہ کو بہت سے راوی روایت فرماتے ہیں۔ مگر صحیح طور پر اس کی کوئی خبر نہیں دیتا کہ اس جلسہ شوریٰ کے شرکا، کتنے حضرات تھے اور اُنہوں نے کیا کیا رائیں پیش فرمائیں بلکہ عام طور پر صرف حضرت صدیق اور فاروق اعظم کا اختلاف رائے ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ البتہ کتب حدیث و تفسیر اور سیر کی بہت سی ورق گردانی کے بعد چند حضرات کے اسمار گرامی اور انکی رائیں اور وہ تقریریں جو اُنہوں نے اس مجلس میں کیں ہیں، ہمارے سامنے آئی ہیں۔ جس سے مسئلہ زیر بحث کا علیٰ وجہ البصیرت فیصلہ کیا جا سکتا ہی۔

روایات حدیث کو جمع کرنیسے معلوم ہوتا ہی کہ یہ مجلس شوریٰ ایک معتدبہ جماعت پر مشتمل تھی جنمیں سے حضرات ذیل کے اسمار گرامی خاص طور پر ذکر کئے گئے ہیں "۱ حضرت صدیق اکبرؓ۔ ۲ حضرت عمر فاروق اعظمؓ۔ ۳ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ۴ حضرت عبد اللہ ابن رواحہؓ ۵ حضرت سعد ابن معاذؓ"

ان حضرات میں سے صرف حضرت صدیق اکبرؓ کی یہ رائی تھی کہ ان سب کو چھوڑ دیا جائے۔ باقی حضرات میں سے کسی نے انکی تائید نہیں کی۔ ۱ حضرت فارق اعظم رضی اللہ عنہ نے تو یہ تقریر فرمائی

"یا رسول اللہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو وطن سے نکالا۔ اور آپ کے ساتھ قتل و قتال کیا۔ میری رائے میں تو اُن کو بلا کر سب کی گردن مار دیجائے

(ترمذی ابن ابی شیبہ امام احمد عن عبد اللہ ابن مسعود از در منثور صفحہ ۲۰۱)"

۲ حضرت عبد اللہ ابن رواحہؓ نے اس سے زیادہ غصہ کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ میری رائے تو یہ ہی کہ ان سب کو کسی ایسی وادی میں داخل کیا جائے جہاں سوختہ زیادہ ہو۔ اور پھر اس میں آگ لگا دی جائے (روایت مذکورہ)"

۳ حضرت سعد ابن معاذؓ سے کوئی خاص تقریر منقول نہیں مگر ابن جریر نے بروایت محمد ابن اسحٰق اتنا نقل فرمایا ہے کہ اُن کی رائے بھی یہی تھی، سب کو قتل کر دیا جائے۔ (تفسیر روح المعانی صفحہ ۲۶۱ ج ۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شرکت جلسہ کو تو خود حضرت عمر نے ذکر فرمایا ہے[۱]۔ مگر اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا کہ اُن کی رائے کس طرف تھی۔

بہر حال جن حضرات کے اسمار گرامی مذکور ہیں اُن میں سے صرف ایک صدیق اکبرؓ کی یہ رائے منقول ہے کہ ان قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے باقی کسی کی تائید منقول نہیں۔

البتہ حضرت عبد اللہ ابن عمر کی ایک روایت میں اجمالاً اسقدر منقول ہی کہ جب حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی مختلف رائیں مجلس میں پیش ہوئیں تو بعض حضرات نے ان کی موافقت کی اور بعض نے ان کی (اخرجہ ابن المنذر و ابو الشیخ و ابن مردویہ کذا فی الدر صفحہ ۲۰۲ ج ۳) لیکن اس روایت میں نام کسی کا نہیں لیا گیا۔ بہر حال جن حضرات کے ناموں کی صراحت ملتی ہی ان میں صرف ایک رائے چھوڑ دینے کی طرف ہی اور باقی اُن سے بدلہ لینے اور قتل کرنے کی طرف۔

یہانتک تو شوریٰ کی رائیوں کا تذکرہ تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اس مجلس کے امیر حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسئلہ زیر بحث کا فیصلہ کس طرح فرمایا۔

اس کے متعلق حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ والی حدیث میں مذکور ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کی آرار مختلفہ سنکر گھر میں تشریف لے گئے اور کسی کو کچھ جواب نہیں دیا۔ ادھر صحابہ میں رائے زنی شروع ہوئی کوئی کہتا تھا کہ آپ حضرت صدیق کی رائے کو اختیار فرمائیں گے اور کسی کا خیال تھا حضرت فاروق کی رائے قبول کیجائے گی۔ کچھ دیر کے بعد آپ باہر تشریف لائے اور ایک مختصر تقریر فرمائی (یہ تقریر حدیث عبد اللہ ابن مسعود میں مفصل مذکور ہی۔) جس میں فریقین کی دلجوئی کے الفاظ تھے اور پھر آپ نے آخری فیصلہ حضرت صدیقؓ کی رائے پر فرمایا۔ (رواہ احمد والترمذی وحسنہ الطبرانی والحاکم وصححہ کذا فی روح المعانی صفحہ ۲۶۰ جلد ۳)"

۱ اخرجہ ابن ابی شیبہ واحمد و مسلم وابو داؤد والترمذی وغیرہم کذا فی الکنز صفحہ ۲۶۵ ج ۵)۔

خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب اس واقعہ کی روایت کی تو فیصلہ کے متعلق یہ الفاظ ذکر فرمائے ہیں:-

فهوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما قال ابوبکر ولم یهو ما قلت واخذ منهم الفداء (رواه ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم وابوداؤد والترمذی وغیرہم عن ابن عباس عن عمر رضی اللہ عنہ (کنز العمال صفحہ ۲۶۶ ج ۵)	پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے قول کو پسند فرمایا۔ اور میرے قول کو پسند نہ فرمایا۔ اور قیدیوں سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اور فاروق اعظم کو خطاب کرکے فرمایا۔

لو اجتمعتما ما عصیتکما اخرجہ ابن مردویہ عن ابن عباسؓ (درمنثور صفحہ ۲۰۲ ج ۳)،	اگر تم دونوں ایک رائے پر جمع ہو جاتے تو میں تمہاری رائے کے خلاف نکرتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ان ارشادات نے ہمارے زیر بحث مسئلہ کا بچند وجوہ قطعی فیصلہ فرمادیا ہے۔

(الف) شرکاء مجلس میں سے جن حضرات کی رائیں روایات میں مذکور ہیں ان میں اکثریت بلکہ ایک رائے کے سوا تمام رائیں اسطرف تھیں کہ ان قیدیوں سے انتقام لیا جائے اور قتل کردیا جائے۔ صرف ایک صدیق اکبرؓ کی رائے تھی کہ فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اکثریت کی کچھ پروا نکی بلکہ قوت رائے پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت صدیق کی رائے کو ترجیح دیدی۔

(ب) اور اگر اس سے بھی قطع نظر کیجائے تو فیصلہ کے متعلق جو الفاظ حضرت عمرؓ نے ذکر کئے ہیں وہ خود ہمارے لئے ایک مستقل دلیل ہیں۔ جنمیں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور فاروقؓ کی رائے کو پسند نہیں فرمایا۔ ان الفاظ سے خود ظاہر ہی کہ درصورت اختلاف مشورہ کا فیصلہ امیر مجلس کی رائے پر ہے۔

(باقی آئندہ)

مسئلہ تقدیر

(گذشتہ سے پیوستہ)

اِنَّا کُلَّ شَیْئٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ

اہل سنۃ کی اس تحدی پر معتزلہ آگے بڑھے اور اپنا قدریہ مسلک پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم خدا کو بے عیب اور ظلم و شر سے بری دیکھنا چاہتے ہو تو یہ اعتقاد رکھو کہ خدا نے صرف خیر و بھلائی پیدا کی۔ اُس نے انسان کو فطری طور پر احسن تقویم اور فطرۃ سلیم پر پیدا کیا جو یقیناً خیر ہے۔ اس میں ارادہ و قدرت کو رکھا جو یقیناً کمال ہے۔ لیکن اب بندہ بھلائی یا بُرائی کے حاصل کرنے میں جو کچھ بھی کسب کرتا ہے وہ محض اپنی ذاتی قدرۃ و اختیار سے کرتا ہی۔ اُس سے خدا کو کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ کہ اس کا ارادہ، اختیار اور قدرۃ سب مستقل ہیں۔ پس اس عقیدہ کے مان لینے سے سزا و جزا کا مسئلہ بھی صحیح ہو گیا اور ظلم کی نسبتہ بھی نہ ہوئی۔ بندوں پر خدا تعالیٰ کی پکڑ بھی برمحل ہو گئی اور شر کی نسبتہ سے بھی اسکی ذات بری رہی۔ نیز ارسال رسل اور انزال کتب بھی ٹھیک ہو گیا اور تبلیغی مساعی بھی ٹھکانے لگ گئیں۔ پس خالق انسان تو خدا ہی اور خالق افعال خود یہ بندہ ہے۔

ہم اس قدری گروہ سے جس نے قدرۃ الٰہی کو اُس میں اور اُس کے بندوں میں برابر سرابر بانٹ دیا۔ صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ ایک بندہ چاہتا ہی کہ شر کرے اور خدا چاہتا ہے کہ وہ خیر پر رہے۔ بندہ کی خواہش ہے کہ زنا کرے بُت پرستی میں ڈوبا رہے اور خدا کی خواہش ہے کہ وہ عفت و عصمت اور توحید پر قائم رہی تو آیا اس میدان کو بندہ جیت لیگا یا اُس کا خدا؟ اگر کہو کہ بندہ ہی کی خواہش پوری ہو کر رہیگی اور خدا کی (معاذ اللہ) کچھ بھی نہ چلیگی وہ کسیطرح بھی اس سرکش بندہ کو نہ روک سکیگا تو یا للعجب کہ ایک ضعیف و کمزور اور ناتوان تو اس افعال و ارادے کے اکھاڑے میں کشتی جیت لیتا ہے لیکن سب توانا‌ؤں سے زیادہ توانا اور سارے قدرۃ والوں سے بڑھکر قدرۃ رکھنے والا عاجز و درماندہ ثابت ہوتا ہی معاذ اللہ۔

صد حیرت و استعجاب! کہ بندہ کا ارادہ و اختیار جو اللہ نے پیدا کیا - اور پیدائشی طور پر اُسے بخشا وہ تو ایسا مستقل اور قوی ہو جائے کہ خدا اپنی ساری طاقت و قدرۃ کو صرف کرے لیکن پھر بھی نہ غالب آئے اور خدا کا مستقل اور بالذات ارادہ و مشیۃ ایسا ضعیف اور سست ہو جائے کہ اُسی کا پیدا کیا ہوا بندہ اُسے اپنے ارادہ سے شکست دیدے لاحول ولا قوۃ الا باللہ ؁

اے عقل کے اندھو! تم نے خدا کی ذات اقدس کو شر کی نسبتہ سے تو بچایا لیکن ایک بدترین عجز و درماندگی میں لاکر پھنسا دیا - حتی کہ اُسے ہر بزدل، کمزور اور تپ دق کے کہنہ مریض انسان کے آگے ضعیف و ناتوان اور مجبور تسلیم کیا - کیونکہ اس کے بے تعداد بندے ہیں اور پھر ہر ایک قوی و ضعیف بندہ کے بے تعداد افعال ہیں - لیکن جب کہ وہ تمام افعال خدا کے حیطۂ اقتدار سے خارج ہیں - تو بندوں کی کسقدر مخلوقات نکلیں کہ جن کے سامنے خدا کی تمام قدرۃ و طاقت سست اور بیکار ہو کر رہ گئی -

عجیب بات ہے کہ ہم اپنی رعیت کے ایک انسان کو جو ہمارا پیدا کیا ہوا ہے نہ ہم اسے رزق دیتے ہیں اگر ایک شنیع فعل کرتے دیکھتے ہیں تو فوراً روکتے ہیں - سزا دیتے ہیں - لیکن خدا تعالےٰ معاذ اللہ ایسا مجبور محض ہے کہ وہ کھلی آنکھوں دیکھتا ہے اور کچھ نہیں کہہ سکتا - کیا یہ صریح عجز و بے چارگی کی نسبتہ اُسکی ذات کی طرف نہیں ہو گئی ؟ -

دوسرے یہ کہ روکنا تو بعد میں رہا اسنے پیدا ہی کیوں کیا ؟ اگر یہ بدکار بندہ اُس کی مخلوق میں شامل ہی نہ ہوتا تو کیا اُسکی خدائی میں نقصان رہجاتا ؟ -

اگر کہو کہ اُسے کیا خبر تھی کہ یہ ایسی شنیع حرکات کریگا - تو پھر یہ اک کھلا ہوا جہل ہے - کیا اس سے ذات اقدس پر کوئی دھبہ نہ لگے گا - ؟ خدائی تو خدائی ایک ذرا سی ریاست بلکہ زمینداری بھی بغیر علم اور خبر داری کے نہیں چل سکتی - اگر کہو کہ علم تو ہے مگر روک نہیں سکتا تو یہ کھلا ہوا عجز ہے اور قدرۃ کی نفی ہے - کیا اس سے شان الوہیت پر کوئی بدنما عیب نہیں لگتا - اگر کہو کہ علم بھی ہے اور روکنے کی قدرۃ بھی ہے مگر روکتا نہیں - تو یہ سفہ اور طغیان ہے کہ جان بوجھکر ایک شر کا

کارخانہ کھولدیا ہے اور اس کے پھیلتے ہوئے شرور کو باوجود روک سکنے کے نہیں روکتا - کیا یہ خدائی کے منافی نہیں ہے ؟ اور اگر یوں کہو کہ اسے علم بھی ہے اور روکنے کی قدرۃ بھی ہے مگر وہ شر کو ہونے دیتا ہے اور آخر میں سزا دیدیتا ہے - تو یہی ہم بھی کہتے ہیں - ہاں فرق یہ ہے کہ ہم اسکو خالق شر مانتے ہیں اور پھر قادر و منتقم بھی اور تم کہتے ہو کہ شر کا خالق بندہ ہے اور خدا منتقم ہے - یعنی تمہارے نزدیک شر کو "پیدا نہیں کرتا" ہاں "ہونے دیتا ہے" پس ہم کہتے ہیں کہ جس وجہ سے خدا تمہارے نزدیک شر کو ہونے دیتا ہے اور باوجود قدرۃ رکھنے کے روکتا نہیں اُسی وجہ سے ہمارے نزدیک وہ اُس کو پیدا کرتا ہے جو حکمت تم وہاں بیان کروگے وہی ہم یہاں بیان کردینگے - تو یہ اختلاف لفظی اختلاف سے مشابہ ہوا - مگر اتنے ہی اختلاف سے اہل سنۃ کی فراست اور تمہاری سفاہت واضح ہو گئی - ورنہ "ہونے دیتا ہے" کے پردہ میں خود ہی ثابت ہو رہا ہے کہ وہ خالق خیر و شر ہے - اور سب اُمور اُس کے قبضہ میں ہیں - اگر تم اعتراف نکرو تو یہ سفاہت پر سفاہت ہے -

یہ کیا عجیب منطق ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک شخص کو پیدا کیا اسکو صحیح و سالم اعضاء دیئے اس میں فہم و فراست - ارادہ و اختیار - قدرۃ و مشیۃ - سمع و بصر کے قویٰ ودیعت کئے - اسکو لطیف و کثیف - لذیذ و بدمزہ کی پہچان دی وہ ان مخلوق قویٰ کے سہارے شراب کی بھٹی کی طرف چلا تو چلنے کی طاقت خدا نے دی - اس طاقت کے باقی رہنے کے اسباب و وسائل خدا نے پیدا کئے - شراب کا ذائقہ پرکھنے کی طاقت دی - ادھر شراب میں ذائقہ دیا نشہ اور سرور اُس میں رکھا بھٹی کی زمین پیدا کی - پھر اپنے علم ازلی میں جانتا ہے کہ فلاں شخص فلاں وقت فلاں مکان میں شراب پئے گا - یہ سب طاقتیں تو اُسنے دیں اور علم سے دیں اور کور باطنوں کے نزدیک پھر بھی یہ سارے افعال اس بندہ ہی کے مخلوق ہیں اور گویا بندے کے اس طویل و عریض فعل میں خدا تعالیٰ کا کوئی دخل ہی نہ ہوا -

ایک شخص ایک معصوم کو خود بلا واسطہ تو قتل نہیں کرتا لیکن جان بوجھکر اور اُس کے ارادہ پر مطلع ہو کر قاتل کو تلوار دیتا ہے - راستہ بتاتا ہے، تیار کرتا ہے - قتل کے طریقے سکھلاتا ہے -

لیکن پھر بھی اگر کوئی یہی کہے کہ وہ جرم والزام سے ہر طرح بری ہے تو یقیناً یہ جہالت وحماقت اور پرلے سرے کی نادانی ہے۔

دو شخص آپسمیں ایک کھیت پر لڑتے ہیں۔ مدعی کہتا ہے کہ یہ کھیت اوراس کی تمام پیداوار میری ہے۔ اور مدعا علیہ اس دعوٰی کا انکار کرتا ہے۔ جج مدعی سے پوچھتا ہے کہ کیا زمین تیری ملک ہے؟ کیا بیج تونے بکھیرا؟ کیا تردد تونے کیا؟ کیا آب پاشی تونے کی؟ کیا تمام آفتوں سے حفاظت تونے کی؟ مدعی سب باتونکا نفی میں جواب دیتا ہے۔ لیکن کہے یہی جاتا ہے کہ یہ جو دانہ اور غلّہ لگا ہے یہ سب میرا ہی ہے۔ ضرور ہے کہ اس نامعقول مدعی کو ہوشیار جج عدالت کے کمرہ سے نکالدیگا اور تمام زمین معہ اُس کی پیداوار کے بدستور اس مدعا علیہ کے پاس رہیگی۔ جسنے محنت کرکے اپنی جانفشانیوں کا ثمرہ آج غلّہ اور پھل کی شکل میں دیکھا ہے۔

ٹھیک اسیطرح یہ گستاخ اور شوخ چشم بندے اپنے خدا کے سامنے خصیم مبین بنکر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے ان اعضا ہی سے صادر شدہ افعال ہمارے ہی مخلوق ہیں۔ لیکن جب ان سے پوچھا جائے کہ کیا یہ بدن تم نے خود بنایا؟ اُس میں رُوح تم نے ڈالی؟ ان ظاہری افعال کے باطنی قوٰی کیا تم ہی نے اُس میں ودیعت کئے؟ یہ فطری طاقتیں یہ سمع وبصر کی عجیب وغریب مکنون خزانے تم نے ہی بدن میں رکھے؟ نقل وحرکتہ کی طاقت تم نے اپنے اندر خود تیار کی؟ قدرۃ اور ارادہ کی قوۃ تم کو تمہارے کسب سے حاصل ہوگئی؟ تو وہ ہر بات کا جواب تو نفی میں دیں لیکن کہیں پھر بھی یہی کہ ان تمام قوٰی سے جو افعال صادر ہوتے ہیں انکے مالک اور خالق ہم ہی ہیں تو یقیناً ایسے دیوانوں اور لایعقل لوگوں کو ایک عقلمند پاگل اور سڑی کہکر اپنے پاس سے ہٹا دیگا اور اس کا اقرار کریگا کہ ان تمام ظاہری اور جسمانی افعال پر اُسی ذات کا قبضہ اور تصرف ہے جسنے ان افعال کے ظہور کیلئے باطنی قوٰی اس بدن میں رکھے ہیں۔

پس کیا اہل سُنّۃ کا عقیدہ چھوڑ کر کسی عقیدہ میں تم خدا کی پاکی بیان کرسکتے ہو؟ بالفرض اگر اہل سُنّۃ کے معتقدات متعدد خدشوں اور اعتراضوں سے پاک نہیں تو دوسرے معتقدات

سیکڑوں ناقابل دفع اعتراضات کی آماجگاہ ہیں اگر کسی میں ہمت ہو تو آجائے اور اہل سُنّۃ کے عقیدہ سے بہتر عقیدہ خدا کے متعلق پیش کرے جو اُس کی شان سبوحیت وقدوسیت کے شایاں ہو۔ الحاصل بندہ کو خالق افعال ماننے میں اُس سے زیادہ خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں جو اس کو خالق نہ ماننے میں نظر آتی تھیں۔ جیسا کہ ہم ابھی دکھلا چکے ہیں کہ یا عجز لازم آئیگا یا جہل اور پھر سفہ ظاہر ہوگا یا طغیان اور یہ کسی طرح بھی اُس کی بے عیب ذات برداشت نہیں کرسکتی:۔

(باقی آئندہ)

رطب العرب

گذشتہ سے پیوستہ

۲۵
قلوبٌ بارتکاب الذنب مرضیٰ | تزعزعنا و اقلاکا وارضنا
نسینا نحن نفلاً ثم فرضا | وحاشا یا رسول اللہ ترضیٰ
وفینا من یعذب اوبساء

۲۶
علیک عطاء ربی سال سیلا | اطاعک سوقۃ وملت قیلا
فجد من خیر ما قد نلت نیلا | فسبحان الذی اسریٰ بک لیلا
وفی المعراج کان لک ارتقاء

۲۷
واقسم بالسماء وما بناھا | لانت علی الاراضی مصطفاھا
علی الافلاک طرا مجتباھا | ونلت من السیادۃ منتہاھا
علودون رفعتہ العلاء

۲۸
وفقت القوم من طی ودوس | وخزرج ثم عدنان واوس
اتیتک داعیا ویلی وکوسی | وادناک الالہ کقاب قوس
مع التنزیہ وانکشف الغطاء

(۲۵) ہمارے ایسے دل ہیں جو گناہ کرتے کرتے بیمار ہوگئے ہیں۔ اور ہم کو آسمانوں کو زمینوں کو ہلا کھاڑے پھینکتے ہیں۔ ہم نفل اور فرض سب کو بھلا چکے ہیں (مگر) خدا نکرے کہ جب تک ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی گرفتار عذاب رہے اس وقت تک آپ راضی ہو جائیں۔
(۲۶) ہمارے رب کی عطائیں آپ کو بہت زیادہ ملیں سا آپ کی اطاعت چھوٹے اور بڑے سب ہی نے کی تو جو کچھ آپ نے (پروردگار عالم سے) حاصل کیا ہے اس میں سے کچھ بطور سخاوت کے (ہم کو) عطا فرمایئے۔ وہ ذات پاک ہے جس نے آپ کو شب معراج میں (آسمانوں کی) سیر کرائی۔ اور معراج آپ کے لئے ترقی مدارج کا ذریعہ ہے۔
(۲۷) میں آسمان کی اور اس کے بنانیوالے (خدا) کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ زمین پر خدا کی برگزیدہ ہیں۔ آسمانوں پر سب سے زیادہ مقبول ہیں۔ اور سب سے بڑی سرداری آپ نے حاصل کی یہ ایسی بلندی ہے کہ اس کے مقابل میں (تمام عالم کی) بلندیاں پست ہیں۔
(۲۸) آپ تمام لوگوں پر فائق ہیں خواہ وہ قبیلہ طے کے یا قبیلہ دوس کے۔ یا قبیلہ خزرج کے ہوں یا قبیلہ عدنان و اوس کے۔ میں واویلا اور "ڈوبتے کو بچائیو" کہتا ہوا حاضر ہوا۔ اور خداوند عالم نے آپ کو بلا قرب مکانی کے بہت نزدیک قریب کیا۔ اور تمام مخفی حقائق آپ پر واضح ہوگئے۔

۲۹
مدیحک یا رسول اللہ سمری | وذکرک بالصلوۃ علیک شری
ولست بخائف ان ضاع عمری | وخصک بالھدیٰ فی کل امر
فلست تشاء الا ما یشاء

۳۰
احاط الخلق فضل اللہ طرا | فمنھم سابق واحل ذخرا
ومنھم حائز قربا وشکرا | وانت مقدم دنیا واخریٰ
وصلی خلف ظھرک انبیاء

۳۱
وای جریمۃ لم ارتکبھا | وای اطاعۃ لم اجتنبھا
اغثنی ایھا الملک المرجی | رسول اللہ فضلک لیس یحصی
ولیس لقدرک السامی فناء

۳۲
دموعا بالدماء لقد مزجنا | بکینا ثم جیبا قد فلجنا
وبینا لم نعد عما وجنا | سمعنا فیک مدحا فابتھجنا
وصار لنا بمعناہ اکتفاء

(۲۹) اے خدا کے سچے رسول! آپ کی مدح میرے لئے دلچسپ چیز ہے۔ اور میں اسی کے لئے طیار رہتا ہوں کہ آپ پر درود بھیجتا رہا کروں۔ اگرچہ میری عمر تباہ ہوگئی مگر مجکو اسپر بھی ذرا خوف نہیں (کیونکہ) آپ کو ہر امر میں طریق ہدایت کی تعلیم کی گئی ہے۔ اسی لئے آپ صرف وہی چاہتے ہیں جو خداوند عالم چاہتا ہے۔
(۳۰) خداوند عالم کے احسانات نے تمام مخلوقات کا احاطہ کر رکھا ہے تو مخلوق میں کوئی تو ایسا ہے جو سب سے آگے بڑھ گیا اور اس نے (ثواب کے) بڑے بڑے ذخیرہ جمع کر لئے۔ اور کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں تقرب خداوندی اور شکر کی فضیلت حاصل کر لی (مگر) آپ دنیا اور آخرت میں سب سے آگے رہے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے (مقتدی بنکر) آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔
(۳۱) کونسا گناہ ہے جس کا ارتکاب میں نے نہیں کیا۔ کونسی طاعت و عبادت ہے جس سے میں دور نہ رہا۔ اے تمام مخلوق کی امیدوں کے پناہ بادشاہ! میری فریادرسی کیجئے۔ اے اللہ کے سچے رسول! آپ کی فضیلتوں کو بیان کرنا ناممکن ہے۔ اور نہ آپ کا بلند مرتبہ کبھی فنا ہو سکتا ہے۔
(۳۲) ہم نے اپنے آنسوؤں کو خون کیساتھ ملا دیا۔ ہم رو دیئے اور گریبان کو چاک کر ڈالا۔ ابھی تک ہم شروع کی ہوئی باتوں سے فارغ نہوئے تھے۔ کہ (اچانک) ہم نے آپ کی مدح سُنی جس سے ہم خوش ہوگئے اور اسکے معانی ہمارے لئے کافی ہوگئے۔

الا فانظر بعین اللطف خیبی — فضیعتُ الشباب وجاءَ شیبی

۳۳ وَرَبی عالِمٌ سِرّی وغیبی — خلقت مبرءً من کل عَیب

کانک قد خلقت کما تشاءُ

اقول ولیس فیما قلت مَینٌ — خُلِقتَ وما جمالک فیہ شین

۳۴ ونور الوجہ للقمرین زینٌ — واجمل منک لم ترقط عینٌ

واکمل منک لم تلد النساءُ

من یحتا سید الثقلین نالت — بھا الشعراء مَاشاءت وجالت

۳۵ لسانی قصرت فیھا وقالت — علیک صلوۃ ربی مَا توالت

دھور اوتلا صبحاً مساءٌ

(۳۳) آپ نظر لطف سے میری محرومی کو ملاحظہ فرماویں۔ کیونکہ میں جوانی برباد کرچکا ہوں اور مجھ پر بڑھاپا آگیا ہے۔ میرا پروردگار میرے چھپے ڈھکے سے خوب واقف ہی۔ آپ تمام عیوب سے پاک صاف بناکر پیدا کیے گئے ہیں گویا آپ کی پیدایش آپ کی خواہش کے موافق کی گئی ہے۔

(۳۴) میں کہتا ہوں (اور میرے اس کلام میں جھوٹ کا شائبہ نہیں ہی) کہ آپ اس طرح پیدا ہوئے کہ آپ کے جمال مبارک میں کسی قسم کا عیب نہیں ہی۔ آپ کے مبارک چہرہ کا نور شمس و قمر کے لئے باعث زینت ہے اور آپ سے زیادہ کامل آجتک کوئی بچہ پیدا ہی نہیں ہوا۔

(۳۵) شاعروں نے سردار دوجہاں کی مدح کے ذریعہ سے جو کچھ چاہا حاصل کیا۔ (مگر) میری زبان نے آپ کی مدح میں کوتاہی کی اور فقط اسقدر کہہ سکی کہ آپ پر پروردگار عالم کی رحمتیں رہیں جب تک زمانے آتے جاتے رہیں۔ اور صبح کے بعد شام آتی رہے۔

آفتاب علم وفضل کا غروب

القاسم کی کسی پچھلی قریبی اشاعت میں ایک علمی بشارت دربارۂ اختتام وتکمیل شرح ابوداؤد شائع ہوئی تھی آہ صد حسرت وافسوس کہ آج شارح ابوداؤد کی دائمی مفارقت کی اندوہناک خبر باچشم ترہم شائع کررہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا میں جو آیا وہ فنا کے واسطے آیا اور ہر موجود معدوم ہونیکے لئے لباس وجود میں ظاہر ہوا لیکن حسرتناک امر یہ ہے کہ دنیادار کی موت اسکے انقطاع تعلقات دنیوی کے اعتبار سے افسوسناک ہو مگر مقربان الٰہی کی وفات دنیا والوں سے فیوض روحانی کے ختم کردینے کیوجہ سے ایسی حسرتناک واندوہناک ہے کہ اُن کی مقدس زندگی پر اگر ہزار زندگیاں قربان ہوجاویں تو کم ہیں بتاریخ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ یوم شنبہ مدینہ منورہ کے آئے ہوئے تار سے معلوم ہوا کہ تشنگان علوم الٰہیہ کی ڈھارس اور وابستگان دامن قاسم ورشید کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت مولانا **خلیل احمد** صاحب محدث سہارنپوری وشارح ابوداؤد بروز جمعہ واصل حق ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

اس قدسی صفت وملک صورت اور ہادی طریقت وشریعت وماحی بدعت وضلالت محدث کی دائمی جدائی سے اگرچہ دنیاوالوں کیلئے عالم تاریک ہوگیا۔ لیکن محبوب کے قدموں میں پروانہ وار نثار ہوجانے والے سچے عاشق کی دلی تمنا اور قلبی آرزو پوری ہوئی اور دائمی تقرب وصال حاصل کرکے حیات ابدی سے مالامال ہوا۔ ~

زندگانی نتواں گفت کہ مراست — زندہ آنست کہ یادوست وصالے دارد

مولانا کی علمی وعملی خدمات، ظاہری وباطنی فیوض عالم میں آفتاب کیطرح تاقیام سموات والارض قائم ودرخشن رہینگی۔ خصوصًا حدیث نبوی صلعم کی وہ نمونۂ السلف خدمت کہ جس کے اختتام کیساتھ ساتھ مولانا کے فیوض ظاہری کا بھی خاتمہ ہوگیا۔) عالم اسلام کے سر سے ایک گرانقدر فریضہ کی تکمیل ہی کہ جسکے شکریہ سے علماء اسلام کی گردنیں ہمیشہ کو جھکی رہینگی"۔

بارِ الٰہا اس اپنے خلیل کی خدمات کو خلعت خلت وقبولیت سے نواز اور پس ماندگان وحسرت زدگان کو صبر جمیل عطا فرما آمین۔

حضرت مولانا کے لئے دارالعلوم دیوبند واکثر مدارس ہند وحلقائے ارادت وغیرہ میں ختم شریف وایصال ثواب وغیرہ ہوئے۔

(کارپردازان القاسم)

رجسٹرڈ نمبر ۱۲۷۱ ایل

بموجب حدیث صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ نمبر ۶

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۴ر

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دارالعلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی وحضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم وحضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ودیگر مقدس ومقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے،

مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
یادخلیل	مولانا قاری محمد طیب صاحب معین الاہتمام دارالعلوم دیوبند۔	۱–۶
حدوث مادہ وروح	مولانا محمد ادریس صاحب کاندہلوی مدرس دارالعلوم دیوبند۔	۷–۱۲
اسلام مین خواتین کے حقوق	مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی ادیب مدرسہ حنفیہ آرہ۔	۱۳–۱۶
قبول الصواب فی شمول الحجاب	ایک جدید تعلیم یافتہ کے قلم سے۔	۱۷–۲۴
دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا	مولانا مولوی محمد اعزاز علی صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند۔	۲۵–۲۸
قصیدہ لامیہ	مولانا محمد ادریس صاحب کاندہلوی مدرس دارالعلوم دیوبند۔	۲۹–۳۲

اعتذار

پریس کے خراب ہوجانے کی وجہ سے رسالہ کچھ تاخیر سے شائع ہورہا ہے امید کہ ناظرین تاخیر کو عذر پر محمول فرمادین گے والعذر عند کرام الناس مقبول۔

(ادارت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یادخلیل

سید المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع اُس وقت موصول ہوئی تھی جبکہ "القاسم" نمبر ۵ جلد دوم بالکل تیار ہوچکا تھا اسی وجہ سے محض ٹائیٹل صفحہ ۳ پر اس حادثہ عظیمہ کا اجمالی ذکر کیا گیا تھا، لیکن حضرت اقدس کی مفارقت کا صدمہ کوئی ایسا صدمہ یا حادثہ نہ تھا کہ جس کے لئے اسی پر بس کیا جاتا حضرت اقدس ہندوستان کی شمع علم وہدا اور آفتاب طریقت وشریعت تھے آپ جماعت حقہ علماء دیوبند کے اس دور آشوب مین بہت بڑے پشت پناہ وسرگروہ تھے، دارالعلوم دیوبند کو حضرت اقدس کی روحانی سرپرستی کا فخر تھا، "القاسم" آنحضرت کی زیر سرپرستی شائع ہوتا تھا، حضرت اقدس القاسم کی اشاعت سے نہایت مسرور ومحظوظ ہوا کرتے تھے، آہ کہ القاسم سے ایک بڑے سرپرست کا نام اس مرتبہ سرورق سے جدا ہورہا ہے، لیکن اس نام کی روحانیت انشاء اللہ اس کی ساتھ رہیگی، ان تمام وجوہ پر نظر کرتے ہوئے اگر پورے صفحات "القاسم"... حضرت مرحوم کی ذکر مین وقف ہوجاتے تو کم تھے، فی الحال فخر الاماثل جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب معین الاہتمام دارالعلوم کا یادتازہ کرنیوالا مضمون **"یادخلیل"** شائع کیا جاتا ہے اور اگر وقت نے مساعدت کی اور کسی باہمت اہل قلم نے اس طرف توجہ کی تو ممکن ہو کہ حضرت اقدس کی سوانح حیات کا مستقل سلسلہ "القاسم" مین شائع کیا جائے، امید کہ واقعات وحالات سے علم رکھنے والے حضرات واقعات ومعلومات کی اعانت سے دریغ نفرمادین گے۔

(ادارت)

ذَهَبَ الَّذِیْنَ اُحِبُّهُمْ	فعلیاتُ یا دنیا السلام
لاتذکرین العَیْشَ لِیْ	فالعَیْشُ بعدھُمْ حَرَام
انی رضیع وِصَالِهِمْ	والطفل یولمہم الفطام

دنیا مین کتنے ہی قانون بنے اور بگڑے ـ کتنے ہی آئین و دفعات جاری ہوئے اور پھر منسوخ ہوئے لیکن قدرۃ کا وہ ایک قانون جو ہمیشہ ناقابل تغیر وتبدیل رہا اور جس نے کبھی انقلاب قبول نکیا وہ خود قانون انقلاب ہے۔ اس قانون نے دنیا کو کبھی فرصت نہ دی کہ وہ اپنی کسی ایک حال پر باقی رہ سکے اور تغیر وتبدل کی زد سے بچ جائے، زمین اور اُس کے تمام ذرے پھر آسمان اور اس کے سارے ستارے یعنی عالم تکوین کا کرنی دائرہ انقلاب ہی کی تحریک سے چکر کھا رہا ہی۔

خدا کی مخلوق کی اشرف ترین نوع (انسان) کے افراد ہون یا اقوام وامم۔ انفرادی شخصیتین ہون یا اجتماعی انجمنین اور پھر ان پر گذرنے والے عام حالات ہون یا کیفیات کوئی چیز بھی ایسی نہین ہے کہ اُس نے انقلاب کی جابرانہ گرفت سے بچکر تمکین وبقار کی سطح پر اپنا قدم جما دیا ہو۔

مادی صفون مین نگاہ دوڑاؤ تو کائنات انقلاب خبر دیتی ہے کہ دنیا مین کتنے ہی تخت بچھے اور اُلٹ دئے گئے، سلطنتین قائم ہوئین اور مٹین ـ کتنی ہی قومین اور شخصیتین جبروت و اقتدار کی مالک ہوئیں اور پھر وہ اپنی جلوہ آرائیون کی نمائش کرکے جب اپنی اجل مسمّیٰ کے دائرہ پر گھوم چکین تو اسی قانون انقلاب نے ان سے دوسرون کے لئے جگہ خالی کرالی اور انھین گوشہ گمنامی مین چھپا دیا۔ وتلک الایام نداولها بین الناس۔

سب سے عجیب تر یہ کہ وہ روحانیت نواز اُمّتین اور معنویت کی علمبردار شخصیتین بھی جو وابستۂ حق ہو کر ابد قراری کا تمغہ حاصل کرتین اور حیٌّ لایموت مین مشغول ہو کر دائم الحیات بنجاتی ہین اس انقلاب کے ردوبدل سے نہ بچ سکین ـ یہ انقلابی ہاتھ ان کو بھی اسیطرح منقلب کرتا اور ایک عالم سے دوسرے عالم مین گھماتا رہتا ہی جس طرح وہ لطیف ہواؤنکو گردش مین رکھتا اور سورج کی روشنی کو چکر مین ڈالے رکھتا ہی۔ بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر۔ ورثۂ انبیار اور اجلّہ اخیار علم وعرفان کے بادل

بنکر افق عالم پر چھاگئے پھر اُنہون نے قلوب کی مُردہ زمینون کو روحانی حیات سے مالا مال کیا لیکن بالآخر جب اس روحانی برسات کا موسم ختم ہوا تو پھر انقلابی ہوائین چلین اور اُنہون نے ان بادلون کو دوسرے ٹھکانون کی طرف منتقل کردیا۔

اسی لیل ونہار کی گردشون اور تصریف ریاح کے چکرون مین اس انقلاب کا بھی معائنہ کرو کہ تقریباً ایک صدی بیشتر جبکہ ہندوستان کی اسلامی آبادی کے چپّہ چپّہ پر جہالت وضلالت کی تیز وتند آندھیان چل رہی تھین اور ہر ایک روحانی خطہ پر خاک اُڑ رہی تھی یعنی علم ومعرفۃ کی تازگی سے قلوب محروم ہوچکے تھے اور سُنّۃ وبدعۃ یا توحید وشرک کا امتیاز مٹ گیا تھا، خدائے حکیم کی وسیع رحمۃ نے ولی اللّٰہی خاندان سے چند ولی نمایان کئے اور گنگوہ ونانوتہ کی خاک نے وہ امانت ادا کی جسکو مُودعِ ازل نے اس پر آشوب وقت کے لئے اس خاک مین چُھپا رکھا تھا، حضرت مولانا رشید احمد وحضرت مولانا محمد قاسم قدس اللّٰہ اسرارہما نے عالم وجود مین قدم رکھا اور گھوارۂ روحانیت مین تربیت پاکر اُٹھے تو ہندوستان کے ظلمتکدے کو از سر نو نور آباد کیا اور اسکے خرابات کی پھر دوبارہ تعمیر کی۔

قال اللّٰہ وقال الرسُول کی آوازون سے گنبد عالم گونج اُٹھا۔ اور دربار رشیدی وقاسمی کی جواہر ریزیون سے ہندوستان کی مفلس آبادی پھر مالا مال ہوگئی خستہ دلونکو مرہم مل گیا۔ اور شکستہ خاطرون کو پھر جمعیتہ میسّر آگئی۔ ان اکابر کی معنوی برکتین، روحانی طاقتین، اور عرفانی کششین جب جوش مین اُمڈین تو کبھی وہ درس قرآن وسُنّۃ کیصورت مین نمایان ہوئین اور کبھی تزکیۂ قلوب اور تصفیہ اخلاق کی شکل مین کہین اُنہون نے شریعت کا علم بلند کیا اور کہین طریقت وحقیقت کو الواح قلوب پر رقم کیا یعنی شریعت وطریقت کی آمیزش سے ایک ایسا طریق وسط اور جادۂ اعتدال قائم کیا کہ جس مین عشق بھی تھا اور عقل بھی۔ وارفتگی بھی تھی اور ضبط بھی، سرشاری بھی تھی اور ہوشیاری بھی۔ پس اُنہون نے نہ تو عشق ومحبت کے ایسے دیوانے پیدا کئے جو عقل ودانائی کو کھوکر صرف جذبۂ جنون ہی مین رہ گئے ہون اور نہ عقل وہوش کے ایسے ٹرّے غلام تیار کئے جو عشق ومحبت کھوکر الحاد وزندقہ اور خود رائی مین پھنس گئے ہون۔ بلکہ اُنہون نے مدارس

بھی قائم کئے اور خانقاہین بھی زاہد بھی تیار کئے اور عارف بھی عالم بھی بنائے اور محقق بھی ۔ مقرر واعظ بھی دکھلائے اور خلوت نشین وعزلت گزین بھی ۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

غرض اتباع سُنّت کے دائرہ مین مقید ہوکر نشر واشاعت کے مختلف وسائل سے خدا کے دین کو پھیلایا اور اُس کے بندون پر حجّت تمام کردی ۔

بالآخر برسات کا یہ دور ختم ہوا اور اسی دہری انقلاب اور تکوینی تغیر کے محرک نے اُنھین بھی ایک حرکت دی اور پستی سے بالا کیطرف کھینچ لیا ۔ لیکن انکی وہ برکات باقیہ اور صدقات جاریہ جنھون نے دربار رشیدی وقاسمی کی روشنی کو پھیکا نہ ہونے دیا ۔ مختلف صورتون مین نمایان رہین ۔ ہم کسی کو حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ، کسی کو حضرت مولانا عبد الرحیم رائپوری ، اور کسی کو حضرت شیخ الہند محمود حسن محدث دیوبندی وغیرہ پکارتے تھے ۔ دنیا کبھی اُن کی ضیاء پاشیون سے مستنیر ہوتی تھی اور کبھی اُن کی آب حیات سے سیراب علم حدیث وفقہ کی گرم بازاری ۔ علوم قرآن وسُنّت کی گرماگری ۔ حقائق ومعارف کی جولانی ۔ مہمات باطنی کی ہماہمی اِن کے نام سے باقی اور روز افزون ترقی پر تھی ۔

لیکن اے صد آہ وہزار حسرت کہ اُسی انقلابی آسمان نے ایک چکر کھایا کہ رائپور کا آفتاب غروب ہوگیا اُس کے فراق کا زخم ابھی مندمل نہوا تھا کہ دیوبند کا موسم بہار ختم ہوا اور یہ صدمہ ابھی پرانا بھی نہ ہوا تھا کہ جماعت کا وہ سہارا جو سلسلۂ اسباب کے بہت سے سہارے مٹ جانیکے بعد باقی رہا تھا مٹ گیا اور وہ ہستی جو اَب مرجع کُل تھی اُسی انقلاب کی نذر ہوگئی ۔

ہم آج کے ایک ماہ پیشتر جس مقدّس ہستی کو محدث بےنظیر ، فقیہ بےبدل ، رأس الاتقیا حضرت مولانا **خلیل احمد** مدظلہٗ کہا کرتے تھے ، آج بصد اندوہ غم حضرت مولانا خلیل احمد قدس اللہ سرہٗ کہہ رہے ہین ۔

دربزم عیش یک دو قدح درکش وبرو
یعنی طمع مدار وصال دوام را

اکابر مرحومین کی پاکیزہ نشانیون اور بہترین یادگارون مین سے حضرت مولانا موصوف ایک نہایت

ہی قابل فخر وذکر یادگار تھے ۔ اُنہین کی یہ محبوبیت تھی کہ خود اُن کے شیخ ومربّی حضرت مولانا رشید احمد قدس اللہ سرہٗ نے اُن کی نسبت یہ قابل فخر کلمات فرمائے تھے کہ اَلخلیل خلیلی ۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ حضرت گنگوہیؒ کے ارشد تلامذہ اور اولین خلفاء مین سے تھے ۔ علم وفضل حدیث دانی اور جامعیت کیساتھہ خصوصیت سے تمام جماعت کے آپ مُسلّم فقیہ تھے ۔ آپ کا دینی انہماک اور علمی شغف دنیا جانتی ہے کہ کیسا تھا ؟ تمام عمر مشغلہ نشر علوم واشاعت دین مین تقویٰ وطہارت کیساتھہ گذار دی ۔ رات دن زبان پر قال اللہ وقال رسُول اللہ کا نغمۂ رُوح نواز تھا ۔ درس حدیث وفقہ کو زندگی کا شعار بنالیا ۔ اہل اہواء وبدعات کے رد مین تصنیف فرمائین ۔ حمایت ومدافعت دین کی خاطر مناظرے کئے ۔

اور بالآخر اس ضعف پیری اور نقاہت امراض مین بھی جبکہ درس حدیث چھوٹ گیا تھا شغل حدیث نہ چھوٹا ۔ صحاح ستّہ کی مشہور دقیق کتاب ابُوداؤد کی شرح لکھکر وہ خدمت انجام دی کہ گویا وہ درس حدیث سے اسی لئے فارغ کئے گئے تھے کہ اس اہم فریضہ (شرح ابوداؤد) کو انجام دین ۔ تاکہ اُن کے علوم کے دقائق اور فقیہانہ نکتہ سنجیان صرف اُنھین تلامذہ تک محدود نہ رہجائین جو چند دن اُن کے شرف صُحبت سے مستفیض ہوئے بلکہ عام علمی حلقون اور دور اُفتادہ مخلصون علماء وطلبہ اور مدرسین مدارس کے افراد بھی اُن کے گرانبہا علوم سے مستفید ہوسکین ۔

پھر یہ کیا عجیب مقبولیت ہے ، کہ جب ابوداؤد سامنے رکھکر شرح حدیث نبوی کی خدمت انجام دینی شروع کی تو خود روضۂ نبوۃ کیطرف سے کشش باطنی شروع ہوگئی ۔ اور اچانک حضرت مرحوم نے ہندوستان چھوڑکر آستانۂ نبوۃ پر حاضر ہونیکا عزم فرمالیا ۔ تاکہ یہ خدمت نبوی بارگاہ نبوی ہی مین پایۂ تکمیل کو پہنچے چنانچہ شوال المکرم ۱۳۴۴ھ مین حجاز کا قصد فرمایا ۔ حضرت کی اہلیۂ محترمہ اور سالے جناب حاجی مقبول احمد صاحب ۔ اور وہ رفیق خاص جو شرح ابوداؤد کے اہم کام مین تحریر مضامین ۔ اقتباسات کتب اور ترتیب کتاب کے فرائض ابتدا ہی سے ساتھ رہکر انجام دیرہے تھے یعنی عالم باعمل ۔ صاحب تدیّن وتقویٰ مولانا محمد زکریا صاحب کاندہلوی دام مجدہٗ ساتھ تھے ۔

مناسک حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ مین قیام فرمایا اور بدستور شرح حدیث اور تسہیل ابوداؤد کی خدمت جاری رکھی یہانتک کہ یہ عظیم الشان کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور اس خوشی و مسرۃ مین حضرت نے مدینہ کے عمائد و علما کی ضیافت فرمائی۔ مدینہ طیبہ کے عمائد کو ٹائپ شدہ دعوتی خطوط روانہ فرمائے۔ ہندوستان مین بھی احباب و خدام کے نام وہ چھپے ہوئے خطوط آئے اس حقیر ترین خادم کے نام بھی ایک خط تہا۔

حضرت مرحوم کی علم دوستی طلبہ پروری اور شفقۃ اوستادانہ کی یہ ایک ہی نادر مثال ہی کہ اس شرح ابوداؤد کی تکمیل مین جسطرح آپنے لوجہ اللہ متاعب برداشت کئی وہین ایک اور زبردست ایثار فرمایا کہ کتاب کے تمام حقوق اور منافع مدرسہ مظاہر علوم کو عطا فرمائے۔ گویا مالی حیثیت سے اگر مدرسہ نے حضرت کی کچھ خدمت انجام دی تھی تو اُس کا صلہ پالیا۔ اور دینی و روحانی حیثیت سے حضرت نے مدرسہ کو جو بے بہا فوائد پہنچائے وہ سرتاسر بے بدل اور احسان ہی احسان رہی۔

حب نبوی اور حب دیار نبوی کا غلبہ آخر مین اتنا بڑھ گیا تھا کہ ہندوستان آنیکے ہی نہین بلکہ مدینہ ہی باہر نکلنے کے خیال سے بھی گھبراتے تھے۔ شہداء اُحد کی زیارت کے مشتاق تھے مگر اس خیال سے سفر نہین فرمایا کہ کہین جنۃ البقیع کی خاک سے جُدا نہ ہو جاؤن؟ اُدھر سے بھی مقبولیت تھی کہ دائمی طور پر دیار حبیب ہی مین بسر کرنے کیلئے نشیمن دیا گیا۔ اور جنۃ البقیع کی خاک نمناک نے بصد رغبت و قبول اپنی آغوش شفقت مین لے لیا۔ دوسرے حج سے فارغ ہو کر تقریباً ۱۵-۱۶ ماہ کے قیام کے بعد حقیقتاً جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین مسکن گزین ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ہان حسرت اُن دور افتادون کیلئے ہی جو ۱۶ ماہ پیشتر ہی جسمانی مفارقت مین مبتلا کر دئے گئے تھے راقم الحروف کو چونکہ حضرت مرحوم سے ایک خاص رابطہ تلمذ و خادمی حاصل ہی اور وہ یہ کہ حضرت نے تعلقات نسبی اور روابط نسبی کی بنا پر بہت ہی پیار اور شفقت سے اس حقیر کو صحاح ستہ اور اُن کے علاوہ تقریباً حدیث کی بیس مشہور و مستند کتابون مین اجازت دی اور اپنی دست مبارک سے دستخط و مہر فرما کر سند حدیث عطا فرمائی اسلئے عام خدام و متوسلین کیطرف سے اظہار درد کرتے ہوئے بالخصوص اپنی طرف سے تمام وابستگان حضرت مرحوم اور بالخصوص حضرت مولانا حافظ محمد عبد اللطیف صاحب دام مجدہٗ و برادر مکرم مولانا محمد زکریا صاحب کیخدمتمین مخلصانہ تعزیت پیش ہی حقتعالیٰ ہم خدام کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آخر مین یہ بھی عرض ہی کہ متوسلین مین سے اگر کسی صاحب کے پاس حضرت مولانا مرحوم کے حالات جمع ہون یا لکھنے کا ارادہ رکھتے ہون تو ہمین بھی انسے ضرور مستفیض فرمائین۔

حدوثِ مادہ و روح

سوال۔ ہاتھ پاؤن وغیرہ اعضا نہ رکھنے والے پرمیشور سے وید بصورت .... آواز یا لفظ کس طرح پیدا ہوئے۔

جواب قادر مطلق پرمیشور کی نسبت یہ شک پیدا نہین ہو سکتا کیونکہ منہ یا سانس وغیرہ سامان کے بغیر بھی اس مین کام کرنیکی طاقت ہمیشہ موجود رہتی ہی، علاوہ ازین جس طرح سوچنے کے وقت دل ہی دل مین سُوال و جواب کے الفاظ بولے جاتے ہین اسی طرح ایشور کی نسبت بھی سمجھنا چاہئے، پرمیشور جو قادر مطلق ہی کام کرنے مین کسی کی مدد نہین لیتا جس طرح ہم لوگون مین بغیر امداد کے کام کی طاقت نہین۔ ایشور مین یہ بات نہین۔ اھ

رگوید ادی بہاشیہ بھومکا۔ صفحہ ۶ و ۷ ویدون کی پیدایش کا بیان۔

اور یہی مضمون ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۲۰ باب ۷ مبحث وید مین ہے۔

اقول۔ جب قادر مطلق کسی کی مدد کا محتاج نہین تو پھر مادہ اور روح کا کیون محتاج ہے۔

سوال۔ ویدون کی کتاب لکھنے کے لئے ایشور نے قلم سیاہی اور کاغذ وغیرہ سامان کہان سے لیا۔

جواب۔ اُہو ہو آپنے تو بڑا بہاری اعتراض کیا۔ ہاتھ پاؤن وغیرہ اعضا، اور لکڑی لوہا وغیرہ سامان اور اوزارون کے بغیر جس طرح ایشور نے دنیا کو بنا لیا۔ اُسی طرح ویدون کو بھی بنا لیا۔

رگوید ادی بہاشیہ بہومکا صفحہ ۹۔

بابو نہال سنگہ حاشیہ نمبر (۱) مین لکھتے ہین۔

مراد یہ ہے کہ جس طرح ایشور اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کو بنا دیتا ہے اور اس کے بنانے مین اوزارون کی ضرورت نہین ہوتی اُسی طرح پرماتمانے ویدون کو بھی دنیا مین ظاہر کرنے کیلئے اپنی قدرت کاملہ سے کام لیا، ویدون کے ظاہر کرنے کیلئے کاغذ قلم سیاہی کی ضرورت نہ تھی۔ اھ

خلاصہ یہ کہ۔ کہ مادہ اور روح کو قدیم اور واجب بالذات ماننا سراسر خدا کی طاقت کو محدود

کرتا ہے جوکہ قادر مطلق اور سرب شکتیمان ہونے کے سراسر خلاف ہے۔
سوامی دیانند اسی پر اکتفا نہین کرتے بلکہ صفحہ ۲۳۳ باب قادر مطلق کی تفصیل کرتے ہوئے ۱۴ سوال کے جواب مین لکھتے ہین۔

جو قدرتی اصول ہین مثلاً آگ گرم۔ پانی ٹھنڈا اور مٹی وغیرہ اُن کی طبعی صفت کو پرمیشور بھی نہین پلٹ سکتا۔ اھ

سُبحَانَ اللہ۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ خدا قادر مطلق ہے مگر مطلب یہ ہے کہ خدا کو معاذاللہ آگ اور پانی کے حالات بدلنے پر بھی قدرت نہین۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

قادر مطلق کا یہ نرالا اور انوکھا مفہوم کیا جناب ہی کو الہام ہوا قدیم زمانہ کے رشی اور مہرشیون مین سے کسی کو بھی یہ الہام نہ ہوا۔

ذیل مین اُس اوپنشد کا تیسرے کہند (باب) سے اول کے چند منترون کو نقل کیا جاتا ہے۔ جس سے سوامی دیانند کی خدا کے قادر مطلق ماننے کے متعلق غلطی خوب عیان ہو سکے۔

ارتھ۔ نے اُس کے لئے ایک تنکا ڈالدیا اور کہا کہ تو اس کو جلا کر خاک کر دے۔ پس وہ آگ اپنی ساری طاقتون کی ساتھ کوشش کرکے تھک گئی لیکن اُس تنکے کو جلا کر خاک نہ کر سکی۔ اھ

ارتھ۔ نے اس ہَوا کے لئے ایک تنکا ڈالدیا اور کہا کہ اس کو اوڑا لیجا پس وہ ہَوا اپنی ساری طاقتون کے ساتھ کوشش کرکے تھک گئی لیکن اُس تنکے کو اُڑا نہ لیجا سکی۔ اھ

احتیاج عالم کو تین چیزون پر منقسم ماننے سے معاذاللہ خدا کا کمزور ہونا لازم آتا ہے اِس لئے کہ اگر وہ تنہا لاانتہا طاقت رکھتا ہوتا تو بدون مادہ اور رُوح کی اعانت کے ضرور عالم کو پیدا کر سکتا ہے۔ عالم کا تینون کی مجموعی قوت سے پیدا ہونا اور فقط خدا کی قوت کا ناکافی ہونا اِس کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ کہ خدا کی انفرادی قوت ضعیف ہے۔

عـــہ کذا فی تحفہ آریہ سماج صفحہ ۸۱ جلد (۱)۔

قال تعالیٰ وھو القوی العزیز۔ } وہی قوی اور غالب ہے۔

ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین} اللہ ہی رزاق ہے اور قوۃ والا ہے۔

ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار} چند متفرق معبود بہتر ہین یا ایک واحد قہار۔

(۷) نیز جب آپ کے نزدیک مادہ اور رُوح ازلی اور واجب بالذات ہین اور حق تعالیٰ نے نہ اُن کو پیدا کیا اور نہ اُن کے فنا کرنے پر قادر ہے اور نہ اُن کے خواص اور آثار کو بدل سکتا ہے اور نہ اُن کو جس طرح چاہے ثواب اور عقاب دے سکتا ہے تو پھر حق تعالیٰ کس بنا پر اُن کا حاکم اور مالک ہے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۲ باب ۷ نمبر ۷۔ ساری دنیا کا مالک ہون۔ اور مالک الکل ہونے کا مطلب تو یہ ہے کہ وہی ذات جل وعلیٰ ہر شئی کی مالک اُس کے سوا جس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اُنہی سے مستعار ہے۔

ہمارا وجود اُسی کا دیا ہوا ہمارے پاس بطور امانت یا عاریت ہے جب چاہے وہ اپنی امانت اور عاریت واپس لے سکتا ہے جس طرح کہ زمین کی روشنی اُس کی ذاتی نہین بلکہ آفتاب سے مستعار ہے۔ آفتاب جب چاہے اپنی عطا کردہ نور کو واپس لے سکتا ہے۔ پس وہ مالک الملک جب سب کا مالک ہے تو مادہ اور رُوح کے وجود کا بھی ضرور مالک ہوگا اور مادہ اور رُوح کا وجود اصلی اور ذاتی نہوگا بلکہ عطیۂ الٰہی اور مستعار ہوگا۔ لہٰذا اُس کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی عطا کردہ وجود کو مادہ اور رُوح سے واپس لیکر اُن کو معدوم یعنی وجود سے محروم کر دے، حیرت ہے کہ بندہ تو اپنی مملوک کو جب چاہے واپس لے سکے مگر وہ مالک الملک باوجود مالک الکل ہونے کے کسی طرح قادر نہین کہ وہ اپنی مملوک وجود کو مادہ اور رُوح سے چھین سکے۔

(۸) نیز خدا اپنی ذات اور صفات اور افعال مین یکتا اور بے مثل ہے۔ افمن یخلق کمن لا یخلق لیس کمثلہ شئ ۔ لہٰذا ضرور اُس کی ہر صفت اور ہر شان ایسی نرالی ہونی چاہئے کہ مخلوق کو اس کی ساتھ کوئی نسبت نہ ہو۔

مخلوق اپنے سُننے اور دیکھنے اور چلنے مین اور لکھنے اور پڑھنے مین آلات اور اسباب کی محتاج

ہے مگر حق تعالیٰ ان سب سے منزہ ہے۔ بدون آنکھ کے دیکھتا ہی بغیر کان کے سُنتا ہے
بدون مضغۂ لحم کے ادراک کرتا ہی بلا کسی قدم وغیرہ کے لئے بندون کی طرف آتا ہی۔ بدون
کسی حرکت کے نزول اجلال فرماتا ہی۔

ٹھیک اسی طرح اُس کی تکوین اور تخلیق کو سمجھنا چاہئے کہ وہ بھی بے مثل اور بے نظیر ہی اُس کے
لئے بھی کسی مادہ اور رُوح کی حاجت نہین۔ چنانچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۶ باب ۸،

اس تمام کا ایک بے مثل مالک پرمیشور ہے وہ اس عالم کی پیدایش سے پہلے موجود تھا۔
اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۵ نمبر ۷ پر ہی اُسکو پرمیشور کہتے ہین کہ جس کے برابر نہ کوئی ہوا
اور نہ ہے اور نہ ہوگا۔ اھ

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہی کہ کوئی کسی شئے مین خدا کی برابر نہین ہو سکتا اور یہ
مطلب ہرگز نہین کہ تمام باتون خدا کے برابر نہین ہو سکتا بلکہ بعض مین برابر ہو سکتا ہے۔
پس جبکہ کوئی خدا کے ساتھ کسی صفت شریک نہین ہو سکتا تو مادہ اور رُوح وجوب اور ازلیت
مین کیسے خدا کے شریک اور برابر بن گئے۔

اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۱ نمبر ۶۴ پر ہے وہ ذات واحد ہی یعنی اُس کے وجود مین
دوسرے کی شمولیت نہین۔ اور ستیارتھ صفحہ ۲۶ نمبر ۴۸ پر خدا کی ایک صفت ادوئیت ذکر
کی گئی ہے جس کے معنی بے مثل اور یکتا ہونے کے ہین۔

(۹) نیز مادہ اور رُوح کو قدیم اور غیر مخلوق مانکر خدا کو خالق الکل کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہی حالانکہ
بھومکا کے صفحہ ۸۷ پر ہے۔

"وہ بذاتہ غیر مولود ہے، اور سب کا پیدا کرنے والا ہے وہی اس کائنات کو
اپنی قدرت سے بناتا ہے" اھ

اور بھومکا کے صفحہ ۳۷ منتر ۴ سطر اخیر پر ہے "اُسی کے قدرت سے یہ تمام کائنات دوبارہ
پیدا ہوتی ہے۔ اھ

اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۳ باب ۷ نمبر ۹ پر ہے،

مجھ ہی کو تمام دنیا کا پیدا کرنے والا سمجھو۔

خلاصہ یہ کہ جب مادہ اور رُوح اُس کی خالقیت سے مستثنیٰ ہین تو اس کو خالق الکل کہنا
کیسے صحیح ہو سکتا ہی۔ بلکہ
آپ کے نزدیک اوس کی خالقیت سے دو چیزین اور بھی مستثنیٰ ہین۔ ایک زمانہ۔ دوسرا
آکاش۔ چنانچہ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۳۴ باب ۸، ۱۸ سُوال کا جواب،

اسی طرح پیدایش عالم سے بیشتر پرمیشور۔ پرکرتی کال۔ (زمانہ) اور آکاش
اور نیز جیو جو ازلی ہین موجود ہوتے ہین اُن سے دنیا کی پیدایش ہوتی ہے
اگر اُن مین سے ایک بھی نہ ہو تو دنیا بھی نہ ہو۔ اھ

اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۲ باب ۸۔ ۳۱ سُوال کا جواب
درحقیقت آکاش کی پیدایش نہین ہوتی کیونکہ بغیر آکاش کی پرکرتی اور پرمانو،
کہان ٹھہرین۔ اھ حالانکہ

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲ نمبر ۷ پر ہے،
سب کا فنا کرنے والا بلکہ زمانہ کا بھی خاتمہ کرنے والا۔ اھ،

اور بھومکا صفحہ ۷۰ پر ہے،
پیدایش سے پہلے شونیہ آکاش بھی نہ تھا۔ اھ،

اور بھومکا کے صفحہ ۷۶ سطر ۳ پر ہے۔ (آکاش پیدا ہوا۔)
اور بھومکا کے صفحہ ۸۷ پر ہے۔ اور ہوا کو آکاش سے اور آکاش کو پرکرتی سے پیدا کیا۔
اور بھومکا کے صفحہ ۳۰ سطر ۴ پر ہے۔ اس پرماتما نے آکاش کو پیدا کیا۔

پس۔ علاوہ تناقض کے اِس جگہ دو سُوال ہین:
اول یہ کہ جب آکاش اور زمانہ بھی باوجود قدیم اور غیر مخلوق ہونے کے فنا ہو سکتے ہین۔

تو مادہ اور رُوح کیون فنا نہین ہو سکتے ؟۔

دوم یہ کہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۰ پر گذرا کہ آکاش اِس لئے غیر مخلوق ہے۔ کہ بغیر آکاش کے پرکرتی اور پرمانو کہان ٹھہر سکتے ہین پس جب کہ آکاش فنا ہو سکتا ہے تو پرکرتی اور پرمانو بھی ضرور فنا ہو سکتے ہیں اس لئے کہ پرکرتی اور پرمانو بغیر آکاش کے موجود نہین رہ سکتے۔

(۱۰) نیز خدا کی ایک صفت انادی ہے جس کا مطلب ستیارتھ پرکاش میں مذکور ہی وہ یہ ہی۔

(۶۱) انادی۔ جس کے ماقبل کچھ نہین مگر من بعد ہے، اُس کو آدی کہتے ہین اور جس کی ابتدائی علّت وغیرہ کوئی بھی نہ ہو وہ انادی ایشور ہے یعنی یہ کہ جس کی ہستی سے پہلے نہین مگر پیچھے سے ہے وہ آدی کہلاتا ہے۔ اھ ستیارتھ صفحہ ۲۳۔

معلوم ہوا کہ جس وقت خدا تھا اُس وقت اُس کی ساتھ کچھ نہ تہا اُس کی ذات عالی کے علاوہ جو کچھ ہے وہ بعد مین ہوا۔ لہٰذا مادہ اور رُوح بعد مین ہون گے۔ اور پہلے نہ ہونا اور پھر بعد مین ہونا اُسی کا نام حدوث ہے۔ ولقد صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کان اللہ ولم یکن معہ شئ فالحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہم اجمعین ؛

رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الطاف صنف نازک پر

گذشتہ ۔ پیوستہ

اسلام مین خواتین کے حقوق

عن عبد اللہ بن مسعود قال قلت یارسول اللہ ای الذنب اعظم قال ان تجعل للہ ندا وھو خلقک ثم قال ای قال ان تقتل ولدک خشیۃ ان یاکل معک الحدیث۔ فانزل تصدیق قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا آخر (بخاری شریف)

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہی کہ مین نے عرض کیا یارسول اللہ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اپنے خالق کا کسی کو شریک ماننا۔ پھر مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس کے بعد کس گناہ کا مرتبہ ہی فرمایا کہ اولاد کو قتل کر دینا اس خوف سے کہ ساتھ مین وہ بھی کھایا کرے گی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق مین خداوند عالم نے اپنا ارشاد پاک نازل فرمایا۔ والذین یدعون مع اللہ الٰھا آخر۔ الآیۃ

کفار کے خیالات فاسدہ کا کس طرح استیصال کیا گیا اس کو ناظرین نے معاینہ کیا اور اب اور خیال فرمایا جائے ؛

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یبسط لہ فی رزقہ وان ینسألہ فی اثرہ فلیصل رحمہ۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کا رزق فراخ اور وسیع ہو۔ اس کے حسنات مین عند اللہ تخفیف ہو تو اس کو چاہیئے کہ رشتہ دارون کی ساتھ بہتر سلوک کرے یعنی صلہ رحمی کرے

سبحان اللہ وہی عاجز اور بار خاطر جنس جو نحوست کا پیش خیمہ سمجھی جاتی تھی۔ جس کے متعلق خیال، تہا کہ نحوست اور برخورداری۔ رحمت عالم کے وسیع مراحم اسی کو زیادتی رزق اور فراخی عیش کا اعلیٰ ذریعہ فرما رہے ہین ؎

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اور پھر خاص اس صنف کے متعلق ارشاد ہوتا ہی جو اس سے زائد عرب کے یہان الفت نہ رکھتی تھی کر زمین کے تنگ گڑھون مین داب دی جائے۔

من عال ثلث بنات فادبهن وزوجهن واحسن اليهن فله الجنة۔ ابوداؤد شریف کتاب الادب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی جو شخص تین لڑکیوں کی پرورش کرے ان کو تعلیم دے تہذیب سکھاوے پھر ان کا نکاح کردے ان پر احسان کرے تو اس کا بدلہ جنت ہی ہی۔

اور پھر محسن عالم کا ارشاد ہی۔

من ابتلی بشی من البنات فصبر علیهن کن حجابا من النار۔ (ترمذی شریف) (باب ما جاء فی النفقة علی البنات)

جو شخص کہ لڑکیون کی پرورش مین مبتلا ہوا اس نے صبر شکر ی ان کو پالا۔ تو یہ لڑکیین اس کے لئے دوزخ کی آگ سے حجاب اور آڑ ہون گی۔ (ترمذی شریف)

سبحان اللہ ؎ پرتو رخ سے ترے اے نوبہار کائنات شمع گل روشن ہی ہر ویران سرائے خار مین

اور اسی پر بس نہیں۔ بلکہ رحمت عالم کا عام رحم کسی کے ساتھ بھی بدسلوکی گوارا نہیں کرتا چنانچہ عمومی ارشادات ہین۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنة قاطع۔ ترمذی شریف باب صلة الرحم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدسلوک شخص جنت مین نہین جائے گا۔ (ترمذی شریف باب صلة الرحم)

عن عبد الرحمن سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تبارک وتعالی انا اللہ وانا الرحمن۔ خلقت الرحم وشققت لها من اسمی فمن وصلها وصلته ومن قطعها قطعته۔ (ترمذی شریف باب ما جاء فی قطعیة الرحم)

حضرت عبد الرحمن فرماتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ عز وجل فرماتے ہین کہ اللہ بھی مین ہی ہون۔ رحمان بھی مین ہی ہون۔ مین نے ہی رحم (تعلقات قرابت) کو پیدا کیا۔ اور ان کا نام یعنی رحم مین نے اپنے نام رحمان سے بنایا ہی۔ پس جو شخص رحم کی پاس داری کرے گا رشتہ دارون سے سلوک کریگا مین بھی سلوک کرونگا جو بدسلوکی کریگا مین بھی بدسلوکی کرونگا

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمهم الرحمن۔ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء الرحم شجنة من الرحمن فمن وصلها وصله اللہ ومن قطعها قطعه اللہ۔ (ترمذی شریف باب ما جاء فی رحمة الناس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم کرنے والون پر اللہ بھی رحم کرتا ہی۔ اے لوگو زمین والون پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کریگا۔ رحم (قرابت) کو رحمان سے (اللہ تعالیٰ سے) خاص تعلق ہی جو شخص قرابت کے متعلق سلوک کریگا اللہ بھی اس کی ساتھ سلوک کریگا۔ اور جو اس مین بدسلوکی کرے گا اللہ بھی بدسلوکی کرے گا

یتیم لڑکیین

اگر کوئی لڑکی اپنے باپ کے دست تظلم سے بچ گئی یا ان قبایل سے ہوئی جن کے یہان واد بنات سے احتراز کیا جاتا تھا۔ اور کسی حد تک لڑکیون کی پرورش معیوب نہین سمجھی جاتی تھی۔ اور پھر باپ یا مان باپ دونون کا سایہ اس کے سر سے اٹھ گیا تو وہ کسی قریبی رشتہ دار (ولی) کی ولایت نہین بلکہ ملکیت مین دیدی جاتی تھی۔

وہ ولی اس کی جان، مال۔ عزت۔ آبرو۔ غیرت۔ ناموس۔ سب کا مالک ہوتا تھا۔ اس یتیمہ کے تمام حقوق اس کی دست برد کے نذر تھے۔ اُس کا تمام مال اس ولی کی ملک تھا جس طرح طبیعت چاہتی اس کو کھاتا اُڑاتا۔ کوئی ضابطہ کوئی قانون قولی پنچایتی یا عدالتی کسی قسم کا بھی کوئی دستور العمل ایسا نہ تھا جو اس یتیمہ کے حقوق کی حفاظت کرسکے۔ یا اس غاصب ولی کو حقوق کے ضائع کرنے سے روک سکے۔ اور نہ اس یتیمہ کی عمر کا کوئی حصہ اُس کے اس تسلط اور چیرہ دستی کا مقابلہ کرسکتا تھا۔ کیونکہ وہ تمام عمر کے لئے اس ولی کی جابرانہ حرکتون کی ماتحت سمجھی جاتی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ قانون اور پنچایتی فیصلہ یہ ہی تھا تو بالکل بجا ہے۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو اُن کے تمام مال اور جائداد پر اُن کے بھائی قابض ہوگئے اور متوفی کی چھوٹی چھوٹی لڑکیین اور بیوی بالکل محروم کردی گئین۔ مجبور ہوکر بیوی نے دربار نبوی مین استغاثہ کیا۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُس وقت قانون عرب کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی قطعی فیصلہ نہ فرما سکے۔ اور اُس کو صبر کی تلقین فرمائی۔ جب سورہ نساء کی آیتین میراث کے متعلق نازل ہوئین تب آپ نے دو ثلث یعنی ⅔ بیٹیون کو اور آٹھوان حصہ بیوی کو دلوایا اور باقی اُن کے بھائی کو۔ (ابوداؤد شریف کتاب الفرائض)

اگر کسی شخص نے اپنی دولتمندی اور استغنا کے باعث یتیمہ کی صغرسنی مین اس کے مال کو

ضائع نہین کیا تو وہ اپنے وسیع اختیارات کی روسے اس سے نکاح کرنے کا مجاز تھا۔ اور اس طرح اس کی آبرو کا بھی خود مالک ہو کر سفاکی سے کام لیتا اور اس کے مال سے اپنے خزانہ کو معمور کرکے اپنی اولاد کے لئے بہترین ترکہ چھوڑتا۔ (ابوداؤد کتاب النکاح)

مگر اسلام کے رحم پرور احکام نے اُس کی عمر کے دو حصے کرکے عمر کے ہر حصہ مین اس کے حقوق کی خاص طور سے حفاظت کی۔

(پہلا حصہ) صغر سنی (یعنی ایام بلوغ سے پہلی عمر) :۔ اس عمر مین ولی کے تمام جابرانہ اور غاصبانہ اختیارات یک قلم سلب کرکے ولی کو محض محافظ اور خادم قرار دیا گیا۔ یعنی ان تصرفات کے علاوہ جو اس کے مال کے تحفظ یا ترقی سے تعلق رکھتے ہیں اور تمام اختیارات کلیۃً سلب کرلئے گئے۔ چنانچہ حکم خداوندی نازل ہوا۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ} یتیم کے مال کے پاس بھی مت پھٹکو مگر کسی ایسی طرز اور مصلحت کیساتھ جو بہت ہی اچھی ہو

اول اول تو اس سختی کے احکام نازل ہوئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خیال کیا کہ اُن کا کھانا پکانا بھی بالکل علیحدہ رکھنا ضروری ہی۔ اگر اُن کے مال سے کسی قسم کی کوئی چیز ہمارے مال مین مل گئی تو احکام قرآنی کے لحاظ سے بنظر احتیاط آگ کا بڑا شعلہ ہمارے مال میں ملجائے گا۔ کیونکہ ارشاد خداوندی تھا۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا۔ (سورہ نساء ع ۱۶)

جو لوگ یتیمون کا مال زبردستی کھاتے ہین وہ یقین جانین کہ اپنے پیٹ مین آگ بھر رہے ہین۔ بہت قریب ہے کہ وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ مین داخل ہون گے۔

مگر ان کے اخراجات کے علیحدہ رکھنے مین وقت کے علاوہ بسا اوقات خود ان کا خرچ زیادہ بیٹھ جاتا تھا۔ مثلاً اگر کسی وقت یتیمون نے کھانا نہیں کھایا۔ تو وہ کھانا مجبوراً پھینکا جاتا تھا۔ کیونکہ نہ اس کو ولی کھا سکتا تھا نہ اس کی اولاد۔ نیز یتامیٰ کو تنہا مکان مین رکھنا بھی ممکن نہ تھا۔ اور اُن کے مکان مین جاکر رہنا یہ یتیم کے مال سے تمتع یعنی فائدہ اُٹھانا تھا۔ جو کم از کم احتیاط اور تقویٰ کے خلاف تھا۔

(باقی آئندہ)

رہ گیا امام شافعیؒ کا قول تو وہ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی دیگر تفاسیر پر مبنی ہے وہ یہ ہرگز نہین کہتے کہ صرف چہرہ ہی زینت ہے بلکہ زینت ظاہرہ مین کل چہرے کو داخل نہیں کرتے اور وہ بھی صرف جوان عورت کے لئے اور اُن کے اس قول سے اس آیت کے معنی پر کوئی اثر نہین پڑتا۔ اس آیت کا منشا تو صرف یہ ہے کہ جوان اور میانہ عمر مستورات زائد کپڑے یعنی چادر سے اپنا پورا جسم ڈھاکے رہین اور ضعیفہ چادر اُتار ڈالے بشرطیکہ مواقع زینت نہ دکھائے۔ اور یہ ہم ثابت کرچکے ہین کہ ضعیفہ اپنے ڈھیلے ڈھالے کپڑون اور خمار سے اپنا جسم چھپا سکتی ہے۔ پس خواہ امام ابوحنیفہؒ کا قول لیا جاوے خواہ امام شافعیؒ کا دونون صورتون مین یہ بات ممکن ہے۔ رہ گیا یہ کہ چونکہ امام ابوحنیفہؒ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کی تفاسیر لیکر جو وجہ وکفین کو کھولنے کی اجازت دیتی ہین عورت کے چہرے کو عورت نہین کہتے اور امام شافعیؒ دوسری تفاسیر لیکر جو صرف تھوڑا ہی حصہ چہرے کا کھولنے کا حکم دیتی ہین۔ چہرے کے بیشتر حصہ کو بھی عورت کہتے ہین، لہٰذا ان دونون حضرات یعنی امام صاحبؒ اور دیگر مجتہدین کے اقوال مین تعارض ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل کوئی تعارض نہین۔ تعارض تو اُس وقت ہوتا جب ایک یہ کہتا کہ چہرہ ہر وقت کھولے رہو اور دوسرا کہتا کہ چہرہ بالکل نہ کھولو۔ لیکن دونون مین سے کسی کا منشا بھی یہ نہین ہے۔ دونون یہی کہہ رہے ہین کہ چہرہ مستور رکھنا چاہیئے (چنانچہ فقہائے حنفیہ کے قول کے معنے کہ چہرہ عورت کا عورت نہین ہے ہم گذشتہ صفحون مین درج بھی کرچکے ہین۔)

پس اس لحاظ سے تعارض کسی قسم کا بھی ثابت نہیں ہوتا صرف جزوی اختلاف ثابت ہوتا ہے یعنی یہ کہ ایک کہتا ہی کہ بوقت ضرورت شدیدہ پورے چہرے کا انکشاف کیا جا سکتا ہے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ ایسے مواقع پر چہرے کا بیشتر حصہ منکشف نہ کرنے پر بھی کام چل سکتا ہی۔ لہٰذا ان دونون حضرات مین سے ایک بھی اللہ تعالیٰ اور حضورؐ کے منشا سے جس کو ہم نے ان آیات مین پوری طور سے ظاہر کر دیا ہے ہٹا ہوا نہین ہے۔ لیکن ہمارے نئی روشنی والے برادر جن کا کام کسی نہ کسی طرح عوام کو ورغلا کر بے پردگی پر آمادہ کر دینا ہے اس بات پر یقین دلانے کو

آمادہ ہین کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ عام طور پر چہرہ کھولنے کی اجازت دیتے ہین۔ مگر حضرت امام شافعیؒ اس امر کی اجازت نہین دیتے۔ بھلا اس سفید جھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہی۔ اور صرف جھوٹ ہی نہین بلکہ اپنے اعتراض سے یہ بھی ثابت کر رہے ہین کہ ماشاءاللہ علم بھی نہایت اعلیٰ درجہ کا رکھتے ہین۔ یعنی بجائے یہ کہنے کے کہ "اگر زینت سے مُراد تمام بدن مع چہرہ (بقول امام شافعیؒ) یا تمام بدن ماسوائے چہرہ و ہاتھ پیر ہوتا (بقول امام ابوحنیفہؒ)" آپ فرماتے ہین کہ "اگر زینت سے مُراد چہرہ (بقول امام شافعیؒ) یا تمام بدن ماسوائے چہرہ و ہاتھ پیر ہوتا (بقول امام ابوحنیفہؒ)" الخ۔ جس سے اہل علم سمجھ سکتے ہین کہ یہ حضرت ایک ہی وقت مین نہ صرف شریعت اسلامیہ پر اعتراض کرتے ہین بلکہ اپنی علمی کم مائگی کا اظہار بھی کر رہے ہین اور یہی وجہ ہے کہ ہر ہر موقع پر زک اُٹھاتے ہین۔ ایسی حالت مین سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان لوگون کو عیب کرنے کا ھنر بھی نہین آتا۔

تیسری آیت

یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنیٰ ان یُعرفن فلا یوذین ط۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیبیون سے اور اپنی صاحبزادیون سے اور دوسرے مسلمانون کی بیبیون سے کہدیجئے کہ (سر سے) نیچے کرلیا کرین اپنی تھوڑی سی چادرین۔ اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کرین گی۔

شان نزول

زمانہ حضورؐ مین بستی کے اندر پاخانہ نہونیکی وجہ سے شریف زادیون کو بھی جلدی کے وقت قضائے حاجت کے لئے صبح سویرے جنگل جانا پڑتا تھا۔ بدوضع لوگ کسی کو آتے جاتے دیکھ پاتے تو اُس کو چھیڑ بیٹھتے۔ اور جب اُن کو اُلاہنا دیا جاتا تو کہتے کہ ہم نے تو لونڈی جان کر چھیڑا تھا۔ نیز ایک بار حضرت سودہ رضؓ کو قضائے حاجت کے لئے بستی کے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔

راستے مین حضرت عمر رضؓ ملے۔ چونکہ حضرت سودہ جسم کی بھاری بھر کم تھین فوراً پہچانی گئین حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے سودہ رضؓ تم فوراً پہچان پڑتی ہو ذرا دیکھو گھر سے کس طریقے پر نکلتی ہو۔ یہ اُلٹے پاؤن واپس ہوئین۔ سرور عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ قصہ عرض کیا۔ اُسی وقت وحی نازل ہوئی کہ ضرورت کے وقت قضائے حاجت کے لئے جنگل جانا تو جائز ہے لیکن گھونگھٹ نکال لیا کرو۔ (لباب النقول)۔

تفسیر

(۱) ابن سعد نے محمدؐ بن کعب قرظی سے روایت کیا کہ یدنین الخ یہ ہے کہ اپنا چہرہ ڈھانک لے مگر ایک آنکھ۔

(۲) ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس باب مین روایت کیا کہ جب کسی ضرورت سے باہر نکلین تو اپنا چہرہ سر کے اوپر سے ڈھانک لین اور ایک آنکھ کھلی رکھین۔

(۳) فریابی اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے محمدؐ بن سیرین سے روایت کیا کہ مین نے عبیدہ رضؓ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا۔ اُنھون نے ایک چادر کو جو اُن پر تھا اُٹھا کر تمام سر ڈھانکا۔ یہان تک کہ اپنا چہرہ ڈھانکا اور چہرے کے بائین جانب سے اپنی بائین آنکھ نکال دی۔

(۴) ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے اس قول مین روایت کیا ہے کہ جلباب دامن ہی سربند کے اوپر (یعنی سر تو سربند سے ڈھکا ہو گا یہ اُس کے اوپر کا کپڑا ہی مُنہ ڈھانکنے کا) اور کسی مسلمان عورت کو حلال نہین کہ اُس کو کوئی اجنبی (غیر محرم) دیکھے مگر اس حال مین کہ اُس پر دامن ہونا چاہئے سربند کے اوپر جس سے اپنا سر او سینہ باندھ رکھا ہو۔

(۵) ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے محمدؐ بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ مین نے عبیدہ سلمانی رضؓ سے اس قول مین سُوال کیا، اُنھون نے چادر کا قناع بنایا اور سر اور چہرہ ڈھانک لیا

اور ایک آنکھ باہر کرلی۔

اس آیت مین نہایت واضح طور سے بوقت ضرورت شدیدہ گھر سے باہر نکلنے کا طریقہ تعلیم کیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہی کہ کسی حالت مین بھی گھر سے باہر بغیر چہرہ چھپائے نہ نکلین اور چادر کا پلہ چہرے پر لٹکا لین۔ ایسا کرنے سے اولاً انکشاف وجہ سے جو فتنہ پیدا ہوتا ہی اُس کا انسداد ہوجاویگا ثانیاً جب لماعین عورت کو چہرہ چھپائے دیکھین گے تو اُن کو معلوم ہوجاوے گا کہ یہ عورت اپنے کو دکھانا نہین چاہتی ہے نہ کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ پسند کرتی ہی اس لئے اُن کے قلوب مین چھیڑ چھاڑ کی جرأت نہ پیدا ہوگی۔ اور ثالثاً اس طریقے سے آزاد عورتون اور لونڈیون میں شناخت ہوجاوے گی اور منافقین کو یہ کہنے کا بہانہ نہ ملے گا کہ ہم نے تو لونڈی جانکر چھیڑا تہا۔ بس اس آیت مین خدا تعالیٰ نے یہ حکم لگا کر کہ اپنا چہرہ چادرون سے چھپالیا کرو بہ یک کرشمہ سہ کار کا مضمون کرکے دکھادیا یعنی ایک کافی حد تک فتنۂ شہوت کا انسداد بھی کردیا جو اصل سبب ہے آزار دہی کا۔ لماعین کے قلوب مین آزار دہی کی جرأت بھی نہ پیدا ہونے دی۔ اور لونڈیون اور بیویون کی شناخت بھی ہمیشہ کے لئے بتادی۔ یہ آیت اس قدر صاف ہی کہ اس مین ذرا بھی شک و شبہہ کی گنجایش نہین ہوسکتی۔ لیکن نئی روشنی والے حضرات اس کو بھی خاص معنیٰ پہنا کر اپنا مطلب نکالنے کی فکر مین ہین۔ بمقابلہ دیگر آیات کے اس خاص آیت پر اُن کی توجہ بہت زیادہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت مین چہرہ چھپانیکا حکم ہے جو کہ پردے کی بنیاد اور اصل ہے اور اُن کا خیال ہی کہ اگر وہ کسی طرح یہ ثابت کردین کہ اس آیت مین چہرہ چھپانیکا حکم نہین ہے تو پھر پردہ دری کے لئے کوئی مزید کوشش درکار نہوگی۔ باین لحاظ ہم کو اس امر کی ضرورت لاحق ہوئی کہ ہم اس گروہ کی جملہ غلطیان جو اس آیت کے متعلق ہین احاطۂ تحریر مین لے آوین اور اُن کے جوابات نہایت ایمانداری اور انصاف سے دیگر ناظرین پر ظاہر کردین کہ اس گروہ مین حق پرستی کا شائبہ تک بھی نہین ہے۔ وہ اہم غلطیان درج ذیل ہین:۔

(۱) یدنین علیهن من جلابیبهن کے معنی صرف یہ ہین کہ جب باہر جائین تو اپنے اوپر اپنی چادر ڈال لین۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ نہیں فرمایا کہ چادر سے منھ اور بدن اس طرح چھپا لیا جاوے کہ حسن و جمال ظاہر نہو اور پھر منافق نہ ستائین۔

(۳) اس آیت کا منشاء صرف یہ ہی کہ چادر اوڑھنے سے شرفا کی بہو بیٹیون اور لونڈیون مین شناخت ہوجائے۔

(۴) اگر چہرہ چھپانا اس آیت سے ظاہر ہوتا تو لونڈیان بھی مسلمان ہی تھین اُن کے لئے بھی یکسان حکم ہوتا مگر اُن کو تو سر کھول کر اور جانگیہ پہنکر باہر نکلنے کی اجازت ہی۔

(۵) اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ یدنین علیهن الخ سے چہرہ چھپانا مراد ہی تو یہی چہرہ چھپانا آزار دہی سے بچنے کے لئے محض ایک شناخت تھی لہٰذا اگر زمانۂ موجودہ مین کوئی اور طریقہ علاوہ چہرہ چھپانے کے مسلمان شریف عورتون کی شناخت کے لئے مقرر کردیا جاوے تب بھی کام چل سکتا ہی۔

(۶) چہرہ چھپانا دراصل آزاد عورتون اور لونڈیوں کے درمیان باعث شناخت تھا۔ اب لونڈیون کا وجود ہی باقی نہین لہٰذا یہ علامت شناخت بھی غیر ضروری اور بیکار ہی۔

(۷) آیت یدنین علیهن الخ صرف اُنھین منافقین سے محفوظ رہنے کے لئے نازل ہوئی تھی جو عورتون کو چھیڑتے وقت یہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے تو لونڈی جانکر چھیڑا تھا۔ اب منافقین یہ بہانہ کر ہی نہین سکتے (کیونکہ لونڈیون کا وجود نہین ہے) لہٰذا یہ آیت جہان تک کہ اس پر عمل کا تعلق ہے بالکل بیکار ہے۔

(۸) زمانۂ موجودہ مین چھیڑ چھاڑ اور آزار دہی نہین ہوسکتی لہٰذا اب چہرہ چھپانا بالکل بیکار ہی۔

ان غلطیون کا جواب ہم سلسلہ وار ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

جواب نمبر ۱ یدنین علیهن من جلابیبهن کے یہ معنی نہین ہین کہ اپنے اوپر اپنی

چادر ڈال لین بلکہ یہ معنی ہین کہ اپنی تھوڑی سی چادرین اپنے اوپر اپنے قریب کر لین" یعنی بالفاظ دیگر سر سے نیچے لٹکا لین تاکہ چہرہ کسی کو نظر نہ آوے۔ نئی روشنی والون کا ترجمہ پڑھنے سے شبہہ ہو جاتا ہے کہ اُس وقت تک عورتین چادر نہین اوڑھتی تھین لہٰذا اس آیت مین اُن کو چادرین اوڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن ایسا خیال کرنا ایک بڑی اصولی غلطی ہی۔ اس لئے کہ اوّل تو یہ امر سب کے نزدیک مسلّم ہی کہ منافقین کا ستانا۔ حضرت سودہ رضؓ کو قضائے حاجت کے واسطے باہر نکلتے وقت حضرت عمر رضؓ کا ٹوکنا اور اس آیت کا نازل ہونا یہ سب نزولِ حکم حجاب کے بعد کے واقعات ہین اور خود آیت حجاب[۵] بھی ترتیب نزول مین آیت زیر بحث پر مقدم ہی اور ظاہر یہی ہے کہ ایک صورت کے اجزا مین جو ترتیب تلاوت کی ہے وہی ترتیب نزول کی ہی جب تک کہ اُس کے خلاف کوئی دلیل منقول نہ ہو اور یہان کوئی دلیل خلاف پر نہین۔ پس جس طرح مطابق آیۂ حجاب سارے جسم کو آڑ سے چھپانا طہارتِ قلوب کے لئے ضروری ہوا بعینہٖ اُسی طرح بوقت ضرورت شدیدہ چادر سے سارے جسم کو چھپا کر نکلنا بھی ضروری ہوا۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہی کہ عورتین بغیر چادر اوڑھے باہر نکلتی ہون۔ دوسرے شانِ نزول سے بھی یہی مترشح ہوتا ہی کہ عورتین چادر سے بدن چھپا کر نکلا کرتی تھین چنانچہ حضرت عمر رضؓ کا حضرت سودہ رضؓ سے یہ کہنا کہ تم فوراً پہچان پڑتی ہو۔ اس بات کی دلیل ہی کہ حکم حجاب پہلے سے نازل ہو چکا تھا۔ تیسرے خود حضورؐ کے احکام بھی چادر اوڑھکر باہر نکلنے کے بارے مین نہایت سخت ہین پس یہ خیال کرنا کہ حضورؐ اپنی ازواج مطہرات اور دیگر مسلمان عورتون کو بعد نزولِ حکم حجاب بغیر چادر اوڑھے باہر نکلنے کی اجازت دیتے ہون گے۔ بالکل خلاف قیاس ہی۔ البتہ یہ ممکن ہو سکتا ہی کہ بعض عورتین (جیسا کہ حضرت سودہ رضؓ کے متعلق حضرت عمر رضؓ کے ارشاد سے واضح ہوتا ہی) اس طرح چادر اوڑھتی ہون کہ اُن کے وجہ یا حسن و جمال کا اظہار ہو جاتا ہو اور پھر وہ چھیڑی جاتی ہون۔ چوتھے خود اس آیت ہی کے الفاظ "مِنْ جلابیبھن[۵]" (تھوڑی سی اپنی چادرین) اس امر کی تصدیق کر رہے ہین کہ

[۵] یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جتنے مستند مفسرین اور فن لغت کے امام گذر چکے ہین اُن سب نے الفاظ

اُن کی چادرین اُن کے اوپر موجود تھین اور چادر اوڑھنے کا حکم پہلے سے دیا جا چکا تھا۔ لہٰذا جب یہ ثابت ہو گیا کہ چادر اُن کی اُن کے اوپر موجود تھی اور قریب تھی تو پھر جو چیز قریب ہو اور سر پر بھی ہو اُس کے لئے یہ کہنا کہ قریب کر لو یہی معنی رکھتا ہی کہ لٹکا کر اپنے سامنے قریب کر لو یعنی چہرے پر بطور گھونگھٹ کے ڈال لو۔ اب اگر کوئی یہان یہ کہے کہ چادر صرف گردن تک اوڑھے ہوئے تھین سر پر نہ تھی لہٰذا یہان قریب کر لو کے معنی یہ ہوئے کہ سر ڈھانک لو تو اس مین دو قباحتین لازم آتی ہین۔ پہلی قباحت تو یہ ہی کہ یہ دونون جملے "تھوڑی سی اپنی چادرین اپنے اوپر اپنے قریب کر لین" اور "چادر سے سر ڈھانک لین" ہم معنی نہین ہو سکتے۔

اگر ہم آپ سے یہ کہین کہ "تھوڑی سی اپنی ٹوپی اپنے اوپر اپنے قریب کر لیجئے" تو کیا یہ مطلب ہوگا کہ "ٹوپی سر پر پہن لیجئے"۔ دوسری قباحت یہ کہ بموجب آیۂ حجاب عورت کو اپنا سارا جسم و آرایش مردون سے چھپانا چاہیے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہی کہ جب چادر اوڑھکر باہر نکلتی ہون تو سارا جسم تو چھپاتی ہون مگر سر چادر سے نہ چھپاتی ہون بلکہ صرف خمار ہی پر اکتفا کرتی ہون حالانکہ مثل دیگر اندرونی یا بدن سے ملحق کپڑون کے خمار بھی تو اکثر باریک۔ رنگین۔ بھڑکیلا اور خوشنما ہونے کی حیثیت بجائے خود آرایش ہو سکتا ہی۔ پس ہر دو صورتون مین یہی ثابت ہوا کہ چادر کا پلہ نیچے لٹکا لینے کا حکم ہی۔ علاوہ ازین نہ صرف شانِ نزول اور دیگر وجوہات عقلی و نقلی جو ہم نے اوپر تحریر کئے ہین اس بات کو بدرجۂ اولیٰ ثابت کر رہی ہین بلکہ جملہ تفسیرات حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی (جن کے فیصلون کا ماننا ہمارے لئے بموجب اصول موضوعہ نمبر ۲ فرض ہی) یہی معنی بتا رہی ہین اور حدیث المرأۃُ عورۃٌ سے بھی اسی امر کی تصدیق ہوتی ہے پھر اگر باوجود ان سب دلائل کے بھی یہی کہا جاوے کہ یدنین علیھن الخ کے معنی صرف یہ ہین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) "من جلابیبھن" مین لفظ "من" تبعیضیہ بتاتا ہی کہ بیانیہ اور اس طرح اس ٹکڑے کے سب نے وہی معنی لئے ہین جو ہم نے لئے ہین۔ نہ کہ وہ جو نئی روشنی والے حضرات نے اپنی طرف سے تراشے ہین۔ یدنین علیھن من جلابیبھن کے یہ معنی لینا کہ اپنے اوپر اپنی چادر ڈال لین محاورۂ عرب کے بالکل خلاف ہی۔ ۱۲ منہ

کہ اپنی چادر اپنے اوپر ڈال لیں یا چادر سے سر ڈھانک لیں تو ایسا کہنا کسقدر خلاف عقل ہوگا۔

جواب نمبر ۲

جب اس آیت کا مطلب صاف طور پر ظاہر ہوگیا کہ چہرہ چھپانا مقصود ہے تو پھر معترض صاحب کا یہ اعتراض بھی بیکار ہوکر رہ گیا تاہم ہمین اس کو بھی ذرا دیر کے لئے جانچ لینا چاہیئے۔ معترض صاحب فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہین دیا کہ "چہرے و بدن کو اس طرح چھپالو کہ تمہارا حسن وجمال نظر نہ آوے اور منافق تمھین نہ ستاوین" لیکن ہم اُن سے یہ پوچھتے ہین کہ جب یہ ایک ہی کہ منافق ستاتے تھے اور یہ واقعہ آپ کو بھی تسلیم ہی تو پھر یہ بتلائے کہ منافقین کے ستانے کی اصل وجہ کیا تھی۔ اس کا جواب ہر ذی ہوش شخص یہی دے گا کہ بوجہ اظہار حُسن وجمال منافقین عورتون کو چھیڑا کرتے تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "تھوڑی سی اپنی چادرین اپنے اوپر اپنے قریب کرلین" تو اس کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ چہرہ چھپا کر اظہار حُسن وجمال نکرین تاکہ جو اصلی سبب چھیڑ چھاڑ اور ستانے کا ہی وہ مسدود ہوجائے اور منافقین نہ ستاوین۔ دوسرے یدنین علیہن من جلابیبھن مین لفظ "عُلیہن" مطلق طور پر استعمال ہوا ہے اور کسی مخصوص عضو کے ساتھ مقید نہین ہی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ چادر سے سارا جسم معہ چہرہ چھپایا جاسکتا ہے پھر آپ یہ مانکر بھی کہ چادر اوڑھنے کا حکم دیا گیا کس بنیاد پر یہ کہنے کی جرأت کرسکتے ہین کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہین دیا کہ چہرے اور بدن کو اس طرح چھپالو کہ تمہارا حسن وجمال نظر نہ آوے؟" تیسرے جب بقول آپ کے اخفائے حُسن وجمال منظور نہین تو چادر لونڈیون اور بیبیون کے درمیان محض ذریعہ شناخت رہ گئی۔ اس بات کو تسلیم کرکے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چادر ہی کو ذریعہ شناخت کیون بنایا گیا؟ کوئی بہت چھوٹی اور کم قیمت چیز بطور علامت یا نشان کے کافی ہوسکتی تھی۔ چادر کو علامت شناخت قرار دینے سے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ نے غریبون پر صریح اور ایک بہت بڑا ظلم کیا کیونکہ غریب عورتون کے لئے ضروری ہوگیا کہ چادر نہونے کی حالت مین یا تو اپنے گھر سے باہر نہ نکلین اور اس طرح اپنے کام کاج کا حرج کرین اور اپنی آزادی سے محروم رہین۔

دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو القاسم نمبر ۲ جلد ۳

جن جن اوچھے ہتیارون کو استعمال کیا ہے ان کو بھی بیان کرون گا۔

مخدوم العلماء الربانیین حضرت حکیم الامۃ مولانا الحاج المولوی اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی،

یہ سب کچھ ہوا لیکن جو کچھ تھا میرے متخیلہ مین تھا۔ ان خیالات نے اب تک نقوش والفاظ کا لباس نہ پہنا تھا۔ اور ضرورت تھی کہ میری ہمت کے حدید بارد (ٹھنڈا لوہا) کو کسی سخت آنچ کے ذریعہ سے حرارت پہنچا کر اس مین ہتوڑے کی ضرب سے استفادہ کی قابلیت پیدا کیجاوے۔

قدرت کی نیرنگیون نے اس ضرورت کو یون پورا فرمایا کہ میرے مخدوم مولوی قاری حافظ محمد طاہر صاحب معتمد المدیر نے ارادہ کیا کہ فخر الہند حضرت مولانا الحاج المولوی حبیب الرحمن صاحب مدظلہ کا مذکورہ بالا مضمون "القاسم" (دور قدیم) کے اوراق سے جمع کرکے یکجائی طور پر طبع کرایا جاوے۔ اور دنیا کو سمجھایا جائے کہ اسلام کی نور افشانی اور دنیا کے منور ہونے کے حقیقی اسباب یہ ہین۔

یہ مجموعہ جو فی الحقیقت علمی۔ ادبی۔ تاریخی مذہبی دنیا کے خزانون مین جواہر عالیہ کا حکم رکھتا تھا طبع ہوچکا تو اُس کے مطبوعہ اوراق بقیۃ السلف قدوۃ الخلف حکیم الامۃ حضرت مولانا الحاج المولوی اشرف علی صاحب متعنا اللہ بطول حیاتہ کی مبارک خدمت مین اظہار رائے کی غرض سے پیش کئے گئے۔ حضرت ممدوح نے اُس پر مفصل اور مبسوط تقریظ تحریر فرمائی۔

الحدیث بالحدیث یذکر کے طور پر حضرت ممدوح کو میرے یہ دونون وعدے بھی یاد آگئے۔ اس لئے تقریظ کے آخری حصہ مین ان دونون وعدون کا صرف ذکر ہی نفرمایا۔ بلکہ اس قسم کے مضامین کی اشاعت کو اسلام کے لئے مفید ظاہر فرمایا۔ اور اس سے زیادہ یہ کہ ان وعدون کو پورا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور مجھ جیسے بے بال و پر کی تسکین یون فرمائی کہ دعا کے ذریعہ سے امداد کا وعدہ فرمایا جو حضرات مجھ سے فقط اس قدر واقف ہون کہ انہون نے دیوبند سے باہر رہکر میری کوئی

علمی خدمت پسند فرمائی شاید ان الفاظ سے متعجب نہون جو حضرت ممدوح نے میری نسبت
تحریر فرمائے۔ ان بزرگون مین سے بھی اکثر حضرات بلاد بعیدہ یا بیرون ہند کے مقیمین ہون گے
لیکن جن حضرات نے اپنے حسن ظن کی کسوٹی کے ذریعہ سے میری تنقید نہین کی بلکہ "خوش بود
گر محک تجربہ آید بمیان" کو پیش نظر رکہا ہی اُن کو ضرور تعجب ہوگا اور سچ یہ ہی کہ ہونا چاہئیے۔
ہان! اگر اس امر سے قطع نظر نہ کی جاوے کہ عموماً اکابر اپنے اصاغر کی ہمت افزائی کرتے ہی
ہین اور خصوصاً جب کہ کسی شخص سے کسی اسلامی خدمت کی انجام دہی کی اُمید ہوتی ہی تب
اُس کی ہمت افزائی نہ صرف اسلام بلکہ خود اس کے لئے بھی موجب توقع ہوتی ہے تو شاید یہ
تعجب کسی درجہ مین کم ہوجاوے۔

حضرت ممدوح کی اس مبارک (بلکہ میرے اعتقاد مین میرے لئے ذریعہ سعادت) تحریر کو دیکھنے
کی سعادت میری آنکھون کو اُس وقت حاصل ہوئی جبکہ طبع ہوچکی اور مضامین مذکورہ کتابی
شکل مین آچکے۔ مین نے ان مبارک الفاظ کو دیکھا اور کئی بار دیکھا اور مین سچ عرض کرتا ہون کہ
اُن کو دیکھنے کے بعد مین اس حالت مین رہا کہ گویا کسی کمزور ہاتھ پر بہت زیادہ بوجھ رکھدیا گیا ہی
اور مین سخت حیرت مین تہا کہ اس بارگران کا تحمل مجھ سے کیونکر ہوسکے گا۔ اور اگر میری یہی حالت
زیادہ دیر تک رہتی تو شاید مین اپنی متعلقہ فرائض کے انجام سے بھی قاصر ہوجاتا۔
مین عرض کرچکا ہون کہ حضرت ممدوح نے دعا کے ذریعہ سے امداد کا وعدہ بھی فرمایا تھا اس لئے
اس خیال نے بہت زیادہ ڈھارس بندھائی کہ جب حضرت ممدوح کی دعا دستگیری کرتی
ہے تو بنام خدا مجکو تقاعد نہ چاہئیے۔ اور اس کی پرواہ ہی نہ کرنی چاہئیے کہ مین اس خدمت کی
انجام دہی کے لائق ہون یا نہین؟-

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن　　کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

ضروری گذارش

اس کا انکار نہین کیا جاسکتا کہ اگر ان واقعات کو دنیا کے
سامنے پیش کیا جائے تو اس زمانہ مین کہ اسلام کو شپرہ چشم

لوگون نے بہت سے عیوب کا مجموعہ سمجھ رکھا ہے بہت زیادہ مفید ہو۔ اور دام تزویر بچھانے والے
اور صفحہ ہستی سے اسلام کو مٹانے کے مدعی پوری حد تک ناکام ہون لیکن اس صورت کا مفید ہونا
جس طرح کہ کسی وسیع النظر اور تاریخی حالات سے واقفیت رکھنے والے کی ہمت اور قوت کلامی پر
موقوف ہی اسی طرح اس کی بھی ضرورت ہی کہ مسلمانون کا دیندار اور صاحب ثروت طبقہ اس
قسم کے مضامین کی پوری اشاعت کرے۔ اور کوشش کرے کہ ان مضامین کو نہ صرف شہر کے
ساکنین پڑھین بلکہ ہر ہر گاؤن مین مساجد کے ائمہ۔ یا وہان کے ذمہ دار صاحبان لوگون کو جمع
کرکے بالالتزام سُنایا اور سمجہایا کرین۔

مین اگر اپنی علمی بے بضاعتی کی وجہ سے بیان واقعات کے سلسلے مین سلاست بیان سے عاجز
ہون لیکن یقین ہی کہ کوئی دوسرے صاحب علم اسلام کی اس ضرورت کو پورا فرمادین گے
لیکن ضرورت زیادہ اس کی ہی کہ اہل اسلام کا با اقتدار طبقہ اس مین سعی فرماوے۔
اس کی بہت سی صورتین ہین اور جو صاحب اس کے لئے طیار ہون وہ بہت سی صورتین
خود تجویز فرماسکتے ہین اور دوسرون سے دریافت فرماسکتے ہین۔ مجکو ایک صورت یہی عرض
کرنی ہے کہ "القاسم" کی اشاعت موجودہ حالت سے سہ گنی کردی جائے تو اشاعت بھی
زیادہ ہوجاوے گی اور کارپردازان "القاسم" کو اس کا بھی موقع ملیگا۔ کہ وہ اس کے حجم مین
اضافہ کردین اور بجائے دو جز کے چار جز پر طبع ہوکر آپ کے ہاتھون مین پہنچا کرے۔
اس صورت مین آپ ایک اسلامی پرچہ کی خدمت بھی کرین گے۔ اور اسلام کی بھی ایک بڑی
خدمت انجام دین گے۔

اس مختصر سی گذارش کے بعد مین منتظر ہون کہ اصحاب خیر میری اس حقیر مگر نہایت ضروری
عرض پر کیا توجہ کرتے ہین۔

اس کے بعد آئندہ سے مین اپنے ان مضامین کو مسلسل کرون گا اور اگرچہ دار العلوم کے
سالانہ امتحان کے قرب کی وجہ سے مفوضہ امور کا بار زیادہ ہوتا جاتا ہے لیکن مین انشاء اللہ

کوشش کرون گا کہ اگلے ماہ ہی سے یہ واقعات آپکے سامنے آجاوین۔

یہ بھی عرض کرنا ضروری ہی کہ مجکو حضرت مولانا الحاج المولوی حبیب الرحمن صاحب مدظلہ کے سلسلہ اشاعت اسلام پر اضافہ کا وعدہ بھی یاد ہے۔ "القاسم" کے صفحات تنگ ہین۔ اور بسا اوقات صفحات کی کمی کی وجہ سے ضروری مضامین کی اشاعت ملتوی کرنی ہوتی ہے اس لئے ممکن ہے کہ مین اس سلسلہ کو کسی دوسرے پرچہ مین شروع کرون۔

(محمد اعزاز علی غفرلہ)

مراجعت باسعادت

حق تعالیٰ شانہ کے فضل وکرم سے ہمارے مخدوم وملجا حضرت مولانا میان سید اصغر حسین صاحب مدرس دارالعلوم حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ سے فارغ ہوکر بخیر وعافیت دیوبند تشریف لے آئے۔ حضرت مولانا نے اپنے جانے کی جسطرح کسی کو اطلاع نفرمائی تھی۔ اسی طرح آمد کی بھی اطلاع نفرمائی لیکن چند ذرائع سے کچھ پتہ مل گیا تھا۔ اس لئے مولانا مولوی محمد طیب صاحب مدرس ونائب مہتمم دارالعلوم اور مولانا محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم اور مولانا قاری محمد طاہر صاحب سلمہ دہلی زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہان ہرچند سعی کی گئی کہ حضرت مولانا دیوبند کی روانگی کا وقت مقرر فرمادین تاکہ سب حضرات اسٹیشن پر خیر مقدم فرماوین۔ لیکن حضرت مولانا مدظلہم نے حسب عادت اخفا اسکو پسند نہین فرمایا اور بلا تعین ۳ر جمادی الاول یوم یکشنبہ بوقت شب مع الخیر اپنے وطن اصلی مین تشریف لے آئے۔ مکان پر حضرۃ مولانا حبیب الرحمن صاحب و دیگر حضرات مدرسہ ملاقات کیلئے تشریف لے گئے۔ سفر کے تعب اور ضعف کیوجہ سے کچھ اضمحلال تاہنوز باقی ہے۔ حضرات ناظرین دعا فرماوین کہ حق جل مجدہ حضرۃ اقدس کے بابرکت سایہ عاطفت کو ہمارے سرون پر بعافیت وصحت تادیر قائم ودائم رکھے آمین۔

(ادارت)

القصیدۃ اللامیۃ فی الحنین الی طیبۃ خیر البریۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وھی من التصریع والایداع لمعلقۃ امرأ القیس

۱	قِفَا نَبْکِ مِنْ ذِکْرٰی اَحِبَّاءِ مُرْسَلٍ	وَلَا نَبْکِ مِنْ ذِکْرٰی حَبِیْبٍ وَمَنْزِلِ

دوستون ٹھیرو تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احباب وجیران کو یاد کرکے روئین باقی کسی اور حبیب اور منزل کو یاد کرکے رونے کی ضرورت نہین

۲	اَیَا حَادِیًا شُدَّ الرِّحَالَ وَلَا تَقِفْ	بِسِقْطِ اللِّوٰی بَیْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلِ

اے حُدی پڑھنے والے مدینہ کی طرف شدِ رحال کر اور تودہ ریگ کے منتہا پر جو کہ مقام دخول اور حومل کے درمیان واقع ہے ہرگز مت ٹھیر

۳	اَیَا حَادِیًا حُثَّ الرِّکَابَ وَلَا تَقُلْ	عَقَرْتَ بَعِیْرِیْ یَا امْرَءَ الْقَیْسِ فَانْزِلِ

اے حُدی خوان سوارونکو مدینہ کی طرف تیز لے چل — اور یہ نہ کہہ کہ اے امرءالقیس تونے میرے اونٹ کو مار ڈالا

۴	وَسِرْ بِیْ اِلٰی بَیْتِ الرَّسُوْلِ وَلَا تُعَجْ	بِنَا بَطْنَ خَبْتٍ ذِیْ حِقَافٍ عَقَنْقَلِ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کی طرف لے چل — اور پست زمین ریگستان کثیر تودے والی مین مت لیجا

۵	اِلَی الْحُجْرَۃِ الْغَرَّاءِ لَمْ یَعْفُ رَسْمُہَا	لِمَا نَسَجَتْہَا مِنْ جَنُوْبٍ وَشَمْاَلِ

اور حجرہ مبارکہ کی طرف لے چل جس کے نشان — باوجود باد جنوبی اور شمالی کے چلنے کے ابتک نہین مٹے

۶	وَاَسْرِعْ مَطَایَانَا اِلٰی اَرْضِ طَیْبَۃٍ	کَاِرْخَاءِ سِرْحَانٍ وَتَقْرِیْبِ تَتْفُلِ

اور ہمارے اونٹون کو جلدی مدینہ کیطرف لے چل جس طرح بھیڑیا تیز دوڑتا ہی اور لومڑی کا بچہ سرپٹ جاتا ہی

۷	وَمَسْجِدِ مُخْتَارٍ وَشُبَّاکِ قَبْرِہٖ	وَحُجْرَۃِ طٰہٰ ذِیْ ثَنَاءٍ مُکَمَّلِ

اور آپ کی مسجد اور قبر مبارک کی جالی — اور حجرۂ مبارکہ کیطرف جلدی لے چل

۸	وَاَنْزِلْ بِبَطْحَاءِ التِّہَامِ خِیَامَنَا	نُزُوْلَ الْیَمَانِیْ ذِی الْعِیَابِ الْمُحَمَّلِ

اور بطحاء تہامہ (مدینہ) مین ہمارے خیمے اُتار — جیسے یمنی تاجر اپنے کپڑے لیکر اُترتا ہے

۹	وَلَسْتُ بِحَلَّالٍ سِوٰی اَرْضِ طَیْبَۃٍ	وَلَیْسَ سِوٰی رَسْمِ التِّہَامِ مُعَوَّلِ

اور مین مدینہ کی زمین کے سوا اور کہین نہ اُترونگا — اور مدینہ کے نشانات کے سوا کوئی جگہ میری تسلی کی نہین

۱۰	فَاَنْدُبُ اَطْلَالًا وَاٰثَارَ یَثْرِبٍ	بِقَلْبٍ کَئِیْبٍ ثُمَّ دَمْعٍ مُسَلْسَلِ

پس مدینہ کے آثار کا قلب حزین — اور مسلسل آنسون سے ندبہ کرون گا

۱۱	وَاُسْقِیْ رُبَاہَا مِنْ دُمُوْعِیْ کَاَنَّنِیْ	لَدٰی سَمُرَاتِ الْحَیِّ نَاقِفُ حَنْظَلِ

اور مدینہ کے ٹیلون کو اپنے آنسوون سے ایسا سیراب کرون گا گویا کہ مین خاردار درختون کے قریب حنظل توڑ رہا ہون

١٢ لَدَی رَوضَۃٍ فَاضَت دُمُوعِی عَبرَتِی ۔۔۔ عَلَی النَّحرِ حَتّٰی بَلَّ دَمعِی مِحمَلِی

روضہ اقدس کو دیکھکر اس قدر آنسو بہے کہ میرا سینہ اور تلوار کا پرتلا سب تر ہوگیا

١٣ إِذَا شَاهَدَ الخِلّانُ حُزنِی وَلَوعَتِی ۔۔۔ يَقُولُونَ لَا تَهلِكْ أَسًى وَتَجَمَّلِ

جب دوستون نے میرے اس غم اور سوزش کا مشاہدہ کیا تو یہ کہنے لگے غم مین مت ہلاک ہو صبر جمیل سے کام لے

١٤ وَإِنَّ شِفَائِی عَبرَۃٌ مُهرَاقَۃٌ ۔۔۔ لَدَی قَبرِ طٰهٰ ذِی الجَنَابِ المُفَضَّلِ

اور حالانکہ میری شفا روضۂ اقدس کے قریب رونے اور آنسو بہانے ہی مین ہے

١٥ أَلَا رُبَّ يَومٍ كَانَ مِنهُنَّ صَالِحٍ ۔۔۔ وَلَا سِيَّمَا يَومٌ بِطَيبَۃَ مُرسَلِ

بہت سے روز خوشگوار ملے خصوصاً وہ دن جو مدینہ طیبہ مین گزرا

١٦ أَلَا لَيتَنِی أَغدُو إِلَی نَحوِ يَثرِبٍ ۔۔۔ بِمُنجَرِدٍ قَيدِ الأَوَابِدِ هَيكَلِ

کاش کہ مین سویرے ہی مدینہ کیطرف ایسے گھوڑے پر سوار ہوکر نکل جاؤن کہ جو کم مو اور دراز اور فربہی اور وحشی جانورون کیلئے قید ہو

١٧ وَأَلثِمُ تُربَ القَبرِ قَد فَاقَ نَشرُهُ ۔۔۔ نَسِيمَ الصَّبَا جَاءَت بِرَيَّا القَرَنفُلِ

اور قبر مبارک کی مٹی کو بوسہ دون کہ جس کی خوشبو بادِ صبا کی خوشبو سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے

١٨ وَرَوضَۃَ خُلدٍ بَينَ بَيتٍ وَمِنبَرٍ ۔۔۔ غَذَاهَا نَمِيرُ المَاءِ غَيرُ مُحَلَّلِ

اور روضۂ جنت کو بوسہ دون کہ جو بیت اور منبر کے درمیان واقع ہے خدا کرے صاف اور غیر مکدر پانی ہمیشہ اسکو سیراب کرتا رہے

١٩ أَلَا لَيتَنِی أَفدِيكَ يَا نُخبَۃَ الوَرَی ۔۔۔ وَأَكرَمَ مَبعُوثٍ بِوَحیٍ مُنَزَّلِ

کاش کہ مین تجھپر اے برگزیدہ خلائق اور تمام انبیا سے افضل [illegible] فدا ہو جاؤن

٢٠ وَإِنَّ ضَلَالِی فِی هَوَاكَ هِدَايَۃٌ ۔۔۔ وَلَيسَ فُؤَادِی عَن هَوَاكَ بِمُنسَلِ

یقیناً میری گمراہی آپ کی محبت مین سراسر ہدایت ہے اور آپ کا عشق میرے دل سے جدا ہونیوالا نہیں ہے

٢١ وَإِنَّ فُؤَادِی فِی هَوَاكَ لَمُوثَقٌ ۔۔۔ بِأَمرَاسِ كَتَّانٍ إِلَی صُمِّ جَندَلِ

اور میرا قلب آپ کی محبت مین کتان کے مضبوط رسیون سے نہایت سخت چٹان مین جکڑا ہوا ہے

٢٢ وَإِنَّ جَنَانِی فِی هَوَاكَ لَوَالِهٌ ۔۔۔ وَإِنَّكَ مَهمَا تَأمُرِ القَلبَ يَفعَلِ

اور میرا دل آپ کے عشق مین سرگردان ہے ۔۔۔ آپ میرے دل کو جو حکم دینگے یقیناً وہی کریگا

٢٣ أَلَا يَا حَبِيبَ اللهِ صَفوَۃَ عَالَمٍ ۔۔۔ فُؤَادِی وَجُثمَانِی بِحُبِّكَ قَدْ مُلِی

اے اللہ کے حبیب اور برگزیدہ عالم ۔۔۔ میرا قلب اور جسم آپ کی محبت سے مملو اور لبریز ہے

٢٤ كَأَنَّ فُؤَادِی مِن جَوَی الحُبِّ وَالأَسَی ۔۔۔ إِذَا جَاشَ فِيهِ حَمِيُهُ غَلْیُ مِرجَلِ

میرے قلب مین آپ کی محبت اس طرح جوش مارتی ہے جس طرح دیگ مین پانی جوش مارتا ہے

٢٥ وَأَعطَاكَ رَبُّ العَرشِ حَوضًا وَكَوثَرًا ۔۔۔ فَلَا تُبعِدَنِّی مِن جَنَاهُ المُعَلَّلِ

اور حق تعالیٰ نے آپ کو حوض کوثر عطا فرمائی ہے پس مجھکو اس کے دل بہلانے والے میوے سے دور نہ فرمائیگا

٢٦ فَيَا لَكَ مِن حَوضٍ كَأَنَّ كُؤُوسَهُ ۔۔۔ مُلِئنَ سُلَافًا مِن رَحِيقٍ مُفَلفَلِ

سبحان اللہ کیسی عجیب حوض ہے گویا اس کے پیالے شراب کہنہ اور خالص اور تیز سے بھرے گئے ہین

٢٧ فَيَا لَيتَنِی أُسقَی أَبَارِيقَ كَوثَرٍ ۔۔۔ وَيَكفِی لِصَادٍ مِنهُ جُرعَۃُ سَلسَلِ

کاش کہ مین حوض کوثر کے لوٹون سے سیراب کیا جاؤن اور پیاسے کیلئے حوض کوثر کا ایک جرعۂ شیرین ہی کافی ہے

٢٨ وَحَوضُكَ لِلصَّادِی أَلَذُّ بِمَورِدٍ ۔۔۔ وَلَيسَ لِعَطشَانٍ سِوَاهُ بِمَنهَلِ

اور آپ کے حوض تشنہ کام کے لئے نہایت شیرین چشمہ ہے اور کسی پیاسے کے لئے اس سے زائد شیرین چشمہ نہین

٢٩ رَسُولٌ وَبِالنُّورِ المُبِينِ مُؤَيَّدٌ ۔۔۔ وَأَفضَلُ مَبعُوثٍ بِذِكرٍ مُرَتَّلِ

آپ رسول عظیم ہین نور مبین (شریعت غرا) کے ساتھ مؤید ہین اور قرآن دیکر بھیجے گئے

٣٠ بُعِثتَ وَلَيلُ الكُفرِ أَرخَی سُدُولَهُ ۔۔۔ بِنُورٍ مُبِينٍ مُشرِقٍ مُتَهَلِّلِ

آپ ایسے وقت مین نور مبین دیکر بھیجے گئے جب کفر کی رات نے تاریکی کے پردے ڈالے ہوئے تھے

٣١ تَجَلَّی عَلَی فَارَانَ لِلكُفرِ مُعلِنًا ۔۔۔ أَلَا أَيُّهَا اللَّيلُ الطَّوِيلُ أَلَا انجَلِ

وہ نور مبین فاران کی چوٹیون پر کفر کی تاریک رات کو یہ اعلان کرتا ہوا ظاہر ہوا کہ ای کفر کی طویل شب جو ٦٠٠ برس سے تھی اب ختم ہو

٣٢ شَرِيعَتُهُ الغَرَّاءُ حِينَ تَعَرَّضَت ۔۔۔ تَعَرُّضَ أَثنَاءِ الوِشَاحِ المُفَصَّلِ

جب آپ کی ملت بیضا اس طرح چمکی جس طرح حمیل کے درمیانی موتی چمکتے ہین

٣٣ أَضَاءَت غَيَابَاتِ الضَّلَالِ كَأَنَّهَا ۔۔۔ مَنَارَۃُ مُمسَی رَاهِبٍ مُتَبَتِّلِ

تو آپ کے روشن دین نے گمراہی کے تاریکیون کو زائل کر دیا گویا کہ وہ راہب تارک الدنیا کا عظیم چراغ ہے

٣٤ تُبَارِی إِيَاۃَ الشَّمسِ نُوَّارُ دِينِهِ ۔۔۔ فَيَا عَجَبًا مِن نُورِهِ المُتَهَلِّلِ

آپ کے روشن دین کے انوار آفتاب کے آب و تاب سے مقابلہ کرتے ہین سبحان اللہ نور اسلام کیا ہی منور ہے

٣٥ وَأَنتَ شَفِيعٌ لِلعُصَاۃِ كَمِثلِنَا ۔۔۔ عَلَی مَا رَوَينَاهَا بِنَصٍّ مُسَلسَلِ

اور آپ ہم جیسے گنہگارون کے لئے شفیع ہین جیسا کہ اہل کبائر کے لئے شفاعت حدیث مسلسل سے ثابت ہے

۳۶ وَفِیهَا اَحَادِیثُ صِحَاحٌ تَوَاتَرَتْ — وَقَدْ اَخْرَجُوهَا مِنْ اَخِیرٍ وَاَوَّلِ

اور اس بارہ مین حدیثین تواتر کے مرتبہ تک پہنچ گئی ہین جن کی سلف اور خلف نے تخریج کی ہے

۳۷ فَکُنْ لِی شَفِیعًا اِذْ اَتَیْتُكَ رَاجِیًا — وَاِنَّكَ لِلرَّاجِینَ اَحْسَنُ مَوْئِلِ

پس آپ میرے لئے شفاعت فرمائین اس لئے کہ مین اُمیدوار بنکر آیا ہون اور آپ اُمیدوارون کیلئے بہترین ٹھکانہ ہین

۳۸ وَاَنْتَ ثِمَالُ الْمُذْنِبِینَ وَعِصْمَةٌ — وَاِنَّكَ لِلْعَاصِینَ اَحْسَنُ مَعْقِلِ

اور آپ ہی گنہگارون کے لیے ٹھکانہ اور جائے پناہ ہین اور آپ ہی بہترین ملجا ہین

۳۹ شَفَاعَتُكَ الْعُظْمٰی مَلَاذِی وَمَلْجَاِی — فَلِلّٰهِ مَا اَقْوٰی ثِمَالُ الْمُؤَمِّلِ

آپ کی شفاعت ہی میرا ماوٰی اور ملجا ہے سبحان اللہ اس امیدوار کے جائے پناہ کسقدر قوی ہے

۴۰ عَسٰی اَنْ یَزِلَّ الذَّنْبُ عَنِّی وَزَلَّتِی — کَمَا زَلَّتِ الصَّفْوَآءُ بِالْمُتَنَزِّلِ

اُمید ہے کہ آپ کی شفاعت سے میرے گناہ مجھسے اسطرح پھسل جائین جسطرح پانی کا قطرہ چکنے پتھر سے پھسل جاتا ہے

۴۱ عَسٰی اَنْ یُحَطَّ الْوِزْرُ عَنِّی وَحُوبَتِی — کَجُلْمُودِ صَخْرٍ حَطَّهُ السَّیْلُ مِنْ عَلِ

اور اُمید ہے کہ میرا بارِ گناہ اس طرح پھینک دیا جائے جس طرح سخت پتھر بلندی سے گرجاتا ہے

۴۲ عَلَیْكَ صَلَاةُ اللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهُ — بِقَاءَ نَعِیمٍ دَائِمٍ غَیْرِ مُبْدَلِ

خداتعالی کی آپ پر ہمیشہ رحمت ہو جب تک کہ جنت کے غیر متبدل نعمتین باقی ہین

۴۳ عَلَیْكَ سَلَامُ اللّٰهِ مَا ذَرَّ شَارِقٌ — کَلَمْعِ الْیَدَیْنِ فِی حَبِیٍّ مُکَلَّلِ

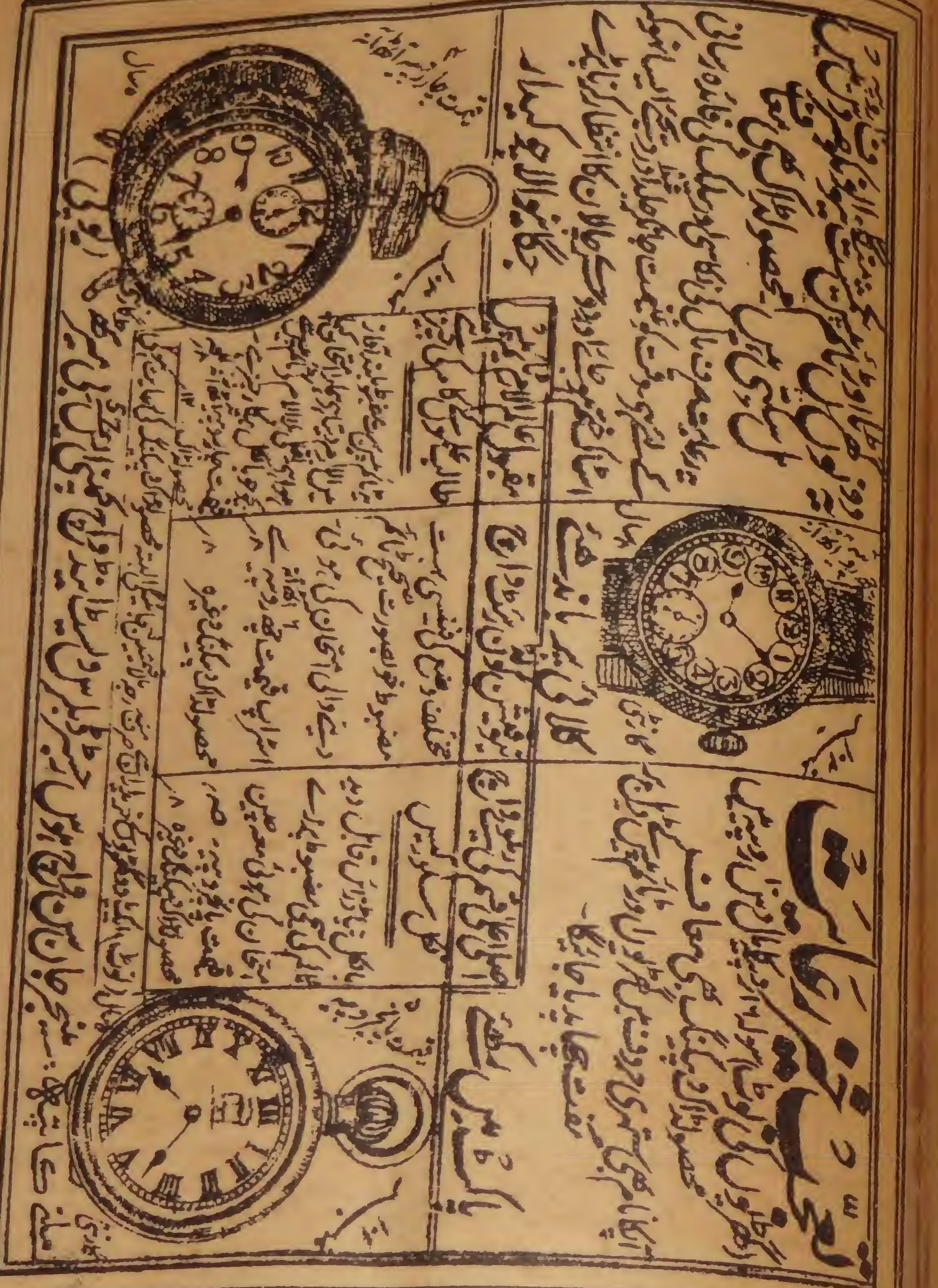
اور آپ پر خدا کا سلام ہو جبتک کہ کوئی چمکنے والی چیز چمکتی رہے جسطرح غلیظ ابر مین ہاتھ چمکتے ہوئے معلوم ہون

۴۴ وَآلٍ وَاَصْحَابٍ کَاَنَّ وُجُوهَهُمْ — صَبَاحٌ وَمَا الْاِصْبَاحُ مِنْهَا بِاَمْثَلِ

اور آپ کے آل واصحاب پر جن کے چہرے صبح کی طرح روشن ہین بلکہ صبح بھی ان سے کچھ بہتر نہین ۔

اَللّٰهُمَّ بِفَضْلِكَ الْعَمِیمِ وَبِجَاهِ نَبِیِّكَ الْکَرِیمِ اجْعَلْنَا مِنَ الْمَحْشُورِینَ فِی زُمْرَتِهِ وَاَمِتْنَا عَلٰی حُبِّهِ وَسِیرَتِهِ اٰمِین ۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِی شَهَادَةً فِی سَبِیلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِی بِبَلَدِ رَسُولِكَ اٰمِین بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِین یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِینَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ ؛

انشاها العبد الضعیف المدعو بمحمد ادریس کان اللہ لہ ولوالدیہ



آہ شمع ہندوستان گل شد!

۱۳۴۶ھ

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آمد از یثرب بہندوستان ہوائے غم اثر — آہ برلب، سوز درسینہ، بچشم اشکبار

این خبر آورد، مولانا خلیل احمدؒ برفت — مضطرب بگذاشتہ مارا، سوئے دار القرار

آن کہ باید گفت ذات عالیش را بحر علم — جو ہہا زان بحر بیرون آمدہ بیسنی ہزار

حامی دین متین و دشمن بدعات و شرک — کارہائش آشکارا صوت نصف النہار

روشن این شمع ہدایت در سہارنپور بود — طالبان دین زہر جانب فدا پروانہ وار

قسمتش در آخر عمرش سوئے بطحا برد — این چنین نعمت بجا نان صامی دہد پروردگار

گرچہ او گردید پنہان از نگاہ ما کنون — اکتساب فیض خواہد کرد تاہم قلب زار

زندہ جاوید می ماند شہید سوز عشق — این شرر ہرگز فرو گردد نہ تا روز شمار

چون پے سال وصالش طبع محزون فکر کرد — زانکہ رسمست این، ہی ہر ہستی ذی اقتدار

آہ گل شد شمع ہندوستان، اصدا آمد ز غیب — بزم مسلم شد کنون در ماتمش تاریک و تار

۱۳۴۶ھ

(فکر کردہ احقر محمد نبی اللہ محزون، متعلم مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد)

رجسٹرڈ نمبر ایـ ۱۷۲۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ رجب المرجب ۱۳۴۶ھ نمبر ۷

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام:

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہو کر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصول ڈاک

فی پرچہ ۔۔۔ ۴؍

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۴۶ھ

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و دیگر مقدس و مقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے

مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
تسبیحات تقدیسات	مولانا مولوی محمد ادریس صاحب کاندہلوی	۱/۱۶
تبیین العرائک فی تہجین اسٹرائک	حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم	۱۷/۲۶
اسلام میں خواتین کے حقوق	مولانا سید محمد میاں صاحب ادیب مدرسہ حنفیہ آرہ	۲۷/۳۰
تقریب سالگرہ مبارک	مولانا قاری طاہر بن احمد القاسمی معتمد المدیر القاسم	۳۱/۳۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تسبیحات و تقدیسات

یعنی

تنزیہات

سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ

مِنْ قصیدۃ للبرعی رحمہ اللہ تعالیٰ

فَسُبْحَانَہٗ مِنْ اَوَّلٍ ھُوَ اٰخِرٌ
وَسُبْحَانَہٗ مِنْ آخِرٍ ھُوَ اَوَّلُ

اس ذات پاک کی تسبیح اور تنزیہ بیان کرتا ہوں کہ وہی اوّل اور آخر ہے

وَسُبْحَانَ مَنْ تَعْنُو الْوُجُوْہُ لِوَجْہِہٖ
وَمَنْ کُلُّ ذِیْ عِزٍّ لَہٗ یَتَذَلَّلُ

اور اُسی کے سامنے تمام چہرے جھکتے ہیں اور ہر ذی عزت اُس کے سامنے ذلیل ہے

وَمَنْ ھُوَ فَرْدٌ لَا نَظِیْرَ لَہٗ وَلَا
شَبِیْہٌ وَلَا مِثْلٌ لَہٗ یَتَمَثَّلُ

اور وہ یکتا اور بے نظیر ہے کوئی اُس کا شبیہ اور مماثل نہیں

وَمَنْ کَلَّتِ الْاَفْھَامُ عَنْ وَصْفِ ذَاتِہٖ
فَلَیْسَ لَھَا فِی الْکَیْفِ وَالْاَیْنِ مَحَلٌّ

تمام عقلیں اُس کے توصیف سے عاجز ہیں اور وہ کیف اور این سب سے منزہ ہے

وحدت و یکتائی

قرآن حکیم نے جابجا اس کی تعلیم دی ہے کہ ذات خداوندی تمام نقائص سے منزہ اور مقدس ہے ذات و صفات میں بے مثل اور یکتا ہے نہ ذات میں کوئی اس کا مثل اور ہمسر ہے اور نہ صفات اور افعال میں تمام عقول اور خیالات سے بالاتر ہے۔

ذات خداوندی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ اور

ارفع ہو ورنہ اگر خدا کے لئے سب سے اعلیٰ اور ارفع ہونا ضروری نہو تو پھر ہر عالی کا اپنی سافل کے لئے خدا ہونا جائز ہوگا اور ہر سافل کو عبد اور ہر عالی کو معبود اور خدا کہہ سکینگے بلکہ وہ شئے کہ جو بعض کے اعتبار سے عالی اور بعض اعتبار سے سافل ہو اُسکو عبد اور معبود بندہ اور خدا دونوں طرح کہنا جائز ہوگا۔

وقال تعالیٰ لیس کمثلہ شئ ولم یکن لّہٗ کفواً احد۔ هل تعلم لہ سمیا۔ ولہ المثل الاعلیٰ افمن یخلق کمن لایخلق۔

کوئی شے خدا کے مثل نہیں۔ اور نہ کوئی خدا کا ہمسر ہی کیا تم کسی کو خدا کے ہم پلّہ پاتے ہو خدا کی شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے کیا خالق اور غیر خالق برابر ہو سکتے ہیں۔

وروی الحکیم الترمذی مرفوعاً ان اللہ احتجب عن العقول کما احتجب عن الابصار وفی المثنوی؎

حکیم ترمذی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ رب العزت جسطرح نگاہوں سے مستور ہے اسی طرح عقلوں سے بھی مستور ہے۔

هرچہ اندیشی پذیرائے فنا ست ۔۔۔ وانکہ دراندیشہ ناید آن خداست
آن مگو چون دراشارت ناید ست ۔۔۔ دم مزن چون درعبارت ناید ست
نہ اشارت می پذیرد نہ عیان ۔۔۔ نہ کسے زو علم دارد نہ نشان
مرصفاتش را چنان دان اے پسر ۔۔۔ کز وے اندر وہم ناید جز اثر
ظاہر است آثار و نور رحمتش ۔۔۔ لیک کے داند جز او ماھیتش
ہیچ ماہیات اوصاف کمال ۔۔۔ کس نداند جز بآثار و مثال

حق جل وعلا کی حقیقت و ماہیت تو درکنار انسان اپنی ہی حقیقت معلوم کرنیسے قاصر ہے۔ حکما نے بہت کچھ عقل کو دوڑایا مگر آج تک رُوح اور عقل اور قوۃ وراکہ کی حقیقت نہ معلوم کر سکے۔ صرف چند خواص اور آثار کو معلوم کر سکے۔

پس جب انسان باوجود ہر وقت کے مشاہدے کے اپنی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکا۔ تو اُس وراء الوراء ثم وراء الوراء کی حقیقت پر کیسے مطلع ہو سکتا ہی۔

غنا و صمدیت وہ ہر شے سے مستغنی اور بے نیاز ہے کسی شے کی اُس کو حاجت نہیں تمام عالم اپنے وجود اور بقا میں اسی کا محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں؛

انّ اللہ لغنیٌّ عن العالمین۔ } یقیناً حق تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے؛

قل ھو اللہ احدٌ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لّہٗ کفواً احد۔

اے نبی کریم آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہی اور سب سے بے نیاز ہی نہ اُس نے کسی کو جنا نہ اُس کو کسی نے جنا گیا۔ اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے؛

تسبیح و تقدیس سے اُس کا کوئی نفع نہیں۔ فسق و فجور سے اسکی کبریائی پر کوئی اثر نہیں۔

ازلیۃ و ابدیت (٣) وہ ازلی اور ابدی ہے نہ اس کی کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا ہے وہی سب سے اول ہے نہ کوئی اس سے پہلے ہے اور نہ کوئی اُس کی ساتھ۔ اور وہی سب سے آخر ہے کوئی اسکے بعد نہیں

ھو الاول والآخر والظاھر والباطن؛

وہی اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے؛

وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان اللہ ولم یکن معہ شئ؛

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلے صرف اللہ کی ذات تھی اور اس کی ساتھ کچھ نہ تھا؛

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام؛

سب فنا ہو جاینگے اور صرف ذوالجلال والاکرام کی ذات پاک باقی رہجائے گی؛

اور یہی تمام اہل اسلام کا اجماعی اور متفق علیہ عقیدہ ہے۔

اور اسی وجہ سے امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فارابی اور ابن سینا کی کی تکفیر کی ہے اسلئے کہ عقول اور نفوس اور ہیولی اور صورت اور سموات کے قِدَم کے قائل ہیں۔ کذا فی المکتوبات ص ۳۱۵ ج ۱؛

احاطہ وہ سب کو محیط ہے کوئی شئ اُس کے احاطہ سے باہر نہیں اور نہ ہو سکتی ہی اور نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوگی۔

الا انہ بکل شئ محیط وللہ ما فی السموات وما فی الارض وکان اللہ بکل شئ محیطا واذ قلنا لک ان ربک احاط بالناس؛

بیشک حقتعالیٰ سب کو محیط ہی۔ زمین اور آسمان کی تمام چیزیں اللہ ہی کی ملک ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب کو محیط ہیں۔ تمام آدمی اللہ ہی کے احاطہ میں ہیں؛

قدرت و اختیار حق تعالیٰ اپنے افعال میں قادر مختار ہے۔ شائبہ ایجاب اور واہمہ اضطرار سے بالکل منزّہ ہے۔

مخلوقات میں جو کچھ بھی قدرت اور اختیار ہے وہ سب اُسی کا فیض اور عطیہ ہی۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ مخلوق تو اپنے افعال میں مختار ہو اور قادر مطلق اپنے افعال میں مجبور اور مضطر؛

ہر سلیم الفطرت خوب جانتا ہی کہ قدرت اور اختیار صفت کمال ہی اور ایجاب و اضطرار کھلا ہوا عیب ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ فلاسفہ نے اپنی سفاہت سے ایجاب اور اضطرار ہی کو کمال سمجھا ہی۔

اور حق تعالیٰ شانہ کو ایسا معطّل اور بیکار خیال کیا ہے کہ اُس سے سوائے ایک مصنوع کے صدور جائز نہیں رکھا۔ اور وہ بھی بالایجاب والاضطرار

اور تمام حوادث کو عقل فعّال کیطرف منسوب کرتے ہیں جس کا وجود سوائے اُن کے تخیل اور توہم کے کہیں ثابت نہیں۔

ان کے لئے مناسب تھا کہ حوادث اور اضطراب اور اضطرار کے وقت عقل فعال سے التجا کرتے اور خدائے ذوالجلال کیطرف رجوع نہ کرتے اس لئے کہ اُن کے زعم میں حوادث کا تعلق خدائے ذوالجلال سے نہیں۔ عقل فعال سے ہے بلکہ عقل فعّال کیجانب بھی نہیں اس لئے کہ وہ بھی فاعل بالایجاب ہے مصائب اور بلایا کے دفع کرنیکا اسکو بھی کوئی اختیار نہیں

احکام منزلہ اور اخبار مرسلہ کی تکذیب اور انکار اس فرقہ کا خاص شعار ہی۔

اپنے مطالب واہیہ کے ثابت کرنے میں جسقدر تلبیس اور تلمیع سے کام لیا ہے اُسکی نظیر نہیں۔

اور جس درجہ اپنے موہوم اور مظنون اور خیالی مقاصد کے ثابت کرتے میں خبط لاحق ہوا ہی وہ کسی سفیہ اور نادان کو بھی نہیں لاحق ہوا۔ اور علیٰ ہذا اُن کے تمام متسق اور منتظم دلائل محض لایعنی اور لاطائل ہیں سہ

فلسفہ چون اکثرش باشد سفہ پس کلِ آن ہم سفہ باشد کہ حکم کُلّ حکم اکثر ست

کذا فی المکتوبات صفحہ ۳۱۵ جلد ۱ ۔

حق تعالیٰ کسی کیساتھ متحد نہین

حق تعالیٰ کسی شے کیساتھ متحد نہیں اور نہ کوئی شے حق تعالیٰ کیساتھ متحد ہے اس لئے کہ جب اُس کی شان یہ ہی کہ لیس کمثلہ شئ نہ کوئی اُس کا ذات میں مماثل ہے اور نہ کسی صفت اور نہ کسی فعل میں کوئی اُس کا شریک ہی تو پھر اتحاد کیسا اور بعض صوفیہ کرام کے کلمات سے جو اتحاد کا ایہام ہوتا ہی وہ سراسر اُن کے مقصد اور مراد کے خلاف ہی۔

اُن کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ بندہ خدا کیساتھ متحد ہو جاتا ہی اسلئے کہ یہ سراسر کفر اور الحاد اور زندقہ ہے

تعالی اللہ عما یقول الظٰلمون علوا کبیرا۔ بلکہ اس کا مطلب وہ ہی کہ جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت خواجہ ما قدس سرہ می فرمودہ اند کہ معنی عبارت انا الحق نہ آنست کہ من حقم بلکہ آنست کہ من نیستم و موجود حق است سبحانہ و تغیر و تبدیل را بذات و صفات و افعال او تعالی راہ نیست فسبحان من لا یتغیر بذاتہ ولا بصفاتہ ولا فی افعالہ بحدوث الاکوان ۔

مکتوب ۲۶۶ صفحہ ۳۱۴ دفتر اول ۔

حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے تھے کہ انا الحق کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ میں حق اور خدا ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ میں نہیں ہوں صرف حقتعالی موجود ہی کہ جسکی بارگاہ میں تغیّر ذات اور تبدّل صفات و افعال کا کوئی گذر نہیں وہ ذات ذوالجلال اپنی ذات اور تمام صفات اور افعال میں تغیّر اور تبدّل سے منزّہ ہی۔ موجودات کے تغیّر سے اُس میں کوئی تغیّر و تبدّل نہیں ہوتا ۔

مثلاً لوہا اگر آگ میں ڈالدیا جائے اور وہ لوہا آگ کے فیض صحبت سے ایسا صاف اور شاف اور سُرخ ہو جائے کہ آگ کا ہم رنگ بنجائے اور اُس حالت میں یہ لوہا بزبان حال اَنَا النَّار کہے تو درحقیقت اسکا یہ مطلب نہیں کہ میں فی حد ذاتہ نار ہوں بلکہ یہ اُن آثار کیطرف راجع ہی کہ جو لوہے میں آگ کے فیض صحبت سے پیدا ہو گئے ہیں۔

یا کوئی صاف و شفاف آئینہ کہ جو آفتاب کی شعاعوں سے جگمگا اُٹھا ہو اور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ گویا یہی آفتاب ہے ایسی حالت میں اگر یہ آئینہ انا الشمس (میں آفتاب ہوں) کہے تو اُس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ میں حقیقۃً آفتاب ہون بلکہ مطلب یہ ہی کہ میں کچھ نہیں یہ جو کچھ شعاعیں اور انوار مجھ میں موجزن ہیں وہ آفتاب کی تجلّی اور انعکاس کا پرتوہ ہے۔ اسی طرح مقربان الٰہی کہ جن کے قلوب آئینہ سے زائد صاف اور شفاف مصفّٰی اور مجلّٰی ہو جاتے ہیں اور اُس نور السمٰوات والارض کے انوار اور تجلیات اُن میں منعکس ہونے لگتی ہیں ایسی حالت میں ان حضرات سے ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں کہ جن کو عوام اور قاصر الافہام ظاہر پر محمول کر لیتے ہیں کہ جو اُن کے دین و ایمان کے لئے باعث تخریب ہوتا ہی۔

اور فی الحقیقت اُن کا مطلب وہ ہوتا ہے کہ جو ہم حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل کر چکے ہیں۔ اور مولانائے رومی قدس سرہ السامی نے اس مسئلہ کو مثنوی میں مختلف طریق سے

متعدد مواضع میں حل فرمایا ہے۔ اختصاراً صرف ایک جگہ کا کلام ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

معشوقے از عاشق پرسید کہ خود را دوست تر داری یا مرا گفت من از خود مردہ ام و بتو زندہ ام از خود و از صفات خود نیست شدہ ام و بتو ہست شدہ ام علم خود را فراموش کردہ ام، و از علم تو عالم شدہ ام، قدرت خود را باد دادہ ام، و از قدرت تو قادر شدہ ام۔ اگر خود را دوست دارم۔ ترا دوست داشتہ باشم واگر ترا دوست داشتہ باشم خود را دوست داشتہ باشم ۵

ہر کرا آئینہ یقین باشد	گرچہ خود بیں خدا ے بین باشد

اخرج بصفاتی الی خلقی من راٰک فقد راٰنی ومن قصدک قصدنی ومن احبک احبنی وقس علے ھذا ۵

گفت معشوقے بعاشق ز امتحان	در صبوحی کای فلان ابن الفلان
مر مرا تو دوست تر داری عجب	یا کہ خود را راست گو یا ذا الکرب
گفت من در تو چنان فانی شدم	کہ پُرم من از تو از سر تا قدم
بر من از ہستی من جز نام نیست	در وجودم جز تو ای خوش کام نیست
زان سبب فانی شدم من اینچنین	ہمچو سرکہ در تو بحر انگبین
ہمچو سنگے کو شود کل لعل ناب	پر شود او از صفات آفتاب
بعد از ان گر دوست دارد خویش را	دوستی خور بود آن اے فتی
ور کہ خود را دوست دارد او بجان	دوستی خویش باشد بیگمان
خواہ خود را دوست دارد لعل ناب	خواہ یا او دوست دارد آفتاب
اندرین دو دوستی خود فرق نیست	ہر دو جانب جز ضیای شرق نیست
تا نشد او لعل خود را دشمن است	زانکہ یک من نیست ایجا دو من است
زانکہ ظلمانی ست سنگ ای با حضور	ہست ظلمانی حقیقت ضد نور
خویش را گر دوست دارد کافر ست	زانکہ او مناع شمس اکبر ست
پس نشاید کہ بگوید سنگ انا	او ہمہ تاریکی ست و در فنا
گفت فرعونی انا الحق گشت پست	گفت منصوری انا الحق و برست

([illegible] مثنوی صفحہ ۱۲)

آن انا را لعنۃ اللہ در قفا	وین انا را رحمۃ اللہ در فنا
زانکہ او سنگ سیہ بد این عقیق	آن عدوی نور بود و این عشیق

(وکذا فی الدفتر الخامس من المثنوی صفحہ ۱۴۳/۵۷)

سبحانہ ان یکون لہ ولد | جب خدا کا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونا ثابت ہوگیا تو پھر اس مین کوئی شک نہیں رہا کہ خدا کے لئے نہ بیٹا ہو سکتا ہی اور نہ بیٹی۔ اسلئے کہ اولاد مان باپ کے ہم جنس ہوا کرتی ہی پس معاذ اللہ اگر کوئی خدا کے بیٹا ہوگا تو وہ خدا کے ہم جنس ہوگا کہ جو توحید کے سراسر خلاف ہی۔ نیز ایک ذات سراپا احتیاج کو خدا ماننا اور الوہیت میں اسکو شریک سمجھنا کھُلی ہوئی نادانی ہی۔

قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ	"ای نبی کریمؐ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہی اور بی نیاز ہی نہ اُس نے کسیکو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ اور نہ کوئی اسکا ہمسر ہی"

گر تو مردے را بخوانی فاطمہ	گرچہ یک جنس اند مرد و زن ہمہ
قصد خون تو کند تا ممکن است	گرچہ خوشخوی و حلیم و ساکن ست
فاطمہ مدح است در حق زنان	مرد را گوئی بود زخم سنان
دست و پا در حق ما استایش ست	در حق پاکیٔ حق آلایش ست
لم یلد لم یولد اورا لائق ست	والد و مولود را او خالق ست
ہر چہ جسم آمد ولادت وصف اوست	ہر چہ مولود ست او زین سوی جوست
زانکہ از کون و فساد ست و مہین	حادث ست و محدثے خواہد یقین

تخلیق وتکوین ⁂ وہ سب کا خالق ہے کوئی شئے ایسی نہیں کہ جو اُسکی تخلیق اور تکوین سے مستثنی ہو۔ اپنی مشیۃ اور اختیار سے پیدا کرتا ہی۔ اپنے ارادہ سے وجود عطا کرتا ہی۔

وجود کا مستعار خلعت جب چاہتا ہے واپس لے لیتا ہی۔ کسی شے کا وجود اصلی اور خانہ زاد نہیں سب اُسی کا عطیہ ہے۔

جس طرح نور زمین اصلی اور خانہ زاد نہیں محض آفتاب کا فیض ہے جب چاہے اپنی شعاعون سے اُسکو منور کرے اور جب چاہے اپنی شعاعون کے فیض سے اُسکو محروم کردے۔

ذٰلکم اللہ ربکم لا الٰہ الا ھو خالق کل شیٔ	اللہ ہی تمھارا رب ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی سب چیزوں کا

فاعبدوہ وھو علیٰ کل شئ وکیل۔	خالق ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے"
وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة؛	اللہ ہی جو چاہتا ہے اپنے اختیار سے پیدا کرتا ہے لوگوں کو اختیار نہیں"

پس جس طرح نور زمین آفتاب کا ایک پرتوہ اور عکس ہے حرکت طلوعی میں عطا کرتا ہے اور حرکت غروبی ضبط کر لیتا ہے۔

اسی طرح تمام کائنات کا وجود اسی کے وجود ازلی کا ایک پرتوہ اور عکس ہے اور یہ پرتوہ اور عکس بھی اسی کے ارادہ اور مشیۃ کے تابع ہے۔ جب ارادہ کرتا ہے تو نور وجود کے عکس سے سبع سموات اور ارضین کو منور کر دیتا ہے۔ اللہ نور السموات والارض۔

اور جب چاہتا ہے تو یہ معمولی عکس اور پرتوہ بھی مخلوقات سے چھین لیتا ہے۔

جسطرح زمین اصل حقیقت کے لحاظ سے مظلم اور تاریک ہے اسیطرح تمام حقائق امکانیہ اپنی ذات سے سراسر اَعدام ہیں۔ اصل حقیقت کے لحاظ سے زینت وجود سے بالکل محروم ہیں۔ جسطرح زمین آفتاب کے لئے ایک آئینۂ ظلمت ہے اسیطرح تمام عالم واجب جلّ مجدہ کے سامنے ایک آئینۂ عدم ہے جسمیں واجب الوجود کا وجود ازلی اور صفات کمالیہ منعکس ہو رہی ہیں۔

اس وجود ازلی کے انعکاس ہی نے ان اَعدامْ (یعنی حقائق امکانیہ) کو وجود ممکن کے ساتھ موصوف کر دیا ہے اگر ان اَعدامْ میں یہ وجود ازلی منعکس نہ ہوتا۔ تو یہ ممکنات اعیان ثابتہ اور موجودات خارجیہ نہ کہلا سکتیں لہٰذا یہ عدمات ان حقائق امکانیہ کیلئے بمنزلہ مادہ کے ہیں اور یہ عکوس اور ظلال بمنزلہ صورت کے ہیں اور ان کے مجموعہ کا نام اعیان ثابتہ اور موجودات خارجیہ ہے۔ ؎

کل ما فی الکون وھمٌ او خیال	او عکوس فی المرایا او ظلال

اور اسی مضمون کو حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بشناس کہ کائنات رو در عدم اند	[illegible]	بل در عدم ایستادہ ثابت قدم اند
این کون معلق از خیال دوہم است		باقی ہمگی ظہور نور قدم اند
پناہ بلندی و پستی توئی		ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی

اس مضمون کی اگر زائد تفصیل درکار ہو تو مکتوبات مجددیہ اور تفہیمات الٰہیہ کے مراجعت فرمائے۔

میری غرض سے اس مضمون کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ ناظرین یہ خوب سمجھ جائیں کہ تمام عالم کا یہ نام نہاد وجود سایہ اور عکس سے زائد حقیقت نہیں رکھتا اصل حقیقت اسکی سراسر عدم ہے۔

لہٰذا عالم کا ہر ہر جزء اور ہر ہر ذرہ اصل ذات سے عدم ہے فقط اس نور السموات والارض کی تجلی سے اس آئینۂ عدم (یعنی عالم) میں ایک معمولی سی چمک پیدا ہو گئی جسکو وجود حادث کہتے ہیں۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ آج وہ آئینۂ عدم اس عکس اور ظل کو حقیقت اور اصل خیال کرتا ہے اور اپنے عدم اصلی کا اسقدر شد و مد سے انکار کرتا ہے۔ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔

اپنی اصل فطرت اور مادہ کو ازلی اور قدیم بتلاتا ہے۔

اولا یذکر الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یك شیئاً	کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اسے پیدا کیا حالانکہ وہ پہلے کچھ بھی نہ تھا"

سماجی جماعت کو اپنے اس خیال پر بہت اصرار ہے کہ عدم محض سے کوئی شئے پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ محض ایک تخیل اور توہم ہے جس کا منشا، صرف اسقدر ہے کہ آپنے نیست سے ہست ہونے کا کبھی مشاہدہ نہیں کیا۔

سماج کا یہ استدلال اگر اس کے نزدیک صحیح ہے تو ہم یہ کہینگے کہ سماج نے ابتداء عالم میں جوان آدمیوں کا زمین سے دفعۃً پیدا ہونا کب دیکھا ہے۔

اور بغیر کانوں کے سُننا اور بغیر آنکھوں کے دیکھنا کب آپکے مشاہدہ میں آیا ہے۔

پس جسطرح حق تعالیٰ آپ کے نزدیک بغیر آنکھ کے سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتے ہیں اور بغیر کان کے سب کی باتیں سُنتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح بدون مادہ اور روح کے اعانت کے وہ عدم محض سے موجود کرتے ہیں اگر عدم محض سے موجود ہونا کبھی آپ کے مشاہدہ میں نہیں آیا تو بغیر آنکھ کے دیکھنا اور بغیر کان کے سُننا کب آپ کے مشاہدہ میں آیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر شئے کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ ابتدائی۔ درمیانی۔ انتہائی۔ ہر حالت دوسری حالت سے بالکل جُدا اور ممتاز ہے۔ ہر حالت کے احکام علیحدہ اور جُدا گانہ ہیں۔ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا سخت نادانی ہے"

آپ نے دنیا کی صرف درمیانی حالت کو دیکھا ہی۔ ابتدائی حالت آپ کی نظروں سے غائب ہی اور نہ کوئی درمیانی ابتدار کی حالت کا مشاہدہ کرسکتا ہی؛

درمیانی حالت میں اگر ایک شئے دوسری شئے سے ملکر بنتی ہی تو اُس سے یہ لازم نہیں کہ ابتدا میں بھی تکوین اور تخلیق اسی طرح ہوئی ہو۔

جسطرح کہ حالت موجودہ میں والدین سے پیدائش ظہور میں آرہی ہے، لیکن یہ اُس کی دلیل نہیں کہ ابتدا میں بھی اسی طریق سے ولادت ہوئی ہو۔

ہر چیز آلات سے بنتی ہی مگر آلات کے آلات نہیں ہوتے اُن کو بنانیوالے نے بدون آلات ہی کے بنایا ہی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ نیستی اور ہستی ایک دوسرے کی ضد ہی۔ ایک ضد دوسری ضد سے کسطرح ظہور پذیر ہوسکتی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جسطرح وہ علیم و قدیر حیؔ سے میتؔ اور لیل سے نہار کو نکال سکتا ہے اسیطرح وہ علیم و قدیر نیست سے ہست بھی کرسکتا ہی۔

قال تعالیٰ ان اللہ فالق الحب والنوی یخرج الحي من الميت ومخرج الميت من الحي ذلكم الله فانی توفکون فالق الاصباح و جعل اللیل سکنا والشمس والقمر حسبانا ذلك تقدیر العزیز العلیم ؛ (سورہ انعام)۔

بیشک اللہ ہی دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالنے والا ہے اور وہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہی۔ یہی تمہارا خدا ہے پس تم کہاں بہک رہی ہوا ور وہی صبح کو نکالنے والا ہی اور اُسی نے رات کو آرام کیلئے اور شمس و قمر کو حساب کیلئے بنایا ہے۔ یہ خدائے غالب اور علیم کا انداز ہی۔

وجعلنا اللیل والنہار آیتین فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ ؛ (اسراء)

لیل و نہار کو ہم نے اپنی قدرت کی دو نشانیان بنائی ہیں رات کی نشانی کو بے نور اور دن کی نشانی کو منور بنایا ہی۔

وھو اللہ لا الٰہ الا ھو لہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون ؛

وہی خدا ہی اُسکے سوا کوئی معبود نہیں اُسی کیلئے دنیا اور آخرۃ میں ستائش ہی اور اُسیکی حکومت ہے اور مرنے کے بعد تم سب اُسیکی طرف لوٹائے جاؤگے

قل ارایتم ان جعل اللہ علیکم سرمدا الی یوم القیامۃ من الٰہ غیر اللہ یاتیکم بضیاء افلا تسمعون قل ارایتم ان جعل اللہ علیکم النہار سرمدا الی یوم القیامۃ من الٰہ غیر اللہ یاتیکم بلیل تسکنون فیہ افلا تبصرون۔

اے نبی کریمؐ آپ فرما دیجئے کہ بتلاؤ تو سہی کہ اگر خدا قیامت تک کیلئے رات ہی کو باقی رکھے تو اللہ کے سوا کون ہی کہ جو تمہارے لئے روشنی پیدا کردے پس کیا تم اس حق بات کو سُنتے نہیں اور فرما دیجئے کہ بتلاؤ اگر خدا ہمیشہ کیلئے دن ہی کو باقی رہے تو خدا کے سوا کونسا معبود ہی جو تمہارے آرام کیلئے رات کو پیدا کردے پس کیا خدا کی اس کھلی ہوئی نشانی کو تم دیکھتے نہیں۔

واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون۔ (نحل)

اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماں کے پیٹ سے نکالا تم اُسوقت کچھ بھی نہیں جانتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کان اور آنکھ اور دل بنائے تاکہ تم خدا کی ان نعمتوں کا شکر کرو۔

ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعا بصیرا۔ (سورۂ دھر)

کیا انسان پر ایسا زمانہ آیا ہی کہ اُسوقت انسان کوئی شئ نہ تھا پھر ہم نے اُس کو عورت اور مرد کے مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اور پھر اُس کو سُننے والا اور دیکھنے والا بنا دیا۔ (سورۂ دھر)

خلاصہ یہ کہ انسان میں ابتداءً کوئی علم اور کمال نہ تھا بعد میں حق تعالیٰ نے اُس کو صدہا علوم اور کمالات سے نوازا پس جسطرح یہ اوصاف نیستی سے نکلکر ہستی میں قدم رکھتے ہیں۔ اسیطرح ذات انسانی بھی عدم سے نکلکر وجود میں آتی ہے کما قال تعالیٰ ؛

اولا یذکر الانسان انا خلقناہ من قبل ولم یک شیئا۔

کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ انسان کو ہم نے پیدا اور حالانکہ پہلے کچھ بھی نہ تھا۔

الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم توقدون۔

خدا ہی نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی پس اُس سے تم آگ سلگاتے ہو۔

انا جعلناھا فتنۃ للظالمین انہا شجرۃ تخرج فی اصل الجحیم ؛

بیشک ہم نے اُس درخت کو کافروں کی آزمایش کیلئے بنایا ہی وہ جہنم کی جڑ میں نکلتا ہے ؛

اور سہارنپور کے کمپنی باغ میں بکثرت ایسے درخت موجود ہیں کہ جنکا نشو و نما صرف آگ سے ہوتا ہے۔ پس جو علیم و قدیر ایک ضد سے دوسری ضد کی تربیت کرسکتا ہی۔ ایک ضد کو دوسری ضد سے باقی رکھسکتا ہی۔ کیا وہ نیست سے ہست نہیں کرسکتا۔

چنانچہ مولانا روم قدس سرّہٗ السامی فرماتے ہیں

در عدم ہستی برادر چون بود
ضد اندر ضد چون مکنون بود

یخرج الحیّ من المیّت بدان
کہ عدم آمد امید عابدان

پس خزانہ صنعِ حق باشد عدم
کہ بر آرد زو عطاہا دمبدم

مُبدِع آمد حق و مبدع آن بود
کو بر آرد فرع بے اصل و سند

(مثنوی صفحہ ۱۹ ج ۵)

قطرہ کو در ہوا شد یا کہ ریخت
از خزینہ قدرتِ تو کے گریخت

گر در آید در عدم یا صد عدم
چو بخوانیش او کند از سر قدم

صد ہزاران ضد ضد را می کشد
باز شان حکم تو بیرون می کشد

از عدمہا سوی ہستی ہر زمان
ہست یارب کاروان در کاروان

خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول
نیست گردد جملہ در بحر نغول

باز وقت صبح آن اللہیان
بر زنند از بحر سر چون ماہیان

(صفحہ ۱۶۷ ج ۱)

تکوین عالم از نیستی و عدم

از

علّامہ احمد بن مسکویہ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱) اس میں غالبًا کسی کو بھی شک نہو گا کہ جب مادہ کوئی جدید صورت اختیار کرتا ہی تو پہلی صورت بالکل معدوم ہو جاتی ہی۔ اس لئے کہ اگر صورت قدیمہ معدوم نہو تو صرف دو احتمال ہیں۔

اول یہ کہ یہ صورت جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد کسی دوسرے جسم کو لاحق ہو جائے لیکن یہ سراسر مشاہدہ کے خلاف ہی۔ خمیر یا موم کو جب ہم کسی دوسری شکل مین بدل ڈالتے ہیں تو ہماری اس تبدیل سے وہ پہلی شکل کسی جسم کو نہیں لاحق ہو جاتی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس جسم میں جدید صورت کیساتھ پہلی صورت بھی باقی رہے سو یہ احتمال

اسلئے باطل ہے کہ اس مین اجتماع ضدین لازم آتا ہی مثلاً فرض کیجئے کہ پہلی صورت مستدیر تھی اور دوسری مستطیل۔ پس یہ کیسے ممکن ہی کہ ایک شی ایکساہی حالت میں مستطیل بھی ہو اور مستدیر بھی مسطح بھی ہو اور مُدَوَّر بھی۔

غرض یہ کہ آپ کو طوعاً و کرہاً یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ پہلی صورت بالکل معدوم ہو گئی اور اس جدید صورت نے یقینا عدم محض سے نکلکر عالم وجود میں قدم رکھا ہے۔

اس تقریر سے صور اور اشکال کا حادث ہونا اور انکا عدم محض سے وجود میں آنا بخوبی ثابت ہو گیا رہا مادہ سو وہ کسی حالت میں بھی صورت سے خالی ہو کر موجود نہیں ہو سکتا۔

مادہ جس حالت میں بھی ہو گا کوئی نہ کوئی صورت اس کیلئے ضرور ہو گی۔ خلاصہ یہ کہ مادہ اور صورت دونوں متلازم ہیں۔

پس جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ صورت حادث ہی اور عدم محض سے وجود میں آتی ہی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ثابت ہو چکا کہ مادہ کسی حالت میں سے صورت سے علیحدہ ہو کر موجود نہیں ہو سکتا۔

پس ضرور ہے کہ مادہ بھی ضرور صورت کیطرح حادث ہو اور عدم محض سے وجود میں آیا ہو۔

ورنہ اگر مادہ قدیم ہو تو صورت کا بھی قدیم ہونا لازم آئیگا اسلئے کہ ملزوم (مادہ) کا قدیم ہونا لازم (صورت) کے قدیم ہونے کو مستلزم ہی۔

مثلاً چار میں اور زوجیۃ میں تلازم ہے پانچ میں اور فردیۃ میں لزوم ہے۔

جب زوجیت سے اُسی وقت سے چار بھی ہیں یہ ناممکن ہے کہ چار ہوں اور زوجیت نہو۔ پانچ ہوں اور فردیت نہو۔

علیٰ ہذا یہ بھی ناممکن ہی کہ زوجیت ہو مگر چار یا چار کے ہم معنی (یعنی برابر کے دو حصوں پر منقسم ہونیوالا) کوئی عدد نہو۔ یا مثلاً جب آفتاب ہو گا تو دن ضرور ہو گا آفتاب کا بغیر دن کے اور دن کا بغیر آفتاب کے پایا جانا محال ہے۔

اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ مادہ ہو اور اُس کو کوئی صورت اور کسی قسم کی شکل لاحق نہو۔ یا صورت ہو مگر مادہ نہو۔ غرض

یہ کہ دونوں متلازم ہیں۔ اور متلازمین کیلئے یہ ضرور ہی کہ دونوں کا وجود ایک ہی وقت سے شروع ہو

ٹھیک اسی طرح مادہ کا وجود بھی اسی وقت سے ہونا چاہیئے جسوقت سے کہ صورت کا وجود ہے اور صورت کا وجود ظاہر ہے کہ ازلی اور قدیم نہیں پس مادہ کا وجود کہانسے ازلی اور قدیم ہو سکتا ہی۔ ضرور ہے کہ وہ بھی صورت کیطرح عدم محض سے وجود میں آیا ہو اسلئے کہ مادہ بسیط ہی اس سے پہلے کوئی اور شئی نہ تھی کہ جس کی نسبت یہ کہا جائے کہ یہ مادہ اُس سے پیدا ہوا کیونکہ اس صورت میں مادہ کیلئے مادہ ہونا لازم آتا ہی۔

(۲) بلکہ ہر شئے اپنے عدم ہی سے وجود میں آتی ہی جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے وہ اپنی ضد ہی سے نکلکر ظاہر ہوتا ہے"

حیوان غیر حیوان یعنی منی سے اور منی غیر منی یعنی دم سے اور دم غیر دم یعنی غذا سے اور غذ غیر غذا یعنی نباتات سے۔ اور نباتات غیر نباتات یعنی عناصر اربعہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ بغیر صورت دموی کے فنا ہوئے۔ صورت حیوانی کا پیدا ہونا محال ہی۔ علیٰ ہٰذا صورت غذائی اور صورت نباتی کا بغیر صورت عنصری کے فنا ہوئے پیدا ہونا محال ہی۔ غرض یہ کہ ہر وجود عدم کو مقتضی ہی۔

پس جسطرح ہر دور میں وجود سے پہلے ایک عدم ہی ٹھیک اسی طرح بسائط اور ذرات کے دور میں بھی وجود سے پہلے ایک بسیط عدم ہونا چاہیئے کہ جس سے یہ بسائط اور ذرات نمودار ہوئے ہوں۔

(۳) نیز ایجاد ہمیشہ عدم ہی سے ہوا کرتی ہے دو موجود چیزوں کے ملا دینے کا نام ایجاد نہیں اُس کو ترکیب کہتے ہیں کذا فی الفوز الاصغر صفحہ ۳۰" دفی المثنوی صفحہ ۱۶۸ جلد ۵"

هست مطلق کارساز نیستی ست
بر نوشته هیچ بنویسد کسے
کاغذے جوید کہ آن بنوشته نیست

کارگاه هست کن جز نیست چیست
یا نہلے کار دانہ در مغز سے
تخم کارد موضعے کہ کشتہ نیست

حدوث عالم پر دوبارہ نظر

الحاد پسند طبیعتوں نے جو بہتر سے بہتر اور قوی سے قوی حجت قدم عالم کیلئے اختراع کی ہے۔ وہ یہ

"اگر اس عالم کو حادث مان لیا جائے تو آفرینش عالم سے پہلے خدا کی شان تکوین اور تخلیق کا معطل اور بیکار ہونا لازم آتا ہے۔

نیز جب اس کی شان تکوین اور صفت خالقیت ازلی اور قدیم ہے تو مکونات اور مخلوقات بھی قدیم اور ازلی ہونی چاہئیں"

جواب

حقیقت یہ ہے کہ کسی صفت کا وجود اسکے اظہار پر موقوف نہیں۔ مثلاً کاتب اور شاعر جس حالت میں کتابت سے فارغ ہی اس وقت میں بھی کاتب اور شاعر ہی۔ تلوار جسوقت نیام میں ہی اُسوقت بھی قاتل ہی سنکھیہ جسوقت شیشی میں ہے اُسوقت بھی قاتل اور مہلک ہی لیکن ظہور اس قتل اور ہلاک کا تلوار کے چلانے پر اور سنکھیہ کے استعمال پر موقوف ہی۔

آگ بیشک ہر حال میں محرق ہی لیکن ظہور اس کا جب ہوگا کہ جب کوئی شئے اس سے متعلق ہو ٹھیک اسیطرح وہ ذات پاک ہمیشہ سے خالق ہی لیکن خالقیت کا ظہور جب ہوگا کہ جب صفت تکوین اور تخلیق اس کے ساتھہ متعلق ہو۔

خلاصہ یہ کہ صفات قدیم اور ازلی ہیں اور اُن کے تعلقات اور متعلقات حادث ہیں"

غرض یہ کہ اتصاف .. اور شی ہے اور ظہور اور شی ہے۔ عدم ظہور سے عدم اتصاف لازم نہیں ظہور نہ ہونے سے اتصاف پر کوئی اثر نہیں پڑتا ورنہ لازم آئیگا کہ موصوف ظہور وصف سے پہلے موصوف بالوصف ہی نہ رہے۔

اسی طرح عدم ظہور خالقیت سے خُدا کو غیر خالق سمجھ لینا سخت نادانی ہی۔ مزید توضیح کیلئے ایک مثال سمجھئے وہ یہ کہ نور اور شعاع آفتاب کیلئے لازم اور غیر منفک ہیں۔ اسلئے کہ آفتاب کی ذات انوار اور شعاعوں کیلئے منبع اور سرچشمہ ہے"

لیکن اگر ایک طرف نور اور شعاع کا تعلق آفتاب کے ساتھہ ہی تو دوسری طرف زمین کے ساتھہ بھی ہی لیکن آفتاب کے ساتھہ دائمی ہی اور کسی وقت نور اور شعاع آفتاب سے منفک نہیں ہوتے۔ اور زمین کیساتھہ تعلق حادث ہی اسی وجہ سے زمین کبھی روشن ہوتی ہی اور کبھی نہیں۔ نور آفتاب زمین کیلئے ایسا ہی جیسا انسان کیلئے سایہ اور عکس اور وہ کوئی لازمی اور دائمی شی نہیں۔ یقیناً ایک حادث اور

فانی شے ہے۔ اسی طرح صفت تکوین اور تخلیق اور ترزیق اور احیاء اور اماتت کا تعلق ایک حق جل وعلی سے ہے اور یہ تعلق دائمی اور لازمی ہے اس میں کبھی تغیر نہیں آسکتا۔ وہ ہر حال میں ان صفات کمال کے ساتھہ موصوف ہے دوسرا تعلق ممکنات اور حادثات کیساتھہ ہے اور وہ حادث ہے مثلاً آج کسی کیساتھہ صفت احیاء کا تعلق ہوگیا تو وہ زندہ ہوگیا اور چند روز کے بعد صفت اماتت کا تعلق ہوگیا تو وہ مرگیا غرض یہ کہ یہ تعلق حادث ہے اور اُسی کیوجہ سے ممکنات میں تغیر اور تبدل ہوتا رہتا ہے۔ کبھی کوئی غنی ہے اور کوئی مفلس کوئی حاکم اور کوئی محکوم۔ اس تغیر سے ذات باری تعالیٰ عز اسمہٗ میں کوئی تغیر لازم نہیں آتا۔

اگر آفتاب کی شعاعوں اور کرنوں کا تعلق در و دیوار کے ساتھہ ہو تو اس سے آفتاب کی ذات یا صفات میں کیا نقصان۔

اسیطرح اگر اُس ذات احدیت کی شان تکوین اور تخلیق اور صفت مالکیت کا کسی کیساتھہ بھی تعلق نہو تو تب بھی وہ خالق اور مالک ہے۔ اُسکا خالق اور مالک ہونا عالم کے پیدا ہونے پر کسی طرح موقوف نہیں اور جسطرح وہ آفرینش عالم سے پہلے مالک تہا اسیطرح وہ اس عالم فنا ہونے کے بعد مالک رہیگا۔ چنانچہ قرآن عزیز میں ہے کہ جب سب مر چکے ہونگے تو وہ احکم الحاکمین یہ فرمائیگا۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

خلاصہ

یہ کہ یہ صفات قدیم ہیں اور تعلقات اور متعلقات سب حادث ہیں کل یوم ھو فی شان چنانچہ بھومکا کے صفحہ ۱، پر ہے۔

پیدایش عالم سے پہلے خدا اس پیدا شدہ عالم کا ایک بے عدیل مالک تہا، اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۴۱ پر ہے۔

تمام مخلوقات کا ایک ہی مالک اعلیٰ تہا جو سب جگت موجود ہونے سے پہلے موجود تھا۔ ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ خدا پیدائش سے پہلے ہی خالق اور مالک تہا پیدائش بعد میں ہوئی اس کا خالق اور مالک ہونا اس پر موقوف نہیں کہ عالم ہمیشہ سے اُس کیساتھہ ازلی اور قدیم ہو اور اگر خدا کا خالق اور مالک ہونا مادہ اور روح کے قدیم ہونے پر موقوف ہو تو

(باقی آیندہ)

تلیین العرائک فی تہجین اسٹرائک

بعض جرائد نے دارالعلوم دیوبند کی طلبا کی اسٹرائک کے زمانہ میں اس کے اسباب وعلل پر بحث کرتے ہوئے اس قسم کے الفاظ بھی لکھدیئے تھے جن سے یہ مترشح ہوتا تہا کہ از روئے شریعت متعلمین کا بمقابلہ معلمین ومنتظمین تعلیمی مقاطعہ کرنا جائز و مستحسن ہے چونکہ یہ اثر مغربی تہذیب کا ہے جس نے مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں سچ یہ ہے کہ عظیم الشان تغیر پیدا کردیا ہے اور کوئی طبقہ مسلمانوں کا اس سے مامون ومحفوظ نہیں رہ سکا ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ اسٹرائک کے جواز و عدم جواز کے متعلق مقتدایان سرخیل اسلامیان حکیم الامۃ سراج الملۃ مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم سے استفتا کیا جائے اور اس سے پہلے اگر کسی عالم نے اسٹرائک کی تحقیق کی ہو تو اس کو استفتا کی ساتھہ منسلک کردیا جائے چنانچہ ہم نے استفتا کیا اور اس کے ساتھہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کا مضمون درباۂ عدم جواز اسٹرائک جو ممدوح نے ندوۃ العلماء کی اسٹرائک کے زمانہ میں بمقابلہ مولوی عبد السلام صاحب ندوی "الہلال" جلد ۵ میں شائع کرایا تہا منسلک کردیا،

حضرت تھانوی دامت برکاتہم کی طرف سے جو جواب شرف صدور فرمایا ہے اسکا نام حضرت ممدوح نے تلیین العرائک فی تہجین اسٹرائک، تجویز فرمایا ہے اور اس کے تین اجزا ہیں، پہلا جزو خود حضرت ممدوح کا ہے۔ دوسرا جزو مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی کا ہے، تیسرا جزو حضرت ممدوح نے اپنے جواب کا مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کے مذکورہ مضمون کو قرار دیا ہے۔

چونکہ فتوی نے اب ایک علمی وشرعی تحقیق کیصورت میں اختیار کرلی ہے اور مجموعی طور پر اسٹرائک کے متعلق شافی کلام ہوگیا ہے۔ اس لئے تحقیق متعلقہ کو طالبان حق وہدایت وتشنگان علم ومعرفت افادہ واستفادہ کے لئے شائع کیا جاتا ہے ہماری دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس مجموعہ کو نافع ومصلح فرمائے۔ آمین

(ادارت)

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مذہبی درسگاہوں میں متعلمین کا بمقابلہ معلمین ومنتظمین دربارۂ امور نظم احتجاجی طور پر اسٹرائک یعنی مقاطعہ تعلیمی کرنا شرعاً کیسا ہے۔ اگر مطلقاً اس پر کوئی حکم شرعی اثبات یا نفی کے متعلق ہو تو بدلائل تحریر فرمایا جائے۔ اور اگر اس میں کچھ تفصیل ہو تو ظاہر فرمائی جاوے۔

وجہ سوال یہ ہے کہ بماہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ دارالعلوم دیوبند میں طلبہ نے ایک ہفتہ تک اسباق پڑھنے سے ہڑتال کرکے مقاطعہ تعلیمی کردیا تہا تو کیا ان طلبہ کو اس مقاطعہ کا شرعاً حق تہا یا نہیں اور اُن کا یہ فعل شرعاً کیسا تہا بدلائل شرعیہ واضح فرمایا جاوے۔

الجواب ۔ وهو الموفق للصواب ولقبه تلقين العرائک فی تهجين اسٹرائک ۔ مذکور فی السوال کی ایک حقیقت ہی اور ایک اس کے عوارض ہین حقیقت اس کی قطع تعلقات ہی ایسی جماعت سے جو اس قاطع کے تعلّم دینی مین معین ہین تعلیماً یا اہتماماً (جیسا کہ مطلق اسٹرائک کی حقیقت مطلق قطع تعلقات ہی جس سے یہان بحث نہین) اور تعلّم دین عبادت ہی اور اُس کے معین معاون فی العبادۃ اور مصداق آیت وتعاونوا علی البر والتقوی وحدیث الدنیا ملعونة وما فیها ملعون الا ذکر الله وما والاہ او عالم او متعلم ۔ نیز اس کے محسن ہین اور عموماً اپنے محسن سے تعلق محبّت رکھنا بمقتضائے حدیث من لم یشکر الناس لم یشکر الله اور خصوصیت کے ساتھ اپنے معلّم سے اور بانضمام قضیۂ مقدمة الشئ فی حکم ذلک الشئ اپنے معاون فی الدین سے تعلق عظمت رکھنا بفحوائے حدیث من علم عبدا آیة من کتاب الله فهو مولاہ لا ینبغی ان یخذله ولا یستاثر علیه (جمع الفوائد عن الکبیر) مامور بہ ہی اور تعلقات مامور بہا کا قطع کرنا بنص ویقطعون ما امر الله به ان یوصل ویفسدون فی الارض داخل فساد اور محل وعید ہی اس سے اس رسم کا مذموم اور ممنوع ہونا ثابت ہوگیا۔ یہ تو حکم شرعی ہی اس مقاطعہ کا باعتبار اس کی ذات کے اور ایک دوسرا حکم باعتبار عوارض کے ہی سو وہ عوارض مفاسدہ کی ایک طویل فہرست ہے جو مشاہدہ سے مدرک ہوتی ہی ان مین سے چند امور بطور نمونہ کے معروض ہین۔

نمبر ۱۔ غرض اس کی جبر ہے ایسے مطالبات مین جو ان مقاطعین کا حق واجب نہین اور جبر فی التبرع کی حرمت معلوم ہے اگر کہا جاوے کہ وہ مطالبات گو ان مقاطعین کا حق نہ ہون مگر حقوق الٰہیہ واجبہ تو ہین اور ان کے ترک پر قطع تعلقات ہجران مشروع ہے سو یہ بھی غلط ہے اسٹرائک کرانے والے ان کے وجوب وعدم وجوب پر ہرگز بھی نظر نہین کرتے اپنی خواہش نفسانی کے خلاف ہونے کی بنا پر شورش برپا کرتے ہین پھر صرف قطع تعلقات ہی پر اکتفا نہین کرتے جس کی صورت یہ تھی کہ مدرسہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جاتے بلکہ اہل خیر کی جماعت کو بدنام کرتے ہین اُن پر تہمتین لگاتے ہین ان کی غیبتین کرتے ہین جو کہ مطلقاً اہل شر کی ساتھ

بھی شرعاً جائز نہین چہ جائیکہ اہل خیر کے ساتھ۔

نمبر ۲۔ ان کے طبقہ مین جو لوگ یکسو رہنا چاہتے ہین اُن پر جبر کرتے ہین جس سے ان کا دنیوی یعنی مالی (اعانت مالیہ من المدرسہ) اور دینی یعنی علمی ضرر ہوتا ہی جس سے وعید یصدون عن سبیل الله اور لا ضرار فی الاسلام کے مورد بنتے ہین بلکہ بعض اوقات ضرر شخصی سے گذر کر خود تعلیم گاہ کے خطرہ مین پڑ جانے سے ضرر جمہوری تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

نمبر ۳۔ اپنی اغراض کی تحصیل وتکمیل کے لئے اشرار وفجار سے مدد لیتے ہین جو اس جماعت مقطوعہ کے منکرات مزعومہ سے کہین زیادہ منکرات حقیقیہ مین مبتلا ہوتے ہین اور اُن پر نکیر کی توفیق نہین ہوتی جس سے وعید یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت اور کانوا لا یتناهون عن منکر فعلوہ وغیرہما کے محل بنتے ہین۔

نمبر ۴۔ اور ان اہل باطل کے طریق کو اہل حق کے طریق پر اعتقاداً یا عملاً ترجیح دیتے ہین جس سے وعید یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا هؤلاء اهدی من الذین آمنوا سبیلا کے مصداق ہوتے ہین۔

نمبر ۵۔ مقطوعین کی ضد وعداوت مین مدت مدید تک یا ہمیشہ کے لئے علوم دینیہ سے محروم ہو جاتے ہین جس سے مشابہ مصداق آیت بئسما اشتروا به انفسهم ان یکفروا بما انزل الله بغیا ان ینزل الله من فضله علی من یشاء کے ہو جاتے ہین ۔ وفی مفاسد هذا العمل کثرة لا تحصی ولی من تتبع واستقراء لا تخفی۔ یہ کافی کلام تھا اس عمل کے عدم جواز کے دلائل مین اور اس کے دلائل جواز کے جواب مین اور اس کافی سے بڑھکر وافی کلام ان دونون جزوون مین دو فاضلون کا ہے جس کو جواب ہذا کے ساتھ علی الترتیب ملحق کرتا ہون۔

واما فی الجزء الاول فمن المولوی حبیب احمد الکیرانوی ووصل لی بلا واسطة

واما فی الجزء الثانی فمن المولوی شبیر احمد الدیوبندی وحصل لی بواسطة المستفتی

فاستمعوا وانتفعوا "

الجزء الاول

اسٹرائک ایک یورپین ایجاد ہے۔ اور مسلمانون مین نہ اس کا کبھی وجود ہوا، اور نہ وہ اس کو جانتے تھے۔ اس لئے صراحۃً تو اس کا حکم قرآن وحدیث اور کتب فقہ مین ملنا مشکل ہی۔ ہان اصول شرعیہ سے اس کا حکم معلوم ہوسکتا ہی اس لئے کہا جاتا ہی۔ کہ طلبہ مدارس کی اسٹرائک منتظمین کے خلاف قواعد شرعیہ کی رو سے ناجائز ہے۔ اور اس لئے کہ اسٹرائک کا مقصود منتظمین پر دباؤ ڈال کر اُن کو اپنے مطالبات کے ماننے پر مجبور کرنا ہے۔ اور طلبہ کو کسی حالت مین اس قسم کے دباؤ ڈالنے کا حق نہین ہی۔ کیونکہ طلبہ محکوم ہین اور منتظمین حاکم، اور محکومین پر حاکم کی اطاعت اُس وقت تک لازم ہی۔ جب تک کہ اُن کو کسی خلاف شرع امر کا حکم نہ دیا جائے۔ پس طلبہ کا منتظمین پر حکومت کرنا قلب موضوع اور شریعت کے حکم کو بدل دینا ہے۔ لہذا اسٹرائک جائز نہین ہوسکتی۔ دوسرے جس وقت طالب علم مدرسہ مین داخل ہوتا ہی۔ اس وقت وہ مدرسہ کے قانون کا التزام کرتا ہی اور جب کہ وہ اسٹرائک کرتا ہی۔ تو مدرسہ کے قانون کو توڑتا ہے۔ یہ صریح بدعہدی ہی اس لئے اسٹرائک کی اجازت نہین ہوسکتی۔ تیسرے اسٹرائک کی ابتدا یون ہوتی ہے۔ کہ ایک یا متعدد سرغنے باقی طلبہ کو اپنی فریب آمیز تقریرون سے قانون شکنی پر آمادہ کرتے ہین۔ اور جو ان کی فریب آمیز تقریرون سے بھی متاثر نہین ہوتے ان کو ناجائز دباؤ ڈال کر اپنے اثر مین لاتے ہین۔ اور یہ تمام امور شرعاً ناجائز ہین۔ اس لئے بھی اسٹرائک جائز نہین ہوسکتی۔ الغرض اسٹرائک مین چند مفاسد شرعیہ ہین۔ مثلاً اس کا یورپین بدعت ہونا۔ حکم شریعت کو بدل دینا۔ مدرسہ کے قانون کو توڑ کر بدعہدی کا ارتکاب کرنا۔ دوسرون کو فریب دینا۔ اُن کو عہد شکنی پر آمادہ کرنا۔ منتظمین پر دباؤ ناجائز ڈالنا۔ ناموافق طلبہ پر جبر کرنا۔ مدرسہ کے انتظام مین ایسی خرابی پیدا کرنا۔ جس کی اصلاح ناممکن ہو۔ کیونکہ جب طلبہ اسٹرائک کے خوگر ہوجائین گے۔ تو وہ منتظمین کا کوئی ایسا حکم نہ چلنے دین گے۔ جو اُن کی خواہش کے خلاف ہوگا۔ اور اس کا نتیجہ فساد ظاہر ہے۔ اور کوئی مدرسہ ایسی حالت مین قائم نہین رہ سکتا۔ اور اس لئے گویا مدرسہ کو توڑ دینے وغیرہ اور یہ امور ایسے ہین جن کے ناجائز ہونے مین شبہ نہین ہوسکتا۔ اس لئے اسٹرائک ناجائز ہی۔ پھر چونکہ مدرسہ کا اصلی مقصود تعلیم ہے۔ اور مدرسہ کی عمارات انہی طلبہ کے آرام کے لئے ہین۔ جو کہ مدرسہ مین تعلیم پاتے ہین۔ ایسی حالت مین طلبہ کا تعلیم چھوڑ کر مدرسہ کی عمارات پر قبضہ رکھنا ایک غاصبانہ قبضہ ہی جو کہ جائز نہین ہوسکتا ہے۔ پھر چونکہ مدرسہ دیوبند کا موضوع خالص دینی ومذہبی تعلیم ہی اور طلبہ کی ان کارروائیون سے جو انہون نے اسٹرائک اور دوسری شر انگیزیون کے متعلق کی ہین ثابت ہوتا ہی۔ کہ ان پر یورپین تعلیم کا اثر ہے۔ اور دین کا اُن پر کچھ اثر نہین۔ اس لئے جب تک وہ اپنے خیالات کو مدرسہ دیوبند کے بانیون کے اغراض کے موافق نہ بنالین اس وقت تک ان کے لئے مدرسہ دیوبند موزون نہین ہوسکتا۔ بلکہ ایسے طالب علمون کے لئے ندوۃ العلماء یا علی گڈھ کالج موزون ہے۔ اھ

الجزء الثانی

اعتصاب فی الاسلام | الہلال مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۱۴ء کے شعبہ مراسلات مین ایک مضمون مولانا عبدالسلام ندوی کا عنوان بالا کے متعلق شائع ہوا ہی جو اگرچہ ابھی تک تمام نہین ہوا لیکن جتنا حصہ اس کا چھپ چکا ہے وہ بھی مذہبی جماعت کی نظرون کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ بتلانے کی مجھکو ضرورت نہین کہ مولانا عبدالسلام ندوی کوئی بزرگ ہین کیونکہ انہین چند ایام مین یہ عام طور پر معلوم ہوچکا ہی کہ وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے درجہ تکمیل کی سند حاصل کرچکے ہین اور آجکل اپنے اوستاد مولوی شبلی نعمانی کو سیرۃ لکھنے مین مدد دے رہے ہین اور وہی بزرگ ہین جنکی طرف اس خط کی نسبت کی گئی تھی جس کی بناء پر ندوہ کی اسٹرائک کا محرک اول مولوی شبلی نعمانی کو بتلایا جاتا ہی اور جس کے اعتذار مین انہون نے یہ لکھا تھا کہ مین جس وقت یہ خط لکھ رہا تھا تو سچ یہ ہے کہ اس وقت غلبہ جوش کی وجہ سے میرے حواس اور میرا دماغ میرے قابو مین نہ تھا (او کما قال) اگر غور کیا جائے تو بلاشبہ اس خط کی طرح یہ تحریر بھی جو فاضل مضمون نگار نے اس وقت الہلال مین شائع کرائی ہے۔ اس اعتذار سے بے نیاز نظر نہین آتی کیونکہ جن روایات

حدیث وسیر سے آپنے اسٹرائک کا شرعی جواز بلکہ استحسان ثابت کرنا چاہا ہے وہ نہایت ہی مضحکہ انگیز ہے۔ وہ دلائل یا تو آپ کے مدعا سے محض بے تعلق ہین جنکو مسئلہ اسٹرائک یا اس کی شرعی حیثیت سے کوئی لگاؤ نہین اور یا ان سے جو نتیجہ نکالا گیا ہی وہ بالکل اُلٹا نکالا گیا ہی یعنی جس اسٹرائک سے آپ روکتے ہین اس کا تو اس سے جواز نکلتا ہی اور جس کی اباحت کے آپ درپے ہین اس کی صاف حرمت منشرح ہو رہی ہی۔ فاضل مضمون نگار کا اصلی منشا، یہ ثابت کرنا ہی کہ طلبہ دارالعلوم ندوہ نے جو اسٹرائک ناظم وغیرہ کے مقابلہ مین کی وہ شرعًا بالکل حسن بجانب ہے، اور زمانہ اسٹرائک مین ان طلبہ کا کھانا بند کر دینا یا اُن کو بورڈنگ سے نکال دینا جائز نہین اس کے اثبات یا تائید یا تمہید مین آپنے مجموعی طور پر چار واقعات اس طرح ذکر کئے ہین کہ۔

(الف) حضرت صدیق اکبر نے حضرت عائشہ پر اتہام لگانے کے جرم مین مسطح کا نفقہ بند کر دیا اور قسم کھالی کہ ان کو کبھی کسی قسم کا فائدہ نہ پہونچاؤنگا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اُن کو اخلاقی حیثیت سے روکدیا۔

(ب) دنیا مین سب سے زیادہ سادہ تمدن دیہات کا ہوتا ہی لیکن عمومًا تمام دیہاتون مین کو ذات کرنے کا طریقہ جاری ہی جسکی رُو سے ایک شخص کا حُقہ، پانی، کھانا، پینا بند کر دیا جاتا ہی (گویا یہ ہی ایک سادہ شکل کی اسٹرائک ہے)۔

(ج) ابتدائے بعثت مین تمام قریش نے اس مضمون کا ایک عہد نامہ لکھکر خانہ کعبہ مین لٹکایا تھا کہ قریش مین کوئی شخص بنو ھاشم و بنو عبد المطلب کو اپنی لڑکی نہ دیگا اُن سے لین دین و خرید فروخت نکریگا اُن سے ہم کلام نہوگا وغیرہ وغیرہ۔

(د) اسلام مین جب کسی شخص نے قومی منافع پر شخصی فوائد کو ترجیح دی تو اس کے خلاف صحابہ اور خود آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کا طرز عمل اختیار فرمایا، غزوہ تبوک مین تن آسانی کیوجہ سے شریک نہونے پر آپ نے کعب بن مالک مرارۃ بن الربیع اور ھلال بن مرہ پر سخت ناراضی ظاہر کی اور تمام صحابہ کو ایک مدۃ تک اُن کے ساتھ سلام و کلام اور نشست و برخاست کی ممانعت رہی۔ آخرکار جب خدا کے یہان سے ان تینون کی معافی کا پروانہ آگیا تب اسٹرائک ٹوٹی (صحیح بخاری)

ان دلائل مین سے پہلی دلیل (یعنی حضرت صدیق اکبر کا واقعہ) تو قطع نظر اس سے کہ قرآنمجید نے اس کو جائز و پسندیدہ قرار دیا یا نہین اسٹرائک کے اصلاحی مفہوم سے جو متنازع فیہ ہی کوئی تعلق نہین رکھتا کیونکہ آپ خود اقرار کرتے ہین کہ اس قسم کے تمدن قطع تعلق پر اُسی وقت اسٹرائک کا اطلاق کیا جا سکتا ہی جب کہ ایک گروہ کا گروہ دوسرے گروہ یا فرد کو اپنی اعانت سے محروم کر دیتا ہے اور اسی بنا پر جدید عربی زبان مین اسٹرائک کو اعتصاب سے تعبیر کرتے ہین جس کے معنی گروہ بندی کے ہین۔ باقی دوسری دلیل (یعنی دیہاتون کے کو ذات کرنے کے طریق) سے بھی آپ خود اندازہ لگا سکتے ہین کہ شرعی جواز و عدم جواز پر کہانتک روشنی پڑ سکتی ہی۔ اور ایک مذہبی مسئلہ سے احتجاج مین دیہاتون کے اس طرز عمل کو پیش کرنا (اگرچہ تمہیدًا ہی کیون نہو) کس حدتک درست ہی۔ البتہ تیسری اور چوتھی دلیل (یعنی قریش مکہ کا عمل آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ مین اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا عمل کعب بن مالک وغیرہ کے مقابلہ مین) ایک خاص حدتک اس قسم کے مباحث کیوقت ذکر کئے جانے کا مساغ رکھتے ہین لیکن مین معاف کیا جاؤن اگر آپ ہی کے الفاظ مین یہ کہون کہ) صرف انہین لوگون کے نزدیک جو کتب حدیث و سیر سے (با موقعہ) روایات فراہم کرنے کی اہلیت نہین رکھتی۔ میرا قصد اس مضمون مین اپنی طرف سے کچھ زیادہ کہنے سُننے کا نہین ہی بلکہ بجائے اس کے بھی بہتر سمجھتا ہون کہ فی الحال صرف آپ ہی کے استنباط کیئے ہوئے بعض نتائج کو دوبارہ ناظرین کے ملاحظہ مین لاکر فی الجملہ ان کی رکاکت پر متنبہ کر دون۔ آپ نے پہلا نتیجہ یہ نکالا ہی کہ زبردست گروہ کو کمزور فرقہ کے خلاف اسٹرائک کرنا سزاوار نہین۔ جیسا کہ قریش مکہ نے کیا تھا اس لئے زمانہ اسٹرائک مین طلبہ کا کھانا بند کر دینا اُن کو بورڈنگ سے نکال دینا جائز نہین لیکن نتائج کے نمبر ۲ مین یون فرماتے ہین کہ اسٹرائک کیلئے مساوات لازمی نہین۔ کعب بن مالک آنحضرت اور دیگر صحابہ کے مساوی نہ تھے جب قوی گروہ ضعیف کے مقابلہ مین اسٹرائک کر سکتا ہی۔ تو ضعیف کو قوی کے مقابلہ مین اس کا حق مرجح حاصل ہی۔ بس اب آپ خود ہی انصاف فرمائین کہ ان دونون نتائج مین سے

جو آپ نے بیان کئے ہین پبلک کس کو صحیح سمجھے یا کس کو کس قاعدہ سے ترجیح دے اگر اسٹرائک کے واسطے مساوات کو ضروری سمجھا جائے اور زبردست کی اسٹرائک ضعیف کے مقابلہ مین سزاوار نہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام صحابہ کے (معاذ اللہ) اس ناسزاوار فعل کی جو کعب بن مالک وغیرہ کے مقابلہ مین اُن سے ظہور پذیر ہوا کیا توجیہ ہو سکتی ہے۔ اور اگر مساوات کا قاعدہ لازمی نہین تہا تو پھر قریش مکہ کی اسٹرائک کو عدم مساوات کیوجہ سے ناروا کہنے مین آپ جیسے روشن خیال نے کیون تعصب اور تنگدلی سے کام لیا۔

حقیقت یہ ہی کہ مسلمانون کے اعتقاد کے موافق آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم خدا تعالے کی طرف سے تمام مخلوقات جن وانس عرب وعجم کے لئے ہادی اور اُستاد اور معلّم بناکر بھیجے گئے تھے (چنانچہ آپنے خود بھی اپنی منصب جلیل کو انما بعثت معلما کے الفاظ سے ہی ادا فرمایا ہی) اور اس اعتبار سے تمام بنی آدم کو طوعاً وکرہاً آپ کے ساتھ تلمذ کی نسبت اور شاگردی کا تعلق حاصل ہونا چاہیئے پس ہمارے نزدیک یہ کہنا غالبا فاضل مضمون نگار کی توجیہات سے زیادہ چسپان ہوگا کہ قریش مکہ نے اپنی جہالت اور سفاہت کی وجہ سے جو اسٹرائک آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ مین کی چونکہ وہ شاگرد کی اسٹرائک اُستاد کے اور متعلم کی اسٹرائک اپنی حقیقی معلم کے مقابلہ مین تھی اسلئے وہ بیشک قابل نفرین وملامت تھی اور برخلاف اس کے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیجانب سے جو اسٹرائک (بشرطیکہ وہ اسٹرائک ہو) چند شاگردون کی غفلت اور خطا کاری کے مقابلہ پر عمل مین آئی وہ استاد کی اسٹرائک شاگرد کے مقابلہ مین ہونے کیوجہ سے ٹھیک ٹھیک حق بجانب تھی اس آخری اسٹرائک کے دباؤ کا نتیجہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ کے حق مین یہ برآمد ہوا کہ اُن سے مسلمانون کے تمام رشتے ناتے توڑ دئے گئے اور اخوت وارتباط باہمی کے سب سلاسل منقطع ہوگئے۔

تو وہ اپنے سادہ دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو کر گڑگڑائے اور اُنہون نے نہایت ہمت واستقلال کے ساتھ ہر طرف کے عارضی سہارے چھوڑ کر فقط ایک رب العزت کی جناب کو جا پکڑا۔ انجام کار

یا تو یہ حالت تذبذب تھی کہ

وآخرون مرجون لامر اللہ۔ اما یعذبھم واما یتوب علیھم واللہ علیم حکیم۔

اور کچھ لوگ ہین کہ حکم خدا کے انتظار مین ان کا معاملہ ملتوی ہے کہ یا تو اُن کو عذاب دے یا ان کی توجہ قبول کرے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہی۔

اور یہ بشارت نازل ہوگئی کہ:۔

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم رؤف رحیم وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجاء من اللہ الا الیہ ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم۔

البتہ خدا نے پیغمبر پر بڑا ہی فضل کیا اور (نیز) مہاجرین وانصار پر جنہون نے تنگدستی کے وقت پیغمبر کا ساتھہ دیا جب کہ ان مین سے بعض کے دل ڈگمگا چلے تھے پھر اُس نے ان پر (بھی) اپنا فضل کیا (کہ ان کو سنبھال لیا) اس مین شک نہین کہ خدا ان سب پر نہایت درجہ مہربان (اور ان کے حال پر اپنی) مہر رکھتا ہی اور (علی ہذا القیاس) ان تین شخصون پر بھی جو (بانتظار حکم خدا) ملتوی رکھے گئے تھے یہان تک کہ جب زمین باوجود فراخی ان پر تنگی کرنی لگی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آگئے اور سمجھ گئے کہ خدا کی (گرفت) سے اس کے سوا اور کوئی پناہ نہین۔ پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ تاکہ (قبول توبہ کے شکریہ مین آئندہ کے لئے بھی) توبہ کرین۔ بیشک اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

جن لوگون نے آج مسئلہ اسٹرائک پر اخبارات مین بحثیں کین ہین (مثلاً صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب وغیرہ) اُنہون نے بارہا اُستاد وشاگرد کے تعلقات کو باپ بیٹے کے تعلقات سے تشبیہ دی ہی اور یہ تشبیہ اس اعتبار سے نہایت بلیغ ہے کہ باپ کی مادی تربیت سے اُستاد کی روحی تربیت کسی طرح کم نہین۔ پس جب کہ اولاد کی اسٹرائک کا والدین کے مقابلہ مین یہ حال ہی کہ۔

وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔

اور (اے مخاطب) اگر تیرے مان باپ تجھکو اسپر مجبور کرین کہ تو ہمارے ساتھہ کسی کو شریک خدائی بنائے جسکی تیرے پاس کوئی دلیل ہی نہین (تو تو ہمین) ان کا کہا نہ ماننا (مگر) ہان دنیا مین دستور کے مطابق ان کی رفاقت کو۔

شاگردون کو بھی اُستاد کے مقابلہ مین (بالخصوص جبکہ اُستاد اپنی شاگردون کے اخلاقی اصلاح کا کفیل ہوتا ہے) اسٹرائک کا اس سے کچھ زیادہ استحقاق نہین ہو سکتا۔

بناءعلیہ قریش مکہ اور غزوہ تبوک کے جن دو واقعات سے فاضل مضمون نگار نے اپنا مدعا ثابت کرنا چاہا تھا ان سے برخلاف اس کے یہ ثابت ہوا کہ کسی قومی یا مذہبی درسگاہ کے طلبہ کی اسٹرائک جو اپنے اساتذہ اور مصلحین و مربین کے مقابلہ مین ہو سراسر ناجائز ہی۔ اور اگر بالفرض اساتذہ اپنے بعض تلامذہ کے مقابلہ مین تعزیرًا اسٹرائک کردین تو یہ نہ فقط جائز بلکہ مستحسن ہے

اُلجھا ہے پاؤن یار کا زلف دراز مین
لو آپ اپنے دام مین صیاد آگیا

مین ان سطور کو اب ختم کرتا ہون کیونکہ فی الواقع مجکو اس وقت نہ تو ندوہ کے اسٹرائک کے خطاء و صواب ہونے سے چندان سروکار ہی اور نہ یہ تحقیق مطمح نظر ہے کہ اسٹرائک کا اصل مفہوم اور اُس کی جامع مانع تعریف کیا ہے اور یہ کہ اُس کو شرعًا جائز کہنا چاہیئے[۵] یا ناجائز۔ بلکہ ایک ایسی تحریر کے بعض استدلالی کمزوریون کی طرف اشارہ کرنا منظور ہی جو آج کل بعض بخاری کے درس دینے والون کا علمی نمونہ ہی اور ابناء زمان کی حدیث دانی اور سیرت فہمی کا ایک بہترین نمونہ ہی۔ تاکہ عام مسلمان محض اس قسم کے سطحی مضامین کے خوشنما ٹائپ کو دیکھکر جلدی سے متاثر نہو جایا کرین۔

آخر مین مین ناظرین کی اور خصوصًا محترم مدیر "الہلال" کی توجہ مضمون نگار کے اس شبہہ کیطرف منعطف کرانا چاہتا ہون جو صاحب مضمون کے بغض و نفسانیت کا آئینہ اور بدتہذیبی یا آج کل کی تہذیب کا پورا مجسمہ ہی۔ اور جس سے اس مضمون کے لکھنے اور شائع کرنیکا اصلی مقصد پوری طرح واشگاف ہو جاتا ہی لکھتے ہین کہ۔

یہ جو بعض مدعیان علم حدیث شکایت کرتے ہین اسٹرائک کے دوران مین سلام و

[۵] مگر اصل جواب مین اور جزء اول مین اس کے ناجائز ہونے کی بھی کافی تحقیق ہو گئی ۱۲ محشی

کلام بزرگون کو ضرور کرنا چاہیئے۔ حالانکہ ایسا نہین کیا گیا تو اس کا مبنٰی بخاری کا وہ نسخہ ہوگا جس کو مولانا احمد علی مرحوم والد بزرگوار مولوی خلیل الرحمن سہارنپوری نے چھپوایا تھا اس مین شاید یہ حدیث نہو گی کیونکہ اس کا اثر حقوق اولاد پر پڑنیوالا تھا مگر ہم نے مصر کے نسخہ مطبوعہ سے اس روایت کو لیا ہے۔ مین نہین سمجھتا کہ اس شبہہ کے لکھنے والے نے مولانا احمد علی صاحب مرحوم کی چھاپی ہوئی صحیح بخاری کو مولوی شبلی کی سیرۃ النعمان سمجھا ہی۔ جس مین حضرت سعد بن ابی وقاص کے واقعہ کو غلطی سے عمار بن یاسر کی طرف منسوب کر دیا۔ اھ

اقول وبانتہاءہ انتہی الجزءان وبانتہاءھما انتہی الجواب الذی کتبہ اشرف علی عفی عنہ فی سادس ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۶ھ ہجری"

(الہلال جلد ۵)

اِسلام مین خواتین کے حقوق

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ۔ کی تولیت مین کچھ یتیم تھے۔ جب وہ بیحد پریشان ہوئے تو جلالت نبوت مین اس پریشانی اور وقت کا اظہار کیا۔

اس وقت اس حکم کی توضیح دوسری آیت سے اس طرح فرمائی گئی۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى ۔ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۔ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۔۔۔۔۔۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورہ بقرہ ع ۲۷)

آپ سے یتامی کے متعلق دریافت کرتے ہین آپ کہدیجئے کہ ان کی اصلاح کرنا بہتر ہی۔ اور اگر تم ان سے ریل میل رکھو تو کوئی حرج بھی نہین کیونکہ تمھاری دینی بھائی ہین۔ اور اللہ فساد کرنیوالے کو علیحدہ جانتا ہی اصلاح کرنیوالے کو الگ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈال دیتا۔ حق یہ ہی کہ اللہ عزیز اور حکیم ہی۔

اور پھر رب العالمین متکلم حقیقی نے ان ضوابط اور قوانین کے ساتھ مذاکرہ اور تنبیہ بھی ان مبارک

ادنی سے ادنی نقصان، یا کسی قسم کے گزند کو بھی گوارا نہین کرسکتا۔ اور حتی الوسع ان کیلئے سامان عیش ہی مہیا کرتا ہی۔ تکلیف کے احتمال کا بھی روادار نہیں ہوتا۔

یہ ضرور ہی کہ اس مسئلہ مین ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے مگر احادیث پر سطحی نظر رکھنے والا بھی مضمون بالا کو اخذ کرسکتا ہی۔ اور یہی مذہب امام اعظم راس المجتہدین و سید المستنبطین حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ہی۔ قرآن کریم نے بھی جابجا اس ہی عنوان اور معنون کی طرف اشارہ کیا ہی۔

ناظرین کی تسکین کیلئے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک تقریر کا بجنسہٖ ترجمہ کردیا جائے۔ جس مین آپ نے چند آیتون کی تفسیر فرمائی ہی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آیۂ کریمہ وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ کی تفسیر دریافت کی:۔ { اگر تم کو خوف ہو کہ تم یتیمون کے بارے مین انصاف نہین کرسکوگے تو ان یتیمون کے علاوہ نکاح کرلو ان عورتون سے جو اچھی معلوم ہون }

حضرت صدیقہ نے جواب دیا کہ برخوردار! یہ آیت ان یتیمون کے بارے مین ہے جو اپنے والیون کی پرورش مین ہون۔ اور وہ ولی قرابت کے باعث یتیمہ کے ساتھہ مال مین شریک بھی ہون۔ (جیسی چچازاد بھائی۔ بہن) اب اگر اس ولی کو اس کا مال اور جمال پسند آجائے اور اس کا یہ ارادہ ہو کہ بغیر پورا مہر ادا کئے۔ اس سے نکاح کرے۔ اور اس طرح اپنی پھندی مین تمام عمر الجھائے رکھے۔ تو اس کو اس آیت کے ذریعہ اس فعل سے منع کردیا گیا۔ اور یہ حکم ہوا کہ ارادہ تو ارادہ اگر تم کو اس قسم کا خیال بھی ہو۔ اور یہ خوف ہو کہ ہم ان کے حقوق پوری طرح ادا نہین کرسکین گے یا کسی قسم کی کوتاہی کرین گے تو ان سے نکاح مت کرو۔ اور اگر نکاح کی ضرورت ہی ہی تو عورتین بہت ہین جو بھلی معلوم ہون ان سی نکاح کرلو۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار عورتون تک تم کو اجازت ہی۔

---- باقی آئندہ ----

تقریب سالگرہ مبارک

اعلیحضرت تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

اور

کارپردازان "القاسم" کی جانب سے نذر عقیدت

درویش صفت بادشاہ اسلام آصف جاہ حضور نظام میر عثمان علیخان بہادر (ادام اللہ سلطنتہ وایالتہ) کی مبارک و مغتنم ذات ستودہ صفات جسکی بدولت لاکھون بندگان خدا کی عزت و ناموس کی صیانت اور شعائر اسلامیہ کی توقیر و حفاظت ہو رہی ہی۔ اور ہزارون خادمان دین جن کی علم دوستی و غربا پروری کی بدولت خدمت اسلام اور یاد خدا مین مشغول ہین،، اور جس کے مہد جود و سخا و دریا اکرام و عطا سے سرزمین ہند و حجاز سیراب ہو رہی ہی، ہر سال ان کی مبارک سالگرہ کی تقریب اسلامی مہینہ کی یکم رجب المرجب کو ہوتی ہے کہ جسمین مختلف طور سی جشن ہائے مسرت منائے جاتے ہین،،

(۱) ممالک محروسۂ سلطانیہ کے کل دفاتر، مدارس، وغیرہ مین تعطیل ہوتی ہی۔

(۲) فتح میدان مین عساکر عثمانی اپنے عالیقدر و عالیجاہ تاجدار کی روبرو بغرض سلامی حاضر ہوتے ہین، بندوق، اور توپون سے سلامی سر کی جاتی ہے۔ دعاہائے ترقی عمر و اقبال و جاہ و جلال کے دلکش نعرون سے جو سما گونج اٹھتا ہی،

اور شاہان مغلیہ کے دربار، ان کے جاہ و جلال، تزک و احتشام کے قصے اسلامی سلطنتون کے روح پرور افسانے بہت سے بدنصیب ہندوستانیون کے آنکھون کے سامنے پھر جاتے ہین، اور عزیز گم گشتہ کی یاد کو ایک مرتبہ تازہ کردیتے ہین،،

(۳) فدائیان دولت و ارکین سلطنت، جانبازان و عقیدتمندان بارگاہ ظل سبحانی۔ بندگان متعالی (دام اللہ ظلہم العالی) کی حضور مین باریاب ہو کر نذر عقیدت پیش کرتے ہین۔

(۴) محکمہ صنعت و حرفت کیجانب سے حکومت کے زیر اہتمام ہر دلعزیز بادشاہ کی مسعود تقریب مین ملکی مصنوعات کی ایک عظیم الشان نمایش نہایت سلیقہ و انتظام کیساتھہ بلغ عام میں دو ماہ تک رہتی ہے جس مین ہزارون قسم کے نوادر عجائب مصنوعات اہل ہنر و ارباب دانش پیش کرکے انعامات و اکرامات سلطانی سے بہرہ اندوز ہوتے ہین غرض عالم اسباب مین ہر دلعزیز، بیدار مغز، روشن ضمیر تاجدار دکن (خلد اللہ سلطنتہ و سطوتہ) کی سالگرہ کی تقریب نہایت شان و شوکت سے منائی جاتی ہی جس کے تمام سلسلون مین بلاشبہہ ذات شاہانہ کی معدلت گستری ضعفاء پروری، رحم و کرم، جود و سخا کا ہر سال اسطرح اعتراف کیا جاتا ہی"۔

کارپردازان "القاسم" بھی چونکہ ذات شاہانہ سی گہری عقیدت رکھتی ہین اور اُس کی درویش صفت طبیعت کے گرویدہ ہین، نیز عالم اسلام کے قلوب ان کی صیت جود و سخا کے جسقدر رہینِ منت کش احسان ہین وہ محتاج اظہار نہین اسلئی اس مبارک و مسعود تقریب مین جہان اہالیان و ساکنان دکن کے قلوب پراز مسرت و بہجت ہون گے، وہین ہم دور اُفتادہ کارکنان "القاسم" کے قلوب بھی سُسرور و انبساط سے لبریز ہین، لیکن وہ ایسی بیدار مغز محسن اسلام تاجدار کے لئے دن کے بجائے رات کی آخری ساعتون مین جشن ہائے مسرت و دعوت مناتے ہین جب کہ آسمان دنیا پر حاکمون کا حاکم اور بادشاہون کا بادشاہ نزول اجلال فرماتا ہی تو ان کا زمزمۂ تضرع عرش برین تک پہنچ جاتا ہی۔ اور وہ اپنی بادشاہ اسلام کی عزت و جلال کی صیانت و بقاء کیلئے دعا کرتے ہین کیونکہ عظمت و وقار اسلام سلطنت اسلامی ہی کیساتھہ وابستہ ہی اسلئی یہ خدمت وہ اپنا فریضہ اسلامی جانتے ہین۔

ہم کارپردازان "القاسم" بصد ادب و عقیدت بذریعہ جریدہ "القاسم" بارگاہ خسروی مین اپنا سلام و تحیہ و نذر عقیدت پہنچاتے ہوئے سالگرہ ہمایونی پر مبارکباد پیش کرتے ہین، اور بحضور قلب بارگاہ الٰہی مین دعاگو ہین کہ، الٰہی ہمارے بادشاہ اسلام شہریار دکن میر عثمان علیخان (خلد اللہ سلطنتہ و سطوتہ) کو اپنی صیانت و حفاظت مین لیتی ہوئی اعدا کی ناپاک مساعی کو انکیلئے مفید فرما اور انہین اپنی مرضیات پر ثابت قدم رکھ، اور ذات شاہانہ بصد عز و شان تا دیر جلوہ فرما سریر سلطنت رہی۔

آفتاب اقبال و دولت درخشان و تابان باد آمین یارب العالمین"۔ (احقر طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ)



رجسٹرڈ نمبر اے ۱۳۷۱

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ نمبر ۸

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی وعلمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند مین طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصولڈاک

فی پرچہ ۔۔۔ ۴ر

فہرست مضامین رسالہ "القاسم" ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۶ ہجری

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ بانی دارالعلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی وحضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم وحضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ودیگر مقدس ومقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے

مضمون	صاحب مضمون	صفحات
اغلاط دیانند	مولانا حکیم عبد الشکور صاحب مرزاپوری،	۱/۸
قبول الصواب	ایک جدید تعلیم یافتہ کے قلم سے،	۹/۱۶
تسبیحات وتقدیسات	جناب مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی،	۱۷/۳۰
ہندوستان کے لئے ایک عربی پرچہ کی ضرورت	جناب مولانا حافظ محمد اعزاز علی صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند	۳۱/۳۳

نوٹ۔ خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایا کیجئے۔ تاکہ تعمیل مین دقت نہ ہو۔ (مینجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اغلاط دیانند،

ستیارتھ پرکاش مصنفہ سوامی دیانند بانی آریہ سماج جو کوئی زبانون مین ترجمہ اور طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے اس کا مستند اُردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۰۸ء طبع سوم اسوقت میرے پیش نظر ہے، جس کا چودھوان باب قرآن شریف پر اعتراض کے لئے مخصوص ہے، یعنی سوامی جی نے اس مین ۱۵۹ نمبرون مین اول بعض آیت کا ترجمہ کرکے پھر اس پر بزعم خود اعتراض کیا ہے۔ خیر اعتراض کا مفصل الزامی اور تحقیقی جواب تو میری کتاب بیان الحق عرف ست پرکاش مین ملیگا۔ ہان آیتون کے ترجمہ کے متعلق جو سوامی جی نے ہر قسم کی غلطیان کی ہین وہ بذریعہ رسالہ ہذا ہدیہ ناظرین ہے۔

ستیارتھ پرکاش مین غلطیان ہین

سوامی جی نے شروع دیباچہ مین خود یہ اقرار کرتے ہوئے کہ بزبان آریہ بھاشا طبع اول مین اس کتاب کی عبارت غلط بن گئی تھی اور بعض جگہ غلطی رہگئی تھی، فرماتے ہین کہ طبع دوم مین عبارت صحیح اور غلطی درست کردی گئی (صفحہ ۱)۔ لیکن اسپر بھی ان کو اس کی صحت کی بجائے اس مین غلطیون کے موجود رہنے کا کامل یقین تھا ورنہ طبع دوم مین بعد صحت وہ یہ ہرگز نہ لکھتے کہ (اس کتاب مین اگر بھول چوک یا درست کرنے اور چھاپنے مین کوئی غلطی رہگئی ہو تو اس کے معلوم ہونے پر جسطرح صحیح ہوگا کردیا جائیگا جو شخص بنظر رفاہ عام انسانی ہمدردی کے کچھ جتائیگا اس کے سچ ثابت ہونے پر اس کی رائے منظور کیجائیگی (دیباچہ ص۲)۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو کی طبع اول مین بھی بکثرت غلطیان تھین اور

آریون کو طبع دوم مین صحت کرنی پڑی۔ لیکن غلطیون کا غیر متناہی سلسلہ اب بھی ختم نہ ہوا اور بار دوم بھی غلط چھپی۔ اسی لئے طبع سوم مین پھر صحت کرنی پڑی مثلاً صفحہ ۶۶۳ کے حاشیہ مین قرآن کے ایک جملہ کے متعلق لکھا ہی کہ "ترجمہ غلط چھپ گیا تھا اس لئے اب درست کردیا گیا ہی"۔

آریہ بہاشا اور اُردو مین مصنف۔ مترجم اور آریہ پرتی ندھی سبہا کی اتنی کاوشون کے بعد اب ستیارتھ پرکاش کو غلطیون سے مبرا ہونا چاہیئے تہا لیکن نمعلوم کس منحوس ساعت مین اس کی تالیف۔ کتابت طباعت اور صحت ہوئی کہ انفرادی اور اجتماعی جد وجہد کے بعد بھی آج اس کا کوئی صفحہ غلطی سے پاک نہین۔ کما سیجئ۔

بیشتر غلطیان سوامی دیانند کی ہین

یہ نہ کہا جائے کہ اس بنا پر سوامی دیانند کی غلطیان نہین ہین کہ۔

(۱) دھرم پال نے اصلی ستیارتھ پرکاش کا جو اردو ترجمہ شائع کیا ہی اس مین صرف اول کے دس۱۰ باب ہین۔

(۲) لالہ منشی رام عرف سوامی شردھانند نے اگست سنہ ۱۹۱۰ء کے ستیہ دھرم پرچارک مین لکھا ہی کہ سوامی جی کے (جیون مین دسوین سمولاس کی چھپوائی بھی سماپت نہین ہوئی تھی)۔

کیونکہ گو یہ امر صحیح ہوا اور یہ عبارت (بار اول مین دو آخری باب اور اپنا عقیدہ کسی وجہ سے چھپ نہ سکے تھے دیباچہ صـ۱) بھی اس واقعہ کی موید ہو تاہم چونکہ آریہ سماج کے بکثرت ذمہ دار اشخاص اور اس کی معتمد انتظامی جماعت (آریہ پرتی ندھی سبہا) کے نزدیک ہنوز موجودہ ۱۴ باب والی ستیارتھ پرکاش اصلی ہی لہذا ہم مسلمات سماج سے بحث کرنے پر مجبور ہین۔ ہان یہ ممکن ہی کہ علاوہ مصنف کے مترجم اور کاتب وغیرہ کی بھی اس مین مزید غلطیان ہون۔

غلطیونکی بڑی وجہ سوامی جی کی کم علمی ہی

سوامی جی کے معتقدین کو یہ لفظ ناگوار ہوگا لیکن کیا کیا جائے کہ شروع دیباچہ مین وہ

خود یہ لکھکر (آریہ بہاشا سے زیادہ واقف نہ ہونے کی وجہ سے پہلی بار ستیارتھ پرکاش کی عبارت غلط بن گئی تھی) اپنی کم علمی ہی کو غلطی کیوجہ قرار دیتے ہین۔ پھر یہ ارشاد فرماکر (جب آریہ بہاشا بولنے اور لکھنے کا ربط ہوگیا تو اس کے قواعد کے مطابق ستیارتھ پرکاش کو درست کرکے دوسری دفعہ چھپوایا۔) معترف ہوتے ہین کہ بوقت طبع دوم بھی آریہ بہاشا مین مہارت نہین۔ بلکہ محض ربط ہوگیا تہا جس کا یہ لازمی نتیجہ تہا کہ طبع اول کی بیشتر غلطیان باقی رہ گئین اور طبع دوم مین بکثرت جدید غلطیان پیدا ہوئین چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی لئے انہون نے خود بعد تصحیح بھی دوسرون کو غلطیون کو ظاہر کرنے اور کتاب کو صحیح کرلینے کی ہدایت کردی۔

چودھوین باب کی غلطیان

یون تو ستیارتھ پرکاش کے ہر باب کا ایک ایک ورق غلطیون سے اسطرح معمور ہی کہ یکجا کرنے پر غالباً اس کا غلطنامہ کتاب کی ضخامت سے کم نہ ہوگا۔ مگر یہ باب خاص طور پر ایک تو اِسلئے قابل لحاظ ہی کہ سوامی جی اس کے دیباچہ ضمنی مین لکھتے ہین (اس مین اگر کچھ خلاف لکھا گیا ہو تو شریف لوگ ظاہر کردین۔ اس کے بعد اگر مناسب ہوگا تو وہ مانا جائیگا۔ صفحہ ۶۵۸) اور خاتمہ مین فرماتے ہین (اگر کہین غلط فہمی سے کچھ لکھا گیا ہو تو اس کو صحیح کرلیوین۔ صفحہ ۷۴۸)۔ دوسرے اس لئے لائق توجہ ہی کہ اس مین ہمارے قرآن پر حملہ اور اس کی آیتون کا غلط ترجمہ کیا گیا ہی۔

گو ہمین آریہ سماج سے اس کے اصلاح کی امید نہین کیونکہ غلطی ظاہر کرنے پر بھی ان کے گرو تسلیم و تصحیح مین "اگر مگر" لکھ گئے ہین تاہم اپنی شرافت یہ ہی کہ ہم ان کی غلطی پر ان کو متنبہ کرتے ہین۔

وما توفیقی الا باللہ ؞

غلطی کی قسمین

قرآن کی آیت اور اس کے ترجمہ کے متعلق آریہ ناقل اور مترجم نے ہر قسم کی غلطی کی ہی۔ لیکن نقل آیت مین ناقل کی غلطی چونکہ سامنے قرآن رکھکر ہر شخص بآسانی معلوم کرسکتا ہی اس لئے صرف ترجمہ کے متعلق سوامی جی کی غلطیان قابل اظہار ہین جو کئی قسم کی ہین۔ مثلاً

(۱) آیت مین جو حرف لفظ جملہ ہے اُس کا غلط ترجمہ۔
(۲) آیت مین جو حرف لفظ جملہ نہین ہے اس کے ترجمہ کا اپنی طرف سے اضافہ۔
(۳) آیت سے متعلق ماقبل و مابعد کو چھوڑ کر صرف درمیانی فقرہ کا ترجمہ۔
(۴) درمیانی فقرہ کو چھوڑ کر محض اس کے متعلق ماقبل و مابعد کا ترجمہ۔
(۵) دو جگہ کی دو مختلف آیتون کو ملا کر ایک سلسلہ مین اس کا ترجمہ۔
(۶) آیت مین جو مضمون نہین ہی، سوال مین اس کا اپنی طرف سے اضافہ۔
(۷) آیت مین جو مضمون ہی، سوال مین اس کا انکار۔
(۸) زبان کی غلطی۔

چنانچہ آئندہ اوراق مین بقید سورت یہ ہر قسم کی غلطیان آتی ہین۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

سُورۃ الفاتحہ

نمبر ۲[ط۱]۔ خداوند دن انصاف کا۔ تجھ ہی کو عبادت کرتے ہین ہم۔ اور تجھ ہی سی مدد چاہتے ہین ہم۔ دکھا ہمکو راہ سیدھا۔ (۱)[ط۲] آیت اور ترجمہ مین یہ نہین ہی کہ خدا قیامت کے سوا اور کبھی انصاف نہیں کرتا۔ لیکن سوامی جی اس غیر موجود مضمون پر بھی فرماتے ہین (کیا خدا ہمیشہ انصاف نہین کرتا۔ کسی خاص دن انصاف کرتا ہے۔ یہ تو بڑے اندھیر کی بات ہی۔) ۱[ط۳]

(۲) آیت و ترجمہ مین خدا سے طلب کے لئی حصر اور غیر خدا سے طلب مدد کی نفی ہی لیکن سوامی جی نے سوال مین یہ فرما کر (اور اس سی مدد چاہنا تو ٹھیک ہی) اس کو غائب کر دیا۔ ۲

(۳) آیت و ترجمہ مین یہ نہین ہے کہ خدا سے بری بات مین بھی مدد مانگنا چاہیے۔ مگر سوامی جی سوال مین غیر موجود مضمون کی بابت بھی فرماتے ہین (کیا بری بات مین بھی مدد کا چاہنا درست ہی؟) ۳

ط۱ یہ نمبر و ترجمہ سوامی جی کا ہے۔ مین نے وہی نمبر اور وہی عبارت ترجمہ نقل کی ہی جسکی ضرورت تھی کیونکہ مقصود غلطی کا اظہار ہی نہ کہ سوال کا جواب ۱۲ ط۲ یہ نمبر سوامی جی کے غلطیون کا مین نے قائم کیا ہی ۱۲ ط۳ یہ غلطیون کا نمبر سلسلہ ہے ۱۲ منہ ۱۲

(۴) اردو زبان مین "راہ" مونث ہی لیکن سوامی جی نے اسکو ترجمہ مین مذکر لکھا ہی۔ ۴

نمبر ۴۔ راہ ان لوگون کی کہ جن پر فضل کیا تو نے۔ ان کا راہ مت دکھا کہ جن کے اوپر تو نے غصہ کیا اور نہ گمراہون کا راستہ دکھا۔

(۱) ترجمہ کے فقرہ "ان کا راہ مت دکھا" مین مونث راہ کو مذکر لکھا ہی۔ ۵

(۲) آیت مین یہ ذکر بھی نہین ہی کہ خدا بلا سبب رحم و غضب کرتا یا بلا وجہ رنج و راحت دیتا ہی۔ مگر سوامی جی اسی غیر مذکور امر پر سوال مین بڑے دریدہ دہنی سے خامہ فرسائی فرماتے ہین۔ ۶

سورۃ البقرہ

نمبر ۵ یہ کتاب کہ جس مین شک نہین۔ پرہیزگارون کو راہ دکھلاتی ہے۔ جو کہ ایمان لاتے ہین ساتھ غیب کے اور قائم رکھتے ہین نماز کو اور اس چیز سے کہ جو ہم نے دی ان کو خرچ کرتے ہین اور وے لوگ جو اس کتاب پر ایمان لاتے ہین جو اتاری گی تیری طرف یا تجھ سے پہلے اتاری گئی اور یقین قیامت پر رکھتے ہین۔ یہ لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر ہین اور وے ہی چھٹکارا پانے والے ہین۔ حقیقت کہ جو لوگ کافر ہوئے ان پر تیرا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے وے ایمان نہ لاوین گے۔ مہر کی اللہ نے ان کے دلون پر اور کانون پر ان کی آنکھون پر پردہ ہے اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہی۔

(۱) فقرہ "جو اتاری گئی تیری طرف یا تجھ سے پہلے" مین واو عاطفہ کا ترجمہ بجائے (اور) کے (یا) کیا ہے اس سے معنی مین جو خرابی پیدا ہو گئی وہ خلاف آیت اور اہل فہم پر ظاہر ہے۔ ۷

(۲) اولٰئك علی ھدی من ربھم مین حصر ہے کہ یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہین، جس کو سوامی جی نے ترجمہ مین غائب کر دیا۔ ۸

(۳) ءانذرتھم ام لم تنذرھم مین دو غلطی کی (ایک) ام کا ترجمہ نہین کیا (دوسرے) فعل کا معنی مصدری کیا ہے۔ ۹ و ۱۰ (۴) وعلی ابصارھم کے واو عاطفہ کا معنی اڑا کر ترجمہ بھونڈا کر دیا ہے۔ ۱۱

(۵) آیت مین نہ اس کا وجود ہی کہ قرآن گمراہون کو راہ نہین دکھلا سکتا۔

(۶) نہ اس کا پتہ ہی کہ خدا بلا گناہ و ثواب اور بدون محنت اپنی خزانہ سے خرچ کرنے کو دیتا ہی - ۱۳

(۷) نہ اس کا ذکر ہے کہ قیامت کے سوا اور کسی چیز پر یقین نہ رکہنا چاہیئے - ۱۴

(۸) نہ یہ کہا گیا ہی کہ مسلمانون مین کوئی گنہگار نہین ہی - ۱۵

(۹) نہ یہ مذکور ہی کہ بدکار عیسائی اور مسلمان نجات پائین گے - ۱۶

(۱۰) نہ یہی ہی کہ خدا کے مہر کرنے سے لوگ گناہ کرتے ہین مگر سوامی جی کے سوال کی ساری عبارت انہین غیر موجود فی الایت مضامین پر اعتراض سے بھری ہوئی ہی - ۱۷

نمبر ۶ - ان کے دلون مین بیماری ہی - اللہ نے ان کی بیماری بڑھادی :-

(۱) فزاد کے ف کا ترجمہ اڑادیا - ۱۸

(۲) آیت کا آخری فقرہ (ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون) کا ترجمہ (اور ان کے لیے دردناک عذاب ہی اس لئے کہ وہ امر حق کی تکذیب کرتے تھے) جو سوامی جی کے سوال کا جواب تہا اور جس سے آیت کا پورا مطلب واضح ہوتا ہی غائب کردیا - ۱۹

نمبر ۸ - اگر تم اس کلام سے شک مین ہو جو ہم نے اپنی پیغمبر کے اوپر اُتاری تو اس کی سی ایک سورۃ لے آؤ اور شاہدون اپنی کو پکارو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے - پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرسکوگے اس آگ سی ڈرو کہ جس کا ایندھن مین آدمی اور پتھر اور جو طیار کئے گئے ہین واسطے کافرون کے :-

(۱) فاتقوا کی ف کا ترجمہ غائب کردیا - ۲۰

(۲) اعدت کے شروع مین نہ واؤ عاطفہ ہی نہ مائے موصولہ مگر سوامی جی نے ترجمہ مین ہر دو کو اپنی طرف سے بڑھادیا - ۲۱ - ۲۲

(۳) کلام مذکر ہے جسکو (اتاری) لکھکر مؤنث بنادیا - ۲۳

(۴) عبد کا معنی بندہ ہی - لیکن سوامی جی نے اس کا ترجمہ پیغمبر کیا ہی - ۲۴

(۵) آیت مین گو یہ نہین ہی کہ "دُنیا کی آگ سی نہ ڈرنا چاہیئے" مگر سوامی جی نے پیدا کرکے اسپر اعتراض جڑ دیا - ۲۵

نمبر ۹ - اور خوشخبری دی ان لوگون کو جو کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے یہ کہ واسطے ان کے بہشتین ہین چلتی ہین نیچے ان کے نہرین جب دے جاوین گے اس مین سے میوون کا رزق - کہین گے یہ وہ چیزین ہین جو ہم کو پہلے دی گئی تہین - اور واسطے ان کے بیویان ہین ستھری اور ہمیشہ ہی ان کا وہان رہنا -

(۱) انّ لھم جنّٰت مین ان کا ترجمہ چھوڑ دیا - ۲۶

(۲) ثمرۃ مفرد ہی لیکن سوامی جی نے اس کی جمع ثمرات کا ترجمہ کیا ہی - ۲۷

(۳) ولھم فیھا ازواج مین فیہا کا ترجمہ اڑادیا - ۲۸

(۴) ضمیر ھم جمع مذکر کا مرجع ازواج کو قرار دیا - ۲۹

(۵) جنت مین کھانیکو پھل بھی ملیگا لیکن سوامی جی کے ترجمہ سے دو غلط باتین کہ جو آیت مین نہین ہین ظاہر ہوتی ہین (ایک) جنۃ مین صرف پھل کھانے کو ملیگا (دوسرے) وہ دنیا ہی کے پھل ہونگے - ۳۰ و ۳۱

(۶) آیت کا درمیانی فقرہ واتوابہ متشابھا کا ترجمہ چھوڑ دیا جس سے مطلب خبط ہوگیا - ۳۲

(۷) آیت مین یہ نہین ہی کہ جنّت مین عورتین ہمیشہ رہتی ہین - ۳۳

(۸) نہ یہ ہی کہ خدا وہان مردون سی زیادہ عورتون کی عزت و محبت کرتا ہی - لیکن سوال کی عبارت انہین غیر مذکور امر پر اعتراض سے مزین ہی - ۳۴

نمبر ۱۰ - آدم کو سارے نام سکھائے پھر فرشتون کے سامنے کرکے کہا جو تم سچے ہو مجھے ان کے نام بتلاؤ - کہا اے آدم بتادے ان کو نام ان کے - پس جب بتادئے ان کے نام (تو خدا نے فرشتون سے) کہا کہ کیا مین نے تم سے نہ کہا تہا کہ تحقیق مین زمین اور آسمان کی چھپی چیزین اور ظاہر اور چھپے اعمالون کو جانتا ہون -

(۱) ثم عرضھم مین ثمّ کا ترجمہ چھوڑ دیا - ۳۵

(۲) فقال مین فَ ہی لیکن سوامی جی نے اپنی طرف سے بجائے ف کے ما موصولہ کا ترجمہ کردیا - ۳۶

(۳) درمیان کی ایک متعلق اور ضروری آیت قالوا سبحانک لا علم لنا الایۃ کا ترجمہ اڑادیا - ۳۷

(۴) آیت مین سمٰوٰت (آسمانون) جمع ہی مگر ترجمہ مین اسکو مفرد سماء (آسمان) بنادیا ہی - ۳۸

(۵) واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون کے ترجمہ مین کئی غلطی ہی (ایک) اعلم کا ترجمہ اڑادیا - (دوسرے) دو ما کا ترجمہ ہضم کرگئے (تیسرے) تبدون (چوتھے) تکتمون صیغہ جمع حاضر کا ہی جس کا

ترجمہ (ظاہر اور چھپے) غلط کر دیا۔ (پانچوین) آیت مین عموم ہی جسمین عقیدہ و عمل دونون داخل ہی مگر سوامی جی نے اپنی طرف سے عمل کی تخصیص کر دی (چھٹے) عمل کی جمع اعمال ہی لیکن سوامی جی نے اسکی جمع یا جمع الجمع اعمالون نمعلوم کس قاعدہ سے لکھدی۔ ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴

نمبر (۱۱)۔ پھر شیطان نے نہ مانا اور تکبر کیا کیونکہ وہ بھی ایک کافر تھا۔

(۱) ابی کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۴۵
(۲) آیت مین (ایک) کیونکہ (دوسرے) بھی (تیسرے) ایک کیلئے کوئی لفظ نہین۔ ترجمہ مین سوامی جی نے اس کو اپنی طرف سے بڑہا دیا۔ ۴۶ و ۴۷ و ۴۸
(۳) من الکافرین۔ سے مِن کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۴۹
(۴) شروع آیت کے فقرہ واذ قلنا مین سے واو کا ترجمہ بھی ہضم کر گئے۔ ۵۰

نمبر ۱۲۔ اور کہا ہم نے ای آدم تو اور تیری جورو بہشت مین رہکر کھاؤ تم بافراغت جہان چاہو پھر مت نزدیک جاؤ اس درخت کے گنہگار ہو جاؤ گے۔ شیطان نے ان کو گمراہ کیا اور ان کو بہشت کی عیش سے کھو دیا۔ تب ہم نے کہا کہ اترو بعضے تمھارے مین بعض کے دشمن ہین اور تمہارا ٹھکانہ زمین پر ہے اور ایک وقت تک فائدہ ہی۔ پس سیکھہ لین آدم نے پروردگار اپنے سے کچھ باتین۔ پس وہ زمین پر آگیا

(۱) وکلا منہا رغدا حیث شئتما مین کئی غلطی ہی (ایک) واو کا (دوسرے) منہا کا ترجمہ اڑا دیا (تیسرے) کلا تثنیہ کا صیغہ ہی جس کا ترجمہ (تم) غلط ہی (چوتھے) رغدا کا بھی (پھرو) ترجمہ غلط ہی۔ ۵۱ و ۵۲ و ۵۳ و ۵۴۔
(۲) ازل کا ترجمہ (گمراہ کر دیا) نہ معلوم کہان سے کر دیا۔ ۵۵
(۳) ف کا ترجمہ (اور) غلط ہی۔ ۵۶
(۴) عنہا کا ترجمہ اڑا دیا۔ ۵۷
(۵) فاخرجہما کا نافیہ کا یہ ترجمہ (اوران کو بہشت کی عیش سی کھو دیا) بالکل غلط ہی۔ اسمین (ایک) ف کا ترجمہ (اور) نیز (دوسرے) اخرج کا ترجمہ (کھو دیا) کر دیا ہی۔ ۵۸ و ۵۹ (باقی)

یا محض ایک بیکار سی بات کے لئے کسی ہمسایہ کی مرہون منت نہین، اور صرف اللہ تعالیٰ ہی نہین بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نعوذ باللہ اس ظلم سے بری نہین ہو سکتے کیونکہ حضور نے بھی خاص طور سے بغیر چادر اوڑھے باہر نکلنے کو منع فرمایا ہی اور یہان تک فرما دیا ہی کہ اگر کسی عورت کے پاس چادر نہو اور اس کو باہر نکلنے کی ضرورت لاحق ہو تو دوسری عورت کو جس کے پاس چادر ہو چاہیے کہ اُس کو اپنی چادر مین شریک کرلے۔ پس آپ کے اس فرمانے سے کہ "اللہ تعالےٰ نے یہ نہین فرمایا کہ چہرے و بدن کو اس طرح چھپا لو کہ الخ" یہ بات پوری طور پر ثابت ہوگئی کہ اسلام مین حد سے زیادہ تنگی اور دشواری ہی۔ اس طرح آپ نے اسلام کی بیشل خدمت انجام دی۔ کیون نہ ہو۔ ع

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

جواب نمبر ۳ ۔ جوابات نمبر ۱ و ۲ سے پوری طور پر ثابت ہو گیا ہی کہ محض چادر اوڑھنا مراد نہین ہے بلکہ چادر سے سارا بدن معہ چہرہ چھپا لینا مراد ہی اور یہ کہ چہرے کا انکشاف ہی اصل باعث آزار دہی ہے۔ اور ہم نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ چادر کو محض ذریعۂ شناخت مقرر کرنے سے اللہ تعالیٰ اور رسولؐ پر ایک بڑا الزام عاید ہوتا ہے۔ پس اب آپ کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں کہ "چادر اوڑہنے سے شرفا کی بہو، بیٹیون اور لونڈیوں مین شناخت ہو جاوے گی" بلکہ آپ کو یہ کہنا چاہیے کہ چادرون سے چہرہ و بدن چھپا کر نکلنے سے شرفا کی بہو بیٹیون اور لونڈیون مین شناخت ہو جایا کرے گی۔" اور ہم اپنے اس قول کی تصدیق کے لئے زمانہ جاہلیت کے مشہور شعرا مثلاً ربیع بن زیاد، سبرۃ بن عمر اور نابغہ ذبیانی کے بعض اشعار بھی پیش کر سکتے ہین جن کے پڑہنے سے آپ کو تاریخی حیثیت سے بھی یہ متحقق ہو جاوے گا کہ چہرہ چھپا کر نکلنا شرفا کے درمیان زمانہ جاہلیت مین بھی رائج تھا۔ اور نقاب ہی ایک ایسی شے تھی جس کو شریف عورت اور لونڈی کے درمیان باعث امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ مگر مدینے مین یہودیون سے میل جول ہو جانے کے باعث یہ نشان امتیازی رفتہ رفتہ نیست و نابود ہو چلا تھا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے

ذریعے سے اس کو از سرِ نو زندہ کرنے کا حکم فرمایا اور فتنۂ آزار دہی سے بچانیکا ایک ذریعہ قرار دیا۔ علاوہ اس کے الفاظ "ان یعرفن" بھی مطلق طور پر استعمال ہوئے ہین جس سے نہ صرف یہ مراد ہی کہ لونڈیون اور بیویون مین شناخت ہوجاوے گی بلکہ جیسا کہ ہم نے شروع مین آیت ہذا کی تشریح کرتے ہوئے اشارہ کیا ہے یہ بھی مُراد ہی کہ اس امر کی بھی شناخت ہوجاوے گی کہ یہ باعصمت عورتین ہین اپنے آپ کو سر سے پیر تک پوشیدہ کئے ہوئے ہین۔ ان ہی کی شان مین آیت حجاب نازل ہوئی ہے۔ یہ خود کو دکھانا نہین چاہتین اور جب یہ شناخت ہوجاوے گی تو طماعین کے قلوب مین آزار دہی کی جُرأت نہ پیدا ہوسکے گی۔

جواب نمبر ۴۔ اس کا جواب تو معترض صاحب کو اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنا چاہیئے کہ انہون نے ازواج مطہرات، بنات مقدسات اور دیگر نساء المومنین کے ساتھ لونڈیون کو بھی کیون نہ شامل کرلیا اور کیون جملہ آیات متعلقہ پردہ خصوصیت کے ساتھ حرائر کی شان مین نازل کین۔ اور اسی طرح علی سبیل الترقی لونڈیون اور بیویون کے حقوق مین فی الجملہ مساوات کیون نہ رکھی حالانکہ لونڈیان بھی مسلمان ہی تھین۔ ہم تو صرف اسی قدر جانتے ہین کہ بموجب احکام شریعت جنکا آیات واحادیث ہی سے اِستخراج ہوا ہے لونڈیون کو چہرہ اور سر وغیرہ چُھپانا واجب نہین نہ اس لئے کہ اُن کے یہ اعضا چھپانے کی چیز نہین۔ (کیونکہ المرأة عورة مین مطلق عورت کو پردے کی چیز بتایا گیا ہی اور عقلاً بھی مرغوب فیہ ہونے مین مشترک ہی) بلکہ صرف اِس وجہ سے کہ چونکہ اُن کی ضرورت آزاد عورت کی ضرورت سے اور اُن کے منصبی خدمات مین اُن کا مُنہ وغیرہ چھپانا مخلل انداز ہوتا اس لئے اُن کے اعضائے مکشوفہ کا عدد بھی کچھ زیادہ ہی ہونا چاہیئے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ نے اِس آیت سے بعد والی آیت مین منافقین کو کافی دہمکی دیکر کہ اگر وہ باز نہ آئے تو قتل کئے جاوینگے اور خارج از بلد کردیئے جاوینگے لونڈیون کی حفاظت کا بھی پورا پورا انتظام کردیا ہے۔ پس جہان کہین اِسلامی سلطنت ہوگی اور لونڈیون کا وجود ہوگا وہان

یہ دہمکی بھی شرعی تعزیر کی صورت مین ضرور موجود ہوگی۔ لہٰذا اس آیت مین لونڈیون کی حفاظت کا تو یہ انتظام ہوا اور جوان اور میانہ عمر آزاد عورتون کی حفاظت کا چہرہ چھپاکر نکلنے کا حکم دینے سے انتظام ہوگیا۔ اور معترض صاحب کا یہ فرمانا بھی کہ "لونڈیان بھی تو مسلمان ہی تھین"۔ فی الجملہ واقعیت پر مبنی نہین کیونکہ لونڈیان کافر بھی ہوا کرتی تھین اور اُن کو مسلمان ہونے پر مجبور نہین کیا جاتا تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ آخر مین اکثر اسلام کی حقانیت پر غور کرکے وہ خود بخود خوشی سے مسلمان ہوجایا کرتی تھین اور اُس کے بعد عام طور پر بہت جلد آزاد کردی جایا کرتی تھین۔

جواب نمبر ۵۔ یہ مسلّمہ ہی کہ فتنۂ آزار دہی فتنۂ شہوت کا ایک جزو ہے اور باہر نکلنے کی حالت مین فتنۂ شہوت کا قریب قریب مکمّل انسداد ظاہر ہے کہ سوائے چہرہ چھپاکر نکلنے کے اور کسی حالت مین نہین ہوسکتا۔ پس چہرہ چھپانا ہی محض ایک ایسی شناخت ٹھہری جو طماعین کے قلوب مین جسارت پیدا کرنے اور اِس طرح آزار دینے کی مانع ہوسکتی ہے۔ دلیل کے لئے دیگر نصوص قرآنیہ متعلقہ پردہ کے علل وآثار کو غور سے ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ یہ حکم اُن پر منطبق ہے یا نہین۔ علاوہ اِس کے کسی ایسے طریقۂ علاج کو جو کسی فرد یا جماعت کے اہواء وظنون پر مبنی ہو کسی منصوص طریقۂ علاج کے مقابلہ مین پیش کرنا بجائے خود خسر الدنیا والآخرہ ہونے کا ثبوت ہی۔ اس بات کو ہر ایک مسلمان جس مین ذرا بھی قوت ایمانیہ موجود ہے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔۵

۵ اس موقع پر غالباً یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ زمانۂ موجودہ کے ایک روشن خیال (؟) مفسر صاحب نے آیت ولایبدین زینتھن، الاما ظہر منہا کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرمایا ہی کہ ہر ایک سوسائٹی مین زینت ظاہرہ کا معیار جُداگانہ ہی۔ لہٰذا ہر سوسائٹی اس بات کی مجاز ہی کہ اپنے رسم ورواج کے مطابق الاما ظہر منہا کی جو تفسیر چاہے کرے۔ اور اُس پر عمل پیرا ہو ہمارے معترض صاحب بھی اِن مفسر صاحب سے کچھ کم نہین ہین۔ بلکہ ایک درجہ آگے ہی بڑھے ہوئے ہین کیونکہ اگر ان مفسر صاحب نے احادیث متعلقہ تفسیر الاما ظہر منہا کو بے حقیقت سمجھکر اپنی رائے سے استصواب کیا تو معترض صاحب نے صاف صاف نص قرآنی کے اصلی معنون مین ایک نہایت بیجا اور نامناسب دخل اندازی کی۔ تہذیب جدید

جواب نمبر ۶۔ لونڈیون کا وجود اگر نہین ہی تو نہ سہی لیکن آزار دہی کا وجود تو باقی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آزار دہی کے مواقع پر آزاد عورتون کو چہرہ چھپا کر نکلنے کا حکم دیا گیا تھا لہٰذا یہ حکم اب بھی برقرار رہنا چاہیے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہی کہ لونڈیون کو جو چہرہ کھول کر نکلتی تھین اللہ تعالیٰ نے منافقین کے رحم وکرم پر نہین چھوڑا تھا بلکہ جیساکہ ہم نے لکھا ہی ایک دوسری آیت مین اُن کو کافی دہمکی دیدی تھی۔ اب اگر لونڈیون کا وجود نہین ہے تو اس دہمکی کا وجود بھی تو نہین ہی۔ پس نظر بحالتِ موجودہ چہرہ چھپانے کی اہمیت اور ضرورت پہلے سے کہین زیادہ ہوگئی ہے۔

جواب نمبر ۷۔ یہ صحیح ہے کہ منافقین اب یہ بہانہ نہین کرسکتے کہ ہم نے لونڈی جانکر چھیڑا تھا مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ منافقین کوئی اور بہانہ بھی نہین کرسکتے یا دوسرے کثیر التعداد ذرایع آزار دہی کے اختیار نہین کرسکتے۔ لہٰذا جب یہ مان لیا گیا کہ چہرہ کھولنا فتنۂ شہوت کا محرک ہے اور فتنۂ شہوت مع اپنے جزو لازمی فتنۂ آزار دہی کے ہنوز باقی ہے تو پھر ایسی صورت مین چہرہ کھول کر باہر نکلنا کیونکر جائز قرار دیا جاسکتا ہی۔ دوسرے کلام مجید مین کثرت سے ایسی آیتین موجود ہین جو خاص مواقع پر کسی خاص فرد یا جماعت کو مخاطب کرکے ارشاد فرمائی گئی ہین ہمارا فرض یہ ہی کہ اُسی قسم کے مواقع پر ان احکام پر عمل کرین۔ اب اگر آپ کو یہ منظور نہین تو ہمارے خیال مین آپ ایک بہت بڑا کام انجام دین گے اگر آپ اس قسم کی جملہ آیات کو حذف کرکے ایک مختصر قرآن کی تالیف فرمادین گے۔ اس بات کے ہم ذمہ دار ہین کہ آپ کو آپ کے اس مختصر صحیفۂ آسمانی پر عمل کرنیوالے جدید تعلیم یافتہ اور مغربیت نواز جماعت مین بکثرت ملین گے۔

جواب نمبر ۸۔ منافقین زمانہ حضورؐ مین اپنی خباثت باطنی سے عورتون کو دق کیا کرتے تھے وہ زمانہ بموجب ارشاد نبویؐ خیر القرون تھا۔ پس جب اس زمانہ مین بھی اسقدر فتنۂ وفسا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو آزاد عورتون اور حضرات ازواج مطہرات اور بنات مقدسات جیسی معظم ومحترم خواتین کی حفاظت کے لئے چہرہ چھپانے کا حکم دینا پڑا اور لونڈیون کی حفاظت بذریعہ شرعی تعزیر کی گئی اور نہ صرف یہ بلکہ بعد زمانۂ وصال نبوی صلعم صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو

عورتون کو مسجد جانے سے منع کرنا پڑا تو زمانۂ موجودہ جس کو ہم اُس کی بعض خصوصیات کی وجہ سے شر القرون سے تعبیر کرسکتے ہین جس مین شرعی تعزیر جس پر لونڈیون کی حفاظت کا دارومدار تھا مفقود ہی اور جس کو زمانہ حضورؐ سے کافی بعد بھی ہی کیونکر فتنۂ وفسا سے مامون ومصئون ہوگا۔

پس ان جملہ دلائل سے جو ہم نے اوپر دئے ہین یہ بات مثل روز روشن کے ثابت ہوگئی کہ جوان اور میانہ عمر عورتون کو بوجہ خوف فتنہ چہرہ چھپانا لازمی ہی۔ (اصول موضوعہ نمبر ۱۲)

چوتھی اور پانچوین آیت

یانساء النبی لستن کاحد من النساء ان تقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولاً معروفاہ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی واقمن الصلوۃ واٰتین الزکوۃ واطعن اللہ ورسولہ طانما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراہ (الاحزاب)

اے نبیؐ کی بیبیو تم معمولی عورتون کی طرح نہین ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم (نامحرم مردسے) بولنے مین (جبکہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعاً) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے جس کے قلب مین خرابی ہی۔ اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو۔ اور تم اپنے گھرون مین قرار سے رہو اور قدیم دستور جاہلیت کے موافق مت پھرو۔ اور تم نمازون کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ اور اللہ کا اور اُس کے رسولؐ کا کہنا مانو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہی کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو ہر طرح (ظاہراً وباطناً) پاک وصاف رکھے۔ (الاحزاب)

تفسیر

ابن ابی حاتم نے ام نائلہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ (گھر مین) آئے تو اپنی اُم ولد کو (یعنی وہ لونڈی جس کے مالک سے اولاد ہوگئی ہو) گھر مین نہین پایا۔ لوگون نے کہا کہ وہ مسجد گئی ہیں۔ جب وہ آئین تو اُن پر چلائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتون کو باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اُن کو حکم دیا ہی کہ اپنے گھرون کے اندر مقیّد رہین۔ اور نہ جنازے کے ساتھ جائین نہ مسجد جائین نہ جمعہ مین حاضر ہون۔ ان صحابی نے قرن فی بیوتکن کو عام قرار دیا ہے۔ اور کسی روایت مین

نظر سے نہین گذرا کہ حضرات ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے۔ گو اس مقام پر خطاب تو انہین کو ہے مگر علّت کے عموم سے حکم عام ہی جیسے اس کے آگے پیچھے کے صیغے "

ان ہر دو آیات مین گو خطاب حضرات ازواج مطہرات کو ہی لیکن محض اسی بنیاد پر اُن کو انہین کے لئے مخصوص کر دینا بہت بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ اگر ذرا غور سے دیکھا جاوے تو جملہ احکام جو ان آیات مین دے گئے ہین عام مومنات کے لئے بھی اُسیقدر ضروری ہین جسقدر حضرات ازواج مطہرات کے لئے۔ اِن احکام کی فہرست درج ذیل ہی "

(۱) اطاعت خُدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

(۲) ادائے نماز وزکوٰۃ۔ (۳) قرار بیوت و ترک تبرج۔

(۴) قول معروف۔ (۵) تکلم بغیر الخضوع "

نمبر ۱ و ۲ کی بابت تو کسی کو احتمال بھی نہین ہو سکتا کہ یہ محض ازواج مطہرات ہی کے لئے ہون پس اِن مین تو یہ حضرات اور عام مومنات دونون یکسان اور برابر ہوئین۔ اب یہ دیکھنا رہا کہ باقی تین احکام مین بھی خطاب عام ہی یا نہین۔ پہلے نمبر ۳ کو لے لیجئے یعنی قرار فی البیوت و ترک تبرج کو۔ تو اِس مین غور کرنے سے بھی خصوصیت کا احتمال نہین رہتا۔

"یہان قرن کے بعد اُس کی تتمیم کے لئے اُس کے مقابل ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ کو منع فرمایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ مقابلہ اس امر کو مقتضی ہی کہ عدم قرار سے روکنا منظور ہی اور اس عدم قرار کو تبرج جاہلیۃ سے تعبیر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عدم القرار مذموم ہونے مین مثل تبرج جاہلیۃ کے ہی۔ اور یہ یقینی ہے کہ یہ تتمہ ہی قرن کا اور تتمہ کسی شئے کا حکم مین اُسی شئے کے ہوتا ہے۔ اب اگر قرن کو خاص کہا جاوے گا تو ممانعت تبرج جاہلیۃ کی بھی خاص ہی ہو گی۔ حالانکہ کوئی متدین یا عاقل اس کا قایل نہین ہو سکتا کہ عام اُمّت کی بیبیون کو اظہار جاہلیۃ مباح یا جائز ہے جب یہ عام ہے اور قرن بوجہ ذی تتمہ ہونے کے گویا اُس کا عین ہے۔ پس قرن بھی عام ہو گا "

لہٰذا اس حکم مین بھی عام مومنات اُسی طرح شامل ہین جس طرح پہلے دو حکمون مین۔ اب حکم

یہ عبارت جو بین الواوین درج کیجا رہی ہے رسالہ القول الصواب سے نقل کی گئی ہے ص ۱۲۰

نمبر ۴ کو لیجئے یعنی قول معروف کو جس کے معنٰے یہ ہین کہ "صاف اور سیدھی بات کہو"۔ اس پر کسی مزید بحث کی نہ ضرورت ہی نہ گنجایش۔ ہر شخص جانتا ہی کہ یہ طریقہ نہ صرف ازواج مطہرات کے لئے ضروری ہی بلکہ عام مومنات کے لئے بھی یکسان ضروری ہے۔ اگر اس کو بھی خاص کہا جاویگا تو اس کے یہ معنی ہون گے کہ اللہ تعالیٰ کا مقصود عام مستورات کے بارے مین یہ ہے کہ وہ بول چال مین بجائے صاف اور سیدھی بات کے ٹیڑھی اور ترچھی بات کہا کرین۔ اگر یہ احکام کسی انسان کی جانب سے دے گئے ہوتے تو ہم اِس کو تھوڑی دیر کے لئے باور بھی کر لیتے کہ شاید اُس کا یہی مقصود ہو۔ مگر اللہ تعالےٰ سے اِس امر کی اُمید رکھنا کہ وہ اپنی بندیون کو بُری راہ پر لگانا چاہتے ہین بہت بڑی دلیری اور جُراُت کا کام ہی اور بالکل خلاف عقل ہے۔

حکم نمبر ۵ کی رو سے نرم لہجے مین گفتگو کرنے کا اذن نہین ہے۔ اگر اس حصۂ آیت کو سطحی نظر سے دیکھا جائے تو تھوڑی دیر کے لئے یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ شاید یہ حکم اظہارِ خودداری کے لئے ہو اور شاید ہمارے نو تعلیم یافتہ بھائیون ہی کا کہنا صحیح ہو۔ کیونکہ وہ اِس حکم کے متعلق یہی فرمایا کرتے ہین کہ اِس مین طریقۂ خودداری تعلیم کیا جا رہا ہے مگر نظر تعمّق سے ملاحظہ فرمائے تو آپ کو اِس حکم کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ ملین گے فیطمع الذی فی قلبہ مرضٌ جو اِس امر پر دلالت کر رہی ہین کہ اللہ تعالیٰ کی غرض طریقۂ خودداری سکھلانا نہین ہی بلکہ ایسے نرم لہجے سے گفتگو کی ممانعت ہے جس سے مخاطب مین میلانِ نفسانی پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ چنانچہ اس مین خود اللہ تعالےٰ ہی نے وہ حکمت بھی بتلا دی ہے جس کی غرض سے یہ حکم نازل ہوا ہے یعنی انسداد فتنۂ مکالمت۔ پس جب یہ حکمت ہم پر روشن ہو گئی تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جہان کہین یہ حکمت اور علّت ہو گی وہان یہ حکم بھی ضروری ہو گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ علّت عام مومنات مین بھی پائی جاتی ہے بلکہ بدرجہ اولیٰ کیونکہ ازواج مطہرات کو تو مسلمان مائین ہے سمجھتے تھے لہٰذا یہ حکم بھی صرف ازواج مطہرات کے لئے مخصوص نہین رہا۔

تقریر مندرجہ بالا سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ یہ احکام عام مومنات کے لئے بھی اُسیقدر

ضروری ہین جسقدر حضرات ازواج مطہرات کے لئے۔ اور یہ نتیجہ نکلا کہ جس طرح حکم نمبر ۵ کا منشاء انسداد فتنۂ مکالمت ہے اسیطرح حکم نمبر ۳ کا منشاء انسداد فتنۂ مخالطت ہی۔ اور یہ کہ جس طرح تکلم مع الخضوع سے طماعین کے قلوب مین ہوس پیدا ہو سکتی ہی اُسیطرح بلکہ اُس سے کہین زیادہ عدم قرار فی البیوت سے بھی اُسی قسم کی ہوس پیدا ہونے کا خوف ہی۔ کیونکہ آزادی سے باہر پھرنے کی صورت مین خواہ وہ جسم وچہرہ ڈھانک ہی کر کیون نہ ہو کوئی اس بات کا ذمہ پوری طور پر نہین لے سکتا کہ فتنۂ مخالطت سے پوری طور پر حفاظت ہو سکتی ہے۔ اور اس تقریر سے پوری طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ محض تکلم بغیر الخضوع فتنۂ شہوت کو (جس کے اجزا فتنۂ مکالمت۔ فتنۂ مخالطت اور فتنۂ ابصار وغیرہا ہین) نہین روک سکتا تھا ورنہ یہ حکم دیکر پھر قول معروف وقرار فی البیوت کا حکم نہ دیا جاتا۔

آگے چلکر دوسری آیت کے آخر مین ایک اور علت بھی بتلائی گئی ہی جو پانچون احکام پر بدرجہ مساوی حاوی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہین کہ اُن کا منشاء ان احکام کے ذریعے سے رجس (ناپاکی) دور کر دینے کا ہی جس سے معلوم ہوا کہ ان احکام کے خلاف عمل کرنے سے ناپاکی کا اندیشہ ہے۔ پس جب ان جملہ احکام کے خلاف عمل کرنے سے ناپاکی ہوتی ہی تو اُس کے جزو یعنی قرار فی البیوت

ہ ۵ ہمارے وہی مفسر صاحب جن کا تذکرہ ہم نوٹ متعلقہ صفحہ ۱۱ مین کر چکے ہین لفظ "رجس" کے محدود معنی لیکر فرماتے ہین کہ یہان پر اللہ تعالیٰ کا منشاء صرف ایک خاص ناپاکی دور کر دینے کا ہی جو دنیاوی دولت کی خواہش سے پیدا ہوتی ہی اور جس کا تذکرہ ازواج مطہرات کے بارے مین اللہ تعالیٰ نے ایک آیت مین جو آیت ہذا سے کچھ پہلے ہی کیا ہی۔ ہم اس کا فیصلہ ناظرین کی انصاف پسندی پر چھوڑتے ہین کہ ان حضرات کا یہ فرمانا کہان تک صحیح ہی۔ ہمین اس سے انکار نہین کہ دنیاوی دولت کی خواہش بھی انسان کے دل مین ناپاکی پیدا کر سکتی ہی لیکن کیا اُن احکام پر عمل نکرنا جو اس آیت مین بیان فرمائے گئے ہین اور تقویٰ حاصل نہ کرنا جو ان احکام سے مقصود ہی قلب مین ناپاکی نہین پیدا کر سکتا؟ کیا زکوٰۃ نہ دینے سے مال ناپاک نہین ہو جاتا؟ اور کیا غیر مزکّے مال استعمال کرنا قلب مین ناپاکی نہین پیدا کر سکتا؟ اور اسیطرح کیا نماز نہ پڑھنا۔ گھرون سے باہر پھرنا جس کے ذریعے سے اجانب سے اختلاط پیدا ہونے کا احتمال و اندیشہ ہو اور خدا اور رسول کا حکم نہ ماننا دلون کو ناپاک نہین کرتا؟ پس جب یہ سب باتین ناپاکی پیدا کرتی ہین اور ضرور کرتی ہین اور ان سب باتون کے خلاف حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہین کہ "اے گھر والو! خدا چاہتا ہی کہ تم سے ناپاکی دور رکھے اور تم کو ظاہراً و باطناً پاک و صاف رکھے" تو کیا اس کا یہ مطلب نہین ہی کہ ان احکام پر عمل کرنے سے پاکی اور تقویٰ حاصل ہوگا اور اُن کے خلاف عمل کرنے سے ناپاکی ہوگی؟ اور یہی وجہ ہی کہ لفظ "رجس" ان احکام

خدا اپنے موصوف ہونے میں دوسرونکا محتاج ہوگا جو اُس کے موصوف بالذات ہونیکے سراسر خلاف ہے اسلئے کہ موصوف بالذات اُسکو کہتے ہیں کہ جو اپنے اتصاف میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

پادری سول اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر لکھتا ہی،

مقدس نوشتوں کی یہ تعلیم ہے کہ مادہ یا روح کی اصل خواہ کچھ ہی ہو لیکن مادی اور روحانی جہان خدا کی ہستی اور ازلی اور خود مختاری کے شرائط نہیں بلکہ اس کے نتیجہ ہیں الخ۔

(۲)

علاوہ ازیں اگر صفت کے قدیم ہونے سے متعلق کا بھی قدیم ہونا ضروری ہے تو پھر عالم کی ہر ہر چیز قدیم اور ازلی ہونی چاہیئے اسلئے صفت خالقیت اور مالکیت کا تعلق صرف ایک ہی شی سے نہیں ہے ہر ہر فرد ہر ہر ذرہ کے ساتھ ہے علیٰ ہذا موت اور حیات اور رزق وغیرہ بھی ازلی ہونی چاہئیں۔ غرض یہ کہ اس بنا پر کوئی شے قدم اور ازلیت سے باہر نہیں ہو سکتی وھو ظاھر البطلان۔

(۳)

نیز صفت خالقیت کا ظہور تو عالم کے مخلوق ہونے سے ہوگا یہ عجب طرح کی منطق ہی کہ صفت خالقیت کا ظہور مادہ اور روح کے غیر مخلوق اور ازلی ہونے سے ہو، صفت احیاء کا ظہور حیات کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے نہ کہ عدم حیات اور موت کے ذریعہ سے صفت اماتت کا ظہور موت کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے نہ کہ عدم موت کے ذریعہ سے ٹھیک اسیطرح شان خالقیت کا ظہور مخلوق اور حادث ہونے کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے نہ کہ قدیم اور ازلی ہونے سے۔ واللہ اعلم۔

(۴)

نیز یہ امر خلاف حکمت ہی کہ بعض صفات الٰہیہ کا اظہار ہو اور بعض کا نہ ہو، شان سمیعی اور بصیری کے اظہار کیلئے انسان کو سمع وبصر عطا فرمائی۔ اور شان علیمی اور خبیری کے ایک ادنیٰ تجلی سے انسان کو صاحب علم وخبر بنا دیا۔ مومنین مخلصین کو صفت رحم وکرم کا۔ عصاۃ مومنین کو صفت عفو ومغفرت کا۔ کافروں کو شان قہر وانتقام کا مورد اور تجلی گاہ بنایا۔

پس ضرور تھا کہ جسطرح شان سمیعی اور بصیری اور علیمی اور خبیری کا اظہار فرمایا اسی طرح شان احدیت وصمدیت۔ غناء۔ توحید یہ تمام صفات اور شئون معرض ظہور میں آئیں اور شان احدیت کا اظہار

صرف اسی طرح ہو سکتا ہی کہ صرف وہی ایک ذات موجود ہو اور باقی تمام کائنات پردۂ عدم میں مستور ہوں۔ پھر جب قدرۃ اور ارادہ اُن کے متعلق ہوا اسوقت یہ تمام معدومات پردۂ عدم سے نکلکر شان کن فیکون کے اظہار کیلئے معرض وجود میں آئیں۔ اور شان صمدیۃ اور استغناء کا ظہور صرف اس طرح ہو سکتا ہی کہ وہ علیم و قدیر اور وہ غنی مطلق اپنی ایجاد اپنی تخلیق اپنی تکوین میں کسی قسم کے اعانت اور امداد کا محتاج نہ ہو۔ محض اپنی قدرت اور ارادہ سے نیست کو ہست اور نابود کو بود کرتا ہو۔ لوہار اور بڑھی کی طرح اپنی تخلیق اور تکوین میں مادہ اور روح کا محتاج نہ ہو۔

(۵)

نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ایجاد تکوین اور ترکیب کے مفہوم میں کیا فرق ہے ایجاد اور تکوین کے معنی صرف یہ ہیں کہ کسی معدوم کو پردۂ عدم سے نکالکر مسند وجود پر بٹھلا دیا جائے اور ترکیب کے معنی صرف یہ ہیں کہ دو چیز ونکو آپس میں ملا دیا جائے۔ پس صفت ایجاد اور شان تکوینی کا ظہور صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ معدوم کو موجود اور نیست کو ہست کیا جائے۔ مادہ اور روح کے ملانے سے صرف شان ترکیب اور تصویر ظاہر ہو سکتی ہے۔ صفت ایجاد اور شان تکوینی کا ظہور نہیں ہو سکتا اس کی صفت فقط مصور ہی نہیں بلکہ وہ خالق اور باری ہے۔ ھُوَاللّٰہُ الخَالِقُ البَارِیُ المُصَوِّرُ

(۶)

نیز شان اولیۃ کا اظہار بھی صرف اسی طرح ہو سکتا ہی کہ صرف ابتداء میں وہی ایک ذات احد ہو اور کوئی نہ ہو ھوالاول وَالآخِر والظاھر والبَاطِن

(۷)

نیز شان احاطہ کا ظہور صرف اس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ تمام سلسلہ اُس کے احاطہ میں ہو۔ اس کے احاطہ سے باہر نہ ہو۔ اور احاطہ میں آجانے کے بعد پھر اُس شئے کو غیر متناہی اور غیر محدود ماننا سراسر خلاف عقل ہے:

قَالَ تَعَالٰی اَلَآ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطٌ اھ [آگاہ ہو جاؤ کہ حق تعالیٰ بے شک سب کو محیط ہے]

اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۹۴ باب ۱۲ سوال زیر عنوان،

(پرمیشور کے محیط کل ہونے کے دلائل)

اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۷ باب ۴۴ سوال کا جواب۔ (اور وہ بوجہ محیط کل ہونے کے)

اور بھومکا کے صفحہ ۵۲ پر ہے۔ (اس سے پہلے محیط کل پرمیشور تھا۔)

اور ستیارتھ کے صفحہ ۴۴۶ باب ۱۲ نمبر ۶۱ پر ہے۔ (جو محیط کل ہے)

اور ستیارتھ کے صفحہ ۴۴۴ باب ۱۲ نمبر ۵۳ پر ہے (ایشور محیط اور بے لوث ہے)

اور دوسری سطر میں ہے (کہ جو احاطہ میں ہے وہ محدود اور محاط ہے)

لہٰذا جب وہ محیط کل تمام عالم کو محیط ہے تو لامحالہ عالم محدود اور محاط ہوگا۔ غیر محدود اور غیر متناہی نہ ہوگا۔

پس خدا کو محیط کل ماننے کے بعد سلسلۂ عالم کو غیر محدود اور غیر محصور ماننا کھلا ہوا تناقض اور صریح اختلاف ہے

(۸)

نیز ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۹ باب ۵۰ سوال کے جواب میں ہی:

(پرمیشور اپنے کاموں میں خود مختار ہے۔)

اور اسی صفحہ کے ۵۱ سوال کے جواب میں ہے:

دنیا کو قائم رکھنا اور فنا کرنا اور سب کو انتظام میں رکھنا پرمیشور کے افعال ہیں۔ اھ

اور ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۴۴۶ باب ۱۲ نمبر ۵۹ سے ۶۲ تک خدا کے فاعل مختار ہونیکا مفصل تذکرہ ہے، اھ

اور ستیارتھ صفحہ ۲۰۳ باب پر ہی

۳۶۔ سوال۔ پرمیشور کے کان، آنکھ وغیرہ حواس نہیں تو پھر وہ حواس کے کام کسطرح کر سکتا ہی۔

جواب۔ یہ اپنشد کا قول ہے پرمیشور کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بناتا اور قابو میں رکھتا ہے۔

پاؤں نہیں لیکن محیط ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحب رفتار حرکت دینے والا ہی۔ آنکھ کا آنکھ نہیں لیکن سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہی کان نہیں لیکن سب کی باتیں سنتا ہے۔ حواس باطنی نہیں مگر تمام دنیا کو جانتا ہی وہ حواس کے بغیر اپنے سب کام اپنی طاقت سے کرتا ہی۔ اھ

اور ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۴ پر ۳۸ سوال کے جواب میں ہی:

جیسے مکان اور زمانہ میں فعل کرنا مناسب سمجھتا ہی اتنے ہی مکان اور زمان میں فعل کرتا ہے۔

اس سے نہ زیادہ نہ کم۔ کیونکہ وہ علیم ہے۔ اھ

عبارات بالا سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ عالم کا پیدا کرنا اور فنا کرنا حق تعالیٰ کا ایک اختیاری فعل ہے۔
اور فعل خواہ کسی قسم کا ہو کسی طرح قدیم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ فعل ایک خاص حرکت نام ہے کہ جو خاص وقت اور خاص مکان میں ہو۔

اور حرکت کے مفہوم ہی میں تجدد اور حدوث اور مسبوق بالغیر ہونا داخل ہے۔

نیز حرکت محرک سے مؤخر ہوتی ہے اور تمام حرکات کا سلسلہ محرک پر منتہی اور مختتم ہونا ضروری ہے۔ نیز فاعل مختار کا فعل ارادہ کے بعد ہوتا ہے اور جو شے کسی کے بعد ہو وہی حادث ہے پس خدا کا یہ فعل یعنی مادہ اور روح میں ترکیب اور ترتیب کس طرح قدیم اور ازلی ہو سکتا ہے۔ لامحالہ یہ تمام سلسلہ اُس کے ارادہ پر ختم ہو جائیگا۔ (ان ربک فعال لما یرید)

صِفاتِ مُتشابہات

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم خواندہ ایم

خدا کی ذات کو اپنی ذات پر اور اُس کی صفات کو اپنی صفات پر قیاس کرنا سخت نادانی ہے۔ ہر جگہ مخلوق کو بھی مخلوق پر قیاس نہیں کر سکتے۔ خالق تو درکنار پیشاب کو پیشاب پر بدبو میں قیاس کر سکتے ہیں مگر گلاب کو پیشاب پر قیاس نہیں کر سکتے۔ مردہ کو مردہ پر قیاس کر سکتے ہیں مگر زندہ کو مردہ پر قیاس نہیں کر سکتے۔ قیاس وہاں ہو سکتا ہے جہاں کسی قسم کی مشابہت ہو اور مخلوقات کو خدا سے بمثل سے کچھ بھی مشابہت نہیں۔ قال تعالیٰ،

لیس کمثلہ شیء۔ | کوئی شے اُس کے مثل نہیں۔

هل تعلم له سمیا وله المثل الاعلیٰ } کیا اُسکا کوئی ہم نام معلوم ہے بالا اور برتر شان اُسی کیلئے مخصوص ہے۔

اور اگر مخلوقات کو خالق کیساتھ وجود علم و قدرت حیات میں کچھ مشابہت ہے بھی تو برائے نام۔ زمین کی روشنی اور چمک کو آفتاب کی روشنی سے کیا نسبت۔ اگر ہے تو وہ برائے نام۔ سب جانتے ہیں کہ وہ آفتاب ہی کا فیض ہے۔ ورنہ زمین کی روشنی کجا اور نور آفتاب کجا۔ پس اُسکی حیات ہماری حیات کی طرح نہیں اور اُسکا سُننا اور دیکھنا اور کلام کرنا ہمارے سُننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کے مشابہ نہیں۔

وہ اپنے سننے اور دیکھنے اور ادراک اور علم میں جوارح کا محتاج نہیں اسکے علو کیلئے کوئی مکان اور جہۃ نہیں اُس کے نزول اجلال کیلئے کوئی حرکت نہیں۔ اُس کی رضا و غضب کے کوئی کیفیت نہیں۔
بہر حال اُس کی شان اعلیٰ اس سے برتر ہے کہ کبھی عقلی یا حسی شئ کو اُس پر قیاس کر سکیں لیکن تقریب الی الفہم کیلئے اُس کی شئوون اور صفات کو اُنہی کی زبان اور محاورات میں ذکر کیا جاتا ہے۔ ؎

علیٰ جہۃ التقریب للذهن اذ لنا
عقول علیها فهم ما لم یعسر

یعنی چونکہ اُس کی صفات اور شئوون کا سمجھنا بہت دشوار تھا اسلئے تقریب الی الاذہان کے لئے اس قسم کے محاورات استعمال میں لائے گئے۔ کما قال تعالیٰ،

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ ؕ

تمام ملتیں اور ادیان سماویہ اس پر متفق ہیں کہ خدا کی صفات کمال کو محاورات اور معروف الفاظ میں ذکر کیا جائے۔ تاکہ عام عقلیں خدا کو پہچان سکیں اور ساتھ ہی ساتھ لیس کمثلہ شیء سے بھی آگاہ کر دیا تاکہ خالق اور مخلوق میں کسی قسم کا قیاس نہ جاری کر سکیں اور زیادہ بحث و تفتیش میں نہ پڑیں۔ انسان اپنی محدود اور ناقص اور قلیل علم سے اُس خداوند قدوس کے بےکم و کیف اور بعید و بےپایاں ذات اور صفات کا تو درکنار اپنی ہی ذات کا پورا ادراک نہیں کر سکتا تمام حکماء ختم ہو گئے مگر جسم اور روح کی حقیقت آج تک نہ سمجھا سکے۔

ہاں اجمالی طور سے صرف اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ذات جامع کمالات ہے اور اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے بےمثل اور یکتا ہے۔ قال تعالیٰ،

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ولا یحیطون بشیء من علمه الا بما شاء
| اور نہیں دیا گیا تم کو کوئی حصہ علم کا مگر بہت ہی قلیل اُسکے علم میں سے کسی شے کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے۔"

اور اسی وجہ سے کہ خُدا کی ذات و صفات کے متعلق زیادہ بحث و تفتیش کرنا اُس کی کیفیتوں میں غور و خوض کرنا محض لاحاصل ہی نہیں بلکہ کج فہمی کی دلیل ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی اُمت کو حکم فرما دیا۔

تفکروا فی الخلق ولا تفکروا فی الخالق۔ | مخلوق میں فکر کرو خالق میں نہیں۔"

وان الی ربک المنتھی ولا فکرۃ فی الخالق | اللہ تک سب چیزیں ختم ہو جاتی ہیں خالق میں فکر نہ کرنا چاہیئے

اور اسی وجہ سے صحابۂ کرام کا تمام قرن اسیطرح سے گذرا کہ وہ خدا کی تمام صفات کمالیہ پر ایمان رکھتے تھے اور تنزیہ اور تقدیس کیلئے لیس کمثلہ شئ۔ پڑھ لیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان صفات کے ذکر کرنے سے مقصد صرف اسقدر ہی کہ ہم ان صفات کے ذریعے اپنی خالق کو پہچان سکیں۔ اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ہماری طرح آنکھ سے دیکھتا ہی اور کان سے سنتا ہی اسلئے کہ جسطرح اوسکی ذات بے چون وچگوں ہے اسی طرح اُس کی صفات اور شؤون بھی بے چون وچگون ہیں۔

اِستواءِ علی العرش

قَالَ تَعَالیٰ اَلرَّحمٰنُ عَلَی العَرشِ اسْتَوٰی (الآیۃ)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اُس کی ذات ہماری ذات اور اُس کی صفات ہماری صفات کے مشابہ اور مماثل نہیں یقیناً وہ علیم وخبیر سمیع وبصیر ہے مگر ہماری طرح نہیں۔ بدون مضغۂ لحم کے ادراک کرتا ہی اور بے کان کے سنتا ہے اور بے آنکھ کے دیکھتا ہی بدون زبان کے کلام کرتا ہی ہماری طرح ان اعضاء اور جوارح کا محتاج نہیں۔

واللہ الغنی وانتم الفقراء | اللہ ہر طرح بے نیاز ہے اور تم حاجتمند ہو

پس جسطرح وہ بغیر آنکھ اور کان کے سمیع وبصیر ہے ٹھیک اسیطرح وہ بغیر جہت اور مکان کے مستوی علی العرش بھی ہی، اگر بغیر آنکھ اور کان کے دیکھنا اور سننا ممکن ہی تو بغیر جہت اور مکان کے عرش پر مستوی ہونا بھی ممکن ہے اور جسطرح اُسکے علم اور سمع وبصر کی کیفیت حیطۂ عقل سے باہر ہی اسیطرح استواء علی العرش کی کیفیت بھی احاطۂ ادراک سے خارج ہے۔ چنانچہ امام مالک علیہ الرحمۃ سے جب استواء علی العرش کی کیفیت دریافت کی گئی تو یہ ارشاد فرمایا کیفُ غیرُ معقول الاستواء غیر مجھول والایمان بہ واجب والسؤال عنہ بدعۃ انتہی۔

یعنی اُس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی، نیز اُس کی ذات اور اُس کی تمام صفات کم وکیف سے منزہ اور پاک ہیں۔ لہذا جو شئے کہ کم وکیف سے پاک ہے اُس کی کیفیت دریافت کرنا سراسر غیر معقول ہے۔

اور عقل استواء علی العرش کی اگرچہ کیفیت اور حقیقت سے واقف نہیں مگر اتنا ضرور جانتی ہی کہ یہ ایک صفۃ کمال ہے کہ جسپر بلا تشبیہ کے ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہی جیسا کہ اُس کی علم وقدرت سمع وبصر پر بلا تشبیہ کے ایمان لانا حتمی اور لازمی ہے اور اس قسم کا سوال بدعت ہے کیونکہ ادیان سماویہ اور ملل الہیہ اور خیر القرون میں کبھی اس قسم کا سوال نہیں پیدا ہوا اسلئے کہ وہ سب جانتے تھے کہ یہ سب صفات کمال ہیں خدا کا ان کی ساتھہ موصوف ہونا لابدی ہے مگر ہماری طرح نہیں۔ لیس کمثلہ شئ۔

غالباً ہمارے اس بیان کے بعد استواء علی العرش کے بارہ میں کسی قسم کا شک نہ رہا ہوگا۔ اور اگر اب بھی کچھ خلجان باقی ہے تو ہم چند اکابر امت کی تحقیق آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں اگر خدا کے فضل اور اُس کی توفیق نے دستگیری فرمائی تو انشاء اللہ العزیز آپکو اطمینان ہو جائیگا۔

حُجۃُ الاسلام امام غزالی قدس اللہ سرہٗ

قُل لِمَن یَفْھَمُ عَنّی مَا اَقُول | اُتْرُكِ البَحثَ فَذا شَرحٌ یَطُول

جو شخص استواء علی العرش کی حقیقت سمجھنا چاہے اس سے کہدو کہ اس تفتیش کو چھوڑ دو۔ اس کی شرح بہت طویل ہے

ثَمَّ سِرٌّ غَامِضٌ مِن دُونِہ | قَصُرَت وَاللہِ اَعنَاقُ الفُحُول

یہ ایک سربستہ راز ہے جس کے سامنے بڑے بڑے علماء کے گردنیں خم ہیں

اَنتَ لَا تَعرِفُ اِیَّاكَ وَلَم | تَدرِ مَن اَنتَ وَلَا کَیفَ الوُصُول

اے مخاطب تو اپنی ہی حقیقت سے واقف نہیں کہ تو کون ہے اور کس طرح ہے

لَا وَلَا تَدرِی صِفَاتٍ رُکِّبَت | فِیكَ حَارَت فِی خَفَایَاھَا العُقُول

اور نہ اُن صفات کو جانتا ہی کہ جو تیرے میں پیوست ہیں ان کے اسرار ودقائق کے ادراک میں عقلیں حیران ہیں

اَینَ مِنكَ الرُّوحُ فِی جَوھَرِھَا | ھَل تَرَاھَا اَو تَرٰی کَیفَ تَجُول

بتلاؤ کہ روح کہاں ہے اور اُس کی کیا حقیقت ہے اور کیا اُس کو دیکھتے ہو اور کس طرح وہ حرکت کرتی ہے۔

سلہ مجانی الادب صفحہ ۴ جلد ۴ ومشارق الانوار صفحہ ۳۴۔

وکذا الانفاس ھل تحصرھا
لا ولا تدری متی عنک تزول

اور علی ہذا انفاس (سانس) کو کیا شمار کر سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ اور تم کو یہ معلوم کہ وہ تم سے کب علیحدہ ہونگے

این منک العقل والفہم اذا
غلب النوم فقل لی یاجہول

اور جب نیند غالب آتی ہے تو عقل و فہم کہاں چلے جاتے ہیں۔ بتلا اے نادان

انت اکل الخبز لا تعرفہ
کیف یجری منک ام کیف تبول

نہیں تو یہ ہی اچھی طرح معلوم نہیں کہ کس طرح کھانا اندر پہنچتا ہے اور کس طرح تمکو پیشاب آتا ہے

فاذا کانت طوایاک التی
بین جنبیک بما انت جہول

پس جبکہ تم اپنی انتڑیون ہی کی حقیقت اور کنہ سے بے خبر ہو

کیف تدری من علی العرش استوی
لا تقل کیف استوی کیف النزول

تو تم استواء علی العرش اور نزول الی السماء الدنیا کی کیفیت اور حقیقت کس طرح جان سکتے ہو

کیف یجلی لرب ام کیف یری
فلعمری لیس ذا الا فضول

خدا کی کیفیت کس طرح بیان ہو سکتی ہے اور کس طرح خدا دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ سب فضول باتین ہیں

فھو لا کیف ولا این لہ
وھو رب الکیف والکیف یحول

خدا تعالیٰ کیف اور این سب سے منزہ ہے اسلئے کہ وہ تو این اور کیف سب کا خالق اور رب ہے

وھو فوق الفوق لا فوق لہ
وھو فی کل النواحی لا یزول

وہ فوق الفوق ہے اور بالا و برتر ہے اُس کے اوپر کوئی نہیں وہی سب جگہ حاضر و ناظر ہے

جل ذاتا وصفاتا وعلا
وتعالی ربنا عما نقول

حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات مین اعلیٰ اور برتر ہے اور جو کچھ ہم کہتے ہین اس سب سے منزہ ہے

شیخ ابوطاہر قزوینی علیہ الرحمۃ

خداوند عالم نے کائنات عالم کو مختلف طبقات پر تقسیم کیا ہے، اول زمین اور پانی کا طبقہ ہے اور پھر کرۂ ہوا اور کرۂ نار ہے اور ان کے بعد سبع سموات اور سبع سموات کے بعد کرسی جلال۔ اور کرسی جلال پر عرش عظیم۔ عرش کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں۔ سب سرادقات جلال سو وہ عرش ہی

کے تابع ہیں۔ عرش سے جدا نہیں۔

(الحاصل)

کائنات عالم میں سے کوئی شے دائرہ عرش سے باہر نہیں۔ سبع سموات اور سبع ارضین سب کو عرش عظیم محیط ہے اس کے بعد کسی مخلوق کا ہونا نہ کسی عقلی دلیل سے ثابت ہے نہ کسی نقلی دلیل سے۔ غرضیکہ کائنات کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہو جاتا ہے۔ پس الرحمن علی العرش استوی کے یہ معنی ہیں کہ خداوند عالم کی تکوین اور تخلیق کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہو گیا اور کوئی مخلوق دائرہ عرش سے باہر نہیں۔

اور قرآن عزیز میں استوی کا لفظ ان معنی میں بکثرۃ مستعمل ہوا ہے قال تعالیٰ:

ولما بلغ اشدہ واستوی ای استتم شبابہ | جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ گیا اور اس کی جوانی ختم ہو گئی۔

کزرع اخرج شطأہ فازرہ فاستغلظ فاستوی ای استتم ذلک الزرع۔	جیسے کھیتی نے نکالا اپنی سوئی کو۔ پھر اس کو مضبوط کیا پس موٹا ہوا۔ پھر کھیتی مکمل ہو گئی۔

استوی کے اصلی معنی مساواۃ کے ہیں کما قال تعالیٰ۔

ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون	کیا اہل علم اور غیر اہل علم برابر ہو سکتے ہین۔

لیکن جب کوئی شئے اپنی نہایت اور کمال کو پہنچ جاتی ہے محاورۂ عرب میں اس کے لئے استوی کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اور استواء شمس اور استواء میزان اسی سے ماخوذ ہے۔ قال تعالیٰ:

فاذا استویت انت ومن معک۔	جب تم اور تمہارے ساتھی سوار ہو جائین تاکہ تم اس کی پشت
لتستووا علی ظہورہ۔	پر بیٹھ جاؤ۔
واستوت علی الجودی۔	جودی پر ٹھہر گئی۔
فسواھن سبع سموات ای کمل وتمم خلقھا۔ وقال تعالیٰ۔	خدا نے سات آسمان مکمل بنائے۔ پس جب مین اس کو
فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی۔	تام الخلقۃ بناؤن اور اس مین اپنی خاص روح ڈالدون۔
یا ایھا الانسان ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسواک فعدلک۔	اے انسان تجھ کو خدائے کریم کے بارہ مین کس نے دھوکہ دیا جس نے تجھ کو پیدا کیا اور درست اندام اور معتدل کیا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

٭٭ ٭ ٭ ٭ ٭٭

نیز خداوند عالم نے قرآن عزیز میں استوی علی العرش کو چھ جگہ ذکر فرمایا ہی اور ہر جگہ اُس سے قبل سبع و سمٰوات اور سبع ارضین کے تخلیق کا تذکرہ کیا ہی جس سے صاف یہ معلوم ہوتا ہی کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اُس خداوند عالم نے زمین اور زمان اور کون مکان سب کو پیدا فرمایا اور اپنی تکوین اور تخلیق کے سلسلہ کو عرش عظیم پر ختم کر دیا۔

(۱) قال تعالیٰ ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش (سورۂ اعراف)	بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے زمین و آسمان چھ دن میں بنائے اور پھر مستقر علی العرش ہوا۔ (سورۂ اعراف)
(۲) ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر (یونس)	یقیناً تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا ہی تمام کاموں کی (سورۂ یونس)
(۳) تنزیلاً ممن خلق الارض والسمٰوٰت العلی الرحمٰن علی العرش استوی لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وما بینہما وما تحت الثریٰ (سورۂ طٰہٰ)	یہ قرآن اس ذات کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ وہ بڑا مہربان ہے عرش پر قائم ہوا اور آسمان اور زمین کے اور اُن کے درمیان کے اور تحت الثریٰ کی تمام چیزیں اُسی کی ملک ہیں (سورۂ طٰہٰ)
(۴) الذی خلق السمٰوات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش (سورۂ فرقان)	اللہ ہی نے زمین اور آسمان کو اور ان کی درمیان کی چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورۂ فرقان)
(۵) اللہ الذی خلق السمٰوات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش (سورہ سجدہ)	اللہ ہی نے سبع سمٰوات اور سبع ارضین کو اور اُن کے مابین کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورۂ سجدہ)
(۶) ھو الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش۔ (سورۂ حدید)	اُسی نے چھ دن میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ (سورۂ حدید)

الحاصل سبع سمٰوات اور سبع ارضین کے بعد استوا علی العرش کو خصوصیت سے ذکر کرنا اسپر صاف دلالت کرتا ہی کہ الرحمٰن علی العرش استوی کے یہ معنی ہیں کہ خداوند عالم کے تخلیق اور تکوین کا سلسلہ عرش عظیم پر ختم ہو گیا۔

شیخ محی الدین ابن العربی قدس اللہ سرہ

تکوین عالم سے خداوند ذوالجلال کو حاشا اپنا کوئی ذاتی نفع اور نقصان مد نظر نہیں بلکہ مقصد یہ ہی کہ اپنی صفات کمال کے مظاہر پیدا کرے تاکہ مخلوق اپنی خالق کو ان مظاہر کے واسطے سے سمجھ سکے۔ ورنہ مخلوق کی کیا مجال کہ وہ اپنی خالق ذوالجلال کو بدون کسی مظہر یا تجلی کے سمجھ سکے۔ ۵

ولم یبق من شمس الوجود ونورھا	علی عالم الارواح شئ سوی القرص
ولیس تنال الذات فی غیر مظہر	ولو ھلک الانسان من شدۃ الحرص
ولاریب فی قولی الذی بثثتہ	وما ھو بالقول المموہ بالخرص

اور ظاہر ہے کہ اُس کے کمالات کے کوئی نہایت نہیں اُسکی صفات کمال تو بحد و بے پایاں ہیں پس اگر بعض صفات کمالیہ کے مظاہر پیدا کئے جائیں اور بعض کے نہ پیدا کئے جائیں تو مقصد ناتمام رہتا ہے۔ انسان کی حیات علم قدرت سمع وبصر کو اپنی حیات کاملہ اور علم وسیع اور قدرت تامہ اور بے کم وکیف سمع وبصر کا مظہر اور تجلی گاہ بنایا اور ایک سخی اور کریم کے ہاتھ کو اپنی افضال اور الطاف کا مظہر بنایا۔ اسیطرح مناسب ہے کہ صفت ملکیۃ اور حاکمیت کا بھی کوئی مظہر پیدا کیا جائے اسلئے کہ اس ذات عالی کا ایک نام ملک اور ملیک مقتدر بھی ہی۔

کما قال تعالیٰ یسبح للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم۔	تمام آسمان اور زمین کی چیزیں ایسے خدا کی تسبیح پڑھتی ہیں کہ جو بادشاہ اور پاک اور غالب اور حکمت والا ہی۔
تبارک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شئ قدیر۔	مبارک ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں تمام جہانوں کی بادشاہی ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہی۔
فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ والیہ ترجعون۔	پاک ہی وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤگے۔

غرض یہ کہ جب خداوند عالم تمام عالم کا بادشاہ اور احکم الحاکمین ٹھیرا تو اُس کیساتھ سلطنت اور پادشاہت کی

لوازم بھی ہونے چاہئیں اسلئے کہ کوئی شئی بدون لوازم کے مکمل نہیں ہوتی۔

اور ظاہر ہے کہ جب سلطنت ہوتی ہی تو اس کے لئے ایک دار السلطنت اور پایۂ تخت بھی ہوتا ہی۔ وزراء اور حکام بھی ہوتے ہیں تمام وزراء پر ایک وزیر اعظم بھی ہوتا ہی۔ انتظام مملکت کیلئے پولیس بھی ہوتی ہی۔ اعداء سلطنت سے مقابلہ کیلئے فوج اور لشکر بھی ہوتا ہی۔ مجرموں کیلئے جیلخانہ اور خیر خواہان سلطنت اور ارکان دولت کے لئے دربار عام یا دربار خاص بھی ہوتا ہی۔

مجرموں کے جرم کے تفاوت سے جیلخانہ کی سزا اور میعاد میں فرق ہوتا ہی چوری اور زنا کے مجرم دو چار سال کیلئے جیلخانے بھیجدئے جاتے ہیں اور اعداء سلطنت اور باغیان حکومت کیلئے حبس دوام اور سزائے موت کا حکم ہوتا ہے۔

حکام میں فرق مراتب ہوتا ہی ایک حاکم اپنے ماتحت حاکموں کے احکام بدل سکتا ہی انکے فیصلے منسوخ کر سکتا ہی مگر وزیر اعظم کے فیصلہ کو کوئی حاکم اور کوئی وزیر منسوخ نہیں کر سکتا الا یہ کہ بادشاہ ہی اسکے فیصلہ کو منسوخ کرے تو کرے۔ ورنہ اور کوئی ایسا نہیں کہ جو اسکے فیصلہ کو منسوخ کر سکے۔

ٹھیک اسی طرح اس احکم الحاکمین نے اپنی شان ملکیت ظاہر کرنے کیلئے ایک پایۂ تخت یعنی عرش پیدا فرمایا۔

اور نظام عالم کے لئے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مسند وزارت پر بٹھلایا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو تمام وزراء کا وزیر اعظم بناکر مسند صدارت پر اپنے قریب بٹھلایا۔

اور ان وزراء کے واسطہ سے اپنے احکام اور فرامین سے خلقت کو آگاہ کیا۔ اور احکام شاہی کی تعمیل نہ کرنے والوں کیلئے ایک جیلخانہ بنایا جسکا نام جہنّم ہی۔

وجعلنا جہنّم للکافرین حصیرا۔

جو شخص بادشاہ کی حکومت اور وزراء کی وزارت مانکر پھر سلطانی احکام میں تقصیر کرتا ہی تو اس کیلئے یہ جیلخانہ چند روزہ ہی۔ اور جو شخص بادشاہ یعنی خدا کی حکومت اور وزراء (انبیاء و رسل) کی وزارت (رسالت و نبوت) ہی تسلیم نہیں کرتا۔ حکومت اور اسکے وزراء سے مقابلہ کرتا ہی تو اس کیلئے سوائے قتل یا حبس دوام کے کوئی سزا نہیں۔ پہلی مثال اُس گنہگار مسلمان کی ہی کہ جو خدا اور اسکے رسول کو مانتا ہی مگر اُن کی پوری اطاعت نہیں کرتا۔ اور دوسری اُس کافر کی ہی کہ جو سرے سے خدا یا اُسکے

رسول ہی کو نہیں مانتا۔

اور رعایا کی نگرانی کے لئے ایک خفیہ کا محکمہ بھی قائم فرمایا کہ اُس محکمہ کے دو آدمی ہر وقت ہر انسان پر مسلّط رہتے ہیں جو کچھ کرتا ہے وہ اسکو لکھتے رہتے ہیں اور اُس کو خبر نہیں۔ قال تعالیٰ۔

وان علیکم لحافظین کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون۔

بیشک تمہارے اوپر فرشتے نگہبانی کرنے والے محترم باعزت اعمال کے لکھنے والے مسلط ہیں۔ جو کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔

اور قیامت کے دن جب مقدمات پیش ہونگے اُسوقت آپکے یہ تمام کارنامے جو خدائی خفیہ (یعنی کراماً کاتبین) نے قلم بند کئے تھے وہ آپ کے سامنے ڈالدیئے جائینگے۔ کما قال تعالیٰ۔

ونخرج لہ یوم القیمۃ کتابا یلقاہ منشورا اقرأ کتابک۔ کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ (سورۂ اسراء)

قیامت کے دن اُس کے سامنے ایک کتاب (نامۂ اعمال) نکالینگے جسکو وہ کھلا ہوا پائیگا اور اس سے یہ کہا جائیگا کہ اپنے اعمال کی کتاب کو پڑھ لو۔ آج تمہاری ذات حساب لینے کیلئے کافی ہی

ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر۔ (سورۂ قیامۃ)

اس دن انسان کو اگلے اور پچھلے کے سب خبر دیدی جائے گی۔

واذا النفوس زوجت واذا المؤودۃ سئلت بای ذنب قتلت واذا الصحف نشرت۔ (سورۂ تکویر)

اور جس وقت جانیں بدنوں کیساتھ ملا دیجائینگی اور جسوقت زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائیگا تو کس گناہ میں قتل کی گئی اور جسوقت اعمال نامے پھیلائے جائینگے۔

اور چونکہ اُس کا کوئی دشمن نہ تھا اسلئے خود اپنے لئے ایک دشمن یعنی شیطان پیدا کیا اور اس کو ایک عظیم فوج بھی عطا کی۔ کما قال تعالیٰ۔

ان الشیطان کان للرحمٰن عصیا (سورۂ مریم)

شیطان بے شک خدا کا نافرمان ہے۔

وکان الشیطان لربہ کفورا۔ (سورۂ اسرا)

اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے۔

اولئک حزب الشیطان۔ (سورۂ مجادلہ)

یہی لوگ شیطان کے گروہ ہیں۔

اور شیطان اور اس کی فوج کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر ملائک کا پیدا فرمایا کما قال تعالیٰ۔

وللہ جنود السموات والارض وما یعلم جنود ربک الا ھو وان جندنا لھم الغالبون۔

اللہ ہی کیلئے لشکر ہیں آسمانوں کے اور زمینوں کے اللہ کے لشکر وں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہمارا ہی لشکر غالب ہی۔

خود بھی اس کو دشوار سمجھکر دوسری صورت بھی پیش کی تھی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ اس عربی جریدہ کو کسی ایسے پرچہ کا ضمیمہ کر دیا جاوے جو کہ شائع ہو رہا ہو اور اس کا رکن عربی مین مہارت رکھنے کی وجہ سے اس خدمت کا بار اُٹھا سکتے ہون مین کسی کام کو شائع کرنیکے لئے یہ ضروری سمجھتا ہون کہ اولاً اسکو چھوٹے پیمانہ پر شروع کیا جاوے اور پوری کوشش اور جدوجہد کیساتھ اسکو مدارج ترقی پر پہنچایا جاوے اور اس صورت مین میرے نزدیک نقصان مایہ کیساتھ بہت زیادہ خوف شماتت ہمسایہ کا ہوتا ہے کہ کسی کام کو اولاً بڑے پیمانہ پر شروع کر دیا جاوے اور ضروریات کے ناقابل تحمل ہوئے کیوجہ سے اس مین اضطراری طور پر ترقی معکوس پیدا ہو جاوے۔

اسلئے مین نے اخبارات سے قطع نظر کر لی تھی کیونکہ اخبارات کے ایڈیٹر ذمہ داریونکی جن جن زنجیرون مین بندھے ہوئے ہوتے ہین ان کو دیکھکر ہم جیسے گوشہ نشین خلاق عالم کا شکر ادا کرتے ہین۔ ان صاحبان کے متعلق اگر میرا علم غلط نہین ہے تو مین کہہ سکتا ہون کہ ان کے قلم اور قدم کی ہر ہر حرکت اسلئے خدشہ سے خالی نہین ہوتی ہے شاہد کیلئے دلائل اور براہین کی ضرورت نہین آج ہندوستان کے ایڈیٹرون پر مقدمات کی بلائین جسطرح نازل ہین انکو سنکر افسوس ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ میرا علم خواہ غلط ہو یا صحیح یہ تھا کہ اخبار کے اڈیٹر کی نسبت سے رسالہ کا اڈیٹر آزاد ہے اور جسقدر بار نشر و اشاعت کا اخبار کے اڈیٹر پر ہے رسالہ کے مدیر پر اسکی چوتھائی بھی نہین ہے اسلئے مین نے رسالون مین سے ایسے دو رسالون کا اپنے خیال کے مطابق انتخاب کیا جو اس انہا لضغث علی ابالہ کے مصداق بار کا تحمل کر سکتے تھے یعنی "القاسم" (دیوبند) اور "جمیل" (مظفرنگر) دوسرے رسالون کے متعلق مجکو اُمید نہ تھی کہ وہ اپنی اہم مصروفیتون کی راہ مین عربی کے اس جریدہ کو سنگ راہ بنانے پر آمادہ ہو سکین گے۔

اڈیٹر صاحب رسالہ "جمیل" (مظفرنگر) نے تو میری گذارش کے ابتدا ہی اپنی جانب سے ایک نوٹ دیکر اس پر آمادگی ظاہر فرمائی تھی لیکن "القاسم" دیوبند اس کے متعلق خاموش ہے۔

محترم محرک ممدوح نے عربی جریدہ کیلئے میری اصل تجویز کو تو پسند فرمایا ہے کہ کسی موقت الشیوع پرچہ کا ضمیمہ اسکو بنا دیا جاوے لیکن وہ رسائل کے ضمیمہ کے اعتبار سے اخبار کا ضمیمہ کرنا زیادہ مناسب قرار دیتے ہین اور الجمعیۃ کا نام لیتے ہین۔ اسی پرچہ مین خود جناب اڈیٹر صاحب کا بھی ایک نوٹ ہے جسمین انہون نے اگرچہ آئندہ کسی اشاعت مین اس مبحث پر مفصل بحث کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے مگر انہون نے بھی محرک یا مؤید کی دلشکنی پسند نفرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مراسلات مابین ممبران مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند

و

مولانا انور شاہ صاحب کشمیری

دار العلوم دیوبند کے اختلافات پردہ راز مین نہین رہے اگرچہ جس نوعیت سے ان کی اشاعت کیگئی ہے اور جو غلط خبرین ملک مین شائع کرکے بدظنی پھیلائی گئی ہے وہ حقیقت سے کوسون دور ہین تاہم جسقدر واقعات اور حقیقی اسباب روشنی مین آتے جا رہے ہین ان سے معلوم ہوتا جا رہا ہے کہ اس پردہ مین کونسی "قوت" کار فرما ہے دار العلوم کے فتنہ کی غرض و غایت اس کی اسباب و وسائل اور طریقہ عمل سے جب پوری طرح سے پردہ اوٹھ جائیگا تو ملک حیران رہجائیگا کہ اصلاح کے پردہ مین دار العلوم کی کسقدر تخریب کی گئی ہے۔

ہم نے اس وقت تک شخصیتون کے احترام کو ملحوظ رکھا اور یہی چاہا کہ جس طرح بھی ہو فتنہ فرو ہو جائے صورت حال بدل جائے جن کی آڑ مین سب کچھ کیا جا رہا ہے وہ سمجھ جائین اور اپنی قدم جگہ پر آجائین۔ لیکن جب کہ ان حضرات کیطرف سے اظہار حالات کی ابتدا ہو چکی ہے اور دار العلوم کے احترام اور شخصی احترامات مین تصادم ہونے لگا ہے تو ہمارے ذمہ ضروری ہے کہ ملک کے سامنے اصلی حالات بلا کم و کاست رکھدین۔ اس پمفلٹ مین ہم اس مراسلت کو شائع کرتے ہین جو ممبران مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند اور مولانا انور شاہ صاحب کے درمیان ہوئی ہے واقعہ متعلقہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ مولانا انور شاہ صاحب جلسہ شوریٰ منعقدہ شوال ۴۵ھ کے بعد منظوری رخصت ڈیڑھ تا دو ماہ ۲۶ ذیقعدہ ۴۵ھ کو اپنے وطن کشمیر تشریف لیگئے تھے، شاہ صاحب کے تشریف لیجانے کے بعد مدرسہ کی مخالف جماعت نے یہ مشہور کیا کہ حضرت شاہ صاحب مستعفی ہو کر گئے ہین اس پروپاگنڈا کے اثرات سے دار العلوم کو محفوظ رکھنے کیلئے حضرت مہتمم صاحب نے حضرت شاہ صاحب

کی خدمت مین ایک نہایت ہی ملاطفت آمیز رجسٹری شدہ خط لکھا جسمین درخواست کی کہ آپ جلد سے جلد تشریف لاکر باطمینان خاطر اپنے کام مین مشغول ہو جائین۔ اس زمانہ مین دارالعلوم کے مدرسین کی طرف سے بھی اسی قسم کا ایک خط گیا جسمین دارالعلوم کے آنیوالے خطرات کو دکھلا کر عاجزانہ استدعا بھی تھی کہ آپ جلد سے جلد تشریف لے آوین اور دارالعلوم کی خدمت مین بدستور قدیم مشغول رہین۔ لیکن بجائے اس کے کہ ان خطوط کا جواب آتا ۱۲ر صفر ۴۵ھ کو توقع کے بالکل خلاف ۱۳ر صفر کا لکھا ہوا استعفا پہنچا۔ اس کے بعد یکم ربیع الاول ۴۵ھ کو خود حضرت شاہ صاحب دیوبند تشریف لائے ۲ر ربیع الاول ۴۵ھ کو قضا و قدر سے مولوی سید رحمت علی صاحب کا وہ واقعہ پیش آگیا۔ جس کے بعد ۳ر ربیع الاول سے طلبا نے اسٹرائک کی جو ۱۴ر ربیع الاول ۴۵ھ کو ختم ہوئی اسٹرائک کے دوران مین حضرت صدر مہتمم صاحب خود حضرت شاہ صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ مدرسہ مین چلئے اور سارے معاملات کو خود طے کیجئے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مین بلا شرط حاضر ہون۔ البتہ میری چند معروضات ہین جو حضرت شاہ صاحب نے حضرت صدر مہتمم صاحب کے مواجہہ مین مولانا حبیب الرحمن صاحب سے بیان کین اور انہون نے نہایت فراخدلی کیساتھہ حرفاً حرفاً قبول فرمالین۔ جس پر حضرت شاہ صاحب نے اگلے دن سے سبق پڑھانے کے لئے فرمایا تھا۔ لیکن افسوس حضرت شاہ صاحب نے باوجود پختہ وعدہ و منظوری معروضات کے اگلے دن مہتمم صاحب کے فرستادہ سے یہ کہلا بھیجا کہ مین نے وعدہ بیشک کیا تھا مگر مین بعض اپنی مصالح کیوجہ سے ایفائے عہد سے مجبور ہوں ۱۸ر ربیع الاول ۴۵ھ کو ممبران مجلس عاملہ دارالعلوم کا اجلاس ہوا جسمین شاہ صاحب کا استعفا پیش ہوا مجلس عاملہ نے سابقہ حالات و مساعی پر نظر کرتے ہوئے استعفا کے منظوری کے لئے تجویز لکھی جسکا آخری فیصلہ مجلس شوریٰ دارالعلوم مین ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ اجلاس مجلس منتظمہ منعقدہ ۲۲ر دسمبر ۲۶ء تا ۴ر جنوری ۲۷ء مین شاہ صاحب کا استعفا مع تجویز مجلس عاملہ پیش ہوا ممبران مجلس شوریٰ نے چاہا کہ شاہ صاحب سے زبانی گفتگو کر کے انہین استعفا واپس لینے پر آخری بار آمادہ کرین لیکن شاہ صاحب نے زبانی گفتگو سے انکار کر کے تحریری سوال و جواب پر آمادگی کا

اظہار فرمایا اس تحریری مراسلت مابین مجلس شوریٰ و شاہ صاحب کا کچھ حصہ اخبار "الانصار" جلد ۲ مین شائع بھی ہو چکا ہے آج ہم بشمول ان کے کل مراسلت کو ایک جگہ شائع کرتے ہین جس سے ناظرین خود اندازہ کرین گے کہ شاہ صاحب نے کیسی غلط روایات و توہمات ضعیف غیر شرعی اصول پر اعتماد کیا ہے ہمین اس کا اور بھی زیادہ افسوس ہے کہ ممبران دارالعلوم کا جواب پہنچنے سے پہلے شاہ صاحب نے اپنا مکتوب بنام ممبران اخبارون مین شائع کر دیا۔ ممکن تھا کہ شاہ صاحب ممبران کے خط کو دیکھکر اپنے خیالات سے رجوع فرما لیتے۔ لیکن اب جبکہ شاہ صاحب کا مکتوب بنام ممبران شائع ہو چکا ہے ہمارے لئے اس کے سوا چارہ کار نہین ہے کہ ہم تمام مراسلت کو بجنسہ شائع کر دین۔

نوٹ:۔ اصل مکتوب شاہ صاحب کا بنام ممبران فارسی مین ہے مگر چونکہ اس کا اردو ترجمہ اخبارات مین منجانب شاہ صاحب شائع ہو چکا ہے اس لئے برعایت ناظرین ہم بھی اسی اردو خط کو نقل کرتے ہین۔ امید ہے کہ جن اخبارات نے شاہ صاحب کے مکتوب کو شائع کیا ہے وہ مجلس شوریٰ کے جواب کو بھی شائع فرماوین گے۔ تاکہ ملک اور قوم کو صحیح نتیجہ نکالنے کا موقع مل سکے۔"

مجلس شوریٰ کی حضرت شاہ صاحب سے خط و کتابت

مجلس شوریٰ نے ۲۵ر دسمبر کو حسب ذیل مکتوب حضرت شاہ صاحب کے نام روانہ کیا۔

(۱) بخدمت سراپا برکت و عظمت جناب مولانا مولوی سید انور شاہ صاحب زاد مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس وقت نماز عشاء کے بعد مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوگا جس مین جناب کا استعفا پیش ہوگا۔ مجلس شوریٰ نے قرار دیا تھا کہ اجلاس شوریٰ مین جناب کو شرکت کا موقع دیا جائے گا اور استعفا ملازمت دارالعلوم کے متعلق چند امور جناب سے دریافت کئے جائین گے۔ لہذا التماس یہ ہے کہ آپ نو بجے شب تک دارالشوریٰ مین تشریف لاکر جلسہ مین شرکت فرمائیے۔ اگر آپ نو بجے تک تشریف نہ لائے تو پھر مجلس شوریٰ کیطرف سے مزید انتظار کئے بغیر اس مسئلہ مین مناسب کاروائی کیجائے گی۔ (دستخط ممبران) یکشنبہ

اس کے جواب مین حضرت شاہ صاحب نے لکھا:۔

بعالی خدمت حضرات اہل شوریٰ ادام اللہ مجدہم۔

(۲) وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گرامی نامہ رسید۔ اگر جناب سامی راکدام امر دریافت فرمودن است۔ تحریری دریافت فرمایند۔ والسلام (احقر محمد انور عفا اللہ عنہ) ۲۹ رجمادی الآخر ۱۳۴۶ھ

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کو لکھا گیا۔

(۳) بخدمت بابرکت وعظمت جناب مولانا مولوی سید محمد انور شاہ صاحب۔ زاد مجدہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جناب کی تحریر مورخہ ۲۹ رجمادی الثانی کے جواب میں التماس ہے کہ طرفین سے تحریروں میں فضول طوالت ہوگی۔ اس لئے تحریری سوالات وجوابات کی بابت تحریک نہ فرمائیے بلکہ چند منٹ کیلئے جلسہ میں تشریف لے آئیے۔ اگر جناب کو کسی وجہ سے تشریف لانا منظور نہیں ہے تو اجازت دیجئے کہ ہم ممبران دار العلوم جناب کے دولتکدہ پر پہنچ کر وہیں جلسہ کریں۔ اور اس میں جناب شریک ہوکر بالمشافہ گفتگو فرمائیں۔ مجلس شوریٰ کو بھی دریافت حال کا اچھی طرح موقع مل جائے گا۔ مجلس شوریٰ کی رائے میں تحریری کارروائی کسی طرح موزوں نہیں"

یہ مکتوب پڑھکر شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں زبانی عرض کرنا نہیں چاہتا بلکہ تحریری جواب دیسکتا ہوں۔

اس کے بعد شاہ صاحب کو لکھا گیا۔

(۴) بخدمت اقدس حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب۔ دام مجدکم۔

بعد از سلام مسنون آنکہ۔ ارباب شوریٰ یہ امر دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جناب کے نزدیک واپسی استعفا کی کوئی صورت ممکن ہو تو صاف صاف واضح طور پر تحریر فرمائیں۔ (دستخط ممبران دار العلوم) یکم رجب ۱۳۴۶ھ

اس کا جواب شاہ صاحب کی طرف سے یہ آیا۔

(۵) بگرامی خدمت حضرات اہل شوریٰ دام عزہم۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بحالات موجودہ از فساد ذات البین وباطل وغیر صحیح بودن نظام۔ مراجعت احقر روا نیست۔ آئندہ آنچہ درپردۂ غیب است علام الغیوب را معلوم است والسلام

(احقر محمد انور عفا اللہ عنہ) یکم رجب

اس کے بعد شاہ صاحب کی خدمت میں لکھا گیا۔

(۶) بگرامی خدمت حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب دام مجدہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بجواب تحریر مورخہ یکم رجب گزارش ہے کہ ارکان دار العلوم کے اجلاس اسی غرض سے ہو رہے ہیں کہ جملہ حالات پر مطلع ہوکر ضروری اصلاحات نافذ کیجائیں۔ ایسے موقع پر نہایت ضروری ہے کہ آپ بھی ان غیر صحیح اور باطل امور کا مفصل اظہار فرمائیں جن کا آپ نے اپنی تحریر میں ذکر فرمایا ہے تاکہ آپ اپنے مذہبی فریضہ سے سبکدوش ہوجائیں۔ اور ہمیں غور واصلاح کا موقع ملے۔

(ممبران دار العلوم) ۴ر رجب

اسکا جواب شاہ صاحب نے یہ دیا۔

(۷) مولانا سید انور شاہ کا مکتوب مجلس شوریٰ کے نام

جناب مولانا سید انور شاہ صاحب نے جو مکتوب مجلس شوریٰ کے نام روانہ فرمایا اس کا ترجمہ ہمدرد نے مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع کیا ہے۔

باسمہ تعالیٰ۔ بعالی خدمت حضرات اہل شوریٰ۔ اطال اللہ بقاہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

گرامی نامہ بدریافت حالات بدانتظامی دار العلوم موصول ہوا تھا۔ اور احقر نے عرضداشت بھیجنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ بنابریں عرض ہے کہ اگرچہ احقر کے خیال میں یہ استفسار بعد از وقت ہے اور فی الواقع حروف (الیوم تنساہ) سے ہے لیکن ضابطہ کے لحاظ سے کچھ لکھنا پڑا اور اس وقت صرف اسی قدر لکھنے کا ارادہ کیا ہے جو حضرات ارکان اور ان کی ذات کے متعلق ہے اور وہ بھی بطور نمونہ از درحساب (سالتمونیہا) معلوم ہے کہ برسوں سے شوریٰ کا اجلاس منعقد نہیں ہوا۔ اور یہ مد بالکل بیکار ہی ہے۔ بقول شخصے ع۔ بے کارم وباکارم چون مدحسنا اندر۔ احقر اور جناب مفتی صاحب عرصہ دراز سے حسب انتخاب مولانا عبد الرحیم صاحب اجلاس شوریٰ کی رکنیت پر نامزد کئے گئے تھے۔ اس کے بعد نہ کسی نے ہمارا نام لیا اور نہ کبھی کسی تحریر پر ہمارے دستخط کرائے بلکہ مولانائے مرحوم کا وہ حکم سررشتہ دفتر کے احکام میں سے ناپید ہوگیا ہے اور اس کے بعد چونکہ دس یا بارہ سال کی مدت میں صرف گزشتہ دو سالوں میں اجلاس منعقد ہوئے احقر کے نام نہ کوئی دعوت شرکت

اجلاس موصول ہوئی اور نہ سررشتہ دفتر سے کوئی خط۔ چونکہ امسال ماہ ذی القعدہ میں احقر تھانہ بھون پہنچا تھا۔ اجلاس ہوا تو حقیر بھی حاضر تھا۔ چونکہ تجویز انتخاب مولانا کفایت اللہ صاحب۔ مولانا حسین احمد صاحب و مولانا شبیر احمد صاحب میں نے شائع کرائی تھی درمیان اجلاس میں احقر کو اٹھا دیا گیا اور احقر کی غیبت میں اس تجویز کو مسترد کرا دیا گیا یہ سراسر غلط کارروائی تھی۔ اہل شوریٰ میں سے ایک صاحب نے اس تجویز کے متعلق استصواب بھی کیا تھا اور بعض نے خود ہدایت کرکے اس کی تاکید بھی کی تھی لیکن وقت پر انہوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ اور جب اجلاس کے خاتمہ پر عصر کی نماز پڑھنے خانقاہ میں آئے حقیر نے مولانا محمد حسن صاحب و مولانا جمیل الدین صاحب و مولانا عبد الرحمٰن صاحب سے دریافت کیا کہ اس اجلاس میں کیا بات زیر بحث تھی۔ ان تینوں نے فرمایا کہ ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بہ حالت اس صورت میں پیش آئی کہ عہدہ کے لحاظ سے احقر کی رکنیت ہر شخص کو مسلم ہے اور چونکہ احقر کے استعفیٰ قبول کرنے سے پیشتر احقر کی شرکت کے متعلق کوئی خط نہیں پہنچا تھا۔ اور اگر پہنچا تھا تو استعفے کے وجوہ کے متعلق تھا جس کا حقیر نے تحریری وعدہ کیا تھا۔ اور اب مفتی صاحب کی برخاستگی اسی وجہ سے ہے کہ کیوں انہوں نے کلمہ حق کہنے سے رجوع نہیں کیا اور انکی یہی گفتگو استعفا سمجھی گئی۔ بعض ارکان اس کارروائی پر خلوت میں متاسف ہوئے لیکن علانیہ کہنے کی ان کو بھی توفیق نہ ہوئی۔ وفد جو حسب اجازت پہنچا تھا مختلف حیلوں سے اسکی باز پرس کا ارادہ کیا گیا اور چونکہ اجازت اوپری دل سے دی گئی تھی اب اسکی توجیہیں کی جاتی ہیں۔ لیکن جنکا حساب پاک ہے انکو محاسبہ سے کیا ڈر، عملہ سے صرف یہ سوال کیا جائے کہ وفد کے سامنے گئے اور بیان دیا یا نہیں؟ یہ کوئی نہ پوچھے کہ بیان غلط دیا یا صحیح؟ حق و باطل کا سوال درمیان میں نہیں۔ اسکے بعد کسی یہ حق ہے کہ یہ سوال کرے۔ ہاں جب شائع ہو، اور اگر غلط ہو تو ہر شخص کو تردید کا حق حاصل ہے۔ ہم نے سنا تھا کہ خطوط صیغہ راز میں رہتی ہیں لیکن اب حساب بھی صیغہ راز میں ہے اور خود جناب مہتمم صاحب نے احقر سے فرمایا تھا کہ سر دفتر کو حساب کی رازداری کیلئے مقرر کیا ہے اور اس طریقہ کا تو بعض واقف کار ارکان کو خود علم ہے۔ چنانچہ مولوی سعید الدین صاحب نے سال گذشتہ بھوپال میں مولوی محفوظ علی صاحب سے کہا تھا کہ مدرسہ کا حساب بہت گندہ ہے۔ بعض دوسرے واقف کاروں کا مقولہ سنا ہوگا۔ جناب مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے گذشتہ سالوں میں احقر اور مولوی شبیر احمد صاحب سے بارہا

کہا کہ آپ فتویٰ دیں کہ میں جو مدرسہ کیلئے چندہ کیلئے سعی کرتا ہوں یہ جائز ہے یا نہیں؟ مجھے یقین ہے کہ جناب کے صوت کا قلب اسوقت تبدیل نہ ہوا ہوگا۔ اور وہ اسی عقیدہ پر ہونگے۔ انھوں نے بارہا احقر سے کہا کہ مدرسہ میں پہنچکر دین و عمل کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ احقر ابھی تک اس حد پر تو نہیں پہنچا ہے۔ شیخ رشید احمد صاحب فہرست بتاتے تھے کہ مدرسوں پر کیا صرف ہوتا ہے اور صیغہ استحکام و اہتمام اور انتظام کے طول و عرض پر کیا صرف ہوتا ہے؟ چونکہ انکی گفتگو کا بھی کوئی نتیجہ نہ ہوا وہ مایوس ہو کر گھر بیٹھ گئے۔ بعض ارکان نے احقر سے کہا کہ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں۔ ہم محض تعداد بڑھانے کے لئے ہیں۔ اور دوسری باتیں بیان کرنیکا اسوقت ارادہ نہیں ہے۔ اور یہ بھی جو کچھ لکھا اتضیع وقت اور محض ضابطہ پری کیلئے۔ ع

بشنود گوش از برائے خواب چشم افسانہا،

منشی رحمت علی صاحب کے فرضی حساب دینی کا قصہ مدرسہ میں عملہ سے لیکر مدرسین اور طلبہ کو معلوم ہے اور خود ان کی ذاتی شہادت انکے قول پر موجود ہے اور خود احقر نے بارہا کہا کہ حساب اگرچہ فرضی ہو تو یا کرکے دیا کرے لیکن وہ نہیں دیتا۔ اس کے بعد مہتمم صاحب نے اس کے فرضی حساب اور انکے سوال وجواب کو احقر اور بعض دوسرے صاحبان کو مطالعہ کرایا تھا۔ اور پارسال مولوی سعید الدین صاحب نے مہتمم صاحب کے مشورہ اور ان کے ایماء سے اس کی برطرفی کا حکم لکھا تھا۔ اور یہ کہ مبلغ چھ ہزار روپیہ اب تک کتبخانہ میں تلف ہوا اور کوئی نتیجہ اس کا برآمد نہوا۔ اور جناب مولوی سعید الدین صاحب و مہتمم صاحب کا احقر سے اس کا ذکر کرنا یہ سلسلہ اب ختم ہے بلکہ برعکس اس کے روداد جلسہ ۱۳۴۵ھ میں منجانب شوریٰ ان کی حسن کارگزاری کا شکریہ ادا کیا گیا۔ مولوی گل محمد خان طلبہ کے لباس کے خریدنے کے کام پر متعین ہیں اور جب پارسال احقر کی درخواست اور طلبہ کے اصرار پر کپڑا خریدنے کے بجائے نقد دام دینا تجویز ہوا تو جناب مہتمم صاحب نے احقر سے فرمایا کہ مولوی گل محمد خان کے ہاتھ سے بادشاہت چھن گئی اور فرمایا کہ اب اس قدر رقم مشاہرہ اس کو کیوں دیں اب تک یہ سب لوگ برقرار ہیں سوائے ان کے جنھوں نے کبھی کلمہ حق کہا ہو۔ والسلام

(دستخط) محمد انور

(۱۴ رجب) ۸ جنوری ۱۹۲۸ء

مجلس شوریٰ کی طرف سے مولانا سید انور شاہ صاحب کے مکتوب کا جواب

بعالی خدمت باعظمت جناب مولانا مولوی سید محمد انور شاہ صاحب زاد مجدکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

آپ کا دالانامہ (فارسی) بتاریخ ۶ رجب ۱۳۴۶ھ مجلس شوریٰ میں پیش ہوا۔ جواب میں اس وجہ سے دیر ہوئی کہ امور تصفیہ طلب جلسہ شوریٰ میں بہت زیادہ تھے۔ اسی اثنا میں حافظ محمد ابراہیم صاحب وغیرہ نگینہ سے تشریف لے آئے جن کے ساتھ اہل شوریٰ کو سوال و جواب میں مشغول ہونا ضروری تھا۔ حافظ صاحب وغیرہ تشریف لے گئے اور مجلس شوریٰ کو بھی امور انتظامیہ کے تصفیہ سے کچھ فرصت ملی لہذا جواب عرض کیا جاتا ہے۔ ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ جلسہ میں تشریف لائیے جب آپ نے انکار فرمایا تو ہم نے استدعا کی کہ ہم آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہوں۔ اس کو بھی آپ نے منظور نہ فرمایا اور تحریری مراسلت کو پسند فرمایا۔ حالانکہ اجتماع کی صورت میں تمام معاملات باہمی گفت و شنید سے بآسانی طے ہو سکتے تھے اب تحریر میں نہ صرف طوالت کی زحمت ہوئی بلکہ جو چیز عالم راز میں رہنی چاہیے تھی وہ مجبوراً لکھنی پڑی۔

تین ممبروں کے اضافہ کا مطالبہ

ہم آپ جیسے فاضل متبحر، عالم شریعت سے اس امر کے متوقع تھے کہ آپ عدم جواز مراجعت کے دلائل ایسے بیان فرمائیں گے جن کا ماخذ قواعد شرعیہ ہوگا لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے ہماری توقعات پر پانی پھیر دیا۔ علاوہ بریں سابقہ جلسہ شوریٰ میں آپ کی طرف سے ممبران شوریٰ کے زمرہ میں تین صاحبوں کے اضافہ کرنے کا جو بار بار مطالبہ ہو چکا ہے جس پر آپ نے اپنی مراجعت کو موقوف رکھا تھا۔ اس چٹھی میں وہ مطالبہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ

اس مطالبہ سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ یہ دست برداری اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ مطالبہ وجوہ شرعی پر مبنی نہ ہوگا۔ یا اب آپ کی رائے تبدیل ہوگئی ہوگی۔ لہذا ہم بھی اس سے قطع نظر کر کے ان وجوہ کے متعلق عرض کرتے ہیں جو آپ نے اپنے مکتوب میں حوالہ قلم فرمائے ہیں:۔

کیا درخواست مراجعت بعد از وقت ہے؟

(۱) قولکم (ایں استفسار بخیال احقر بعد از وقت است) اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے استعفا دینے کے بعد مجلس شوریٰ کا یہ پہلا اجلاس منعقد ہوا ہے۔ اسی میں آپ سے دریافت کیا گیا لہذا استفسار عین وقت پر ہوا ہے۔ پس یہ وجہ شرعی عدم جواز مراجعت کی وجہ نہیں ہو سکتی۔

ترک مشورہ شاق گزرا

(۲) قولکم (معلوم است کہ سالہا اجلاس شوریٰ منعقد نشدہ و ایں مد بکلی حشو ماندہ الخ) اس کا جواب روداد جلسہ شوریٰ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ میں تحت عنوان (معذرت) پورا دیا جا چکا ہے۔ علاوہ بریں یہ کہ آپ خود بھی تو ماشاء اللہ بخیال خود ارکان شوریٰ میں داخل تھے تو اس سالہا سال کے عرصہ میں آپ نے کبھی اس کا مطالبہ کیوں نہ فرمایا۔ اور ایسے امر سے جس کو آپ کے عدم جواز مراجعت میں دخل ہے سکوت کیوں فرمایا؟ کیا اس وقت سکوت اور اس وقت اظہار ناراضی کی یہ وجہ تو نہیں ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی مہتمم مدرسہ جب تک معاملات مدرسہ میں آپ چند حضرات سے بطور خود مشورہ کر کے معاملات مدرسہ کو سرانجام دیتے تھے۔ آپ خوش رہے اور کبھی آپ نے اجلاس ممبران کے لئے یاد دہانی تک نہ کی۔ جب حضرت مہتمم صاحب موصوف نے ماہ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ میں حیدرآباد سے مراجعت کی اور اپنے طریقۂ استشارہ کو بوجہ محسوس ہونے اختلاف باہمی کے ترک کیا تو آپ پر یہ امر شاق گزرا اور آپ نے خود حضرت مہتمم صاحب سے اس کا شکوہ کیا اور کہا کہ آپ نے اپنا طریقہ بدل دیا۔ جس پر مہتمم صاحب نے آپ کو جواب دیا کہ جب اختلافات باہمی اس حد تک پہنچ چکے ہیں تو ایسے مختلف عناصر کو جمع کر کے مشورہ کہاں تک مفید ہو سکتا ہے؟ پس یہ وجہ بھی عدم جواز مراجعت کے لئے دلیل شرعی نہیں ہو سکتی۔

دعوت کی ضرورت نہ تھی

(۳) قولکم (بعد ازاں چوں بعد دہ دوازدہ سال

در دو سال ماضی اجلاس منعقد شد ہیچ دعوتے بنام احقر نرسیدہ (الخ) بے شک آپ بحیثیت عہدہ صدر مدرس ممبر بنائے گئے تھے جیسا کہ حضرت مہتمم صاحب بحیثیت عہدہ ارکان شوریٰ میں داخل ہیں جلسہ مجلس شوریٰ میں عین وقت پر آپ کو اور مہتمم صاحب کو بلا لیا جاتا تھا۔ اس کے لئے نہ مہتمم صاحب کے نام کبھی خط بھیجنے کی ضرورت پڑی نہ آپ کے نام۔ اسی طرح حضرت شیخ الہند ممبر تھے اور یہی برتاؤ ان کے ساتھ بھی تھا۔ چنانچہ جب ممبروں کا تھانہ بھون جانا تجویز ہوا تو اس وقت بھی آپ سے اور سب سے زبانی کہہ دیا گیا تھا نہ کہ تحریری اور آپ تشریف لے گئے پس یہ وجہ بھی عدم جواز مراجعت کی شرعی دلیل نہیں ہو سکتی۔

جلسے سے علیحدگی کی وجہ

(۴) قولکم (و احقر چوں تھانہ بھون در ماہ ذیقعدہ سال حال رسید و اجلاس منعقد شد و حقیر ہم حاضر بودہ تجویز انتخاب مولانا کفایت اللہ صاحب و مولانا حسین احمد صاحب و مولانا شبیر احمد صاحب شائع کراندہ بودم از میان اجلاس احقر را برخیزانیدند و در غیبت احقر ایں تجویز مسترد کردند کہ سراسر کارروائی باطل است) آپ کی اس تحریر پر تعجب بلکہ افسوس ہے کہ واقعات کو آپ نے مستحضر نہیں رکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کی تجویز انتخاب مذکورہ از اول تا آخر آپ کی موجودگی میں پیش ہو کر زیر بحث آئی اور بعد مباحثہ آپ کی موجودگی میں طے ہوئی۔ چنانچہ روداد کارروائی جلسہ شوریٰ ۲۹ شوال ۱۳۴۵ھ بمقام تھانہ بھون ایک نوٹ کے تحت میں صفحہ ۲۲ پر مفصل درج ہے جلسہ سے آپ کی علیحدگی چند منٹ کے لئے اس وقت ہوئی تھی جب کہ خاص بحیثیت عہدہ صدر مدرس کی ممبری پر گفتگو کی ضرورت ہوئی تھی اس وقت تھوڑی دیر کے لئے آپ سے باادب علیحدہ تشریف رکھنے کے لئے عرض کیا گیا تھا۔ اسی کو مولانا عبد الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد حسن صاحب ممبران نے آپ سے مخفی رکھا ہو گا۔ نیز یہ بھی خیال فرمائیے کہ جلسہ شوریٰ سے اس وقت علیحدہ رہنے کا جو معاملہ آپ کے ساتھ کیا گیا وہی معاملہ حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ بھی کیا گیا تھا جب کہ بحیثیت عہدہ مہتمم کے ممبر ہونے کی بحث ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں بعض دوسرے امور کی بحث کے وقت بھی حضرت مہتمم صاحب سے چند منٹ جلسہ سے علیحدہ

رہنے کے لئے کہا گیا یہ قاعدہ اور دستور تمام مجالس میں جاری ہے کہ جب کسی ممبر کی ذات خاص یا اس کے عہدے کی بابت کوئی خاص بات طے کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس ممبر سے تہذیب کے ساتھ علیحدگی کی بابت کہہ دیا جاتا ہے اور وہ علیحدہ ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کتاب روداد سالانہ میں ممبروں کی ذیل میں بحیثیت عہدہ ممبران کے اسماء مبارک بھی درج کئے جانے کی ضرورت عموماً نہیں سمجھی گئی پس یہ امر بھی کوئی دلیل شرعی عدم جواز مراجعت کی نہ ہوئی۔

نوٹ:۔ اس موقع پر یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ جب آپ نے تحریک مذکورہ جلسہ شوریٰ میں پیش فرمائی تھی اور اس کے دوسرے روز اخباروں میں آپ کی تحریک مذکورہ شائع ہو گئی تو جلسہ شوریٰ میں مولوی سعید الدین صاحب ممبر نے آپ سے سوال کیا تھا کہ اس کے کیا معنی کہ کل آپ نے تحریک پیش کی اور آج اخباروں میں شائع کرا دی۔ اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے شائع نہیں کرائی ہے۔ دوسرے لوگوں نے شائع کرائی ہوگی۔ اب آپ اپنے اس فقرہ فارسی مندرجہ بالا میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شائع کراندہ بودم" یعنی آپ نے خود شائع کرائی تھی۔ یہ کیا بوالعجبی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ واقعات حاضر فی الذہن نہیں رہے۔

دار العلوم سے قطع تعلق

(۵) قولکم (و چوں ایدون آمدم پیش از قبول استعفاء احقر ہیچ خطے از دفتر برائے شرکت احقر نرسید و اگر رسید برائے بیان وجہ استعفاء رسید الخ) یہ فقرہ بھی تعجب خیز ہے اس لئے کہ جب آپ نے کشمیر سے واپس ہوتے وقت راستہ ہی سے استعفاء مورخہ ۱۳؍صفر ۱۳۴۶ھ بھیجا۔ اور استعفاء بھی لکھا تو یہ کہ ابتداء ذی الحجہ سے میرا استعفاء ہے جو تاریخ تحریر استعفاء سے دو ماہ تیرہ ایام پیشتر سے استعفاء ہوا اور پھر تاریخ یکم ربیع الاول ۱۳۴۶ھ کو بوقت شب دیوبند میں تشریف لائے بھی تو اپنا کام تعلیم جاری نہیں کیا۔ بلکہ بلا انتظار منظوری استعفاء آپ نے کام درس حدیث کو خود چھوڑ دیا اور عملاً دار العلوم سے تعلق کو منقطع کر کے عہدہ صدر مدرس سے علیحدہ ہو گئے اور بار بار خود حضرت صدر مہتمم صاحب اور مہتمم صاحب کے اصرار پر نیز دیگر طرق مختلف سے مراجعت کی تدبیر پر آپ نے قطعاً مراجعت نہ کی تو اب خیال فرمائیے

اور پھر مجلس شوریٰ میں آپ ممبر کیسے شمار ہو سکتے ہیں کیونکہ جب عہدہ آپ خود چھوڑ چکے تو بحیثیت عہدہ ممبری کو بھی آپ خود چھوڑ چکے لہذا اب یہ مطالبہ کہ قبل منظوری استعفا مجکو بحیثیت ممبر کیوں جلسہ میں مدعو نہ کیا گیا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اگر قبل منظوری استعفا آپ کام درس حدیث نہ چھوڑتے دار العلوم سے تعلق قطع نہ فرماتے تو بے شک قبل منظوری استعفا آپ کی ممبری بحیثیت عہدہ قائم رہ سکتی تھی مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ عہدے کو چھوڑ دیا تو ممبری بحیثیت عہدہ بھی نہ رہی۔ چنانچہ آپ کے اس طرز عمل پر اعتراض کے ساتھ مجلس عاملہ نے اپنی تجویز مورخہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ میں نوٹس لیتے ہوئے آپ کے استعفا کو منظور کئے جانے کی رائے تحریر کی ہے جو بعد مجلس شوریٰ میں پیش ہوئی ہے جسپر شوریٰ نے آپ کے استعفا آخری طور پر کیا پس یہ واقعہ بھی عدم جواز مراجعت کیلئے دلیل شرعی نہیں ہو سکتا

مفتی صاحب کا عزل

(۶) قولکم (اکنون عزل مفتی صاحب برین امراست کہ چرا رجوع از کلمہ حق نکنند و ہمین گفتہ جبر استعفا کردہ شد الخ) جناب مفتی صاحب کا عزل اس وجہ سے نہین ہوا جو آپنے تحریر فرمائی ہے۔ وجوہ عزل جو کچھ ہین وہ عنقریب سامنے آجائینگی۔ اگر استعفا لیا گیا تو کوئی بے قاعدہ بات نہین ہے۔ عہدہ داران معززین کے ساتھ ایسے موقع پر اسیطرح تہذیب کا برتاؤ ہوا کرتا ہے۔ غرض یہ بھی کوئی دلیل شرعی عدم جواز مراجعت کی نہ ہوئی۔

(۷) قولکم (بعض ارکان برین کارروائی در خلوت گریستند لیکن علانیہ توفیق کلام نیافتند الخ) ہمارے خیال مین نہ کوئی رکن رویا اور نہ کسی نے خلاف رائے دی۔ بلکہ سب نے مستحسن سمجھا۔ اگر کسی رکن کا نام آپ تحریر فرماتے تو اسپر بحث ہو سکتی تھی۔ رہا توفیق کلام نہ ہونا تو آپ خود خیال فرمائیے کہ توفیق بقبضہ قدرت حق تعالیٰ ہے نہ کسی بندہ کے۔ اس وجہ کو بھی عدم جواز مراجعت مین شرعی طور سے کوئی دخل نہین ہے۔

وفد نگینہ

(۸) قولکم (وفد کہ حسب اجازت رسیدہ بود بانواع حیل ارادہ بازداشتن وے کردہ شد چون اکنون باخاطر ناخواستہ اجازت دادہ شد توقیہا و تعنتہا کنند الخ) یہ فقرہ بھی تعجب خیز ہے پہلی دفعہ جب وفد آیا تو حسب فرمائش جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب امیر الوفد رخصت ہونے سے پہلے مسجد مدرسہ مین کہڑی ہوکر مجمع عام طلبہ وغیرہ مین نہایت کشادہ پیشانی اور صفائی کیساتھ ان امر کا اعتراف کیا کہ حضرت مہتمم صاحب نے ہماری تحقیقات مین ہر طرح مدد فرمائی اور فراخدلی سے ہم کو کاغذات

دکھلائے اور ادنیٰ درجہ کی مزاحمت بھی نہین کی۔ جب دوبارہ حافظ صاحب ممدوح نے تشریف لانے کا ارادہ فرمایا تو فہرست اعتراضات ان سے طلب کیگئی جس کے دیدینے کا خود انہون نے دیوبند مین بار بار وعدہ فرمایا تھا لیکن جب یہان نہ دی تو بالآخر یہ فرمایا تھا کہ نگینہ پہنچکر بھیجدینگے لیکن فہرست مذکورہ نہ دی۔ نہ نگینہ سے بھیجی۔ اسپر یہانسے یہ لکھا گیا کہ جبتک آپ فہرست اعتراضات بھیجکر جوابات حاصل نہ کرین اسوقت تک آپ کا تشریف لانا بے سود ہوگا۔ اور یہ بھی انکی خدمت مین اطلاع دی کہ جلسہ ممبران عنقریب ہونیوالا ہے آپ جو کچھ کرین اسوقت ممبران کے سامنے کرین۔ الغرض وفد مذکور کو روکا نہین گیا بلکہ طریق عمل کا راستہ کھولا گیا تا کہ ان کی کارروائی باقاعدہ اور قابل اعتماد ثابت ہو۔ چنانچہ حافظ صاحب جلسہ ممبران مین شریک ہوئے۔ اور جسقدر سوالات تحریری انہون نے پیش کئے ان کے جوابات تحریری دیئے گئے یہ واقعات بھی عدم جواز مراجعت کیلئے دلیل شرعی نہین ہین۔

(۹) قولکم (از عملہ این سوال کردہ شود کہ نزد وفد رفتید و بیان دادید یا نہ۔ این کسی از ایشان نپرسد کہ بیان غلط دادید یا صحیح۔ از حق و باطل سوالے درمیان نہ) براہ کرم ذرا خیال فرمائیے کہ جب عملہ سے یہ سوال کیا گیا کہ تم نے جو بیان دیا ہو وہ سچ سچ اور صحیح کہدو تو اس مین دونون باتون کا سوال آگیا۔ علاوہ ازین عملہ کیسے اقرار کر سکتا ہے کہ اس کا بیان باطل تھا۔ یہ فیصلہ کرنا تو ممبرون کا کام ہے کہ ان کا بیان حق ہے یا باطل۔ پس یہ بات بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت کی نہین ہو سکتی ہے۔

رازداری حسابات کا دعویٰ

(۱۰) قولکم (اکنون حساب ہم در صیغہ راز است کہ در عالم نیست و خود جناب مہتمم صاحب باحقر فرمودند کہ سر دفتر بہر حال برائے رازداری حساب نہادیم الخ) اس کے متعلق حضرت مہتمم صاحب آپ کے جواب مین فرماتے ہین کہ مین نے کبھی حضرت شاہ صاحب سے یہ نہین کہا کہ سر دفتر کا تقرر رازداری حسابات کیلئے ہوا ہے جسکا یہ مطلب نکالا جاتا ہے کہ حسابات کے نقصانات اور مالی خیانتون کی پردہ پوشی کیجائے (معاذ اللہ) بلکہ مین نے یہ کہا تھا کہ ایک ذمہ دار ہوشیار تجربہ کار شخص بصفت سرپرستی جو مدرسہ کے دفتر اور حسابات کو مرتب رکھے اور اس موقع پر حضرت شاہ صاحب کو ایسے کاغذات بھی دکھلائے تھے جن سے بعض کارکنان دفتر کی غفلت آمیز کارروائیون کا علم ہوتا تھا۔ مزید یہ کہ جناب کو حدیث المجالس بالامانۃ کے ساتھ استعینوا علی الحوائج بالکتمان کو بھی پیش نظر رہنا چاہیئے تھا۔ کہ اس کا محل

بقول آپکے اخفاء خیانات کو سمجھا جائے یا یہ کہ عام حوائج اور کاموں کو۔ علاوہ ازین ... آپ غالباً اصول دفاتر سے واقف نہیں ہیں کہ اصولاً ہر دفتر کا ہر کام اس دفتر کے حدود اور عملہ تک بطور راز ہی ہوتا ہے کسی عملہ اور ملازم کو اجازت نہیں ہے کہ اپنے کام متعلقہ دفتر کو افشاء کرتا رہے خواہ وہ کام کسی مد یا کسی صیغہ کا ہو یا رازداری کا کام فی الواقع ہو یا نہو۔ یہ اہم فرض اصول ہر ایک عہدہ و ملازمت بلکہ ہر مجلس کا منشاء حدیث شریف المجالس بالامانۃ ہر جگہ ہونا چاہیئے یہ رازداری شرعاً بھی اصولی ہے نہ کہ چوریوں اور خیانتوں کے چھپانے کیلئے۔ لہٰذا پہلی اصول دفاتر پر عبور اور منشاء حدیث شریف موصوف پر غور حاصل فرمایئے اسکے بعد اعتراض فرمایئے۔

غرض یہ وجہ بھی شرعاً عدم جواز مراجعت کی دلیل نہیں ہوسکتی ہے۔ (۱۱) قولکم (جناب مولوی سعید الدین صاحب پارسال در بھوپال با مولوی محفوظ علی صاحب گفتہ اند کہ حسابات مدرسہ ناپاک است) مولوی سعید الدین صاحب سے دریافت کیا گیا وہ فرماتے ہیں کہ مین نے مولوی محفوظ علی صاحب سے ہرگز یہ مضمون ناپاک نہین کہا اس پر سماعی خبر بھی وجہ شرعی برائے عدم جواز مراجعت نہین ہوسکتی ہے۔

مولانا مرتضیٰ حسن کی سعی چندہ

(۱۲) قولکم (جناب مولوی مرتضیٰ حسن صاحب بارہا در سنین ماضیہ احقر و مولوی شبیر احمد را گفتہ کہ مرا فتوی دادہ باشید کہ من کہ سعی در چندہ مدرسہ میکنم این جائز است یا ناجائز الخ) ازراہ مہربانی ذرا غور فرمایئے کہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کا یہ سوال ایک استفسار ہے جو انہوں نے اپنی سعی چندہ کے متعلق کیا تھا اس استفسار غیر کو آپکا اپنی مراجعت کے عدم جواز پر دلیل شرعی قرار دینا عجب العجائب نہین تو اور کیا ہے علاوہ ازین آپنے اپنے مکتوب مین اس استفتاء کا جواب بھی تحریر نہین فرمایا کہ اس پر آپنے کیا فتوی صادر فرمایا تھا اور نہ یہ تحریر فرمایا کہ وجہ استفسار کیا تھی اگر آپ اس وجہ کو ظاہر فرمادیتے تو اس استفتاء کی حقیقت واضح ہوجاتی اور یہ بھی معلوم ہوجاتا کہ منشاء استفتاء کس کس کا طرز عمل ہے لیکن آپ نے اس مذاکرہ کو جو در حقیقت آپکو سنانے کیلئے اور متنبہ کرنے کیلئے تھا استفتاء ظاہر فرمایا اور اپنا جواب نقل نہ کیا اگر آپکے نزدیک بجواب استفتاء انکی سعی جائز تھی اور یہی اغلب اور اقرب ہے تب بھی اسکا ذکر اس موقع پر بے محل ہے اگر آپکے نزدیک ناجائز ہے تو آپ صاف اور صحیح فرمایئے کہ کیا آپ نے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کو بھی جواب ناجواز ہی دیا تھا اور کیا آپ اس ناجائز چندہ سے سالہا سال تک تنخواہ نہین لیتے رہے ہے؟ پس یہ وجہ

بھی عدم جواز مراجعت کیلئے دلیل شرعی نہیں ہوسکتی۔

کیا دار العلوم مین نسبت سلب ہوجاتی ہے؟

(۱۳) قولکم (دبارہا باحقر گفتہ (یعنی مولانا مرتضیٰ حسن) کہ توفیق دین و عمل در مدرسہ رسیدہ سلب میشود احقر الحال ہم تا این حد رسیدہ الخ) اگر آپ کے اس قول کو بالفرض تسلیم کیا جائے تو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کا خود طرز عمل یعنی مدرسہ ہذا مین برابر تا حال کام کرنا اسکے بطلان کیلئے دلیل کافی ہے اور خود جناب بھی مدرسہ مین اس قول کے بعد مدتون تک مولوی صاحب موصوف کی طرح شامل حال رہ کر اپنے عہدہ صدر مدرسی پر کام کرتے رہے جسکی بابت بطور دفع دخل آپ اپنی نسبت تحریر فرماتے ہین کہ احقر بھی اس حد تک نہین پہنچا پس اگر آپ اس حد تک نہین پہنچے تو عدم جواز مراجعت کے وجوہ مین اسکا ذکر کرنا جسقدر بے محل ہے وہ آپ جیسے فاضل سے مخفی نہین رہ سکتا پھر یہ بھی معلوم نہین کہ مولوی صاحب موصوف نے یہ بات کس محل و موقع اور کس بناء پر سے کہی تھی براہ کرم اپنے خیال مین خود متنبہ ہوکر انصاف فرمایئے کہ اس وجہ کا بھی عدم جواز مراجعت کیلئے دلیل شرعی ہونا کیسے کہا جاسکتا ہے؟

مدرسین اور عملہ کے مشاہرے

(۱۴) قولکم (شیخ رشید احمد صاحب فرستے زبانی میگویند کہ بر مدرسان چہ مبلغ صرف میشود و بر صیغہ استحکام اہتمام و طول و عرض انتظام چہ۔ وچون گفتگوئے سوئے ندا دیا یوس شدہ در خانہ نشست الخ) یہ اعتراض بلحاظ تنخواہ مدرسین و تنخواہ ارباب اہتمام اگر ہے تو اصولاً نادرست ہے ہر جگہ یہی عملدرآمد ہے کہ بمقابلہ مہتمم صدر مدرس کی تنخواہ زیادہ نہین ہوتی ہے۔ کالجون کو دیکھیئے پرنسپل کا مشاہرہ پروفیسرون کے مشاہرہ سے المضاعف ہوتا ہے۔ مجلس شوری نے جناب کی تنخواہ مین اضافہ کردیا تھا اگرچہ بعد اضافہ بھی آپ کی تنخواہ بخیال مجلس شوری مقابلتاً کم رہی لیکن مجلس شوری نے آمدنی کے انتظار مین آپ کے مزید اضافہ اور دیگر مدرسین کے اضافہ کو چندروز کیلئے مجبوراً ملتوی رکھا امید تھی کہ آئندہ سال اس کا موقع ملجاتا۔ شیخ رشید احمد صاحب کا یہ سوال تھا کہ عملہ اہتمام عملہ تعلیم سے بڑھا ہوا ہے اس سوال کو شیخ صاحب نے بمقام تھانہ بھون بموجودگی حضرت مہتمم صاحب حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب سرپرست مدرسہ ہذا ظلہ کے سامنے پیش کیا تھا جس پر حضرت مہتمم صاحب نے مفصل جواب

زبانی سمجھا دیا تھا۔ اور پھر دیوبند واپس پہنچکر حضرت مہتمم صاحب نے اس کا تحریری جواب حضرت مولانا صاحب مدظلہ کی خدمت مین بالتفصیل بھیجدیا تھا۔ جسمین اعداد و شمار بتلاکر یہ واضح کردیا تھا کہ یہ بیان بالکل غلط ہے کیونکہ دارالعلوم کے عملۂ تعلیم پر دو ثلث اور ارکان اہتمام اہل کار، محررین اور منتظمین شعبہ جات پر ثلث روپیہ خرچ ہورہا ہے اور اس ثلث مین حضرت مہتمم صاحب کی تنخواہ بھی شامل ہی حالانکہ مہتمم صاحب تعلیم اور غیر تعلیم تمام شعبون کے منتظم اعلیٰ ہین شیخ صاحب کا اس جلسہ شوریٰ مین شرکت سی معذور رہنے کی بابت بوجہ اپنے ضروری و وقتی مشاغل کے جو معذرت نامہ تحریری آیا ہی وہ موجود ہی اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ گویا مایوس ہوکر بیٹھ رہی تعجب انگیز امر ہی۔ یہ امر بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت نہین ہوسکتا۔ (۱۵) قولکم (بعض ارکان بارہا با حقر گفتہ اند کہ در اختیار ما ہیچ نیست محض برائے تکثیر سواد ایستیم) لاریب تنہا کسی ایک ممبر کے اختیار مین کچھ نہین ہی جو کچھ ہی مجلس شوریٰ کے جلسہ مین بحیثیت مجموعی اختیار ہے یہ بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت نہین ہوسکتی ہی۔

فرضی حسابات کا افسانہ

(۱۶) قولکم (قصہ حساب دادن فرضی منشی رحمت علی صاحب در مدرسہ مستفیض (مشہور) است الخ) جناب خود خیال فرمائین کہ کسی باطل غیر واقعی خبر کا مستفیض (مشہور) ہونا کیا اس کے حق ہونے کی دلیل ہوسکتا ہی؟ کیا آپ کو معلوم نہین کہ حضرت مہتمم صاحب کے کچھ ذاتی حسابات بھی مولوی رحمت علی صاحب کے پاس رہتے تھے؟ حضرت مہتمم صاحب نے آپ سے جو تذکرہ کیا وہ انہی ذاتی حسابات کے متعلق تھا۔ کیا مہتمم صاحب نے آپ کو انہی ذاتی حسابات کے کاغذات آپ کو نہ دکھلائے تھے؟ یہ وجہ بھی دلیل شرعی عدم جواز مراجعت نہین ہوسکتی۔

مولوی رحمت علی صاحب کی برطرفی

(۱۷) قولکم (پارسال جناب مولوی سعید الدین صاحب بمشورہ جناب مہتمم صاحب والا شان حکم برطرفی وے (یعنی مولوی رحمت علی صاحب) نوشتند۔ اینکہ مبلغ شش ہزار تا حال۔ در کتبخانہ تلف کردہ دکائے برنیاید الخ) اس موقعہ پر بھی غالباً جناب کو سہو ہوا ہی صرف مولوی رحمت علی صاحب کی برطرفی نہین بلکہ کتبخانہ کے رجسٹرون کی ترتیب دینے والے عملہ کی تخفیف تجویز ہوئی تھی اس کے شمول میں مولوی رحمت علی صاحب کی تخفیف بھی تھی۔

چھ ہزار روپیہ کے صرفہ کا ذکر نہین آیا افواہی بات ہوگی مولوی سعید الدین صاحب ممبر نے ترتیب رجسٹرون کے کام کی بخوبی جانچ و تنقیح کی تھی بعض ممبرون کی رائے تھی کہ کام کچھ نہین ہوا لیکن پھر کام پر نظر کرکے اور بقیہ کام پورا کرنیکی ضرورت سی مجلس شوریٰ نے مزید ایکہزار روپیہ صرفہ کی منظوری اپنی تجویز مورخہ ۳۰ر شوال ۴۵ھ مین صادر کی پس یہ بھی کوئی وجہ شرعی عدم جواز مراجعت کی نہ ہوئی۔

انتزاع سلطنت کی حقیقت

(۱۸) قولکم (مولوی گل محمد خان صاحب بر خرید لباس طلبہ متعین اند و چون پارسال بر درخواست احقر و اصرار طلبہ در بدل خرید پارچہ نقد تجویز شد جناب مہتمم صاحب با احقر فرمودند کہ از مولوی گل محمد خان صاحب سلطنت سلب شد و گفتند کہ اکنون این قدر مبلغ مشاہرہ چگونہ ادا دہیم یعنی چہ وانمودہ اید اکنون ہمہ برقرار اند الا آن کسی کہ گاہ کلمہ حق گفتہ الخ) بجائے پارچہ کے نقد روپیہ طلبہ کو دینے کی تجویز ضرور ہوئی اور اسپر پہلی مرتبہ عملدرآمد ہوا تاکہ تجربہ سی اس انتظام کا حسن و قبح معلوم ہوجائے اور یہ کہ اگر دوامی انتظام رہا تو بے شک تخفیف مصارف عملہ کے لحاظ سی مولوی گل محمد خان صاحب کو زیادہ مشاہرہ دینا مناسب نہ ہوگا پس اس تجویز کے بعد ہی فوراً بلا حصول تجربہ مولوی گل محمد خانصاحب کے مشاہرہ مین کیونکر کمی کیجاسکتی تھی؟ چنانچہ بعد تجربہ کے اگر پھر پارچہ دینا ہی مناسب سمجھا گیا تو مولوی گل محمد خان صاحب کو بدستور متعین رکھنا پڑیگا حضرت مولانا یہ امور انتظامی ایسی ہین کہ جو شخص منتظم ہوتا ہی وہی خوب سمجھ سکتا ہی کہ دفعۃً کسی امانت دار شخص کو ہاتھ سی کھو دینا مناسب نہین ہوتا کیونکہ پھر بوقت ضرورت آدمی نہین ملتا ہی خصوصاً ایسی شخص کی سابقہ خدمات کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہی جو مولوی گل محمد خان کی طرح (۳۰) سال سی دارالعلوم کی خدمت کررہا ہو۔ اس سے قطع نظر حضرت مہتمم صاحب فرماتے ہین کہ مولوی گل محمد خان صاحب کے متعلق جو الفاظ اُن کی طرف منسوب کئے گئے ہین وہ انہین یاد نہین ہین البتہ یہ ضرور کہا تھا کہ سلے سلائے کپڑے دینے کا قاعدہ بدلنے سے انکو مالی نقصان یہ پہنچا کہ ان کے گھر مین مشین تھی جس پر وہ طلبا کے کپڑے بازاری نرخ سے سلاتی اور اسکی اجرت حاصل کرلیتی تھے۔ یہ غرض نہ تھی کہ کپڑے کی خریداری مین نعوذ باللہ خیانت کرتے تھے اور یہ خیانت کا نفع جاتا رہا جب کپڑونکا سلسلہ ان سی علیحدہ کرلیا گیا تو صرف مطبخ کیوجہ سے انہین اتنی تنخواہ دینے مین اشکال ہی اس کا مشورہ مولوی محمود صاحب سر دفتر سی بھی کیا اور ابھی تک اس معاملہ مین کوئی بات طے نہین ہوئی کیونکہ مولوی گل محمد خانصاحب کی خدمات قدیمہ

سنی سالہ متعلقہ کام مین کمی ہونیکی امید نہین ہی جیسا کہ اوپر آچکا ہی اخیری جملہ فقرہ سامی مذکورہ بالا کا بالکل خلاف واقع ہی پس خیال فرمائیے کہ مولوی گل محمد خانصاحب کا واقعہ مذکورہ وعدم جواز مراجعت کی شرعی دلیل کیسے ہو سکتی ہی

اصلاحات کی ہنگامہ آرائی

(۱۹) جناب کے جملہ وجوہ کے جوابات اور ان کے غیر شرعی ہونے کے اثبات کے بعد اب مزید عرض یہ ہی کہ جن اصلاحات کی بابت یہ ہنگامہ آرائی ہی انکو بصورت تحریر باتفاق مولانا عزیزالرحمن صاحب مفتی اور مولانا شبیر احمد صاحب جلسہ شوریٰ منعقدہ شوال ۱۳۴۵ھ مین آپ پیش فرما چکے ہین۔ اور مجلس شوریٰ کے استفسار پر آپنے جواب دیا ہی کہ بس وہی یادداشت متعلقہ اصلاحات ہی۔ اسکے ماسوا ہم کو اور کچھ لکھنا یا پیش کرنا باقی نہین ہی۔) ملاحظہ ہو روئداد مطبوعہ جلسہ شوریٰ کے صفحہ ۳۳ پر کارروائی جلسہ منعقدہ ۲۹ رشوال ۱۳۴۵ھ بمقام تھانہ بھون" اس کے بعد روئداد مطبوعہ مین جو اصلاحات درج ہوئی ہین انکی بابت آپ نے فرمایا کہ ہمارے خیالات اسسے بھی زیادہ ہین۔ لہذا اب غور فرمائیے کہ اب دوسری اور کیا اصلاحات تھین جو اس وقت پیش نہ کی گئین۔ اگر تھی تو یہ بیان مذکورہ کیون دیا کہ اب کچھ نہین ہی۔ اس کارروائی پر جسقدر تعجب و افسوس کیا جائے کم ہی اور (الیوم تنسٰاہ) کہنا بجا ہی اگر بالفرض مزید اصلاحات آپکے پاس یا آپکے خیال مین باقی ہین تو ضرور پیش فرمائیے تاکہ انپر بھی مثل اصلاحات پیش کردہ سابقہ غور کرکے مناسب کارروائی کیجائے۔

شاہ صاحب کے وجوہ ناراضی

(۲۰) جناب کے تحریر کردہ وجوہ مذکورہ پر جب اہل بصیرت سخن فہم اور ذی رائے حضرات نظر فرمائین گے تو صاف طور سے یہ نتیجہ نکالین گے کہ آپکا استعفا اور ناراضی منجملہ ذیل وجوہ پر مبنی ہی

الف: مہتمم صاحب کی تنخواہ آپ کی تنخواہ سے زیادہ کیون ہی؟ (**ب**) آپ کا مطالبہ تین اشخاص مخصوصین کے ممبر کرنیکا مجلس شوریٰ نے فوری منظور کیون نہ کیا؟ حالانکہ اب آپ اس مطالبہ پر خود قائم نہین رہے ہین اور لئے بدل چکے ہین۔ پس آپ کو مجلس شوریٰ کی دوربینی اور مآل اندیشی کی داد دینا لازم تھی نہ یہ کہ آپ الٹے ناراض ہون کیونکہ مجلس شوریٰ نے سمجھ لیا تھا کہ آپنے بلا دور اندیشی یہ تجویز پیش کردی ہی۔ آئندہ زمانہ مین آپ عنقریب اس سے دست بردار ہو جائین گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ہی۔

ج۔ بمقام تھانہ بھون مجلس شوریٰ سے تھوڑی دیر کیلئے آپکو علیحدہ ہونیکی بابت کیون کہا گیا۔ جس کو آپ جلسہ سے اٹھا دینا تحریر فرماتے ہین۔

(**د**) مہتمم صاحب آپ سے ہر امر مین مشورہ کیون نہین لیتے۔ یہ مشورہ نہ لینا ہی استبداد قرار دیکر ایک الزام بطور پروپاگنڈا آپنے شائع فرما دیا۔

(**ھ**) آپ کا استعفا مورخہ ۱۳ رصفر ۱۳۴۶ھ جو مقام بارہ مولہ کشمیر سے پہنچا تھا اس سے ظاہر ہی کہ آپ کو یہ اطلاع پہنچائی گئی کہ آپکے متعلقہ اسباق کو دوسرے اساتذہ کے متعلق کردیا گیا ہی۔ اور یہ وجہ آپ کے جذبات لطیفہ کے بھڑک اٹھنے کی ہوئی حالانکہ یہ بالکل غلط تھی۔ آپ کے متعلقہ اسباق کو آپ کی آمد کے انتظار مین بالکل ملتوی رکھا گیا تھا۔ اگرچہ بقاعدہ رخصت وضرورت ان اسباق کا انتظام کردیا جاتا تو بیجا نہ تھا لیکن برعایت آپ کے ایسا نہین کیا گیا تھا۔ بلکہ بعد آپ کے واپس آجانے کے اور آپ سے مایوس ہوجانے کے اور اختتام سال کے قریب ہونیکے اسباق کا انتظام کیا گیا۔ (**و**) آپ کے استعفا پیش ہونے پر فوراً ممبران شوریٰ نے اپنی اپنی دور دراز مقامات سے دوڑکر آپ کی طرف رجوع کیون نہ کیا۔ اور انہون نے جلسہ شوریٰ کے انعقاد تک پیش ہونیکا کیون انتظار کیا۔ جس کی بابت آپ تحریر فرماتے ہین کہ اب بعد از وقت ہی۔ پس یہ تمام وجوہ ومطالبات مذکورہ بالکل ذاتی تخیلات اور نفسانی توہمات اور خلاف واقع ذہنی توقعات پر مبنی ہین۔ شرعی وجوہ سے ان کو کوئی علاقہ نہین ہی۔ آپ کے بعض احباب اور چند لڑکون یعنی طلبہ وغیرہ نے آپ کے نفسانی جذبات کو ان مطالبات مذکورہ پر بہت کچھ بھڑکا دیا۔ جس سے آپ ان کے زیر اثر ہوکر اظہار ناراضی برخلاف طبع اور خلاف فطرت مجبور ہوگئے۔ اور انہی جذبات کے ماتحت آپنے اپنی آمد کی صبح کو مولوی سید رحمت علی صاحب کو بموجودگی چند علماء کرام وہ الفاظ کہے کہ جنکا آپ کی زبان مبارک سے نکلنا حیرت انگیز تھا۔

رجعت قہقری

(۲۱) کیا جناب کو یاد نہین ہی کہ جناب نے تھانہ بھون کے جلسونسے واپس آکر حضرت مہتمم صاحب کی بموجودگی مولانا مرتضیٰ حسن صاحب بعض ممبران شوریٰ سے یہ فرمایا تھا کہ اب مین پھر اپنی قدیم جگہ پر آگیا ہون یعنی تمام خیالات ومطالبات ومنازعات سے پاک صاف ہوگیا ہون جیسا کہ قدیم سے تھا لیکن افسوس ہی کہ بعض احباب اور اکثر لڑکون یعنی طلباء نے آپکے جذبات کو برانگیختہ کردینے مین کامیابی حاصل کی اور آپکے خیالات کو پھر دگرگون کردیا زیادہ عرض کرنے کی ضرورت نہین ہی۔

اساس ظنون اوہام پر عمارت فتن کی بنیاد

(۲۲) جناب سے یہ بھی عرض ہی کہ آپنے جو وجوہ استعفا

تحریر فرمائے ہین ان سی ظاہر ہی کہ محض فواہون پر جو اعلم اشخاص محض اپنی ذاتی کاوشون سی کہتی ہین آپ نے عمل کر کے بلا تنقیح و بلا دریافت صحت بلکہ بلا دریافت اصلیت واقعہ ایک نوع جزم کیساتہہ تحریر فرما دیا جو کہ شرعاً نادرست ہی۔ اگر وجوہ شرعیہ کو صحیح طور سی محققانہ نظر سے تلاش کیا جائے تو بالیقین ثابت ہو جائیگا کہ محض قیاسی اور ظنی باتون پر دارالعلوم کے درس حدیث سی آپکا اعراض فرمانا ایک فتنۂ خاص کا پیدا کر دینا تہا جو پیدا ہوا۔ بس ایسی ظنی وجوہ پر ایک کار خیر مین فتنہ کا باعث ہونا بروئے احادیث نبویہ کسدرجہ تک پہنچ سکتا ہی؟ کیا احداث فتنہ کی ادنیٰ وجہ کو بھی پیدا کر دینی کے متعلق جو وعیدین ہین آپ ان کو بھول گئی؟

اِس موقعہ پر بجواب آپ کے اگر (الیوم تنسٰاہ) کہا جائے تو بالکل درست اور واقع کے مطابق ہی۔ اگر اس بارہ مین مفصل استفتاء موجودہ صورت فتنہ کا بدلائل واقعہ آپکے سامنے رکہا جائے تو ایسے فتنہ کے احداث پر وعید شرعی کے عائد ہونیکا آپکو ہی فتویٰ دینا پڑیگا اور یہی کہنا پڑیگا (ماسألتمو فیہا فتنۃ عظیمۃ محرمۃ) اخیر مین ہماری دعا ہی کہ اللہ تعالیٰ قلوب کو صلاح نیت پر رکھے۔ اور نفسانیت اور بات کی پیچ اور خوف لومۃ لائم سے بچائے۔ آمین۔

استعفا منظور کرلیا گیا

ہم آخر مین نہایت افسوس کیساتہہ آپ کی خدمت مین اطلاع دیتی ہین کہ تاریخ یکم ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ سی جو آپنے استعفا ملازمت پیش کیا ہی اُس کو منظور کرنے پر مجبور ہین۔ چونکہ آپ نے کام بھی چھوڑ دیا تہا لہٰذا تاریخ مذکورہ سی منظور کیا گیا۔

مگر باوجود اس کے ہم کو اُمید ہی کہ آپ ہماری معروضات پر توجہ فرما کر اپنے خیالات کیطرف بحیثیت شرعی و توجہ الی اللہ تعالیٰ غور فرمائین گے۔ بلکہ استخارہ فرمائین گے۔ وما علینا الا البلاغ والسلام ؁

مرادِ ما نصیحت بود کردیم حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(منجانب ممبران مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند)

مرقوم ۸ رجب ۱۳۴۶ھ

(مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دارالعلوم دیوبند کے اصلی و حقیقی حالات

مسلمانون سے امداد کی درخواست

آجکل جبکہ ہندوستان مین دارالعلوم کے اختلافات کا شہرہ ہی اور ہر شخص اپنی جگہ پر ان حالات کو سنکر نہایت انتظار کے ساتھ اصلی واقعات سننے کا مشتاق ہی ایسے وقت ہم صحیح حالات لکھکر مسلمانون کو مطمئن کر دینا چاہتے ہین۔

دارالعلوم کے اختلافات،

دارالعلوم کی جماعت مین اختلافات رونما ہوئے اور درحقیقت یہ ایک نہایت افسوسناک امر ہی کہ ایک ایسی جماعت مین اختلاف رونما ہوا جسکا اتفاق ضرب المثل تہا لیکن دنیا کی تاریخ پر نظر رکہنے والے بالخصوص اسلامی تاریخ سے واقف اس امر سے آگاہ ہین کہ کبھی اہل خیر کے طبقہ مین بھی ایسے اختلافات پیدا ہو جاتے ہین جو انجام کار موجب افتراق بنجاتے ہین۔ اختلافات کا مبنیٰ کبھی اختلاف رائے ہوتا ہی اور گو وہ فی حد ذاتہ مذموم نہین ہی تاہم بیجا ہٹ اور ضد سی انجام کار مضر ہو جاتا ہی اور کبھی اغراض و مقاصد کا تزاحم ہوتا ہی جن کے مذموم اور محمود ہونیکا مدار اغراض و مقاصد کے حسن و قبح پر ہوتا ہی۔ بہرحال دنیا کا کوئی کارخانہ اختلاف سی خالی نہین رہتا اور کوئی وقت ایسا نہین گذرتا جسکو اختلاف سی خالی کہا جائے۔ اور ایسے اہم اختلافات بھی رونما ہوتے ہین جن سی جماعت کی ہیئت مجموعی مین تفریق پیدا ہو جاتی ہی۔ اسباب اور علل کی تحقیق مشکل امر ہوتا ہی ایسے وقت اہل بصیرت اور ارباب دانش کا یہ فرض ہوتا ہی کہ اختلافات کی اہمیت سے قطع نظر کر کے نفس مقصد کی بقا اور تحفظ کی فکر کرین۔ مدرسۃ العلوم علی گڈہ مین مسئلہ جانشینی پر اختلاف شدید پیدا ہوا اور وہ اختلاف اس حد تک پہنچگیا کہ حامیان علی گڈہ کے دو گروہ ہو گئی اور بعض زبردست شخصیتون کو مدرسۃ العلوم سی ہمیشہ کیلئے علیحدہ ہونا پڑا لیکن مدبران قوم نے شخصیتون کی حمایت پر مدرسۃ العلوم کی تحفظ کو مقدم سمجھا۔ اور اعانت سے دستکش ہونیکے بجائے پہلے سے زیادہ امداد مین سرگرمی دکھلائی۔ علامہ شبلی ندوۃ العلماء کے روح رواں تھے وہ نظامت ندوۃ العلماء سے جدا ہوئے تو ملک مین ایک عام ناراضی پھیل گئی۔ علامہ موصوف کی حمایت کیلئے ملک مین بڑے بڑے جلسے منعقد کئے گئے۔ لیکن ارباب دانش نے اس ذاتی اور شخصی معاملہ کو ندوۃ العلماء کی امداد کا سدراہ نہین بنایا۔

دارالعلوم دیوبند مین بھی سابقہ زمانہ مین بعض ملازمین و مدرسین کی علیحدگی پر بڑی بڑی شورشین اور فسادات ہوئے لیکن اہل بصیرت نے دارالعلوم کے مقابلہ مین کسی شخصیت خاص کی حمایت نہین کی چنانچہ اسکی نظائر دارالعلوم کی سابقہ رودادون مین طبع ہو کر شائع ہو چکے ہین۔

دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب اور حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مفتی دارالعلوم کا مستعفی ہو کر علیحدہ ہو جانا نہایت افسوسناک اور حیرت انگیز امر ہے۔ اُن عمیق اور گہری سازشون پر مطلع ہونا نہایت دشوار ہے جنکے نتائج مین یہ حوادث ظہور پذیر ہوئے۔ یہ وہ سازشین ہین جو کسی وقت ملک مین ظاہر ہو کر موجب حیرت و استعجاب بنین گی۔ لیکن ہم ابھی ان کے اظہار کے لئے تیار نہین ہین۔ البتہ جو کچھ ہوا ہمین بھی اس کا سخت افسوس ہے۔ اسوقت ہمین دیکھنا یہ ہے کہ ان بزرگ و بلند ہستیون کی علیحدگی کے بعد دارالعلوم کی حالت کیا ہے۔

دارالعُلوم کی اِنتظامی و تعلیمی حالت قابل اطمینان ہے

ہم نہایت بلند آہنگی سے اعلان کرتے ہین کہ دارالعلوم کی تعلیمی و انتظامی حالت ہر طرح سے قابل اطمینان ہے دارالعلوم جس طرح سے چونسٹھ سال سے علم دین کی خدمت کر رہا ہے اسی طرح اب بھی کامل الفن اساتذہ کی کافی تعداد دارالعلوم کی خدمت کر رہی ہے۔

(۱) حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی صدر مدرس دارالعلوم ہین۔ مولانا موصوف کی علمی شہرت اور مقبولیت کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ آپ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور ہر طرح ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہین۔ اور یہ کہ آپ نے تقریباً بارہ سال حرم نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مین بیٹھکر درس حدیث و تفسیر دیا اور دیگر فنون کی تعلیم دی اور حجاز و شام۔ عراق و مصر۔ سوڈان و مراکش کے طالبان علوم نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

(۲) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب کے علم و فضل۔ زہد و تقویٰ اور ان کی مقبولیت عامہ سے کون واقف نہین۔ آپ ایک عرصہ سے دارالعلوم مین درس حدیث دے رہے ہین۔

(۳) مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب ناظم تعلیم دارالعلوم و شعبۂ تبلیغ ایک زبردست عالم و فاضل و مناظر و مصنف ہین

جن کو تقریباً چالیس سال علم دین کی خدمت کرتے ہوئے گذرے اور جو بڑے بڑے مدارس مین صدر مدرس رہ چکے ہین اور اب آٹھ سال سے دارالعلوم کی خدمت انجام دے رہے ہین اور علاوہ انتظام تعلیم اور شعبۂ تبلیغ کتب حدیث و دیگر فنون کی بھی تعلیم دیتے ہین۔

(۴) مولانا رسول خانصاحب۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب۔ مولانا محمد اعزاز علی صاحب۔ وغیرہ یہ وہ کامل الفن اُستاد ہین۔ جنکے علم و فضل مین کسیکو بھی تردد نہین ہے اور جو سالہا سال سے دارالعلوم کی تعلیم کا محور اور مدار بنے ہوئے ہین اور جنکے تلامذہ اکثر مدارس اسلامیہ مین مدرس ہین ان کے علاوہ دارالعلوم کے ہر درجہ اور ہر طبقے مین لایق مدرس موجود ہین۔

انہین حضرات کا علمی فضل و کمال تہا کہ بجنۃ الاتحاد کی بے حد سعی کے بعد بھی اسٹرائک مکمل نہ ہو سکی۔ اور طلبہ کی کثیر تعداد اسی طرح سلامتی و انقیاد کے ساتھہ حاضر درس ہوتی رہی۔

(۵) حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و ناظم دارالعلوم کے ۳۵ سالہ عہد اہتمام مین دارالعلوم نے جسقدر ترقیات کی ہین۔ اُنہی کی زیر قیادت و سیادت مدرسہ کے انتظام اُن ہی صحیح اصول پر قائم ہین۔

مجلسِ شوریٰ

مجلس شوریٰ ارباب حل و عقد مدرسہ کی مجلس ہے جسکو کلی اختیارات نظم و نسق اور وضع قوانین کے حاصل ہین یہ مجلس نہایت مضبوط ہے۔ اسمین بڑے بڑے ذی وجاہت ارباب فضل و کمال۔ مدبر و منتظم داخل ہین اور یہ حضرات نہایت دلچسپی و توجہ سے دارالعلوم کے معاملات کو سرانجام دیتے ہین اور موجودہ فتنہ و شورش کے وقت نہایت استقلال و ہمت سے ہر مشکل کے حل کرنے کیلئے مستعد رہتے ہین۔

سرپرست دارالعُلوم

مجلس شوریٰ کی صدارت و سرپرستی ایک ایسی ذات بابرکات سے متعلق ہے جنکے فضائل و کمالات حق گوئی و حق پرستی دنیا مین تسلیم ہو چکی ہے۔ **دارالعلوم** کو بجا طور پر فخر ہے کہ حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا **اشرف علی** صاحب دام فیضہم دارالعلوم کے ہر چھوٹے بڑے معاملہ کیطرف نہایت دلچسپی سے متوجہ رہتے ہین۔ بعض کا یہ خیال کہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہم کا تعلق صرف دعا کا ہے محض غلط ہے حضرت مولانا اپنے

اور مشورہ اور دعا اور توجہ قلبی اور ہمت افزائی غرض ہر طرح سے دارالعلوم کی سرپرستی فرما رہی ہین - اور اسطرح

بحمد اللہ مدرسہ کا نظام تعلیمی وانتظامی ہر طرح سے مکمل وقابل اطمینان ہے - کوئی وجہ نہین ہے کہ مسلمان اس غیر متوقع شورش واختلاف کی بنا پر دارالعلوم کی امداد سے دستکش ہون -

درخواست امداد دارالعلوم

مسلمانون کا فرض ہے کہ ایسے وقت دارالعلوم کی امداد مین پوری طرح حصہ لین - اور اُنہین اصول اور طریق عمل کی پابندی کیساتھہ چندہ دیتے رہین اور اس فتنہ وشورش کے وقت دارالعلوم کی امداد کو اپنا نصب العین قرار دین اور اس جماعت پر جو چونسٹھ سال سے ایک خاص مسلک اور خاص اصول پر دارالعلوم کو چلا رہی ہے اُسیطرح اطمینان رکھین جس طرح ابتک تھا -

دارالعلوم حقیقی مذہبی تعلیم کا مرکز ہے - اور وہ ایک خاص مسلک پر قائم ہے اس کیلئے اصول موضوعہ اور طریق عمل معین ہین اور اسکے اصول وطریق عمل میں کسی تغیر کو جو خلاف اصول مدرسہ ہو کسی صورت میں بھی قبول نہیں کیا جا سکتا البتہ جن ہوا خواہان دارالعلوم کو کسی قسم کی بے اطمینانی پیدا ہو گئی ہو وہ نفس حالات دریافت فرمانیکیلئے دیوبند تشریف لائین اور اپنا اطمینان فرمالین -

یہ غیر معمولی تحریر دربارہ امداد دارالعلوم اس لئے شائع کرنی ضروری ہوئی کہ آجکل بوجہ فسادات کے ایک ایسی جماعت بھی کام کر رہی ہے جو امداد دارالعلوم کو مانع ہے اور اپنے نام نہاد کامون کے لئے امداد کو اپنی طرف کھینچ لینا چاہتی ہے -

ہمین اُمید ہے کہ مسلمان ہماری معروضات بالا کو بغور ملاحظہ فرمائین گے اور حقیقی اصول پر کاربند ہو کر دارالعلوم کی امداد مین بیش از بیش حصہ لین گے - واللہ الموفق

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین +

احقر

حبیب الرحمن عفی عنہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۲ / شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ

(مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند)

بلکہ ایسے الفاظ تحریر فرمادیئے کہ اگر عربی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ان کا ہاتھ بٹائین تو وہ اسکا انتظام کرسکتے ہین الحمد للہ کہ محترم محرک اور احقر مؤید بہت سے امور مین متفق ہین - بظاہر صرف تعیین مین اختلاف معلوم ہوتا ہے - سو مین عرض کرچکا ہون کہ مین نے رسائل کا نام مذکورہ بالا وجوہ پر نظر کرکے لیا تھا - ورنہ بہت سی وہ اغراض جنکو مین نے اصل تحریک کی تائید مین پیش کیا ہے - رسالون سے پوری نہین ہو سکتین -

اخبار الجمعیۃ کے کارکنون مین سے اکثر حضرات میرے مکرم ہین - اور مجکو ان کے علم وفضل کی بنا پر یقین ہے کہ اگر وہ اس بار کا تحمل منظور فرماوین گے تو بطریق احسن انجام دین گے اور جسطرح بہت سی مشکلون کے باوجود الجمعیۃ کے ظاہری اور باطنی محاسن مین فرق نہین آنے دیتے ہین انشاءاللہ اسمین بھی نہ آنے دین گے - لیکن اگر فی الحقیقت یہ بار اخبار الجمعیۃ پر پڑنا چاہیئے تو ضروری ہے کہ اس کی مالی مشکلات کو کم از کم توسیع اشاعت ہی کے ذریعہ سے کم کیا جاوے اور عربی یا اسلامی ممالک سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کم از کم ایکہزار خریدارونکا اضافہ کرادین ہان آخر مین مین اسقدر ضرور عرض کرون گا کہ محرک اور مؤید کی تعیین مین مانعۃ الجمع نہونا چاہیئے اگر "القاسم" دیوبند - رسالہ "جمیل" مظفرنگر بھی اس کی ہمت کرین تو مسابقت کا میدان تنگ نہین ہے -

"القاسم" دیوبند کو ایک خاص سہولت یہ حاصل ہے کہ دارالعلوم دیوبند مین بیرون ہند کے طلبہ بھی رہتے ہین بنا بریں دوسرے حضرات کو ممالک اسلامیہ کے حالات اخبارات کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتے ہین "القاسم" ان طلبہ سے بلاواسطہ حاصل کرسکتا ہے" مین منتظر ہون کہ اخبار الجمعیۃ یا "القاسم" کے اڈیٹر صاحبان اپنی اپنی ذمہ داریون کا احساس کرنیکے بعد کہانتک اسکے لئے آمادگی ظاہر فرماتے ہین -

(محمد اعزاز علی غفرلہ) ۲۷ / رجب ۱۳۴۶ھ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۸۱

القاسم

دور جدید

جلد ۳ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ نمبر ۹

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعۂ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند مین طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصولڈاک

فی پرچہ ۳ر

فہرست مضامین رسالہ "القاسم" ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ

بانی دار العلوم دیوبند

(بسرپرستی)

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی وحضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم وحضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ودیگر مقدس ومقتدر علماء دیوبند سے شائع ہوتا ہے

مضمون	صاحب مضمون	صفحات
اشتات ،	ادارت ۔	۱ - ۳
لیلۃ القدر ،	مولانا سید محمد میان صاحب ادیب مدرسہ حنفیہ ،	۴ - ۸
تعلیمات اسلام ،	مولانا محمد شفیع صاحب مدرس دار العلوم دیوبند ۔	۹ - ۱۶
اغلاط دیانند	مولانا حکیم عبد الشکور صاحب مرزاپوری ،	۱۷ - ۲۴
اسلامی روزہ	مولوی عتیق احمد صاحب صدیقی معین الادارت القاسم ۔	۲۵ - ۲۹
قصیدۃ نونیۃ الاحاد ،	جناب مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب سلمہ ۔	۳۰ - ۳۲

نوٹ = مولانا محمد شفیع صاحب کے مضمون تعلیمات اسلام کا سلسلہ درمیان مین بعض ناگزیر وجوہات سے ترک ہوگیا تھا لہذا ناظرین ایام القاسم نمبر ۵ جلد ۳ نکالکر اسکے آگے ربط لگالین ۔ (ادارت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشتات

القاسم اکثر اپنی معیّنہ وقت پر شائع ہوتا رہا ہے لیکن دو نمبر کچھ تاخیر سے شائع ہو رہے ہین جسکی وجہ سے کارکنان القاسم ناظرین سے شرمندہ ہین ۔ تاہم فہمیدہ حضرات کے آنیوالے خطوط سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ تاخیر کی وجوہ واسباب قرائن سے ان لوگون نے خود معلوم کرلئے ہین کہ دار العلوم مین اختلافات کی کشمکش نے اس کے منتظمین کے سکون واطمینان مین غیر متوقع حرکت و بے اطمینانی پیدا کردی ہے ایک طرف غیر واقعی وخود تراشیدہ اعتراضات کے جوابات دینا ان کے ذمہ ہے اس کے علاوہ ان کے اندرونی وبیرونی پروپیگنڈے کے اثرات کچھ ایسی ترقی پذیر ہوگئے تھے کہ جن کے متعدی ہوجانیکا اندیشہ تھا لیکن الحمد للہ کہ ممبران مجلس شوریٰ کی تجاویز اور حضرت سرپرست صاحب دار العلوم دیوبند کی ظاہری و باطنی توجہ ودعا سے تمام خلفشار قریب قریب رو باختتام ہین القاسم کی تاخیر اشاعت کی وجہ جہان ان اسباب وعلل کا وجود تھا وہین بعض ضروری رپورٹون کے ضمیمہ کیوجہ سے بھی تاخیر ہوجاتی تھی ،، ہم ناظرین القاسم سے بہرحال اس تاخیر پر عفو خواہ ہین "

دار العلوم کی امداد واعانت

القاسم نمبر ۸ ماہ شعبان مین حضرت مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند کیطرف سے ایک اپیل دار العلوم دیوبند کے اصلی وحقیقی حالات کے عنوان سے شائع ہوئی تھی ،،

الحمد للہ کہ حضرت حکیم الامۃ کی دعاء کی برکت اور حضرت موصوف کی امدادی اپیلونسے ملک کے دیندار طبقہ نے

دارالعلوم کیطرف توجہ مبذول فرمائی۔

حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند کی درخواست امداد پر بھی ان حضرات نے خصوصی توجہ مبذول فرمائی جوکہ دارالعلوم کے احیاء وابقا کی تمنا دل مین رکھتے ہین۔

خدائے قدیر بہت ہی جلد حق و باطل مین فیصلہ کردیتا ہی اور سچ کو جھوٹ سے ممتاز کر دکھاتا ہی، "چنانچہ ملک کے سمجھدار طبقہ نے مدعیان اصلاح و علمبرداران حق و صداقت کی کنہ کو خوب سمجھ لیا اور ان کے اعلانات بندش چندہ دارالعلوم دیوبند پر ہر گوشہ ملک سے اظہار نفرت و حقارت کے ریزولیشن پاس کر کے اخبارات مین شائع کیے گئے۔ اور بعض مخصوص جماعتون نے دارالعلوم کی امداد کیلئے اپنی کوششون کو صرف کرنا شروع کردیا"۔ لہذا ہم اپنی ناظرین کو جوکہ بواسطہ القاسم دارالعلوم کے رشتہ دینی و علمی سے وابستہ ہوچکی ہین ان کو مخصوص گروہ قاسمی سے یاد کرتے ہوئے اس فرض کیطرف متوجہ کرنا چاہتی ہین کہ اسوقت جبکہ دارالعلوم کو مالی نقصانات کا ایک عظیم صدمہ پہونچ جانیکا اندیشہ ہی جہان ہر مسلمان کا فرض ہی کہ بقدر بساط دارالعلوم کی خاص طور سے اعانت کی طرف قدم بڑھائے، وہین ناظرین القاسم کا فرض اولین ہی کہ وہ کم از کم ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ایسی وقت مین دارالعلوم کی امداد کرین جوکہ القاسم فنڈ کے نام سے دارالعلوم مین ارسال فرمایا جائے۔ اور اسمیں تحریک القاسم کا حوالہ ہو۔

اسیطرح ہر ہر شخص اپنی عزیز و اقارب احباء اور دوستونسے چندہ کی اپیل کرین تاکہ داور محشر کے سامنے جہان اس گلستان قاسمی کو نقصان پہنچانیوالون کی ایک جماعت اپنی کردار و اعمال پر شرمندہ و محجوب ہوگی وہین ایک گروہ اس امانت قاسمی کو محفوظ و مصئون رکھنے کے صلہ مین خدا اور رسول اور بزرگان دارالعلوم کی طرف سے حصول رضا و خوشنودی کا گہوارہ ہوگی۔

دیکھنا یہ ہی کہ کتنے ہین وہ لوگ جوکہ اس وقت دارالعلوم کی خزان آلود فضا کو از سر نو باد سموم کے جھونکون سے بچاکر اس کی بہار و رونق کیطرف متوجہ ہوتے ہین اور قال اللہ و قال الرسول کی حفاظت و اعانت مین حصہ لیتے ہین "اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ +

جہان دارالعلوم دیوبند کے بہت سی علمی و اصلاحی ارادے ابھی تک بوجہ انہماک مدافعت جراثیم موجودہ عملی جامہ نہ پہن سکے وہین القاسم بھی اپنی نادر و نایاب علمی جواہر ریزے ناظرین کی خدمت مین پیش کرنیسی ابھی تک قاصر رہا ہی لیکن انشاءاللہ العزیز اب جملہ خلفشار دور ہوچکے ہیں اور باطل پرستونکی کرہمت ٹوٹ چکی ہی۔ لہذا آئندہ ماہ سی ہم القاسم کو اس کی بلند حوصلگی میں کامیاب بنانے کی سعی کرین گے۔

القاسم۔ اپنی علمی و مذہبی خدمات پر نازان نہین ہی لیکن ہان اتنا عرض کرنے مین بھی حق بجانب ہے کہ کارکنان القاسم کے ارادے اور حوصلے یقیناً اس قابل ہین کہ اگر حق جل مجدہٗ کے فضل و کرم سی وہ عالم وجود مین بھی آجاوین تو نہ صرف کارکنان القاسم و ناظرین القاسم ہی اسکو نظر مباہات و مسرت سی دیکھین بلکہ مسلمانان عالم کیلئے وہ ایک علمی زندہ مثال قائم ہوجائے مگر افسوس کہ القاسم کی موجودہ اشاعت اسکی موجودہ مصارف کیلئے بھی کفیل نہین ہوسکتی چہ جائیکہ وہ شاہراہ ترقی پر گامزن ہو، تو کیا ہم ناظرین القاسم سی یہ توقع وابستہ رکھین کہ وہ اس ماہ مبارک مین کہ جسمین اعمال حسنہ کا اجر المضاعف ہوجاتا ہی۔ القاسم کی توسیع اشاعت مین بھی سرگرمی سے کام لین گے کارکنان القاسم نے اس ماہ مبارک کی تقریب مین یہ خاص رعایت کردی ہے کہ جو حضرات اس ماہ مین جدید خریدار ہون گے اُنسی بجائے ؏ کے صرف ؏ چندہ معہ محصولڈاک و پیکنگ وغیرہ لئے جاوین گے البتہ صرفہ وی پی خریدار کے ذمہ ہوگا۔

اور جو صاحب ایک جدید خریدار فراہم کرین گے انکو ایک کتاب میلاد سرفرازی مسمی بہ فروغ بزم ہدیۃً مفت محصولڈاک اپنی پاس سے لگاکر ارسال خدمت کی جاوے گی۔

اور جو صاحب پانچ جدید خریدار پیدا کرین گے ان کی خدمت مین ایک حمائل شریف مترجمہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مجلد خوشنما پیش کرین گے۔

امید کہ ناظرین القاسم اپنے اس ماہانہ علمی خادم کے توسیع اشاعت مین بیش از بیش حصہ لین گے۔

السعی منا والاتمام من اللہ تعالیٰ ۔

شب قدر (۱)

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ

ایک شب قدر ہزار ماہ سے بہتر ہے

آیت بالا کے مضمون پر وہ عقلین یقیناً حیرت مین جائین گی جن کو انبیاء علیہم السّلام کی ہدایت بخش و پرصداقت، معجزون مین تاویلین کرنے کی۔ رسولون کی بصیرت افروز نشانیون مین شک و شبہہ کرنیکی کلام پاک وحی الٰہی کی آیتون مین صاف صاف من گھڑت اختراعی معنی پیدا کرنے کی عادت ہوگئی ہے یا اس قباحت سے اُن کو اُنسیت ہے۔

یعنی وہ نامبارک عقلین جو یورپ کی کورانہ تقلید کو فرض منصبی۔ اسکی اتباع کو قابل فخر نصب العین۔ اور اس کی پیروی کو مایۂ ناز دستورالعمل اور اس کی ملمع سازیون کو عین واقعیت اور جودت اور ظاہری چمک دمک کو نور حقیقت سمجھے ہوئے ہین۔ اور ان کا یہ عقیدہ یا خیال ہے کہ علوم جدیدہ۔ تہذیب یورپ اور تمدن مغرب کی نئی روشنیون نے تمام پُرانی روشنیون کو ماند کر دیا۔ لیکن حق یہ ہے کہ علوم جدیدہ کی نام نہاد ظاہری جگمگاہٹ کے سامنے اسلام کی ضیا ربارئین ماند تو کیا پڑتین انکو اور چار چاند لگ گئے۔ اور اپنی روزافزون ترقی کی ساتھہ آفتاب نیمروزہ کی شعاعون کیطرح عالم پر چھا گئین۔

یہ بھی ضروری تہا کہ ایسی روشنی مین بہت سی کمزور نظرین خیرہ ہو جائین۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور کمزور نظرین روشنی کو اندھیری اندھیری کو قابل سکون و راحت بخش روشنی سمجھنے لگین۔

مگر آج یہ دعویٰ دلیل کا محتاج نہین رہا کہ دوسری روشنیون کو اسلام کی نورافشانیون کی ساتھہ وہی نسبت اور تعلق ہے جو چاند کی روشنی کو آفتاب کی کرنون کی ساتھہ۔

ہان اگر یہ کہا جائے تو ممکن ہے کہ صحیح ہو کہ نیچر کے اصول موضوعہ نے عقل سلیم کو آزادی بخشنے والے مذہب یعنی اسلام۔ کی اس عارضی دھیمی پن کو محو کر دیا جو مذاہب کی تحقیق مین عقلون کو معطل سمجھنے سے بعض ممالک اور بعض اقوام مین پیش آگیا تہا۔ مگر صحیح عقلون نے انتہائی جد و جہد کے بعد نتیجہ یہی نکالا

کہ اگر ضوابط فطرت اور اصول نیچر کے مطابق کوئی مذہب ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ مین یہان کچھہ تھوڑا سا لیلۃ القدر کے متعلق ناظرین کے ملاحظہ کیلئے پیش کرنا چاہتا ہون۔

طبیعت حیوانی یعنی فطرت اپنی جسمانی صحت باقی رہنے کیلئے جیسا کہ جفاکشی کا اور محنتون تکلیفون اور مشقتون کے برداشت کرنیکا حکم نافذ کرتی ہے ایسے ہی کسی خاص وقت مین سکون و راحت و آرام کی بھی خواہش کرتی ہے اور ان دونون مین سے اگر ایک بھی حد اعتدال سے تجاوز کر جائے تو عیش پرستی یا رہبانیت و جنون کہلاتا ہے۔

چنانچہ شارع علیہ السّلام نے الدِّین یسرٌ (اصول دین آسان ہی ہین) کی خبر سے۔ اور لنفسک علیک حق (تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے) کی تعلیم سے اور عبادت داؤدی کان یقوم نصف اللَّیل و ینام نصف۔ و یفطر نہارا و یصوم نہارا۔ (حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات عبادت کیا کرتے تھے اور آدھی رات سویا کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھا کرتے تھے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے۔) کی تحسین اور تعریف سے اس طبعی اقتضا اور فطرت کی خواہش یا نیچر کی حکم کی تکمیل فرمائی ہے۔ اور جیسا کہ مقتدائے اسلام علیہ السلام کا دستور تہا کہ ہر تعلیم کا اپنے عمل سے نمونہ پیش کیا کرتے تھے۔ اس تعلیم کے متعلق بھی اپنے عمل کو پیش کر کے یہ بتا دیا کہ میری سنت بھی یہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے اقوم و انام۔ اصوم و افطر۔ یعنی مین رات کو عبادت بھی کرتا ہون۔ سوتا بھی ہون۔ روزہ بھی رکہتا ہون۔ افطار بھی کرتا ہون۔ نکاح بھی کرتا ہون۔ عیالدار بھی ہون۔

رات کو جاگنا تہجّد پڑہنا بھی ہم جیسے کاہل الوجود سست آدمیون کے لئے دشوار تہا۔ تو یہ بشارت فرمائی کہ رات کو عشاء کی اور پھر صبح کی نمازین اگر باقاعدہ جماعت سے ادا کیجائینگی تو تمام رات عبادت کرنے کا ثواب ملیگا۔ اور پھر تعلقات دنیوی۔ تمدن۔ ترقی۔ حفظان صحت ان تمام باتونکا خیال فرماتے ہوئے ایک قطعی حکم باین الفاظ نافذ فرمایا کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام یعنی اسلام مین سادھو بننا جائز نہین ہے۔ اور پھر ارشاد خداوندی لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ تو ان تمام شعبون کے لئے بلکہ زندگی بھر کے تمام شعبون کیلئے کافی اور وافی اور حاوی فرمان ہے۔ ترجمہ (اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہین دیتا)۔

غرضکہ انسانی ضروریات کے متعلق تمام امور مین ایک ایسا راستہ ہم کو دکھایا جو نہ ہمارے لئے دینا مین تکلیف دہ اور قاطع تعلقات ہوسکے نہ آخرت مین غضب خداوندی اور قہر الٰہی کا باعث ہو۔ بلکہ اس راستہ مین ہر ایک قدم کا اٹھانا ایک اعلیٰ رضا اور رحمت خداوندی کا باعث اور سبب ہی۔

عبادات شبینہ کے متعلق ایک اعلیٰ ارشاد یہ بھی ہی کہ لیلۃ القدر خیر من الف شھر یعنی سال بھر مین ایک رات ایسی ہی کہ اس مین عبادت کرنا ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہی۔

قربان جائے اس بہترین اور مبارک تعلیم پر کہ اس اعلیٰ فضیلت کیساتھہ بھی اس رات کی تعیین نہین کی گئی۔ کیونکہ بصورت تعیین ممکن تھا کہ ایک مسلم پر (جسکا مطمح نظر اور نصب العین ہر فضیلت کے مرتبہ کا حاصل کرنا ہی) اس رات کو تمام رات عبادت کرنا واجب بھی ہوجاتا۔ جو اس کی کمزور طبیعت کے یقیناً مخالف ہوتا۔ نیز نیچر کے قواعد بھی اسمین دخل انداز ہوسکتے تھے۔ اور ان کو بھی مداخلت کا حق ملسکتا تھا۔

بلکہ ایک نہایت مناسب طریقہ سے یہ سمجھا دیا گیا کہ جو شخص اپنی رات کے نظام اوقات (پروگرام) مین کچھ حصہ آخری شب کا عبادت الٰہی کے لئے بھی خاص کرلے وہ بھی اس رات کو اور اس کی فضیلت کو پاسکتا ہی۔ اس مبارک تعلیم اور رات کے متعین نہ کرنے مین قابل تحسین و آفرین ایک اور بات یہ بھی ہی کہ اس باعظمت اور بافضیلت شب کے ثواب حاصل کرنیکا شوق ایک مسلمان طالب رضاء خداوندی کو حسب طاقت ہر روز رات کے کسی حصہ مین بستر راحت سے اٹھا کر بارگاہ رب العزت مین قائم کردیا کریگا۔ اور حضرت ذوالجلال کے سامنے سربسجود کرکے ان لوگون مین داخل کردیگا جن کی خدا تعریف فرماتا ہی کہ تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وطمعاً یعنی ان کے پہلو بسترون سے جدا رہتے ہین اور وہ اپنے پروردگار کو پرخوف اور پرطمع لہجون مین پکارتے رہتے ہین۔

ممکن ہی کہ یہ شبہہ پیش کیا جائے کہ ایک رات کی عبادت کو ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر کہنا حد اعتدال سے تجاوز اور تمام مذاہب کے برخلاف ہے مگر جس خدا نے شب چہاردہم [۱۴] مین چاند کی

خوش آیند دل فریب دھیمی دھیمی کرنون کی نورانی چادر بچھائی۔ شب بست ونہم [۲۹] کو اندھیری اور اسمین تارونکی سفید بوٹیون کا سیاہ نقاب اڑھایا۔ جس خدا نے موسم بہار مین تازگی۔ پھولون کی مہک پودون کی لہر۔ کھیتون کی سرسبزی۔ درختون کی شادابی۔ اور موسم خزان مین خشکی۔ اجاڑپن۔ روکھاپن۔ بے رونقی۔ گرمیون مین گرمی۔ جاڑون مین سردی وغیرہ وغیرہ کوٹ کوٹ کر بھری اس ہی قادر مطلق خدائے ذوالجلال نے سال بھر کی کسی ایک شب مین ثواب اور خوشنودی اور اپنی رضا کو کامل طرح پر ودیعت کردیا تو کونسی تعجب اور شبہہ کی بات ہی۔

اور جب ہم ایک معمولی امیر کی کریمانہ سخاوت اور بخششون کا خیال کرتے ہین تو اس قسم کے شبہات دفعۃً یکسر و یکقلم کافور ہوجاتے ہین۔ رہی یہ بات کہ دوسرے مذاہب کو اس مبارک شب کی تلقین کیون نہین کی گئی۔ تو اس کے جواب مین مین بلاخوف تردید کہونگا کہ انکی استعدادین ناقص تھین لہذا تعلیم بھی ان کی استعداد کے مطابق ناقص ہی رہی۔ مگر جب بنی نوع آدم نے ترقی کرتے کرتے خاتم الانبیاء۔ رحمۃ للعالمین افضل الرسل کا زمانہ پایا تو تعلیم بھی اعلیٰ۔ اور منتہی اور مکمل پائی اور اخلاق انسانی کی ترقی اپنی انتہائی منزل پر پہنچی اور موقع آیا کہ وہ ارشاد باری سے سند فضیلت و تکمیل حاصل کرین اور اپنی مبارک کانون سے لقد اکملت لکم دینکم کی خداوندی وحی۔ اور اسکی پرہیبت و پرجلال آواز گونجتی ہوئی سنین۔ چنانچہ ایسا ہوا۔ اور خدا کی مرضی پوری ہوئی۔ اور وہ آسمانی بادشاہت جسکی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بار بار دیا کرتے تھے زمین پر آئی۔ اور اسنے اپنی خیر خواہون کو نہین بلکہ اپنی نصاب تعلیم کے حاصل کرنیوالون کو وہ مناصب دئے جو اعلیٰ تعلیم پر دئے جاتے ہین۔

الحاصل اعلیٰ و مکمل اور اعلیٰ تعلیم کے نتائج بھی اعلیٰ ہوتے ہین۔ اور ہمارا مشاہدہ تو اس دعویٰ کو بداہت کی حدود تک پہنچا کر براہین اور دلیلون سے بالکل بے نیاز کردیتا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ ایک کامل عالم کو وہ وقعت دی جاتی ہی جو اس کے سوا کو نہین دی جاتی۔ چنانچہ ہر ڈگری حاصل کرنے پر ایک خاص منصب اور عہدہ کا وعدہ ہوتا ہی۔ اور پھر یورپ اور ہندوستان کی تعلیم مین بھی زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور انجیل مقدس کا مطالعہ کرنے والے حضرات تو بخوبی

جاری کیا گیا تہا۔ چنانچہ خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ حدیبیہ مین ستّر قیدیون کو چھوڑا ہے۔ نیز ثمامہ ابن اثال کو قید کرنے کے بعد رہا فرمایا ہے۔ بلکہ یہ ناراضی دوسرے اسباب کی بنا پر تھی (جنکے بیان کا یہ موقع نہین) یہی وجہ ہی کہ اظہار ناراضی کے الفاظ مین بھی یہ نہین فرمایا گیا کہ آپ نے کثرت رائے کو چھوڑ کر اقلیت کو کیون ترجیح دی۔ بلکہ دوسرے اسباب ذکر کئے گے ہین۔

حافظ ابن قیمؒ زاد المعاد مین اس بحث کے متعلق لکھتے ہین وقد تکلم الناس فی ای الرأیین کان اصوب فرجحت طائفۃ قول عمرؓ لھذا الحدیث ورجحت طائفۃ قول ابی بکرؓ لاستقرار الامر علیہ وموافقتہ الکتاب الذی سبق من اللہ باحلال ذلک لھم ولموافقتہ الرحمۃ التی غلبت الغضب (زاد المعاد صـ۳۲۳ ج۱) (ترجمہ) لوگون نے اسمین کلام کیا ہی کہ ان دونون رأیون مین سی کونسی رائے درست اور صواب تھی۔ سو بعض حضرات نے حضرت عمر کی رائے کو صواب قرار دیا ہے۔ بوجہ اسی حدیث کے (جسمین خداوند عالم کیجانب سے اس فیصلہ پر اظہار ناراضی کا ذکر ہے) اور دوسرے حضرات نے صدیق اکبرؓ کی رائی ہی کو صواب قرار دیا ہے کیونکہ بالآخر شرعی حکم وہی قرار پایا ہے جو حضرت صدیق کی رائے تھی (یعنی قیدیون کو آزاد چھوڑ دینا) نیز یہ رائے اُس ازلی فیصلہ کے مطابق تھی جو اللہ تعالی کے علم مین مقدر تہا۔ نیز یہ رائی اُس رحمت الٰہیہ کے موافق بھی ہی جو غضب پر غالب ہے۔

الغرض یہ اظہار ناراضی بعض وقتی امور کیوجہ سے پیش آیا ہی ورنہ خداوند عالم نے بھی ہمیشہ کیلئے اسی حکم کو جاری رکھا ہی اس فیصلہ مین حضرت صدیق کی رائے پر کیا گیا تہا۔

ایک اور واقعہ — اسی غزوۂ بدر مین جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کی مختصر جمعیت کے ساتہہ محاذ جنگ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان اپنے قافلہ کو لیکر نکل گیا ہی۔ مگر قریش کا بڑا لشکر جو اس قافلہ کی امداد کیلئے مکہ سے آیا ہے ابھی اس میدان کے کنارہ پر پڑا ہے۔ تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ اب جنگ کو شروع کیا جائے یا ملتوی کر دیجائے۔ اس مجلس شوریٰ کی روداد حضرت انسؓ اس طرح بیان فرماتے ہین۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاور حیث بلغہ اقفال ابی سفیان۔ فتکلم ابوبکر فاعرض عنہ ثم تکلم عمر فاعرض عنہ فقال سعد ابن عبادۃ ایانا ترید یا رسول اللہ والذی نفسی بیدہ لو امرتنا ان نخیضھا البحر لاخضناھا ولو امرتنا ان نضرب اکبادھا الی برک الغماد لفعلنا۔ رواہ ابن ابی شیبہ۔ (کذا فی الکنز صفحہ ۲۷۳ ج۵)+

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوسفیان کے نکلجانے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔ اول صدیق اکبرؓ نے رائے پیش کی تو آپ نے اُن سی رُخ پھیر لیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنا خیال ظاہر کیا تو اُنسی بھی اعراض کیا۔ پھر سعد ابن عبادہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ ہماری رائے دریافت کرنا چاہتے ہین۔ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی اگر آپ یہ حکم فرمائین کہ ہم اپنے گھوڑے سمندر مین ڈالدین تو ہم فوراً کود پڑین گے اور اگر آپ یہ امر فرمائین کہ مقام برک غماد تک گھوڑے دوڑائین تو یقیناً ہم اطاعت کرین گے۔

اس مجلس مشورہ کے طرز عمل سے بھی قطعی طور پر معلوم ہوا۔ اسلامی جلسہ شوریٰ موجودہ جمہوریت کی طرح کثرت رائے کا محکوم نہ تہا۔

تیسرا واقعہ — غزوہ احد مین جب کفار مکہ کا لشکر مدینۃ الرسولؐ کے قریب آپہنچا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ اس مشورہ مین بھی اختلاف رائی کی نوبت آئی بعض حضرات کی رائی تھی کہ مسلمانون کا لشکر شہر مدینہ سے باہر نہ نکلے بلکہ جب کفار شہر مین داخل ہونے لگین تو گلی کوچون مین متفرق طور پر مقاتلہ کیا جائے اور چھتون کے اوپر سے عورتین ان کی امداد کرین۔ خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی یہی رائے تھی اور بعض صحابہ اس کے خلاف تھے وہ کہتے تھے کہ ہمین باہر نکلکر مقابلہ کرنا چاہئے۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مختلف رائین سُنکر گھر مین تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر تشریف لائے اور ان لوگون کی رائے کے موافق طیاری شروع کی جو مدینہ سے باہر نکلکر لڑنے کا مشورہ دیتے تھے۔ لیکن جب ادھر ان لوگون کو یہ خیال ہوا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اصرار کر کے آپ کو اپنی رائے کے خلاف پر مجبور کر دیا۔ یہ مناسب نہین۔ یہ سوچ کر ان سب کی رائے بدل گئی اور جب آپ باہر تشریف لائے تو متفقہ طور پر یہ عرض کی کہ مدینہ کے اندر رہکر ہی مقابلہ کیا جائے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

فرمایا۔

مَاینبغی لنبی اذالبس لأمتہ ان یضعھا حتیٰ یحکم اللہ بینہ وبین عدوہ۔ | کسی نبی کیلئے مناسب نہین جب وہ اپنی زرہ پہن لے کہ اسکو پھر نکالدے جبتک کہ حقتعالیٰ اسکے اور دشمن کے درمیان فیصلہ نفرمادے۔

الغرض آپ نے اسی رائے کو نافذ فرمایا۔ اور ایک ہزار صحابہ کو ساتھ لیکر باہر تشریف لے گئے (کذا فی زادالمعاد صفحہ ۴۸۳ جلد ۱)۔

اس واقعہ مین بھی چند وجوہ سے ہمارے مسئلہ زیر بحث پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱) اول اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فیصلہ ابتداءً فرمایا تھا اس مین کثرت وقلت کی کوئی گفتگو درمیان مین نہین آئی۔ بلکہ جس رائے کو آپ نے نافذ فرمایا تھا اس کی ترجیح کی وجہ روایات کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتی ہین۔ کہ یہ جماعت فضلائے صحابہ پر مشتمل تھی اور ان کی قوت رائے باعث ترجیح ہوئی۔ روایات کے الفاظ یہ ہین۔

فباد رجماعۃ من فضلاء الصحابۃ ممن فاتہ الخروج یوم بدر واشاروا علیہ بالخروج والحوا علیہ فی ذلک (زادالمعاد صفحہ ۳۴۸ ج ۱)۔ | ان فضلا صحابہ کی ایک جماعت آگے بڑھی جنکو غزوہ بدر مین شرکت کا موقع نہین مل سکا تھا تو انہون نے یہی مشورہ دیا کہ آپ باہر نکلکر جنگ کرین۔ اور اس رائے پر اصرار کیا۔

(۲) دوسرے یہ کہ بعد مین جب ان حضرات کی رائے بدلی اور سب نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ شہر کے اندر ہی مقابلہ کیا جائے۔ تو اس وقت آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے خلاف خروج ہی کے حکم کو نافذ فرمایا۔

یہ چند واقعات ہین جلسے حضرت بنوت کی مجلس شوریٰ کے طرز عمل کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہی اور بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورون مین اہل شوریٰ کی رائین شمار کرنے اور پھر کثرت پر فیصلہ کرنے کی ایک نظیر بھی پیش نہین کیجاسکتی۔

اس کے بعد ہم خلفاء راشدین کی مجلس شوریٰ اور اس کے طرز عمل کو چند واقعات کے ذریعہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہین۔

خلفائے راشدین رض کی مجالس شوریٰ

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مشاورات اور ان کا طرز عمل اگرچہ قواعد اصول کے مطابق تمام اُمّت کے لئے اُسوہ ہے۔ اور جب تک تخصیص کی کوئی صریح دلیل معلوم نہو اوسوقت تک اُس طرز عمل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھہ مخصوص کہنے کی کوئی وجہ نہین۔

لیکن تاہم کسی کو یہ خیال گذر سکتا ہی کہ آپ تو بوجہ عہدہ نبوت خود مشورہ کے بھی محتاج نہیں تھے، اور اسی وجہ سے تمام اُمّت کے مقابلہ مین آپ کی تنہا رائے راجح ہو سکتی ہے۔ لیکن نبی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لئے یہ اختیار ثابت نہین ہو سکتا۔ اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ اسکے بعد ہم خلفاء راشدین کا طرز عمل اور ان کی مجالس شوریٰ کا اجمالی نقشہ بھی ناظرین کے لئے پیش کردیں۔

حضرت صدیق اکبر رض کی مجلس شوریٰ

فریضہ زکوٰۃ چھوڑنے والون پر جہاد اور صحابہ کی رائین

حضرت عبداللہ ابن عمر رض کا بیان ہے کہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو مدینہ مین نفاق پھیل گیا اور عرب مرتد ہونے لگے۔ ادھر عجم مین بھی یہی سمی ہوا اثر کرگئی اور مرتد ہوکر مقابلہ کی دھمکیان دینے لگے۔ اور ان کی زبانوںپر یہ باتین آگئین کہ یہ شخص جسکی وجہ سے مسلمان تمام اقوام پر بھاری تھے اور جس کی وجہ سے ہر جنگ مین ان کی مدد ہوتی تھی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفات پاگئے اور اب مسلمانون کا مٹا دینا سہل ہوگیا ہے۔

خلیفہ وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھکر مہاجرین وانصار کو جمع کیا اور یہ تقریر فرمائی کہ:۔

آپ کو معلوم ہے کہ عرب نے زکوٰۃ ادا کرنی چھوڑ دی اور وہ اپنے دین سے مرتد ہوگئے ادھر عجم نے تمہارے مقابلہ کے لئے نہاوند کو تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ یہ کہتے ہین کہ مسلمان جس شخص کیوجہ سے

ہمیشہ مظفر و منصور ہوتے تھے (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ آج انتقال کر گئے ہین (اسوقت موقع ہے کہ مسلمانون کو دنیا سے مٹا دیا جائے۔ آپ مجھے مشورہ دین کہ اس حالت مین کیا کرنا چاہیئے کیونکہ مین بھی تمھین مین سے ایک شخص ہون۔ اور مجھپر بہ نسبت تمھارے اس مصیبت کا بوجھ زیادہ ہے

اعیان صحابہ مہاجرین و انصار کا مجمع ہے لیکن یہ واقعہ سنکر سب پر ایک سکتہ کا عالم طاری ہے اور کوئی کچھ نہین بولتا یہانتک کہ ایک طویل سکوت کے بعد حضرت **فاروق اعظم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریر شروع کی اور فرمایا۔

اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخدا میری رائے تو یہ ہے کہ آپ (وقت کی نزاکت کو سامنے رکھکر اسوقت) عرب سے نماز ادا کرنے ہی کو غنیمت سمجھین۔ اور فریضہ زکوٰۃ کے چھوڑنے پر مواخذہ نکرین۔ اسلئے کہ یہ لوگ اسلام مین ابھی ابھی داخل ہوئے ہین ابتک اسلام ان کے دلون مین رچا نہین۔ پھر یا تو اللہ تعالیٰ انکو ہدایت کیطرف پھیر دیگا اور یہ تمام اسلامی فرائض واحکام کو تسلیم کر کے سچے مسلمان ہو جائین گے۔ اور یا اللہ تعالیٰ اسلام کو قوت دیدیگا تو ہم اُن کے مقابلہ پر قادر ہو جائین گے اسوقت مقابلہ کیا جائیگا۔ لیکن اسوقت تو موجودہ مہاجرین و انصار مین تمام عرب و عجم کے مقابلہ کی سکت نہین ''

حضرت فاروق کی رائے سننے کے بعد صدیق اکبر رض حضرت عثمان رض کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہون نے بہی حرف بحرف حضرت فاروق کی رائے سے اتفاق ظاہر کیا۔ پھر حضرت علی رض نے بھی اسی کی تائید کی۔ ان کے بعد تمام مہاجرین اسی رائے کی تائید مین یک زبان ہو گئے۔

یہ دیکھکر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کیطرف متوجہ ہوئے۔ اُنہون نے بھی متفقہ طور پر یہی رائے ظاہر کی کہ اسوقت ان سے مقاتلہ قرین مصلحت نہین۔ یہ سُنکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقریر کے لئے منبر پر چڑھے۔

یہ افضل الناس بعد الانبیاء حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس شوریٰ کا ایک واقعہ ہے

جسمین شوریٰ کے تمام ارکان بلا استثناء امیر کی رائے کے خلاف رائے پیش کرتے ہین۔ اب سُنئے کہ یہ مسلمانون کا سب سے پہلا امیر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا خلیفہ اس واقعہ مین کیا فیصلہ دیتا ہے۔ تاکہ ہمارے مسئلہ زیر بحث کا فیصلہ صاف طور پر خلیفہ اول کے عمل سے ہو جائے۔

حضرت صدیق کا یہ خطبہ چونکہ فصاحت و بلاغت اور شوکت و جلالت کا ایک خاص نمونہ ہے اسلئے عربی دان طبقہ کی دلچسپی کیلئے اس کے اصل الفاظ بھی نقل کئے جاتے ہین۔

اما بعد فان اللہ بعث محمدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم والحق قُل شریدٌ والاسلام غریب طرید قد رث حبلہ وقل اھلہ فجمعھم اللہ تعالی بمحمد صلی اللہ علیہ وجعلھم الامۃ الباقیۃ الوسطی واللہ لا ابرح اقوم بامر اللہ واجاھد فی سبیل اللہ حتی ینجز اللہ تعالی لنا ویفی لنا عھدہ فیقتل من قتل منا شہیداً فی الجنۃ ویبقی من بقی خلیفۃ اللہ فی ارضہ ووارث عبادہ الحق فان اللہ قال ولیس لقولہ خلف وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم واللہ لو منعونی عقالاً کانوا یعطون رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ثم اقبل معھم الشجر والمدر والجن والانس لجاھدتھم حتی تلحق روحی باللہ ان اللہ لم یفرق

حمد ونعت کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے وقت مبعوث فرمایا جبکہ دنیا مین حق نہایت قلیل اور گمنام تہا اور اسلام محض اجنبی اور غیر مقبول تہا۔ اس کی رسی بوسیدہ ہو چکی تھی۔ اور اسکے اہل کم رہگئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انکو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھون جمع فرمایا اور انھین قیامت تک باقی رہنے والی معتدل اُمّت بنادی۔ خدا کی قسم مین برابر امر الٰہی پر قائم رہونگا اور خدا کے رستہ مین جہاد کرونگا یہانتک کہ حق تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمادین۔ اور ہم مین سے جو قتل ہو وہ شہید ہو کر جنت مین جائے اور جو زندہ رہے وہ خدا کی زمین مین اس کا خلیفہ اور اس کے بندون کا وارث ہو کر رہے۔ اسلئے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے (اور اس کا وعدہ کبھی خلاف نہین ہوتا) کہ اللہ تعالیٰ نے نیک عمل کرنیوالے مسلمانون سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین کا خلیفہ بنائیگا۔ جیساکہ ان سے پہلے لوگون کو خلیفہ بنایا تہا۔ خدا کی قسم۔ اگر وہ لوگ جو زکوٰۃ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتے تھے اسمین سے ایک رسی بھی روکین گے تو مین ان سے برابر جہاد کرتا رہونگا۔ یہانتک کہ میری روح خدا تعالیٰ

بین الصلوۃ والزکوۃ ثم جمعہما رواہ الخطابی فی رواۃ مالک (کذا فی الکنز صفحہ ۱۳۲ ج ۳) ۔	سے جالیے ۔ اگرچہ اسوقت ان کی امداد کیلئے دنیا کا ہر درخت اور پتھر اور جن وانس میرے مقابلہ کے لئے جمع ہوجائیں کیونکہ

خدا تعالیٰ نے نماز اور زکوۃ مین کوئی فرق نہین فرمایا بلکہ دونون کو ایک ہی سلسلہ مین ذکر فرمایا ہی ۔

حضرت صدیق کے اس پر شوکت خطبہ نے مجمع کو محو حیرت بنادیا تھا ۔ تقریر ختم ہوتے ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا شرح صدر فرمایا ہے ۔ میرا بھی اسپر شرح صدر ہوگیا ۔

لیکن اسوقت بھی صرف فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت منقول ہی اور کسی کی تائید میری نظر سے نہین گذری ۔ بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بدستور اس کی مخالفت پر قائم رہنا اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :۔

جب حضرت صدیق رضی اللہ اس جہاد پر عزم مصمم کرکے مدینہ سے چل کھڑے ہوئے اور مقام ذی القصہ تک پہنچ گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آگے بڑھکر گھوڑے کی باگ تھام لی اور فرمایا کہ اے خلیفہ رسول اللہ آپ کدھر جاتے ہین ۔ آج مین بھی آپ سے وہی کہتا ہون جو غزوۂ احد مین آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا یعنے

شِم سیفک ولا تفجعنا بنفسک فواللہ لئن اُصِبنا بک لا یکون للاسلام بعدک نظام ابدًا رواہ الدار قطنی فی غرائب مالک (کنز صفحہ ۱۴۳ ج ۳) ۔	اپنی تلوار کو میان مین کیجئے اور ہمین اپنی ہستی سے محروم نہ کیجئے ۔ کیونکہ خدا کی قسم اگر آپ قتل کی مصیبت ہم پر پڑ گئی تو پھر آپ کے بعد اسلام کا کبھی نظام درست نہ ہوگا ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس تقاضا و اصرار پر خلیفہ اول خود تو واپس مدینہ مین تشریف لے آئے ۔ مگر اصل عزم کو نہین چھوڑا ۔

بلکہ حضرت سیف اللہ خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی مین ایک لشکران مرتدین کیطرف روانہ فرمایا ۔

(باقی آئندہ)

(۶) آیۃ وقلنا اھبطوا میں (ایک) و کا ترجمہ (تب) ۔ (دوسرے) فی کا ترجمہ (پر) غلط کردیا ۔ ۶۰ و ۶۱

(۷) فتاب علیہ کا ترجمہ سوامی جی نے یہ غلط کیا ہی کہ (پس وہ زمین پر آگیا) گو ہمارا کام صرف غلطی پر متنبہ کرنا ہی نہ کہ تصحیح و اصلاح کرنا (رہاں یہ کام آریہ سماج کا ہے) تاہم اسجگہ ہم بتاتے ہیں کہ جملہ مذکور کا صحیح ترجمہ یہ ہے (پس اللہ متوجہ ہوا آدم پر) ۔ ۶۲ ۔

نمبر ۱۳ ۔ اس دن سے ڈرو کہ جب کوئی روح کسی روح پر بھروسہ نہ رکھیگی نہ اس کی سفارش قبول کیجاویگی نہ اس سے بدلا لیا جاویگا اور نہ وے مدد پاوینگے ۔

(۱) واو کا ترجمہ چھوڑ دیا ۔ ۶۳ ۔ (۲) لا تجزی کا ترجمہ (بھروسہ نہ رکھیگی) غلط ہے ۔ ۶۴ ۔ (۳) آیت میں (جب) کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے ۔ ۶۵ ۔ (۴) عن کا ترجمہ (پر) غلط ہے ۔ ۶۶ ۔ (۵) یہاں نفس کا ترجمہ (روح) نہیں ہے ۔ ۶۷ ۔ (۶) شیئًا کا ترجمہ اڑا دیا ۔ ۶۸ ۔ (۷) و لا یقبل و لا یؤخذ میں و کا ترجمہ چھوڑ دیا ۔ ۶۹ ۔ (۸) منہا شفاعۃ میں منہا کا ترجمہ اڑا دیا ۔ ۷۰ ۔ (۹) منہا عدل میں عدل کا ترجمہ (بدلا) غلط ہے ۔ ۷۱ (۱۰) آیت میں یہ نہیں ہے کہ موجودہ دنوں میں نہ ڈرنا چاہیئے ۔ مگر سوامی جی نے اسکو موجود فرض کرکے اعتراض جڑ دیا ۔ ۷۲ ۔

نمبر ۱۴ ۔ ہم نے موسیٰ کو کتاب اور معجزے دیئے ...... ہم نے انکو کہا کہ تم ذلیل بندر ہوجاؤ یہ ایک ڈر دکھایا جو اون کے سامنے اور پیچھے تھے ۔ انکو اور ہدایت ایمانداروں کو ۔

(۱) اس نمبر میں سوامی جی نے اپنی صداقت و دیانت کا جو ثبوت دیا ہے وہ قابل ملاحظہ ہے ۔ پہلی آیت پانچویں رکوع اور دوسری آیت چھٹے رکوع کی ہے ۔ ہر دو آیت کے درمیان میں گیارہ آیت کا فصل ہے ۔ اتنی آیتوں کو چھوڑ کر دو مختلف آیت کو ملاکر ترجمہ کردیا ہے ۔ ۷۳ ۔ (۲) پھر لطف یہ کہ نہ پہلی آیت کا پورا ترجمہ کیا ۔ نہ دوسری آیت کا ۔ ۷۴ ۔ (۳) پہلی آیت میں (ایک) و (دوسرے) اذ کا ترجمہ چھوڑ دیا (تیسرے) الفرقان کا ترجمہ (معجزے) غلط کردیا ۔ ۷۵ ۔ ۷۶ ۔ ۷۷ ۔ (۴) دوسری آیت میں (ایک) فقلنا (دوسرے) فجعلنا کے ف کا ترجمہ اڑا دیا (تیسرے) جعلنا کا ترجمہ (دکھایا) ۔ (چوتھے) نکالًا کا ترجمہ (ڈر) غلط ہے ۔ ۷۸ و ۷۹ و ۸۰ و ۸۱ ۔

بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ ثم جمعھما رواہ الخطابی
فی رواۃ مالک (کذا فی الکنز صفحہ ۱۲۲ ج ۳) -

ے جالے - اگرچہ اسوقت ان کی امداد کیلئے دنیا کا ہر درخت
اور پتھر اور جن وانس میرے مقابلہ کے لئے جمع ہوجائیں کیونکہ

خدا تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں فرمایا بلکہ دونوں کو ایک ہی سلسلہ میں ذکر فرمایا ہی -

حضرت صدیق کے اس پرشوکت خطبہ نے مجمع کو محو حیرت بنا دیا تھا - تقریر ختم ہوتے ہی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ جس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا شرح صدر فرمایا ہے - میرا بھی اسپر شرح صدر ہوگیا -

لیکن اسوقت بھی صرف فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت منقول ہی اور کسی کی تائید میری نظر سے نہیں گذری - بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بدستور اس کی مخالفت پر قائم رہنا اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :-

جب حضرت صدیق رضی اللہ اس جہاد پر عزم مصمم کرکے مدینہ سے چل کھڑے ہوئے اور مقام ذی القصہ تک پہنچ گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آگے بڑھکر گھوڑے کی باگ تھام لی اور فرمایا کہ اے خلیفہ رسول اللہ آپ کدھر جاتے ہیں - آج میں بھی آپ سے وہی کہتا ہوں جو غزوۂ احد میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا یعنے

شِم سیفک ولا تفجعنا بنفسک فواللہ
لئن اُصِبنا بک لا یکون للاسلام بعدک
نظاما ابدا رواہ الدار قطنی فی غرائب
مالک (کنز صفحہ ۱۴۳ ج ۳) -

اپنی تلوار کو میان میں کیجئے اور ہمیں اپنی ہستی سے محروم نہ کیجئے - کیونکہ خدا کی قسم اگر آپ قتل کی مصیبت ہم پر پڑ گئی تو پھر آپ کے بعد اسلام کا کبھی نظام درست نہ ہوگا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس تقاضے واصرار پر خلیفہ اول خود تو واپس مدینہ میں تشریف لے آئے - مگر اصل عزم کو نہیں چھوڑا -

بلکہ حضرت سیف اللہ خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر ان مرتدین کیطرف روانہ فرمایا -

(باقی آئندہ)

(۶) آیۃ وقلنا اھبطوا میں (ایک) و کا ترجمہ (تب) - (دوسرے) فی کا ترجمہ (پر) غلط کردیا - ۶۰ و ۶۱

(۷) فتاب علیہ کا ترجمہ سوامی جی نے یہ غلط کیا ہے کہ (پس وہ زمین پر آگیا) گو ہمارا کام صرف غلطی پر متنبہ کرنا ہے نہ کہ تصحیح واصلاح کرنا (یہاں یہ کام آریہ سماج کا ہے) تاہم اسجگہ ہم بتاتے ہیں کہ جملہ مذکور کا صحیح ترجمہ یہ ہے (پس اللہ متوجہ ہوا آدم پر) - ۶۲ -

نمبر ۱۳ - اس دن سے ڈرو کہ جب کوئی روح کسی روح پر بھروسہ نہ رکھیگی نہ اس کی سفارش قبول کیجاویگی نہ اس سے بدلا لیا جاویگا اور نہ وے مدد پاوینگے -

(۱) واو کا ترجمہ چھوڑدیا - ۶۳ - (۲) لا تجزی کا ترجمہ (بھروسہ نہ رکھیگی) غلط ہے - ۶۴ - (۳) آیت میں (جب) کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے - ۶۵ - (۴) عن کا ترجمہ (پر) غلط ہے - ۶۶ - (۵) یہاں نفس کا ترجمہ (روح) نہیں ہے - ۶۷ - (۶) شیئا کا ترجمہ اڑادیا - ۶۸ - (۷) ولا یقبل ولا یؤخذ میں و کا ترجمہ چھوڑدیا - ۶۹ - (۸) منہا شفاعۃ میں منہا کا ترجمہ اڑادیا - ۷۰ - (۹) منہا عدل میں عدل کا ترجمہ (بدلا) غلط ہے - ۷۱ (۱۰) آیت میں یہ نہیں ہے کہ موجودہ دنوں میں نہ ڈرنا چاہیئے - مگر سوامی جی نے اسکو موجود فرض کرکے اعتراض جڑدیا - ۷۲ -

نمبر ۱۴ - ہم نے موسیٰ کو کتاب اور معجزے دیئے ..... ہم نے انکو کہا کہ تم ذلیل بندر ہوجاؤ یہ ایک ڈر دکھایا جو اون کے سامنے اور پیچھے تھے - انکو اور ہدایت ایمانداروں کو -

(۱) اس نمبر میں سوامی جی نے اپنی صداقت ودیانت کا جو ثبوت دیا ہے وہ قابل ملاحظہ ہے - پہلی آیت پانچویں رکوع اور دوسری آیت چھٹے رکوع کی ہے - ہر دو آیت کے درمیان میں گیارہ آیت کا فصل ہے - اتنی آیتوں کو چھوڑکر دو مختلف آیت کو ملاکر ترجمہ کردیا ہے - ۷۳ - (۲) پھر لطف یہ کہ نہ پہلی آیت کا پورا ترجمہ کیا - نہ دوسری آیت کا - ۷۴ - (۳) پہلی آیت میں (ایک) و (دوسرے) اذ کا ترجمہ چھوڑدیا (تیسرے) الفرقان کا ترجمہ (معجزے) غلط کردیا - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - (۴) دوسری آیت میں (ایک) فقلنا (دوسرے) فجعلنا کے ف کا ترجمہ اڑادیا (تیسرے) جعلنا کا ترجمہ (دکھایا) - (چوتھے) نکالا کا ترجمہ (ڈر) غلط ہے - ۷۸ و ۷۹ و ۸۰ و ۸۱ -

نمبر ۱۵ - اس طرح خدا مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمکو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ تم سمجھو:-

(۱) کذلک کا ترجمہ بجائے (اسی طرح) کے (اسطرح) کردیا ہے - ۸۲ - (۲) آیت میں یہ کہیں نہیں کہ بس خدا کی اتنی ہی نشانیاں ہیں - مگر سوامی جی کو سوال میں یہی ضد ہے - ۸۳ -

نمبر ۱۶ - وے ہمیشہ کے لئے بہشت میں رہنے والے ہیں -

(۱) آدہی آیت کو چھوڑ کر نصف آیت کا ترجمہ کیا ہے - ۸۴ - (۲) آیت میں یہ کہیں نہیں کہ دنیا کو پیدا ہوئے سات آٹھ ہزار برسوں سے بھی کم ہوئے مگر سوال میں سوامی جی یہی فرما رہے ہیں - ۸۵ -

نمبر ۱۷ - اور جب لیا ہم نے عہد تمہارا نہ ڈالوتم (تا) گھروں ان کے سے -

(۱) ہر دو آیت میں بنی اسرائیل (یہود) کی نافرمانیوں کا ذکر ہے - دوسری آیت کا چونکہ پورا ترجمہ نہیں کیا اسلئے مطلب خبط ہوگیا - ۸۶ - (۲) لاتسفکون کا ترجمہ (نہ ڈالوتم) غلط ہے - ۸۷ (۳) آیت میں یہ اشارۃً بھی نہیں ہے کہ ناحق غیر مسلموں کو جلاوطن کرو انکا خون بہاؤ - لیکن سوامی جی کی دیانت یہ ہے کہ سوال میں اسی غیر مذکور فی الآیت امر پر خفا ہو رہے ہیں - ۸۸ -

نمبر ۱۸ - اور بالتحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور پیچھے ہم پیغمبروں کو لائے الخ

(۱) قفینا کا ترجمہ (پیچھے ہم لائے) غلط ہے - ۸۹ - (۲) من بعدہ میں ضمیر کا ترجمہ اڑا دیا - ۹۰

نمبر ۱۹ - اور اس سے پہلے کافروں پر فتح چاہتے تھے جو کچھ پہچانا تھا جب ان کے پاس وہ آیا جھٹ کافر ہو گئے - کافروں پر لعنت ہے اللہ کی -

(۱) آدہی آیت کا ترجمہ کیا جس سے مطلب خبط ہوگیا - ۹۱ - (۲) لفظ (اس) کے لئے آیت میں کوئی لفظ نہیں ہے - ترجمہ میں سوامی جی نے اپنی طرف سے بڑہا دیا - ۹۲ - (۳) ایسے ہی (جھٹ) کیلئے بھی کوئی لفظ نہیں - سوامی نے از خود اضافہ کردیا - ۹۳ - (۴) - (ایک) فلما (دوسرے) فلعنۃ کی ف کا (تیسرے) کفروا بہ میں بہ کا ترجمہ اڑا دیا - ۹۴ و ۹۵ و ۹۶ -

نمبر ۲۰ - خوش خبری ایمانداروں کو - اللہ - فرشتوں - پیغمبروں - جبرائیل اور میکائیل کا جو دشمن ہے اللہ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے :-

(۱) اسمیں بھی دوسری آیت کے ساتھ پہلی آیت کا صرف آخری ایک جملہ ملا کر ترجمہ کردیا جس سے مطلب خبط ہوگیا - ۹۷ - (۲) اسمیں (ایک) وبشریٰ کے و کا (دوسرے) ملئکتہ (تیسرے) رسلہ کے ضمیر کا (چوتھے) فان کے ف کا (پانچویں) چار و عاطفہ کا ترجمہ چھوڑ دیا - ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰ و ۱۰۱ و ۱۰۲

(۳) - (ایک) لفظ بھی (دوسرے) لفظ ایسے کیلئے آیت میں کوئی لفظ نہیں - ترجمہ میں سوامی کا اضافہ ہے - ۱۰۳ و ۱۰۴ (۴) ان صاف موجود ہے جس کا ترجمہ اڑا دیا - ۱۰۵ -

نمبر ۲۱ - اور کہو کہ معافی مانگتے ہیں الخ -

(۱) بلحاظ ترتیب آیۃ و قولوا حطۃ بہت پہلے کی ہے جسکو اب پیش کرنا خلاف ترتیب ہے - ۱۰۶

(۲) یہ آیۃ قصہ طلب ہے جس کا صرف آخری حصہ لکھا ہے اسلئے مطلب خبط ہوگیا - ۱۰۷ -

نمبر ۲۲ - جب موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پہ مار اس میں سے بارہ چشمے بہ نکلے -

(۱) یہ آیت بھی (ایک) پہلے کی ہے یہاں خلاف ترتیب لکھا ہے (دوسرے) قصہ طلب ہے مگر آدہی آیت کا ترجمہ کیا ہے - ۱۰۸ و ۱۰۹ - (۲) اسمیں بھی (ایک) و کا (دوسرے) فقلنا (تیسرے) فانفجرت کی ف کا ترجمہ چھوڑ دیا - ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲

نمبر ۲۳ - ایسا نہ ہو کہ کافر لوگ حسد کر کے تم کو ایمان سے منحرف کردیویں کیونکہ ان میں سے ایمان والوں کے بہت سے دوست ہیں -

(۱) اس آیت کے ترجمہ میں تو سوامی جی نے غضب کی بد دیانتی کی ہے - اسمیں اصل آیت کے ایک فقرہ کا بھی صحیح ترجمہ نہیں ہے - پورا ترجمہ غلط ہے - صحیح ترجمہ یہ ہے (چاہتے ہیں بہت سے اہل کتاب کہ تمکو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر بنادیں دلی حسد کیوجہ سے اسکے بعد کہ ان پر حق ظاہر ہو چکا) اس سے سوامی جی کے ترجمہ کو ملائیے اور آیت کو پیش نظر رکھئے - صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ترجمہ میں سوامی جی نے ایسی تحریف کی ہے کہ اس مضمون کی آیت کا قرآن میں کہیں پتہ نہیں - ۱۱۳ -

نمبر ۲۴ - تم جدہر منہ کرو اُدھر ہی منہ اللہ کا ہے -

(۱) (ایک) فانما (دوسرے) فثم کی ف کا ترجمہ اڑادیا۔ ۱۱۴ (۲) یہاں وجہ کا ترجمہ (منہ) غلط ہے۔ ۱۱۵ (۳) آیت ہذا میں حکم نہیں ہے مگر سوامی جی کو سوال میں اسی پر اصرار ہے۔ ۱۱۶۔

نمبر ۲۵۔ جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے۔ جب وہ کچھ کرنا چاہتا ہے یہ (نہیں کہ اسکو کرنا پڑتا ہے بلکہ) اسے کہتا ہے کہ ہوجا پس ہوجاتا ہے۔

(۱) اسمیں (ایک) و اذا کے و کا (دوسرے) فانما کا ترجمہ اڑادیا۔ ۱۱۷ و ۱۱۸۔ (۲) آیت میں (جو) کیلئے کوئی لفظ نہیں ہے مگر سوامی جی نے ترجمہ میں اپنی طرف سے بڑہادیا۔ ۱۱۹۔ (۳) امرا کا ترجمہ (کچھ) غلط ہے۔ ۱۲۰۔ (۴) ترجمہ میں (یہ) ہے مگر آیت میں اسکے لئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ ۱۲۱۔

نمبر ۲۶۔ جب ہمنے لوگوں کیلئے کعبہ کو جائے ثواب امن دینے والی بنائی تم نماز کیواسطے ابراہیم کی جگہ کو پکڑو۔

(۱) اسمیں (ایک) و اذ (دوسرے) وامنا (تیسرے) و اتخذ وا کے و کا ترجمہ اڑادیا۔ ۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۴۔ (۲)۔ (ایک) مثابۃ کا ترجمہ (جائے ثواب) اور (دوسری) امنا کا ترجمہ (امن دینے والی) غلط ہے۔ ۱۲۵ و ۱۲۶۔ (۳) کعبہ کو بلفظ (والی) مونث لکھنا بھی سوامی جی ہی کا کام ہے۔ ۱۲۷۔

نمبر ۲۷۔ وے کون آدمی ہیں کہ جو ابراہیم کے دین سے پھر جاویں۔ مگر وہ جس نے اپنی روح کو جاہل بنایا اور تحقیق ہم نے دنیا میں اسکو پسند کیا اور حقیقت میں آخرت میں وہ ہی نیک ہے۔

(۱) اسمیں (ایک) سفہ کا ترجمہ "جاہل بنایا" (دوسرے) نفس کا ترجمہ "روح" غلط ہے، ۱۲۸ و ۱۲۹ (۲) آیت میں حصر نہیں ہے مگر سوامی جی ترجمہ میں حصر کرتے ہیں کہ "وہ ہی نیک ہے" اور لطف یہ کہ پھر خود اپنے ہی اختراعی حصر پر آپ یوں سوال کرتے ہیں کہ "ابراہیم کو ہی خدا نے پسند کیا اس کا کیا سبب ہے؟" ۱۳۰۔

نمبر ۲۸۔ تحقیق ہم تیرے منہ کو آسمان کیطرف پھرتا دیکھتے ہیں ضرور ہم تجھے اس قبلے کیطرف پھیرینگے کہ پسند کرے تو جسکو پس اپنا منہ مسجد الحرام کیطرف پھیر۔ جہاں کہیں تم ہو اپنا منہ اسکی طرف پھیرلو۔

(۱) اسمیں (ایک) تقلب کا ترجمہ "پھرتا" (دوسرے) ترضہا کا ترجمہ "کہ پسند کرے تو جسکو" غلط ہے، ۱۳۱ و ۱۳۲۔ (۲) نیز (ایک) فلنولینک کے ف کا (دوسرے) وحیث کے و کا (تیسرے) فولوا کے ف کا ترجمہ ہضم کر گئے" ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵۔ (۳) آیت میں مقصود حصر استقبال کعبہ ہے مگر سوامی نے

اپنا منہ اس کیطرف پھیرلو" ترجمہ کرکے اس حصر کو غائب کردیا" ۱۳۶ (۴) آیت میں "اس" کیلئے کوئی عربی لفظ نہیں ہے مگر پنڈت جی نے ترجمہ میں اپنی طرف سے بڑہادیا، ۱۳۷ (۵) آیت میں صرف "استقبال کعبہ" کا حکم ہے نہ کہ عبادت کا مگر سوال میں سوامی جی اپنی طرف سے گھڑ کر فرماتے ہیں کہ "عبادت کعبہ" کا حکم ہے چنانچہ آپ سوال میں اسی بنا پر ہندوؤں کو چھوٹا اور مسلمانوں کو بڑا بت پرست لکھتے ہیں" ۱۳۸۔

نمبر ۲۹۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کے لئے یہ مت کہو کہ یہ مردے ہیں بلکہ وے زندہ ہیں۔

(۱) و لا تقولوا کے واو کا ترجمہ ندارد ہے۔ ۱۳۹۔ (۲) آیت میں ناحق لوٹ مار کرنیکا کوئی ذکر نہیں مگر سوامی جی سوال میں اپنی طرف سے یہی فرماتے ہیں۔ ۱۴۰۔

نمبر ۳۰۔ اور یہ کہ اللہ سخت تکلیف دینے والا ہے۔ شیطان کے پیچھے مت چلو تحقیق وہ واقعی تمہارا دشمن ہے اسکے سوائے اور کچھ نہیں کہ برائی اور بے شرمی کی اجازت دی اور یہ کہ تم کہو اللہ پر جو نہیں جانتے،

(۱) اس نمبر میں تو سوامی جی نے کمال ہی کردیا کہ ایک ٹکڑا کہیں کا دوسرا ٹکڑا کہیں کا ملا کر ترجمہ کردیا جس سے مطلب ہی خبط ہوگیا، ۱۴۱۔ (۲) پہلے ٹکڑہ میں (ایک) وان کا ترجمہ اڑادیا (دوسرے) عذاب کا ترجمہ "تکلیف دینے والا" غلط کیا، ۱۴۲ و ۱۴۳۔ (۳) دوسرے ٹکڑہ میں (ایک) ولا کے و کا ترجمہ اڑادیا (دوسرے) مبین کا ترجمہ "واقعی" غلط کیا۔ ۱۴۴ و ۱۴۵۔ (۴) تیسری آیت میں یامر کا ترجمہ "اجازت دی" غلط ہے" ۱۴۶

نمبر ۳۱۔ تم پر مردار۔ لہو اور گوشت سور کا حرام ہے اور سوائے اللہ کے جس پر کچھ پکارا جاوے۔

(۱) انما کا ترجمہ اڑادیا۔ ۱۴۷۔ (۲) حرم کا ترجمہ "حرام ہے" غلط ہے۔ ۱۴۸۔ (۳) والدم کے و کا ترجمہ غائب کردیا۔ ۱۴۹۔ (۴) آیت میں یہ حصر نہیں ہے کہ صرف سور کا گوشت حرام ہے، مگر سوامی جی سوال میں یہی فرماتی ہیں۔ ۱۵۰

نمبر ۳۲۔ روزہ کی رات تمہارے واسطے حلال کیگئی کہ رغبت کرنا اپنی بیبیوں سے الخ۔

(۱) رفث کا ترجمہ "رغبت کرنا" غلط ہے۔ ۱۵۱۔ (۲) فتاب علیکم و عفا عنکم میں سے ایک جملہ کا ترجمہ ہضم کر گئے۔ ۱۵۲۔ (۳) الئٰن کا ترجمہ اڑادیا۔ ۱۵۳۔ (۴) نہ آیت میں اسکا ذکر ہے اور نہ مسلمانوں ہی نے ایسا کیا کہ کسی پورانک سے سنکر روزہ رکہنا شروع کیا مگر سوامی جی کو سوال میں اسی پر اصرار ہے۔ ۱۵۴۔

(۵) سوال میں سوامی جی فرماتے ہیں "یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے کہ دن میں نہ کھانا اور رات کو کھانا" پھر

دوسری جگہ لکھتے ہیں "بہلا جو خدا کا قانون ہے اسے کوئی کیونکر توڑ سکتا ہے" ستیارتھ پرکاش باب ۳ نمبر ۶۰ صفحہ ۶۲۹ "، مگر واقعہ یہ ہے کہ مسلمان ایسا کرتے ہیں یعنی "دن میں نہ کھانا اور رات کو کھانا" پر عمل کرتے ہیں۔ جب قانون قدرت کے خلاف نہیں ہوسکتا تو پھر دنیائے اسلام میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ نتیجہ یہ سوامی جی غلط کہتے ہیں۔ ۱۵۴

نمبر ۳۳ - اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں۔ مار ڈالو تم ان کو جہاں پاؤ قتل سے کفر برا ہے یہاں تک ان سے لڑو کہ کفر نہ رہے اور ہووے دین اللہ کا۔ انہوں نے جتنی زیادتی کری تم پر اتنی ہی زیادتی تم ان کے ساتھ کرو۔

(۱) سوامی جی نے کاٹ چھانٹ کر جس قرآنی عبارت کا ترجمہ کیا ہے وہ عبارت یہ ہے "وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم واقتلوھم حیث ثقفتموھم والفتنۃ اشد من القتل۔ وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم"

اب میں اصل عبارت کو مع صحیح ترجمہ کے پیش کرتا ہوں تاکہ اس امر کی تصدیق ہوجائے کہ اوپر جو کئی جگہ لکھا گیا ہے کہ سوامی جی نے عبارت کو بے ربط بنا کر غلط ترجمہ کرکے مطلب خبط کر دیا ہے وہ واقعی ہے۔ ملاحظہ ہو

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولاتعتدوا ط ان اللہ لایحب المعتدین۝ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ج ولاتقتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقتلوکم فیہ ج فان قتلوکم فاقتلوھم ط کذلک جزاء الکفرین۝ فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم۝ وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ ط فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین۝ الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمات قصاص ط فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم ص واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین۝

(پ ۲ بقرہ)

اور تم لڑو اللہ کی راہ میں انسے جو تمسے لڑیں اور زیادتی نکرو بیشک اللہ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنے والونکو۔ اور مار ڈالو ان کو جہاں کہیں پاؤ اور نکالدو ان کو جہاںسے انہوں نے تم کو نکالا ہے اور فساد قتل سے بڑھکر ہے۔ اور نہ لڑو انسے مسجد الحرام کے پاس جب تک کہ نہ لڑیں وہ تم سے اس جگہ پس اگر وہ لڑیں تمسے تو قتل کرو انہیں یہی سزا ہے کافرونکی پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور لڑو انسے یہانتک کہ نہ باقی رہے فساد اور رہجاوے طریقہ ایک اللہ کا پھر اگر وہ باز آجاویں تو کسی پر زیادتی نہیں ظالموں کے سوائے۔ حرمت کا مہینہ بدلے میں ہے حرمت کے مہینے کے اور حرمت کی چیزوں میں ادلے کا بدلہ ہے۔ تو جو زیادتی کرے تم پر تو تم (بھی) زیادتی کرو اسپر اسیقدر کہ اُس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ ڈرنے والوں ہی کے ساتھ ہے۔

کاش، فرقہ آریہ سماج ایک مرتبہ بھی بچشم انصاف دیکھتا کہ اسلام اور قرآن کے حق میں ان کے گرو نے رشی ہوکر بھی کس طرح دیانت کا خون کیا ہے، ۱۵۵۔

(۲) اسمیں (ایک) وقاتلوا کے "و" کا (دوسرے) واقتلوھم کے "و" کا (تیسرے) والفتنۃ کے "و" کا (چوتھے) وقاتلوھم کے "و" کا ترجمہ اڑادیا۔ ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹۔ (۳) اسمیں (ایک) فتنۃ کا ترجمہ "کفر" (دوسرے) اشد کا ترجمہ "برا ہے" (تیسرے) لاتکون فتنۃ میں فتنۃ کا ترجمہ "کفر" غلط ہے، ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲۔ (۴) فمن میں (ایک) "ف" کا ترجمہ اڑادیا (دوسرے) من کا ترجمہ "انہوں نے" غلط کیا، ۱۶۳ و ۱۶۴۔ (۵) ان آیات بلکہ سارے قرآن میں یہ کہیں نہیں ہے کہ جو غیر مسلم ہیں خواہ مخواہ ان پر ظلم کرو یا انکو قتل کرو مگر سوامی جی سوال میں اپنی طرفسے اضافہ کرکے یہی فرماتے ہیں بلکہ یہانتک کہتے ہیں کہ "چنانچہ وہ (مسلمان) ایسا ہی کرتے رہے ہیں" ۱۶۵۔

نمبر ۳۴ - اور اللہ نہیں دوست رکھتا ہے فساد کو۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو داخل ہو بیچ اسلام کے۔

(۱) اسمیں دو جگہ کی دو آیتوں کے دو ٹکڑے ملاکر ترجمہ کرکے مطلب کو خبط بے ربط کر دیا ہے۔ ۱۶۶ (۲) فی السلم کافۃ میں "کافۃ" کا ترجمہ اڑادیا۔ ۱۶۷۔

نمبر ۳۵ - اور سوال کرتے ہیں تجھ سے حیض کی بابت جواب دے کہ وہ ناپاکی ہے پس کنارہ کرو عورتوں سے بیچ حیض کے اور مت نزدیک جاؤ اُنکے یہانتک کہ پاک ہوں پس جب نہائیں پس جاؤ اُنکے پاس اس جگہ سے کہ حکم کیا تمکو اللہ نے۔ بیبیاں تمہاری کھیتیاں ہیں واسطے تمہارے پس جاؤ کھیت اپنے میں جسطرح چاہو۔ تمکو اللہ لغو قسم میں نہیں پکڑتا۔

(۱) اس جگہ بھی سوامی جی نے حسب عادت گو کئی آیت کا ترجمہ کیا مگر چھوڑ چھوڑ کر اور یہ بھی کیا ہے کہ درمیان کی آیت کو اڑادیا ہے، اسطرح انہوں نے مطلب کو خبط بے ربط بنا دیا ہے، ۱۶۸۔ (۲) لغو کا ترجمہ "لغو" غلط ہے، ۱۶۹۔

نمبر ۳۶ - ان میں سے کوئی ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا جو اللہ چاہتا نہ لڑتے جو چاہتا ہے اللہ کرتا ہے۔

(۱) اسمیں (ایک) فمنھم کے "ف" کا (دوسرے) آگے کے منھم کا ترجمہ اڑادیا، ۱۷۰ و ۱۷۱۔ (۲) نیز (ایک) و (دوسرے) لکن کا ترجمہ "جو" غلط ہے، ۱۷۲ و ۱۷۳۔

نمبر ۳۷ - جو کچھ آسمان اور زمین پر ہے سب اس کیلئے ہے۔ اسکی کرسی نے آسمان اور زمین کو سمالیا ہے۔

(۱) اسمیں بھی یہ حرکت کی ہے ایک آیت کے دو مختلف ٹکڑوں کو ملادیا ہے۔ ۱۷۴ (۲) فی کا ترجمہ "پر" غلط ہے۔ ۱۷۵ (۳) وسع کا ترجمہ "سما لیا ہے" غلط ہے، ۱۷۶۔

نمبر ۳۸ - اللہ آفتاب کو مشرق سے لاتا ہے بس تو مغرب سے لے آ تب وہ کافر حیران رہ گیا تحقیق اللہ گنہگاروں کو راہ نہیں دکھلاتا۔

(۱) یہ پوری آیت قصہ طلب ہے مگر سوامی جی نے پوری کیا آخری آیت کا پورا فقرہ بھی نہیں اور آدھے ٹکڑہ کا ناقص ترجمہ کرکے مطلب کو خبط بے ربط کر دیا۔ ۱۷۷ (۲) اسمیں (ایک) فان کا (دوسری) واللہ کے "و" کا ترجمہ اڑادیا ۱۷۸ و ۱۷۹۔ (۳) الظلمین کا ترجمہ "گنہ گاروں" غلط ہے۔ ۱۸۰۔

نمبر ۳۹ - کہا پرندوں میں سے چار پرندے لے پھر انکو اپنے ساتھ ہلا (تاکہ پہچان ہوجائے) پھر ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک

ایک ٹرٹرا کہدے پھران کو بلا - دوڑتے تیرے پاس چلے آویں گے -
(۱) آیت ہذا بھی قصہ طلب ہے - مگر سوامی جی نے آدہی آیت کا ناقص ترجمہ کیا جس سے مطلب خبط بے ربط ہوگیا ۱۸۱ - (۲) فخذ کی "ف" کا ترجمہ اڑادیا، ۱۸۲ - (۳) نیز (ایک) فصرھن کی ف کا ترجمہ "پھر" (دوسرے) صرھن کا ترجمہ "انکو اپنے ساتھ ملا" غلط ہے - ۱۸۳ و ۱۸۴ -

نمبر ۴۰ - جس کو چاہے حکمت دیتا ہے -
(۱) آیت کے جس ٹکڑے کا یہ ترجمہ ہے وہ یؤتی الحکمۃ من یشاء ہے اور یہ آیت کا درمیانی ٹکڑا ہے مگر سوامی جی نے آگے اور پیچھے دیکھے بغیر صرف درمیان کا ایک جملہ لیکر خبط بے ربط کردیا - ۱۸۵ - (۲) آیت میں علانیہ موجود ہے کہ وما یذکر الا اولوا الالباب "یعنی اور نصیحت نہیں مانتے مگر سمجھدار" لیکن سوامی جی سوال میں خواہ مخواہ اپنی طرف سے یہ اضافہ کرتے ہیں کہ "اگر جسکو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے تو جس کو نہیں چاہتا اس کو حکمت نہیں دیتا ہوگا یہ بات خدا کی نہیں" ۱۸۶ -

نمبر ۴۱ - پھر جسکو چاہیگا معاف کریگا جسکو چاہیگا عذاب دیگا کیونکہ وہ سب چیزوں پر قادر ہے -
(۱) یہ ترجمہ بھی پوری نہیں بلکہ آدہی آیت کا ہے جس سے مطلب خبط بے ربط ہوگیا ہے" ۱۸۷ - (۲) ویعذب کے "و" کا ترجمہ اڑادیا، ۱۸۸ - (۳) نیز (ایک) واللہ کا ترجمہ "کیونکہ" (دوسرے) شیئ کا ترجمہ "چیزوں" غلط ہے" ۱۸۹ و ۱۹۰ - (۴) آیت میں یہ کہیں نہیں کہ خدا بخشش کے مستحق کو نہیں بخشتا مگر سوال میں سوامی خواہ مخواہ یہی فرماتے ہیں" ۱۹۱ (۵) آیت میں یہ کہیں نہیں کہ خدا خواہ مخواہ لوگونکو گنہ گار بناتا ہے مگر سوامی جی سوال میں نمعلوم کیوں باصرار یہی فرمارہے ہیں - ۱۹۲ -

خاتمہ

ناظرین! سوامی جی نے قرآن شریف پر باب ۱۴ میں شروع سے آخر تک ۱۵۹ سوال کئے ہیں - میں نے اسمیں سے صرف سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقر یعنی ۴۱ سوال تک کی انکی غلطیاں ظاہر کی ہیں - ۴۱ نمبر تک کی غلطیونکی تعداد ۱۹۲ ہی جو سوامی جی کے مجموعی سوالوں کی تعداد سے کہیں زائد ہے + اگر سوامی جی کے ہر سوال و ہر نمبر کی چھان بین کیجائے تو ظاہر ہو کہ اسطرح انکی اتنی غلطیاں دکہلائی جاسکتی ہیں جو یقیناً ۱۵۹ سے دہ چند بلکہ اس سے بھی زیادہ ہونگی، بالفعل میں سوامی جی کی صرف انکے ۴۱ وین سوال تک کی ۱۹۲ غلطیاں نمونتہ پیش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ آریہ سماج واقعی سچ کو قبول کرنے اور جھوٹ کو چھوڑنے کیلئے تیار ہے یا محض "ہاتھی کیطرح" کھانے کے اور دکہانے کے اور دانت رکھتا ہی سوامی جی نے جہاں سلسلۂ سوال ختم کیا ہے وہاں بھی "قرآن کے متعلق محقق کی رائے" کے تحت یہ لکھا ہی کہ "اگر کہیں غلط فہمی سے کچھ لکھا گیا ہو تو اسکو صحیح کرلیویں" پس آریو اگر سچ مچ تم شر و فساد کے نہیں بلکہ امن و امان کے حامی ہو تو اپنے گرو کی ہدایت کے مطابق میری پیش کردہ ۱۹۲ غلطیوں کی اصلاح کرو، ورنہ یاد رکھو -

— جھوٹ کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں — ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں —

محررہ فقیر عبدالشکور حنفی مرزا پورے،

اسلامی روزہ

اعتقادات و عبادات کا سلسلہ تو ابتدا آفرینش عالم سے دنیا مین چلا آتا ہی - اُمم سابقہ مین بھی مخصوص طریقون کیساتہہ خدا کی توحید کا اقرار اور اس کی عبادات و اطاعت کا ایک ڈھنگ چلا آیا -
لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ ہر زمانہ مین ایک وقتی اور ساعتی احکامات و شرائع مصالح عالم کو دیکھتے ہوئے مدون ہوتے رہی خواہ وہ الہامی طریقہ سے ہوئے یا اختراعات و ایجادات انسانی ان کا منشا ہوا -
یہی وجہ ہی کہ مرور زمانہ کیساتہہ ساتہہ ان احکامات مین ترمیم و تنسیخ ہوتی گئی،، تا آنکہ الٰہی احکامات و عبادات بھی انسانی خواہشات اور طبعی تحریکات و جذبات کی دست برد سے محفوظ و مامون نہ رہ سکے ہماری یہی دلیل شرائع اُمم سابقہ کی خامی و عدم تکمیل کے لئے کافی ثبوت ہی -
ضرورت تھی اور فطرت کا تقاضا تھا کہ اس طریقۂ عمل کے اختتام کا وقت آئے - اور اس خامی کو پورا کیا جاوے ایک مکمل و اکمل نظام قائم ہو کہ جس کے بعد ترمیم و تنسیخ کے رسم بد کا خاتمہ ہوجائے - خدائی احکام و شرائع انسانی طبائع و خواہشات کے نتیجہ سے نجات پائین - چنانچہ ہوا اور ایسا ہوا کہ جس پر زمانے کے حوادثات اُمنڈ اُمنڈ کر آئے، کُفران و عُدوان، سرکشی و تمرد کی گھٹائین سب طرف سے محیط ہوئین، کبھی ظاہری طاقت اُن کے فنا کرنیکے درپے ہوئین تو کبھی یونانی فلسفہ کے مقفل دروازہ کھولے گئے تا کہ ان الٰہی علوم کو اپنی روانی مین بہالیجائے - لیکن چونکہ یہ تکمیل کسی دماغی اختراع کی رہین منت نہ تھی اور نہ ہی کسی ظاہری قوت و شوکت حشمت و دبدبہ کے ذریعہ سے اسکی ترویج ہوئی تھی بلکہ حقیقت مین یہ خدائی تکمیل تھی اور الٰہی قدرت و طاقت اُسکی نشر و اشاعت کی ضامن ہوئی -
ہمارے اس دعوی کی صداقت کیلئے صرف یہی دلیل کافی ہی کہ اس قانون کی روشنی نے ایک یتیم و بیکس، غریب و مفلس دنیاوی طاقتوں سے علیحدہ ایسے انسان کے ذریعہ ضلالت و گمراہی، سرکشی و تمرد کے جھرمٹ سے ظہور اجلال فرمایا کہ جس کیساتہہ نہ دنیا کی حشمت و طاقت کارفرما تھی اور نہ عظمت و وجاہت

سلطنت ہی اس کی حامی بلکہ شرق سے غرب تک اور جنوب سے شمال تک اسکی صدائے حق کی مخالفت کا ایک عام ہجوم ہو گیا سلطنتین اسکی مخالف،، قوتین اسکے مٹانے کے درپے۔ تا آنکہ عزیز و اقارب، اپنے اور رشتہ دار سب کے سب خون کے پیاسے ہوئے۔ لیکن چونکہ اس قانون کی ترویج کیلئے خدائی طاقت اور الٰہی رفعت ضامن تھی اسلئے اقصاء عالم پر محیط ہو گیا۔ یہانتک کہ وہ وقت بھی آنکھون نے دیکھا اور کانون نے سُنا اور آج تاریخ کے صفحات پر ہم بھی زرّین حروف سے لکھا دیکھتے ہین کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات کے میدان مین ایک لاکھ نفوس کے مجمع مین جو کہ اطراف عالم کے افراد پر حاوی تھا ایک پیکر حق و صداقت الٰہی احکام و شرائع کا حامل کھڑا ہوا اور اس قانون کی تکمیل کی بشارت کا اعلان کرتا ہے اور انعامات الٰہی کے اتمام کا مژدہ سُناتے ہوئے خدائی رضا و خوشنودی کا تمغۂ امتیاز لیتا ہوا ایک لاکھ کے مجمع سے اس الٰہی ودیعت کے پورا کرنیکا اقرار لیتا ہی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (حق جل مجدہ)

آج کے دن مین نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنے انعامات تم پر ختم کر دئے اور تمہارے دین اسلام سے مین راضی ہو گیا۔

اس تمہید سے ہمارا مقصد صرف یہ ہی کہ روزہ بھی اسیطرح ہم سے پہلی اُمتون پر فرض ہوئے ہون گے۔ نہین نہین بلکہ ہوئے خدائی کتاب خود اس کی خبر دیرہی ہی، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ انہون نے خدا کی امانت کی کیا کچھ قدر کی اور خدائی فرائض و واجبات کا کیا کچھ حشر کیا،، کیا انہون نے الٰہی احکام کو اپنی خواہشات نفسانیہ کا آلہ تو نہین بنالیا۔ تحقیق تو اسی کی خبر دیتی ہے کہ انہون نے الٰہی احکامات کو مسخ کیا اس کے اندر ترمیم و تنسیخ کو نہ صرف جائز سمجھا بلکہ اپنا حق جانا اور جس طرح چاہا اس میں اپنا الٹو سیدھا کیا۔

لیکن اسلام نے جہان اصلی توحید کا مرقع عالم کے سامنے پیش کیا وہین تمام احکام و شرائع کی بھی خدائی تحدید کے تحت مین رکھتے ہوئے تعمیل کی، یہی وجہ ہے کہ نتیجہ اور ثمرہ سے بہرہ اندوز صرف مذہب اسلام کیا گیا۔ اسکی علۃ غائی اور اصل حقیقت سے بھی اسی قوم مسلم کو حصہ ملا،، قال اللہ تعالیٰ

یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

مسلمانو! تم پر بھی روزہ فرض کئے گئے جسطرح سے کہ تم سے پہلے لوگون پر فرض کئے گئے تھے۔ تاکہ تم پاکباز و متقی ہو جاؤ۔

دنیوی احکامات و تعزیرات کے نافذ کرنے کا اصل منشا کیا ہوتا ہی۔ اطاعت حاکم و انقیاد حکومت و سلطنت اور اندفاع شرارت و فسق دنیا کا قانون صرف انہین اسباب کے ماتحت جاری ہوتا ہو کہ شر و فساد کا استیصال ہو اور صلح و امن کا رواج ہو۔

علیٰ ہذا فطرت کا تقاضا تھا کہ جسطرح عالم اجسام۔ دنیا ظاہری کے اندر قوانین و احکامات کا نفاذ اسکی اصلاح و بقاکے لئے لازمی چیز ہے، اسی طرح عالم روحانی کے لئے، خدائی شرائع و احکامات کا نفاذ ایک لابدی امر ہی۔ تاکہ سرکشی و تمرد اور عُدوان و کُفران کی وجہ سے، روحانی دنیا مین شر و فساد کا ظہور نہ ہو جاوے اور جسطرح عالم ظاہر مین حکومت و سلطنت وقت کی نافرمانی و سرکشی کی وجہ سے بُعد عن المراتب ہو کر باعث عتاب و عقاب سلطنت ہوتا ہی ظاہر ہے کہ عالم روحانی مین بھی یہ مراتب قائم ہون گے۔ انسانی ترکیب بہیمیت و ملکیت کا مجموعہ ہی عصیان و کُفران کیوجہ سے بہیمیت کا عنصر غلبہ پاتا ہی۔ اور ملکیت مین ضعف آتا چلا جاتا ہے۔ جون جون نافرمانی و معاصی مین ترقی ہو گی ملکیت فنا کیطرف رُخ کرتی جاوے گی۔ تا آنکہ خدائی عتاب و عقاب کا مورد بنجاتا ہے۔ علیٰ ہذا انقیاد و اطاعت اور فرمانبرداری کی وجہ سے قوائے شہوانیہ مغلوب اور ملکوتی صفات رو بترقی ہون گے، تا آنکہ بہیمیت کا خاتمہ ہو کر ملکیت کے آثار نمایان ہونے لگتے ہین۔

اور تقرب و نزدیکی کے وہ وہ مراتب علیا نصیب ہو جاتے ہین کہ جن تک تخیلات و توہمات کی جولانی اور عقل و ذکاوت کے پرواز نہ پہنچ سکے۔

فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا تعملون۔ (قال اللہ عز و جل)

یعنی کوئی نفس ناطقہ اسکی کنہ سے واقفیت نہین رکھ سکتا کہ ان کو نیک اعمال کے بدلے مین مسرت بخش کیا کیا نعمتین مخفی رکھی گئی ہین۔

لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر فی قلب بشر۔ (حدیث)

یعنی ان نعمتون کو جو کہ اعمال حسنہ کرنیوالونکو ملین گی نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کا وہم و گمان وہان تک پہنچ سکتا ہی۔

منجملہ انہین خدائی احکامات و قوانین کے کہ جن کی تعمیل و فرمانبرداری ایسے ایسے مراتب علیا پر پہنچاتی ہے ایک رمضان کا روزہ ہی جو پہلے لوگون پر بھی اگرچہ فرض کیا گیا ہی۔ لیکن خدائے قدیر اسکے نتیجہ اور

ثمرہ سے بہرہ اندوز کرنا صرف مسلمانون کو چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کی علۃ غائی کو بھی اس حکم کیساتھہ ظاہر فرمادیا ہے کہ روزے تم پر اس لئے فرض کئے جاتے ہین کہ تم ان کی بدولت تقویٰ و طہارت کا مجسمہ اور ملکوتی صفات کا پتلہ بنجاؤ، کہ جس کے بعد تم ہی گہوارہ فضل و کرم الٰہی ہو، اور تمہارے لئے ہی غدائی اکرام و انعامات کے دروازہ کھل جاوین۔

کیا آپ نے کبھی خیال کیا کہ نماز و حج و زکوٰۃ کی ادائیگی پر خدا نے جنت کے وعدے فرمائے ہین لیکن روزہ دارون کے لئے اس سے کہین بڑھکر انعام و افضال کا وعدہ ہی اسکی اصل وجہ کیا ہی۔

وہ صرف یہ ہی کہ روزہ ہی ایک وہ چیز ہے کہ جسمین ایثار نفس تحمل و صبر، ہمدردی و اعانت تشکر و امتنان، تقویٰ و طہارت وغیرہ وغیرہ جملہ صفات کمال کا اظہار ہوتا ہی کہ جس کے بعد قوائی شہوانیہ اورعناصر بہیمیہ کا خاتمہ ہوکر محض صفات ملکیہ سے انسان متصف ہوجاتا ہی جس کے بعد تقرب ملائکۃ الرحمن و الٰہی قرب و نزدیکی کے فضائل اسکو نصیب ہوتے ہین۔

چنانچہ اس عمل کی بلند پروازی درگاہ رب قدیر سے وری نہین رکتی۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کل عمل بنی ادم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الی ضعف قال اللہ تعالیٰ الا الصوم فانہ لی و انا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بنی آدم کے اعمال دس گنے سے سات سو گنے تک ترقی کرتے رہتے ہین۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہین لیکن روزہ کہ وہ صرف میرے ہی لئے ہے اور بلاواسطہ خود مین ہی اسکی جزا دون گا اسلئے کہ اوسنے اپنی خواہشات نفسانیہ اور کھلانے پینے کو صرف میری وجہ سے چھوڑ دیا ہی۔

اور یہی وہ عمل ہی کہ جس کیوجہ سے انسان درجہ محبوبیت تک پہنچ جاتا ہی۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من المسک والزعفران۔

روزہ دار کی منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک اور زعفران سے زیادہ پسندیدہ و مرغوب ہی۔

اور جن جن انعامات و اکرامات سے اسکو بہرہ اندوز کیا جاتا ہی۔ ان کے احصا اور حقیقت کا تو خدائے علیم و قدیر خوب جاننے والا ہی لیکن قرآن و حدیث کی روشنی ہمین جن جن فضائل پر مطلع کرتی ہی

ان مین سے بعض یہان پیش کردئے جاتے ہین۔

قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ جس شخص نے محض خدا کیلئے روزے رکھے اس کے اگلے گناہ سب معاف ہوجاوین گے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ و فرحۃ عند لقاء ربہ الرحمان۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ روزہ دار کے واسطے دو مسرتین ہین ایک افطار کے وقت ایک اسوقت جبکہ وہ محبوب حقیقی کے جمال سے بہرہ اندوز ہوگا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

لو تعلم امتی ما فی رمضان من الخیر لتمنت ان یکون الرمضان السنۃ کلہا لان نوم الصائم عبادۃ و صمتہ تسبیح و عملہ مضاعف و دعاءہ مستجاب و ذنبہ مغفور۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ اگر میری امت روزہ کے برکات کو معلوم کرے تو تمام سال کے رمضان ہوجانیکی تمنا کرنے لگے کیونکہ سونا روزہ دار کا عبادت ہی اور اسکی خاموشی تسبیح و ذکر ہے اور اس کے ہر عمل کا ثواب دوگنا ہوتا ہی اور اسکی دعا قبول ہوتی ہی اور گناہ بخشے جاتے ہین ؛

اسی ماہ مبارک مین خدا کی ہدایت (قرآن حکیم) نے نزول اجلال فرمایا۔

شہر رمضان الذی انزل فیہ القران ہدی للناس و بینات من الہدی والفرقان فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔

رمضان وہ مبارک مہینہ ہی جس مین قرآن عزیز نازل کیا گیا جس مین ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کے واضح نشان موجود ہین۔

اور اسی ماہ مبارک مین وہ عظمت و جلال والی شب ہی کہ جسکو ہزارون سے زیادہ فضیلت دی گئی۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔

ہم نے (قرآن) نازل فرمایا شب قدر مین اور تم کو خبر بھی ہے کہ شب قدر کیا ہی؟ شب قدر بہتر ہی ہزار مہینون سے۔

نوبتہ الآحاد

تاریخ الخلفا مین شیخ جلال الدین سیوطی نے علامہ ذہبی کا ایک خط نقل کیا ہی جسمین انہون نے ان افراد کے اسماء جمع کر دیئے ہین جو صحابہ و تابعین یا قرون مابعد مین کسی خاص صفۃ مین مشہور و ممتاز ہوئے ہین۔ مین نے ان اسماء کو ایک عربی قصیدہ مین جمع کر دیا ہی جسکو ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا ہون۔ یہ قصیدہ ادبی حیثیت سے بہت ہی ادنیٰ اور کم حیثیت ہی کیونکہ میرے پاس ادب کا کوئی معتد بہ سرمایہ نہین ہی لیکن مین اس قصیدہ کو ادبی حیثیت سے پیش کرنا بھی نہین چاہتا بلکہ صرف تاریخی حیثیت سے چنانچہ اپنے ادبی عیوب کی پردہ پوشی کیلئے ان افراد و آحاد امۃ کی جن کے اسماء اس قصیدہ مین آگئے ہین۔ مختصر مختصر سوانح بھی درج کر دی ہی۔ اشعار کا ترجمہ اُردو مین کر دیا ہی۔ تاکہ ایک تاریخی مضمون بجائے جو نثر کے بجائے نظم کے لباس مین ظاہر ہو۔ پس اُسکو ادیبون کی آنکھ سے نہ دیکھا جائے بلکہ مؤرخانہ نگاہون سے۔ ھذا

آحاد اُمۃ

یا من ھدی قلبی لنظم قلائد ... یاقوت والعقیان والمرجان

اے وہ ذات کہ جسنے میرے قلب کو یاقوت و مرجان اور خالص سونیکے ہار بنانیکی ہدایت کی اور توفیق دی

اعنی بھا اعلام من فاق الوریٰ ... فمضی الدھور وما لھم من ثان

میری مراد ان در و جواہر سے ان لوگون کے اسماء ہین جو ساری خلقت پر فوقیت لیگئے پس قرن گذر گئے اور انکا ثانی کوئی نہ پیدا ہوا

من کان فرد زمانہ فی فنہ ... سمیتہ فیھا بنظم بیان

وہ جو اپنے زمانہ مین اپنے فن مین یکتا گذرا سو مین نے اُسکو اس منظوم بیان مین نام دار بیان کر دیا ہی

یسّر مرادی لی فانت میسّر ... کل الصعاب عززت یا رحمانی

اے ہدایت دینے والے میری مراد کو آسان فرما کہ تو ہی تمام مشکلوں کو آسان فرمانیوالا ہی۔ اور اے میرے رحمان تو ہی غالب ہی۔

سرد السیوطی حبرنا واجلنا ... ھو ذو جلال الدین والایمان

سیوطی نے سلسلہ نسب بیان کیا جو ہمارے زبردست علماء مین سے ہین اور ہمارے اکابرین سے تھے جو دین و ایمان جلالۃ و بزرگی رکھتے ہین

ولقد راٰھا الشیخ فی خط من الذ ... ھبی ذی الاحسان والاتقان

ان نامون کو شیخ سیوطی نے علامۂ ذہبی کے (جو احسان و اتقان والے ہین) ایک خط مین دیکھا ہے

واذا تسلسلت الروایۃ بالسند ... فاسمع اذن یا من لہ الاذنان

اور جبکہ روایۃ سند کے لحاظ سے مسلسل ہو گئی تو اب وہ شخص سُنے جس کے دو کان ہین

قد کان نسابًا ابوبکر خلیـ ... ـفۃ مسلمین فجاء فرد اوان

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانون کے خلیفۂ اول بہت بڑے نسب دان تھے اور اسلئے اس فن نسب مین اپنے زمانہ کے یکتا ماہر تھے

۵ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور صفۃ احادیث مین رحمۃ ہی آپکو ارحم امۃ فرمایا گیا ہی اُن کے تمام کمالی صفات مین سے اعلیٰ صفۃ یہی ہی کہ ارحم اُمتی بامتی ابوبکر اور تمام مخلوقات مین بعد انبیاء علیہم السلام کے ان کے افضل ہونے کیلئے یہی ایک صفۃ رحمۃ کافی بھی ہے۔ کیونکہ اللہ کی وہ صفۃ جس سے عالم کی تربیۃ متعلق … ہے اسی لئے اسم ذات اللہ کے بعد رحمٰن کا درجہ قرآن نے رکھا ہی۔ اللہ کی بھی … آپ کا لقب رحمۃ للعالمین رحمۃ مهداۃ … … فرما ہوئی تو انکا مبارک لقب ارحم … اسی کے تحت مین ہین حتی کہ غضب … سابق ہی) کیونکہ عالم کی پرورش اور اس … جو سارے عالم کا نبی ہی اس کیلئے صفۃ … تھی۔ پس صدیق اکبر کی خصوصی صفات … وہ ان فضائل و کمالات دینی مین فائق … کے قبضہ مین نہین آسکتے جیسی نسب نامونکا … قبائل اور خاندانون کے نسب نامے محفوظ تھے۔ …

… ت ہی۔
… ۃ کلمات
… علی عفی عنہ
… الرب صاحب مرحوم دہلی
… سرپرست دار العلوم کا ارشاد
… اشرف علی تھانوی
… سلام مسنون عرض ہی کہ دار العلوم دیوبند کے متعلق
… ناعاقبت اندیشون کیطرف سے طرح طرح سے دار العلوم کو

نونیۃ الآحاد

تاریخ الخلفا مین شیخ جلال الدین سیوطی نے علامہ ذہبی کا ایک خط نقل کیا ہی جسمین انہون نے ان افراد کے اسما جمع کر دیئے ہین جو صحابہ و تابعین یا قرون مابعد مین کسی خاص صفۃ مین مشہور و ممتاز ہوئے ہین۔ مین نے ان اسما کو ایک عربی قصیدہ مین جمع کر دیا ہی جسکو ہدیہ ناظرین کرنا چاہتا ہون۔ یہ قصیدہ ادبی حیثیت سے بہت ہی ادنیٰ اور کم حیثیت ہی کیونکہ میرے پاس ادب کا کوئی معتدبہ سرمایہ نہین ہی لیکن مین اس قصیدہ کو ادبی حیثیت سے پیش کرنا بھی نہین چاہتا بلکہ صرف تاریخی حیثیت سے چنانچہ اپنے ادبی عیوب کی پردہ پوشی کیلئے ان افراد و آحاد امۃ کی جن کے اسما اس قصیدہ مین آگئے ہین۔ مختصر مختصر سوانح بھی درج کر دی ہی۔ اشعار کا ترجمہ اردو مین کر دیا ہی۔ تاکہ ایک تاریخی مضمون بجائے جو نثر کے بجائے نظم کے لباس مین ظاہر ہو۔ پس اسکو ادیبون کی آنکھ سے نہ دیکھا جائے بلکہ مورخانہ نگاہون سے۔ ھذا

آحاد امۃ

یا من ھدی قلبی لنظم قلائد ال — یاقوت والعقیان والمرجان

اے وہ ذات کہ جسنے میرے قلب کو یاقوت و مرجان اور خالص سونیکے ہار بنانیکی ہدایت کی اور توفیق دی

اعنی بھا اعلام من فاق الوریٰ — فمضی الدھور وما لھم من ثان

میری مراد ان در و جواہر سے ان لوگون کے اسما ہین جو ساری خلقت پر فوقیت لیگئے پس قرن گذر گئے اور انکا ثانی کوئی نہ پیدا ہوا

من کان فرد زمانہ فی فنہ — سمیتہ فیھا بنظم بیان

وہ جو اپنے زمانہ مین اپنے فن مین یکتا گذرا سو مین نے اسکو اس منظوم بیان مین نام دار بیان کر دیا ہی

یسر مرادی لی فانت میسر — کل الصعاب عززت یا رحمانی

اے اسی ہدایت دینے والے میری مراد کو آسان فرما کہ تو ہی تمام مشکلونکو آسان فرمانیوالا ہی۔ اور اے میرے رحمان تو انپر غالب ہی۔

سرد السیوطی حبرنا واجلنا — ھو ذو جلال الدین والایمان

سیوطی نے سلسلہ نسب بیان کیا جو ہمارے زبردست علما مین سے ہین اور ہمارے اکابر مین سے تھے جو دین و ایمان جلالۃ و بزرگی رکھتے ہین

ولقد رآھا الشیخ فی خط من الذ — ھبی ذی الاحسان والاتقان

ان نامون کو شیخ سیوطی نے علامہ ذہبی کے (جو احسان و اتقان والے ہین) ایک خط مین دیکھا ہے

واذا تسلسلت الروایۃ بالسند — فاسمع اذن یا من لہ الاذنان

اور جبکہ روایۃ سند کے لحاظ سے مسلسل ہو گئی تو اب وہ شخص سُنے جس کے دو کان ہین

قد کان نسابا ابوبکر خلیـ — ـفۃ مسلمین فجاء فرد اوان

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانون کے خلیفہ اول بہت بڑے نسب دان تھے اور اسلئے اس فن نسب مین اپنے زمانہ کے یکتا مانے گئے

۱ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور صفۃ احادیث مین رحمۃ ہی آپکو ارحم امۃ فرمایا گیا ہی اُن کے تمام کمالی صفات مین سے اعلیٰ صفۃ یہی ہی کہ اَرحَمُ اُمتی بامتی ابوبکر اور تمام مخلوقات مین بعد انبیاء علیہم السلام کے ان کے افضل ہونے کیلئے یہی ایک صفۃ رحمۃ کافی ہی ہے۔ کیونکہ اللہ کی وہ صفۃ جس سے عالم کی تربیۃ متعلق ہی صفۃ رحمۃ ہے اسی لئے اسم ذات اللہ کے بعد رحمٰن کا درجہ قرآن نے رکھا ہی۔ اللہ کی یہی مربی صفۃ جب سینۂ نبوی مین منعکس ہوئی تو آپ کا لقب رحمۃ للعالمین رحمۃ مھداۃ ہو گیا اور آپ کے واسطہ سے یہی صفۃ رحمۃ جب سینۂ صدیقی مین جلوہ فرما ہوئی تو انکا مبارک لقب ارحم امۃ قرار پایا اور یہی صفۃ تمام صفات کمالیہ مین مقدم ہی گویا سارے کمالات اسی کے تحت مین ہین حتی کہ غضب باری بھی اسی کے نیچے ہی۔ ان رحمتی سبقت غضبی (میری رحمۃ میری غضب پر سابق ہی) کیونکہ عالم کی پرورش اور اس کا ابقار بغیر رحمۃ کے ناممکن ہی جو سارے عالم کا رب ہے اس کیلئے رحمۃ ضروری تھی جو سارے عالم کا نبی ہی اس کیلئے صفۃ رحمۃ لازمی تھی اور جو سارے عالم مین انبیاء کے بعد خیر الخلائق خلیفہ ہوا اسکیلئے بھی رحمۃ ضروری تھی۔ پس صدیق اکبر کی خصوصی صفات مین سے رحمۃ ہی اک ایسی صفۃ تھی جو تمام دینی کمالات کے ظہور کا سرچشمہ ہی لیکن جسطرح وہ ان فضائل و کمالات دینی مین فائق تھے اسیطرح معاشرت دنیا کی علوم مین بھی بعض ایسے فنون مین یکتا تھے جو بظاہر عباد و زہاد کے قبضہ مین نہین آ سکتے جیسے نسب نامونکا محفوظ ہونا۔ صدیق اکبر کی یہ بھی خصوصیت تھی کہ آپ اک زبردست نساب تھے۔ آپ کو قبائل اور خاندانون کے نسب نامے محفوظ تھے۔ محدثین کے یہان فن رجال جتنا حفظ آزما ہی اس سے کہین زیادہ انساب کی

	واشدهم فی اللہ مدة عمرہ		هوابن خطاب الجلیل الشان	

اور تمام عمر فاروق اعظم جلیل الشان اللہ کی شریعت مین شدید رہے اور شدة کیساتہہ دین کو قائم فرمایا

	وحیاءً اصدقهم هو العثمان ذو النـ		ـورین والایمان والاحسان	

اور حیا کے اعتبار سے سب سے زیادہ صادق الحیا حضرت عثمان ذی النورین اور ذی الایمان اور ذی الاحسان رضی اللہ عنہ ہین

	وقضاءً اقضاهم علی هازم الـ		ـکفار والکفران والنکران	

قضا و فیصلہ کے حق مین سب سے زیادہ فیصلہ کن حضرت علی تھے جنہون نے کفار کو اور کفران الٰہی کو اور برائیون کو شکست دی

ف فاروق اعظم کی صفت حدیث میں آئی واشدهم فی امر اللہ عمر اللہ کے دین کے بارے مین نہایت قوی و شدید تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تھی کہ اے اللہ دین کو دو مین سے کسی ایک کے اسلام سے قوة دے یا ابوجہل یا عمر سے سو آپ کی دعا حضرت عمر کے بارہ مین قبول ہوئی اور ۳۹ مسلمانون کے بعد چالیسوان عدد ان سے پورا ہوا۔ اسلام لاتے ہی انہون نے بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہوکر اسوقت اپنے اسلام کا اعلان کیا جبکہ معدودے چند مسلمان چھپ کر اسلامی فرائض ادا کرتے تھے اور اسی دن سے اسلامی قوة و شوکتہ کا دور شروع ہوتا ہے امر الٰہی مین اسی قوة کی بدولت اُن کا خطاب فاروق ہوا کیونکہ ان کی شدة سے حق و باطل الگ الگ نمایان ہوگئے۔ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے اور ۲۳ھ مین ۲۶ ذی الحجہ کو وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ ۱۲ ف حدیث مین آپ کی شان فرمائی گئی ہے اصدقهم حیاءً عثمان۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ایک ٹانگ دراز تھی اور لنگی کچھ گھٹنے سے اوپر ہوگئی تہی۔ صدیق اکبر نے حاضری کی اجازت طلب کی تو اجازت ہوگئی وہ داخل ہوئے اور آپ اسیطرح بیٹھے رہے پھر فاروق اعظم اسی طرح اجازت سے اندر حاضر ہوئے اور آپ اسیطرح بیٹھے رہے یہانتک کہ ذی النورین رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپنے فوراً لنگی کو درست فرمایا اور ٹانگ کھینچ لی اور فرمایا کہ جس سے ملائکہ حیا کرتے ہین الا استحیی ممن تستحیی منه الملائکة حدیث مین آئی ہے واقدی کہتے ہین کہ جمعہ کے دن شہید ہوئے ۲۸ ذی الحجہ ۳۵ھ مین وفات پائی ہے ۱۲ ف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قوة فیصلہ مشہور ہے۔ آپ اسلام مین سب سے بڑے قاضی ہوئے ہین حتی کہ آپ کی امتیازی صفت ہی اقضی الناس حدیث مین فرمائی گئی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا مین نے عرض کیا کہ حضرت لوگ مجھسے اپنے جھگڑون مین فیصلے چاہینگے اور مین قضا و فیصلہ سے قطعاً ناواقف ہون۔ فرمایا قریب ہو۔ مین حضور کے قریب ہوگیا۔ آپنے میرے سینے پر دست مبارک مارا اور فرمایا اللّٰہم ثبت لسانہا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دار العلوم دیوبند کی امداد ضروری ہے

ارشاد امام المحدثین حضرت مولانا عبد العلی صاحب محدث دہلوی صدر مدرس مدرسہ عبد الرب دہلی شاگرد خاص حجة الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ بانی دار العلوم دیوبند

الحمد للہ نحمده ونستعینه ونستغفره ونومن به ونتوکل علیه اما بعد واضح رائے عالی ہو کہ دیوبند کی خبرین مجھے پہنچتی ہین۔ میرے نزدیک جو شورش کر رہے ہین وہ محسن کش ہین خیر خواہان اسلام کی خدمت مین التماس ہے کہ اس شورش کیوجہ سے مدرسہ کی امداد مین کوتاہی نکرین۔ یہ قاعدہ ہے کہ جو باختیار آدمی ہوتے ہین۔ اُن کی نسبت لوگ گستاخانہ کلمات بولا کرتے ہین۔ جب نبی علیہ السلام کو نہین چھوڑا تو ان حضرات کی کیا حقیقت ہے۔

خیر خواہ اسلام بندہ عبد العلی عفی عنہ

مدرس اول مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب مرحوم دہلی

حکیم الامة حضرت مولانا اشرف علی صاحب سرپرست دار العلوم کا ارشاد

نحمده ونصلی علی رسوله

کشف حقیقت از احقر اشرف علی تھانوی

جملہ حضرات اہل اسلام کیخدمت مین بعد سلام مسنون عرض ہے کہ دار العلوم دیوبند کے متعلق دو سال سے انواع فتن برپا ہین اور ناعاقبت اندیشون کیطرف سے طرح طرح سے دار العلوم کو

بدنام کرنے کی کوشش کیجا رہی ہے چونکہ اس فتنہ مین بعض اہل علم اور مشہور مدرسین دارالعلوم بھی شریک ہین جن کی ساتھ مدت تک لوگون کو حسن ظن رہا ہے اس وجہ سے بہت زیادہ ممکن ہے کہ دور دراز کے لوگ اشتباہ مین پڑکر یہ سمجھنے لگین کہ واقعی دارالعلوم کے اندر ایسی خرابیان پیدا ہوگئی ہین جنکے سبب یہ قدیم خیرخواہان مدرسہ الگ ہوکر مخالفت پر کمربستہ ہوگئے اسوجہ سے مین اپنے **ذاتی علم اور تحقیق** کی بنا پر مسلمانون کو مطلع کرنا چاہتا ہون کہ دارالعلوم باعتبار نظم ونسق اور تعلیمی حالت کے اپنی قدیمی رفتار پر چل رہا ہے اور اسوقت ایک کافی تعداد اہل علم کی جن پر مدرسہ کی حسن تعلیم کا مدار ہے موجود ہے یہ حضرات علمی قابلیت مین مشہور ہین دنیا مین انسانی کاروبار کوئی بھی ایسا نہین جسمین نقصان نہو اور اصلاح سے مستغنی ہو دارالعلوم مین بھی جن اصلاحون کی ضرورت ہے وہ اصلاحین کیگئین اور برابر کیجا رہی ہین اور کی بھی جائین گی اس مدۃ مین کئی بار جلسۂ شوریٰ ہوا اور اصلاحی امور کی اصلاح کی گئی اور برابر کیجائے گی۔ جو لوگ مدرسہ کے خلاف کوشش کر رہے ہین ان کے طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی غرض کوئی اصلاح نہین ہے بلکہ بعض اغراض نفسانیہ کی بنا پر محض اس دینی درسگاہ کو نقصان پہنچانا ہے جو اسلام اور مسلمانون کیلئے جس درجہ مضر ہے اس کا اندازہ نہین کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ طبعی اثر اس طرز کا تخریب مدرسہ ہے گو حق تعالیٰ کی حفاظت سے اُمید ہے کہ ایسا ہوگا نہین مگر جہان دین کی حفاظت کا وعدہ ہے ساتھ ہی اس کے حفاظت کی تدبیر کرنے کا بندون کو بھی امر ہے اسوجہ سے اہل خیر کیخدمات مین عرض ہے کہ جو حضرات مدرسہ کی خدمت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور احیاء سُنّت اور ابقاء اسلام کیلئے فرماتے ہین وہ نہایت اطمینان سے مدرسہ کی خدمت مین مصروف ہین اور ان خارجی امور سے متاثر نہون بلکہ پہلے سے زیادہ توجہ فرمائین۔ کسی چلتے ہوئے کام کو نقصان پہنچا دینا سہل ہے اور پھر نقصان کا تدارک دشوار ہوجاتا ہے۔ یہ بھی سُنا گیا ہے کہ شوریدہ سر طلبہ اور جو مدرسین مدرسہ سے علیحدہ کئے گئے ہین وہ دیوبند مین جدید مدرسہ قائم کرنے کے خیال مین ہین اور ملک مین چندہ کی تحریک کیلئے گئے اور جا رہے ہین۔ اسوجہ سے چندہ دہندون کو غلطی نہو

وہ جس کو چندہ دین سمجھکر دین کہ کہان دینا چاہتے ہین۔ یہ وقت بڑے ابتلا و امتحان اور احتیاط کا ہے **مسلمانون کو** اسوقت بہت زیادہ غور و فکر سے کام لینا چاہیئے جب تک خود اپنا اطمینان نکرلین نہ کوئی رائے قائم فرمائین اور نہ کوئی عملی حصہ لین۔ مجھ سے علم جن صاحبون کو بندہ پر **اطمینان** ہے ان کو چاہیئے کہ جسطرح بندہ کو مدرسہ کی تعلیمی حالت اور موجودہ نظم سے اطمینان ہے۔ اسی قدر اطمینان کیساتھ وہ بھی مدرسہ کی پہلے سے زیادہ ہر طرح سے مدد فرمائین۔

احقر نے خیرخواہی سے مسلمانون کو مدرسہ کی بقا مین حصہ لینے کا اور (خدانخواستہ) اسکی فنا کے وبال مین شریک نہونے کا طریقہ بتلا دیا ہے۔ آئندہ ہر شخص اپنے دین کا نفع وضرر دیکھلے خدا کو اور خدا کے دین کو کسی کی احتیاج نہین۔ یہ اُن کا احسان ہے کہ کسی کو خدمت دین کی توفیق عطا فرما دین۔ والسلام

قاله بفمه وامر برقمه وصححه بقلمه اشرف علی عفی عنه مقام تھانہ بھون

اول شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد صاحب مہاجر مدنی جانشین حضرت شیخ الہند وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کا ارشاد

آج بدقسمتی سے تمام ملک ہندوستان مین دارالعلوم دیوبند اور اس کی منتظمہ کمیٹی کے خلاف ایک مہلک اور گمراہ کن پروپگنڈا پھیلا ہوا ہے وہ دائرہ اہتمام جس نے تیس برس سے زیادہ مدت تک قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے مقدس ہاتھون سے اہتمام کی باگ حاصل کرکے ہر شعبہ مین کھلی کھلی ایسی کامیابیان دکھلادین جنکی تہائی یا چوتھائی بھی کوئی اسلامی اور مذہبی جماعت پیش نہین کرسکتی۔ اس سے بدظنی اور بے اعتمادی کی سموم آندھی ہر طرف چلائی جارہی ہے۔ یہ زہریلا پروپگنڈا اگرچہ کئی سال سے موجود ہے مگر پبلک کے

سانحہ اس نے تقریباً ایک سال سے جنم لیا ہی۔ اسکے علمبردار اشخاص روزافزون تگ و پو کرتے ہوئے ہر ناجائز اور شرمناک شعلہائے آتشین سے اس خرمن مذہبی کو خاکستر کر دینے کی عملی کوششین کر رہے ہین۔ بیرونی اشخاص اور اخبارات کے دیکھنے والے حضرات گمان کرتے ہین کہ مذکورہ بالا پروپگنڈا پروپگنڈا نہین ہی بلکہ واقعیت اور صداقت کا رکن ہی اور اس کے علمبردار قومی ریفارمر اور ہمدردی قوم و مذہب کی بیچین کرنیوالی تڑپ رکھنے والے ہین۔ کاش ایسا ہوتا تو آج یہ بدنصیب دن دیکھنے نہ پڑتے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہی کہ یہان اخلاص اور سچائی کوسون کوس تک وجود نہین رکھتی۔ چند مختلف سازشین اور خودغرضیان اصلاح کی خوبصورت اور خوشنما جامہ کو پہنکر کودپڑی ہین اور صدائے ہل من مبارز بلند کر رہی ہین۔ انہون نے ہی چند مشہور اور مقدس ہستیونکو اپنی چرب زبانی کے سحر اور جان توڑ کوششون کے دام تزویر مین مقید کر دیا ہی (جس کی کچھ نہ کچھ تفصیل انشاء اللہ مین عنقریب شائع کرونگا کیونکہ مجھہ سے بذریعہ تحریر وغیرہ پوچھا جا رہا ہی) اور ان بھولے بھالے صاف دل پاکیزہ ہستیون کی آڑ مین ہر قسم کا شکار کھیل رہے ہین۔

مین اسوقت ان حضرات کو جنکو مجھہ پر کچھ بھی اعتماد ہی یہ بتلا دینا چاہتا ہون کہ وہ اپنی اس اکیلی اور خالص مذہبی درسگاہ اور اسکی منتظمہ جماعت کو اب بھی اسیطرح خادم مذہب اور قوم یقین کرین۔ جسطرح وہ اسکو اسکی پیدائش یعنی سنہ ۱۲۸۳ھ سے یقین کرتے چلے آ رہے ہین۔ دارہ اہتمام اور اس کے کارکن حضرات آج بھی اسیطرح قابل وثوق و اعتماد ہین جسطرح وہ بزمانہ حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا شیخ الہند قدس اللہ اسرارہم تھے اور جس کی بناء پر انہونے ملک کیلئے ہزارون مذہبی خدام اور جناب رسالتمآب علیہ السلام کے سچے جانشین پیدا کر دیئے۔ آج بھی تمام شعبے بدستور سابق بڑے پیمانہ پر تعلیمی خدمات انجام دے رہی ہین۔ موجودہ خلفشارات اور انکے گندہ بیانات نہ پوری صداقت رکھتے ہین اور نہ قابل التفات ہین۔ بجز لجنۃ الاتحاد چند خارج شدہ اور غیر خارج شدہ ان طلباء کی جماعت ہی جنکو تعلیم و تعلم سے نہ دلچسپی ہی۔ اور نہ اُن مین

عاقبت اندیشی اور تجربہ کاری کا کوئی معتدبہ حصہ ہی۔ ان کو ابھارنیوالے اور ہمنوا حضرات بھی چند خودغرض اور سازشی حضرات ہین جن کی انتہائی کوششین دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا ہی اور بس۔ انتقامی خیالات اور ذاتی منافع نے بہتون کی قوت فکریہ کو ماؤف بنا دیا ہے اگرچہ ایک جماعت سادہ لوحون کی بھی ہان مین ہان ملانے والی بغیر فکر و غور ان کیساتھ ہوگئی ہے۔

لہٰذا مین پرزور الفاظ مین تمام مسلمانون اور مسلم پریس سے اپیل کرتا ہون کہ دارالعلوم کی اعانت و امداد مین پوری دلچسپی نہ صرف مثل سابق لین بلکہ اس سے زیادہ توجہ فرمائین۔ اور مخالفان اسلام اور دشمنان اہل سُنّت والجماعت کی سازشون کو کامیاب نہ ہونے دین اصلاحات ضروریہ سے مجلس شوریٰ اور جناب سرپرست صاحب دام مجدہم غافل نہین ہین۔ والسّلام

محررہ ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۴۶ھ از کلکتہ

ننگ اکابر حسین احمد غفرلہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد اصغر حسین صاحب اوستاذ حدیث دارالعلوم کا ارشاد

الحمد للہ کہ دارالعلوم دیوبند جس طرز و رفتار پر اپنے مقدس سرپرست حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ اور حضرت مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ مین چل رہا تھا اسی پر اب بھی جاری ہی۔ اور جن حضرات کے ہاتھہ مین اسوقت اہتمام و انتظام جس طریقے اور حیثیت پر تھا اُسی پر اب بھی بدستور ہی۔ اور ان حضرات کی للٰہیت اور شب و روز کی مصروفیت و جانفشانی سے حق تعالیٰ نے جو ترقی عطا فرمائی وہ مشاہد اور مشہور ہے۔ کوئی ایسا تغیر جو اہل دین کے لئے موجب وحشت ہو اب نہین ہوگیا۔ جن حضرات نے

یکسوئی اختیار فرمائی انہون نے بقائے مدرسہ کی مصالح پر توجہ نہین کی۔
معمولی چیزونکو مبالغہ سے بڑھاکر یا بالکل بے حقیقت الزام ایجاد کرکے ظلم واستبداد کے ہیبت ناک افسانے جو لوگ اخبارون مین شایع کرتے ہین وہ منتظمین کو بدنام کرنے کی سعی ہین دارالعلوم کو برباد کر رہی ہین ایسی حالت مین دارالعلوم پہلے سے زیادہ اہل اسلام کی قلبی توجہ اور ہمدردی اور مالی امداد کا محتاج ومستحق ہی۔ احقر اس کی خدمت کو وسیلہ سعادت اور ذخیرہ اخرت سمجھتا ہی۔ اور تمام عمر خدمت کا ارادہ کرلیا ہی۔

عام اہل اسلام اور اپنے مخلص عزیزون اور بزرگ دوستون سی دارالعلوم کی مالی امداد واعانت کی استدعا کرتا ہے اور یقین دلاتا ہی کہ آپ کا مال بیجا اور بے موقع صرف نہ ہوگا۔ واللہ الموفق والمعین۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین +

کتبہ الفقیر

سید اصغر حسین حسنی حنفی دیوبندی عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

(۴ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۶ھ)

مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند

مندرجہ ذیل علمی و تاریخی کتب پر ۱۵ رمضان المبارک سے ۱۵ شوال المکرم ۱۳۴۶ھ تک خاص رعایت

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی
الماسون۔ مصنفہ علامہ شبلی	۸عہ/	۴عہ/	مولوی معنوی مصنفہ حضرت مولانا اصغر حسین صاحب	۵/	۴/
الہارون۔ مصنفہ علامہ شبلی	۸عہ/	۴عہ/	مجاہدین مراقش لکھو کھا ہسپانی عساکر کی جہد حریت	۴عہ/	عہ/
سرمایہ زبان اردو۔ کامل	۸عـا/	عـا/	صدیق اکبر مصنفہ خواجہ عباد اللہ صاحب	۸عہ/	۴عہ/
اردوی معلی کامل۔	۱۲عہ/	۴عہ/	سوانح امام بخاری حضرت امام کی معتبر سوانح	۸/	۶/
تذکرہ احرار اسلام۔	۱۲/	۸/	اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر	۸/	۶/
لب مثنوی۔ دفتر ششم مثنوی مولانا روم کے ابتدائی حصہ کی شرح	۶/	۵/	تذکرۃ الاولیاء۔ اردو کلاں	عـا/	۱۰عہ/
علمائے سلف۔ متقدمین علماء کے تاریخی حالات مصنفہ مولانا حبیب الرحمن خان صاحب شروانی مجلد۔	۱۴عہ/	عہ/	سیرۃ النعمان مصنفہ علامہ شبلی	۸عہ/	۲عہ/
			الغزالی از علامہ شبلی	عـا/	۸عہ/
موازنہ انیس و دبیر۔	[illegible]	۴عـا/	مقالات شبلی۔	عـا/	۱۰عہ/
شعر العجم کامل پانچوں حصے	[illegible]	[illegible]	قصص الانبیاء اردو کلاں	۸عـا/	عـا/
بوئے گل علامہ شبلی کے غزلیات کا مجموعہ	۴/	۳/	ایضاً خورد ٹائیٹل دیدہ زیب خوبصورت	۴عہ/	عہ/
حیات جامی مولانا جامی کی مفصل سوانح	۸/	۶/	مثنوی مولانا روم کامل	صہ/	للعہ/
حیات خضر مصنفہ مولانا اصغر حسین صاحب	۴/	۳/	بیان الامراء ترجمہ اردو تاریخ الخلفاء۔	عـا/	۸عہ/

یہ اور ہر قسم کی کتب بارعایت ملنے کا پتہ } **منیجر کتب خانہ قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور یو پی**

رجسٹرڈ نمبر ا ۱۴۱۴

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی

القاسم

دور جدید

جلد ۳ شوال المکرم ۱۳۴۶ھ نمبر ۱۰

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصولڈاک

فی پرچہ ---- ۴ر

فہرست مضامین رسالہ "القاسم" بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۶ھ

جو

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہٗ

بانی دارالعلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی و حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم و حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و دیگر مقدس و مقتدر علمائے دیوبند سے

شائع ہوتا ہے

نمبر	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	اتمام الکلام فی تحقیق حکومۃ الاسلام	جناب مولانا ظفر احمد صاحب کیرانوی۔	۱/۶
۲	قصیدہ نونیۃ الاحاد۔	جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب۔	۷/۸
۳	بچون کی تعلیم۔	جناب مولانا محمد منصور صاحب۔	۹/۱۶
۴	تعلیمات اسلام	جناب مولانا محمد شفیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند۔	۱۷/۲۴
۵	اللطائف للطائف	حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم۔	۲۵/۲۸
۶	مرزا صاحب کی بی ایمانی خود انکی زبانی	مولوی نور محمد خان صاحب۔ مبلغ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	۲۹/۳۰
۷	الاغتراب وتذکار الوطن۔	جناب مولانا حافظ محمد اعزاز علی صاحب۔	۳۱
۸	فتاوی دارالعلوم دیوبند ÷		۳۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

اتمام الکلام فی تحقیق حکومۃ الاسلام

حامداً و مصلیاً اس زمانہ مین یہ خیال عام ہوگیا ہی کہ اسلامی حکومت جمہوری ہے نہ کہ شخصی چنانچہ جنکو آجکل اہل علم سمجھا جاتا ہے وہ بھی اس بلا مین گرفتار ہین۔ اور اس کا اثر یہ ہے کہ دینی مدارس کے طلبہ بھی اس سے محفوظ نہین۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم حکومت اسلامی کی حقیقت ظاہر کردین۔ تاکہ مسلمان اس غلطی کے نتائج بد سے محفوظ رہین۔ کیونکہ اس خیال مین سب سے بڑی خرابی تو یہ ہے کہ اس مین خدا اور رسول پر بہتان باندھنا ہے کہ انہون نے مسلمانون کو جمہوری حکومت قائم کرنے کا حکم دیا اور دوسری خرابی یہ ہے کہ جب خدا نے اسلامی حکومت کو شخصی قرار دیا ہے تو گویا انہون نے شخصی حکومت کے مصالح عالم کے لئے مفید ہونے کا دعوی کیا ہے۔ پس جب کوئی شخص جمہوریت کو مصالح عالم کے لئے مفید بتلاتا ہے۔ تو گویا وہ بزبان حال دعوی کرتا ہی کہ مین مصالح عالم کو خدا اور رسول سے زیادہ جانتا ہون اور خدا و رسول کا بیان غلط ہے۔ تیسری خرابی اس مین یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے اس خیال سے دینی اور دنیوی بربادی کی حمایت کرتے ہین۔ کیونکہ جمہوری حکومت کا نتیجہ دین اور دنیا دونون کی بربادی ہے۔ چنانچہ جب ترکون نے دیکھا۔ کہ اسلام اور جمہوریت جمع نہین ہوسکتے تو انہون نے جمہوریت کی خاطر احکام اسلام

کو چھوڑ دیا اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ اس وقت دنیا مین جمہوری حکومتین ترقی کر رہی ہین تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ترقی بھی استبداد ہی کی بدولت ہی۔ نہ کہ جمہوریت کی بدولت۔ کیونکہ صحیح معنی مین جمہوریت کا وجود کسی جگہ بھی نہین اس لئے جہان کہین بھی جمہوریت ہے وہان ایک متحد الخیال جماعت اپنی استبدادی قوت سے کمزورون کو دبائے ہوئے ہی اور بجبر اُن پر حکومت کر رہی ہی۔ جو کہ اصول حریت کے خلاف ہے اگر اس اصول پر صحیح طور سے عمل کیا جائے اور ہر شخص کو کامل آزادی دیجائے پھر دیکھین کونسی حکومت دنیا مین قائم رہتی ہے اور دنیا مین امن کیونکر قائم رہ سکتا ہی۔

پس ثابت ہوا کہ امن کا ضامن صرف جبر واستبداد ہی اور حریت امن عامہ کے لئے سخت خطرناک ہی۔ پس جب کہ جمہوریت کا خیال اسقدر مہلک نتائج پر مشتمل ہے تو ضرور ہوا کہ مسلمانون کو اس غلطی پر مطلع کیا جاوے۔ تاکہ وہ ان نتائج سے محفوظ رہین۔ اس لئے کہا جاتا ہی کہ جن تنقیحات پر ہمین بحث کرنی ہے وہ حسب ذیل ہین۔

تنقیحی سوالات

(۱) جمہوریت اور ملوکیت کی حقیقت اور اُن کا باہمی فرق کیا ہی؟۔

(۲) ان دونون مین کونسی اصطلاح اور کونسا طریقہ قدیم ہے؟۔

(۳) اسلام سے پہلے کونسا طریقہ رائج تھا۔ اسلام نے آکر اسے قائم رکھا۔ یا تبدیلی کی؟ اور تبدیلی کی تو کن وجوہ سے۔؟ اور خلفائے راشدین کی حکومت کا طریقہ کیا تھا؟۔

(۴) طرز حکومت کے متعلق اسلام کی تصریحات کیا ہین اور ان سے کونسا طرز صحیح ثابت ہوتا ہی؟

(۵) شرعی الفاظ امامت یا امارت یا خلافت مذکورہ بالا دونون اصطلاحون کے موافق ہین یا کسی ایک کے اور کس کے؟۔

یہ پانچ تنقیحات ہین۔ اب ہم ان کا جواب عرض کرتے ہین۔ غور سے ملاحظہ فرمایا جاوے۔

جواب سوالات مذکورۂ بالا،

حقیقت جمہوریت (جسکو علامہ شبلی نے جو نئی روشنی کے علما اور لیڈرون کے امام ہین۔ الفاروق

مین بیان کیا ہے۔ یہ ہی کہ حکمران مسلوب الاختیار ہو کر کارکن جماعت کا ایک فرد بن جائے اھ اور ملوکیت چونکہ جمہوریت کی ضد ہی۔ اس لئے اس کے یہ معنی ہین کہ تمام اختیارات حکمران کے ہاتھہ مین ہون۔ اور رعایا اس کے احکام کی ماننے والی اور اس کی فرمانبردار ہو اس لئے جمہوریت اور ملوکیت کے مابہ الامتیاز کو ان چند عنوانون سے ظاہر کیا جاسکتا ہی۔

اوّل جمہوریت مین صدر جمہوریت مسلوب الاختیار ہوگا۔ اور ملوکیت مین بااختیار۔

دوم جمہوریت مین صدر جمہوریہ قوم کا نمائندہ ہوگا۔ اور بادشاہت مین بادشاہ قوم کا نمائندہ نہ ہوگا۔

سوم جمہوریت مین صدر جمہوریہ رعایا کی مرضی کے تابع ہوگا اور ملوکیت مین قوم اس کی تابع ہوگی۔

چہارم جمہوریت مین صدر جمہوریت برائے نام حاکم اور درحقیقت قوم کا محکوم ہوگا۔ اور بادشاہت مین بادشاہ اسما ومعنیً حاکم اور قوم اس کی محکوم ہوگی۔ ان دونون مین طریق ملوکیت قدیم اور طریق جمہوریت یورپ کی ایجاد ہی۔ اسلام سے پہلے طریق ملوکیت ہی رائج تھا۔ اسلام نے آکر اس مین کوئی تبدیلی نہین کی۔ صرف اتنا تغیر کردیا کہ پہلے بادشاہ انسانون کو اپنی رعایا سمجھکر اپنی حسب منشا حکومت کرتے تھے اور اسلام نے بادشاہون کو یہ تعلیم دی کہ بادشاہ حقیقی حق تعالیٰ ہین اور تمام مخلوق ان کی رعایا اور تم ہماری رعایا پر ہماری جانب سے حاکم مقرر کئے گئے ہو اور تم کو ہماری جانب سے ایک دستور العمل دیا گیا ہی۔ جس کا نام دین اور شریعت ہے تم خود بھی اس کی پابندی کرو۔ اور ہماری رعایا سے بھی اس کی پابندی کراؤ۔

اور تم ان پر اس قانون کے ماتحت رہ کر حکومت کرو۔ اور اس بنا پر ملوکیت دو قسم پر منقسم ہوگئی ایک وہ ملوکیت جس مین بادشاہ مخلوق خدا کو اپنی رعایا قرار دے کر ان پر خود مختارانہ حکومت کرے۔ اور ایک وہ ملوکیت جس مین بادشاہ اپنے کو شہنشاہ حقیقی کا نائب السلطنت سمجھکر اُسکی رعایا پر اس کے قانون کے مطابق حکومت کرے۔ پہلی قسم کی ملوکیت قیصر وکسریٰ کی ملوکیت تھی۔ اور دوسری قسم کی ملوکیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدین کی اور ان دونون ملوکیتون مین حقیقت کا فرق نہین بلکہ طرز عمل کا فرق ہے جیسے ملوکیت عادلانہ

و جائز نہین ۔ اور ملوکیت کی اسی قسم ثانی کا نام ہے امامت یا امارت یا خلافت ہی اور اسی کی اسلام نے تعلیم دی ہی ۔ اور جمہوریت اور ملوکیت کی قسم اول اسلام کی تعلیم کے خلاف ہین یہ مختصر جوابات تھے ۔ سوالات کے اب ہم ان پر کسیقدر تفصیل سے گفتگو کرتے ہین ۔

(۱) قال اللہ تبارک وتعالیٰ: الم تر الی الملاء من بنی اسرائیل من بعد موسیٰ اذ قالوا لنبی لہم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ الی ان قال تبارک وتعالیٰ: وقال لہم نبیہم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا قالوا انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یوت سعۃ من المال قال ان اللہ اصطفاہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللہ یوتی ملکہ من یشاء ۔

ان آیات سے نہایت صفائی کے ساتھ چند باتین معلوم ہوئین ۔

(الف) بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ ہمارا کوئی بادشاہ مقرر کردو ۔

(ب) نبی نے ان سے یہ نہین کہا کہ ملوکیت خدا کے ساتھ مخصوص ہی اس لئے ملوکیت کا سوال بے معنی ہے تم کمیٹی کرکے صدر جمہوریت مقرر کرلو ۔ بلکہ ان کی درخواست کو جائز قرار دیکر منظور کیا اور حق تعالے کے حکم سے طالوت کو ان کا بادشاہ بنا دیا ۔

(ج) قوم نے چیخ پکار مچائی کہ یہ کیا کیا کہ ایسے شخص کو ہم پر حاکم بنا دیا جس کو ہم پر حکومت کا کوئی حق نہین بلکہ اس سے زیادہ تو حکومت کے ہم مستحق ہین ۔ کیونکہ وہ ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہے ۔ برخلاف ہمارے کہ ہم اس سے اعلیٰ ہین اور وہ ایک غریب آدمی ہے اور ہم مالدار لیکن ان کی اس چیخ پکار پر کوئی توجہ نہین کی گئی اور ان سے کہا گیا کہ تم کو طالوت ہی کی حکومت قبول کرنی ہوگی ۔ کیونکہ گو وہ تم سے زیادہ مالدار نہین مگر وہ علم اور قوت مین تم سے بڑھا ہوا ہے ۔ علاوہ ازین ملک تمہارا نہین کہ تم اپنی مرضی سے جسے چاہو بادشاہ بناؤ بلکہ ملک خدا کا ہے ۔ اُسے اختیار ہے جسے چاہے دے ۔ تم حق تعالیٰ کی رعایا ہو تمہارا کام اطاعت ہی نہ کہ سلطنت کے معاملات مین مداخلت ۔ لہٰذا تمہین اس مین مزاحمت کا کوئی حق نہین ۔

(د) اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ اسلام ایک شاہی عہدہ دار ہوتا ہے ۔ جسکا تقرر منجانب اللہ ہوتا ہے ۔ اور رعایا پر اس کی اطاعت لازم ہوتی ہے اور وہ رعایا کا مقرر کردہ اور ان کا محکوم

اور ان کے تابع نہین ہوتا ۔

(ہ) نیز اس سے معلوم ہوا کہ جب رعایا مین صحیح انتخاب کی قابلیت نہ ہو تو انتخاب امام انکے سپرد نہ کیا جاوے گا ۔ بلکہ ان پر جبر حکومت کیجاوے گی خواہ وہ اسے پسند کرین یا ناپسند ان امور سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ ملوکیت خدا کا قانون ہے اور وہی قدیم طریقہ ہی اور جمہوریت کا طریق قانون الٰہی کے بالکل خلاف ہی ۔

(۲) جو انبیاء بادشاہ ہوئے ہین جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سب خود مختار تھے اور رعایا کے نمائندون کی کمیٹی کے ماتحت نہ تھے یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ ملوکیت ہی طریق قدیم اور وہ ہی قانون الٰہی ہے اور جمہوریت طریق محدث اور قانون الٰہی کے خلاف ہی ۔

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے دعا کی تھی ۔ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی یہ بھی ایک نبی کی دعا ہی جس مین ملوکیت کی درخواست ہے نہ صدر جمہوریت ہونے کی ۔ لہٰذا اس سے بھی معلوم ہوا کہ ملوکیت ہی طریق صحیح اور مطابق قانون الٰہی ہے اور جمہوریت اس کے خلاف ۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا ۔ کہ طلب حکومت مین اگر غرض صحیح ہو ۔ تو وہ مذموم نہین ۔ یہ تو وہ تصریحات تھین ۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قبل از اسلام بھی قانون الٰہی ملوکیت ہی تھا اور قیصر وکسریٰ کی حکومت اس لئے قابل اعتراض نہین تھی کہ انہون نے اپنا نام ملک کیون رکھا تھا اور لوگون کو جمہوریت کیون نہین دی تھی بلکہ ان کی ملوکیت اس لئے قابل اعتراض تھی کہ انہون نے شہنشاہ حقیقی سے بغاوت کرکے اپنے کو خود مختار بادشاہ بنا لیا تھا اور شہنشاہ حقیقی کی رعایا پر بحیثیت شاہی افسر کے حکمران نہ تھے بلکہ ان پر باغیانہ حیثیت سے حکمران تھے اب ہم زمانہ اسلام کی حکومتون کا ذکر کرتے ہین اسلام مین سب سے پہلے حکومت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کس قسم کی تھی آیا جمہوری یا شخصی ۔ سو واضح ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین تمام اختیارات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مین تھے ۔ اور آپ کے خلاف کسی کو کوئی اختیار

نہ تھا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہین۔ ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم۔ اس کے علاوہ ایسے نصوص سے قرآن وحدیث بھرے پڑے ہین جن سے لوگون پر رسول کی اطاعت کی فرضیت ثابت ہوتی ہے یہ تو آپ کے استقلال واستبداد کی حالت تھی لیکن باوجود اس کمال اختیار کے آپ کو شہنشاہ حقیقی کی جانب سے شاورھم فی الامر کا بھی حکم تھا اور اس بنا پر جو وقت آپ کو ضرورت ہوتی تھی اس وقت آپ صحابہ سے خود بھی مشورہ لیتے تھے۔ اور صحابہ آپ کو از خود بھی مشورہ دیتے تھے۔ لیکن چونکہ مشورہ کا لینا یا اسپر عمل کرنا اسی طرح سپہ کا انتخاب وغیرہ تمام امور آپ کی رائے پر منحصر تھے اور آپ کسی بات مین مجبور نہ تھے اس لئے اس مشورہ لینے سے آپ کی ملوکیت اور شاہانہ اختیارات پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا۔ پس اس تفصیل سے جس طرح اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہی کہ آپ کی حکومت ملوکیت کی قسم سے تھی نہ جمہوریت کی اسی طرح اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ ملوکیت اور شوریٰ مین منافات نہین بلکہ شوریٰ ملوکیت کے ساتھہ جمع ہوسکتا ہی اور اس سے ان لوگون کے خیال کی غلطی روز روشن کی طرح منکشف ہوجاتی ہے جنہون نے اپنی نادانی کی بنا پر یہ خیال جمالیا ہے کہ ملوکیت اور شوریٰ مین منافات ہے اور اس لئے انہون نے بلا تعمق یہ حکم صادر کردیا ہی کہ حکومت اسلامی جمہوری ہے اور ملوکیت اسلام کے خلاف ہے۔ اور جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کی نوعیت معلوم ہوگئی جو کہ حکومت اسلامی کے صورت اعلیٰ ہین تو اسی سے خلفائے راشدین کی حکومت کی نوعیت بھی معلوم ہوجاتی ہے کہ وہ بھی شخصی محض اور از قسم ملوکیت تھی نہ کہ جمہوریت۔ کیونکہ خلفائے راشدین اپنی طرز حکومت مین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقلد تھے اور اپنی طرف سے کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنیوالے نہ تھے اور نہ ان کو ایسا کرنے کا حق تھا اور جب کہ اس سے خلفائے راشدین کی حکومت کی نوعیت بھی معلوم ہوگئی تو اب ہم کو اس بات مین زیادہ کہنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی لیکن نافہمون کے بعض غلطیان دفع کرنے کیلئے ضرورت معلوم ہوتی ہی کہ ہم خلافت پر قدرے تفصیلی گفتگو کرین۔

＊باقی آئندہ＊

نونیۃ الآحاد

＊گذشتہ سے پیوستہ＊

قد کان اقرءھم اُبَیٌّ ابن کعب[عہ] | فی قراءۃ مصحف القرآن

سب سے زبردست قاری ابی ابن کعب تھے | قراءۃ قرآن کے بارے مین

اما ابن عباس فواحد عصرہ[عہ] | فی اوفق التفسیر فی القرآن

لیکن ابن عباس پس یکتائے دہر ہین | قرآن کریم کی نہایت ہی مطابق تفسیر کرتے ہین

اما ابوذر فاصدق لھجۃ[عہ] | منھم واتقاھم من النیران

لیکن ابوذر غفاری پس سب سے زیادہ سچے ہین زبان کے | اور جہنم کی آگ سے سب سے زیادہ بچنے والے ہین

عہ ابی ابن کعب قراء سبعہ مین سے ایک قاری ہین۔ فاروق اعظم ان کو سید المسلمین کہا کرتے تھے اور بار بار ان سے قرأت سنتے تھے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ امراض کیا ہین اور کیون آتے ہین۔ فرمایا کہ گناہون کے کفارہ کرنے کیلئے آتے ہین اسپر حضرت ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ اگرچہ تھوڑی ہی سی تکلیف ہو۔ فرمایا اگرچہ ایک کانٹا بھی چبھ جائے اسپر ابی ابن کعب نے دعا کی کہ اے اللہ تکلیف و مرض کبھی مجھسے علیحدہ نہون ہا حج۔ جہاد۔ صلوۃ جماعۃ سے مین کبھی محروم نہون۔ (تاکہ کفارۂ سیئات ہوتا رہی) چنانچہ وفات تک حرارۃ و بخار مین مبتلا رہی۔ ان کے بدن پر ہاتھہ رکھنے سی حرارت محسوس ہوتی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عہد خلافت مین یوم جمعہ سنہ ۳۰ھ مین وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ ۱۲ عہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ قرآن کے اعلم اور اُمت کے زبردست مفسر ہین انکا لقب حبر اُمۃ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمائی تھی کہ اللھم علمہ الحکمۃ۔ انکا علم وکلمۃ اسی دعا کا پرتوہ تھا۔ لیث بن ابی سلیم کہتی ہین کہ مین نے طاؤس سی کہا کہ مین نے تو بس اس لڑکے کی ملازمت اختیار کرلی ہی اور اکابر صحابہ کو ترک کردیا ہی یعنی ان کے علم نے سب کے علوم سے مستغنی کردیا۔ سنہ ۶۸ھ مین طائف مین وفات پائی اور آپ کی عمر ایک قول کے مطابق ۷۰ سال کی ہوئی ۱۲ عہ ابوذر جندب ابن جنادہ رض صادق القول ہونیمین ممتاز ہین۔ حدیث مین انکے مناقب موجود ہین کہ پردۂ زمین پر ابوذر سی زیادہ سچی لہجہ والا کوئی نہین حدیث مین ان کیلئے زہد عیسیٰ ثابت کیا گیا ہی انہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بیعت کی ہی کہ حق کہنے مین لومۃ لائم سے کبھی خوف نہ کھاؤنگا اور حق ضرور کہونگا خواہ تلخ ہی معلوم ہو۔ چنانچہ انکی حق گوئی کی مثالون سے سیرۃ صحابہ بھری پڑی ہی۔ رضی اللہ عنہ ۱۲ منہ

این الشجاعة من شجاعة خالد — قد کان اشجع اشجع الاقرآن

خالد کی شجاعت سے کس کی شجاعت مقابلہ کرسکتی ہے — جو اپنے اقران مین سب سے زیادہ بہادر تھے

سیف سلول من سوف الہکم — قد سل سیف الحق والبرہان

اللہ کی تلوارون مین سے اک کھنچی ہوئی تلوار تھے — اللہ نے حق وحجۃ الٰہی کی اک تلوار کھینچ رکھی تھی

خالد بن الولید۔ مشاہیر صحابہ مین سے ہین سنہ ۸ھ مین اسلام لائے۔ اسلام کے بڑے بڑے معرکے انکی جانبازی وشجاعت نے سر کئے ہین۔ اسی لئے بارگاہ نبوی سے ان کو سیف اللہ کا خطاب ملا آپ نے فرمایا۔ خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ سلہ اللہ علی الکفار۔ (خالد اللہ کی تلوارون مین سے اک تلوار ہے جسے اللہ نے کفار پر کھینچا ہے۔ جنگ یرموک مین ان کی ٹوپی گم ہوگئی بہت پریشان ہوئے اور لوگون سے تلاش کرنے کیلئے فرمایا جب تک نہ ملی ٹھیرے رہے۔ اتفاق سے انہین کے پیچھے سے پڑی ہوئی مل گئی۔ لوگون نے پریشانی اور اتنی توجہ کا سبب پوچھا۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ سے فارغ ہوکر حلق کرایا دو سر منڈایا) لوگ سر کے بالون کو حاصل کرنے کے لئے دوڑ پڑے اژدحام ہوگیا مین سب مین آگے تہا اور سر کے اگلے حصہ کے مبارک بال میری قسمت مین آئے۔ مین نے اُن کو اس ٹوپی مین سی لیا پس جس جنگ مین بہی یہ ٹوپی پہن کر جاتا ہون فتح ونصرت میری ساتھ ہوتی ہی۔ سنہ ۲۱ھ مین حمص مین وفات پائی وفات کے وقت فرمایا کہ مین نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر شہادت اور قتل فی سبیل اللہ کے موقع نکالے مگر مقدر یہ تہا کہ چارپائی پر جان دون۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؛

عقائد الاسلام

حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی معرکۃ الآرا تصانیف مین سے ایک عجیب وغریب تصنیف ہے کہ جو بارہا مرتبہ طبع ہوکر ملک مین مقبول عام ہوئی۔ ابہی تہوڑا عرصہ ہوا کہ طبع ہوئی تھی لیکن پہر یہ مفید کتاب کم یاب ہوچکی ہے اور بہت ہی جلد نایاب ہوجاوے گی۔ ہمارے پاس اسکی کچہ جلدین باقی ہین لہٰذا ناظرین "القاسم" کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اس کی خریداری مین عجلت فرمادین ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ قیمت (۸؍)

علاوہ اس کے ہر قسم کی درسی وغیر درسی کتابین وقرآن مجید معری ومترجم بکفایت ملنے کا پتہ ؛

کتب خانہ مطبع قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا ومصلیًا

بچون کی تعلیم،

ا ب ت ث ،

ہمارے قابل فخر محترم حضرت مولانا منصور دام اللہ فیوضہم العالی۔ جن جانثاران اسلام ہستیون مین سے ہین اسکو حقیقت شناس نظرین خوب جانتی ہین۔ آنمکرم القاسم دور جدید کے اجرا سے ہی نہایت مسرت وبہجت کیساتہہ القاسم کی سرپرستی فرماتے رہے ہین اور اپنے زرین خیالات اور عالمانہ تفکرات سے وقتاً فوقتاً القاسم کے اوراق کو زینت دیتے رہے ہین۔

پچھلے دنون جب کہ القاسم کے مخصوص دار العلوم نمبر نکالنے کا قصد ہوا تو مولانا نے نہایت عرق ریزی سے یہ مضمون ترتیب دیکر ارسال فرمایا تہا چونکہ القاسم کا مخصوص نمبر بعض ناگزیر مجبوریون کیوجہ سی شائع نہو سکا اسوجہ سے اس مفید وقابل قدر مضمون کو شائع کیا جاتا ہی۔ حقیقت بین ونکتہ شناس نظرین اس مضمون کے داد دیئے بغیر نہ رہینگی۔ اور مولانا کی جانفشانی وعرق ریزی پر بے اختیار کلمات تحسین وآفرین جاری ہون گے۔

چونکہ مضمون اپنی اہمیت کیوجہ سے طوالت پکڑ گیا ہی اسوجہ سے بدون اسکے چارہ نہین کہ اسکو کئی نمبرون مین مسلسل شائع کیا جائے۔ اُمید کہ ناظرین کرام اس سلسلہ سی خاص دلچسپی لین گے۔ (ادارت)

برادر عزیز مکرم عمم فیوضکم وایدکم اللہ بنصرہ العزیز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

مجھے ماوراء النہر، قفقاز، ترکیہ کے سفر مین اپنی خط کے خلاف زبردست پروپگنڈا دیکھنے کا موقع ملا تہا اور اب سنتا ہون کہ مخالفین نے وہان پر اپنے افکار کو تلوار کے زور سے عملی جامہ بھی پہنا دیا ہی۔ مجھے عرصہ سی خیال تہا کہ اس زمین مین فضلاء ہند کیخدمت مین کچہ عرض کرون۔ اسوقت آپنے

دارالعلوم کے مبارک نمبر کیلئے کچھ نکچہ لکھنے کو فرمایا۔ ادھر "نیرنگ خیال" کے عید نمبر مین جناب مولوی سیّد امتیاز علی صاحب ممبر کورٹ آف مسلم یونیورسٹی کے مضمون "ا ب ت ث" کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اس سے یاد آیا کہ مجھے بھی اس سلسلہ مین کچھ عرضکرنا ہی جو "بچون کی تعلیم" کے عنوان سے لکھکر تقدیم کرتا ہون ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

یہ ایک ناقص کی نقصانون سے لبریز پیشکش ہے جسکو وہ ناداری کے عالم مین اپنی محبوب وطن (ہندوستان) کے فضلار کی خدمت مقدس مین تقدیم کرنیکا شرف حاصل کرتا ہی۔

جناب مولوی سیّد امتیاز علی صاحب کے مضمون (ا ب ت) کے دیکھنے سے مجھے نہایت گہری اور حقیقی مسرت حاصل ہوئی۔

مین اپنے رب ہادی کا سچّے دل سے شکریہ ادا کرتا ہون کہ ہندوستان کے فضلار اس سرزمین مین صرف حق کے متلاشی ہین اور وہ ترکیہ کی کمالستون کیطرح غیرون کے اندھے مقلد نہین ہین فلہ الحمد اوّلاً و آخراً۔

اس تحریر مین تمہید کے علاوہ تین حصّہ ہین۔ پڑہنا[1]۔ لکھنا[2]۔ اندھی تقلید[3]۔

اس آوارہ نے آخری حصّہ مین اپنی بساط کے موافق کمالیون کی مفسدہ کاری پر تنقید کی ہی جو انہون نے ترکیہ سے مسلمانی خط کے محو کرنے مین کی ہے؛ حق تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم کی ہدایت فرماکر اپنی رحمت عمیم سے ان فناخیز اعتقادی اور مسلکی امراض گوناگون سے بچائے۔ جنمین آج کل سربرآوردہ ننگ اسلام جماعتین بالعموم مبتلا ہین۔

خداوندا ہم کو حفاظت اور ترقیات اسلام کی مناسب زمانہ توفیقات مرحمت فرماکر اسلام سے ہم کو اور ہم سے اسلام کو زندہ فرما۔ آمین ثم آمین فقط"

آوارۂ مسلمانان ہند

ابوالحامد محمد منصور عفااللہ عنہ

از جلال آباد (افغانستان)

مکتب رشیدیہ

مضمون

مسلمان ایک مدنی اور خلافت و ہدایت ارض کے مستحق اُمّت ہونیکی حیثیت سے "اعلیٰ عملی قابلیت"

ہر زمانہ کی لائق حاصل کرنے پر مجبور ہی۔ اور اس بنا پر لازم معلوم ہوتا ہی کہ وہ اپنی عملی قابلیت کے سنگ بنیاد (ابتدائی تعلیم) کے اوپر خاص الخاص توجہ کرے۔ کیونکہ ٹیڑھی بنیاد پر اٹھنے والی بلند دیوار آخر تک کج ہی رہتی ہے۔

بچّون کی ابتدائی تعلیم ایک تو طبعی معلّمین (ماؤن) کے گود مین ہوتی ہے اور دوسری معلّمین ثانوی (اوستادون) کے ذریعہ سے جسکو آجکل کی اصطلاح مین مکاتب اور اسکولون کی تعلیم کہنا چاہیئے۔ اسوقت ہماری بحث اسی دوسری قسم سے مخصوص ہوگی "عملی قابلیت" پیدا ہوتی ہی "عملی تعلیم" سے اس لئے میرے نزدیک مسلمان بچّون کی تعلیم مین "کتاب" سے زیادہ ان کی دماغی اور حواس ظاہری اور ہاتھ پیر کی قوتون سے کام لینا چاہیئے مگر بدقسمتی سے موجودہ دور انحطاط مین ہمارے مکاتب اور اسکول طلبہ مین "عملی روح" پھونکنے کی بجائے ان کو کتابون کے کیڑے بنانے مین زیادہ مصروف ہین تو اسوقت اگر ہم بھی کتابی تعلیم کی اولین خشت بنیادی (ا ب) کے متعلق کچھ عرض کرین تو نامناسب نہ ہوگا۔

عام بچّون کو اٰب کی تختی عموماً ایسے وقت شروع کرائی جاتی ہے کہ وہ نہایت کمزور اور بہت ہی کم سمجھ ہوتے ہین ان کا دماغ تعلیم سے بالکل مانوس نہین ہوتا۔ ان کے مرغوبات اور مطلوبات کھیل کود اور آزادانہ دوڑ دھوپ ہوتے ہین۔ اس لئے لازم ہی کہ اُن کے سامنے جو چیز بھی تعلیم کی غرض سے پیش کیجائے اسمین دو[2] وصف کی ضرور رعایت ہونی چاہیئے۔

ایک[1] یہ کہ۔ بہت ہی ہلکی پھلکی ہو۔ **دوسری[2] یہ کہ۔** آزادی اور کھیل کود سے بھی زیادہ دلربا و دلکش ہو۔ تاکہ اُن کے اوپر کوئی زائد از حوصلہ بار بھی نہ پڑے اور بقدر ضرورت تعلیم ان کو اپنی طرف بھی کھینچے مگر اٰب کے مروجہ صورت تعلیم کو دیکھتے ہوئے اقرار کرنا پڑتا ہی کہ اس بالکل سادہ اور مہم ابتدائی تعلیمی مسئلہ پر ہم نے مناسب توجہ نہین کی اور اس لئے وہ ابتک عمومی شیرینی اور جاذبانہ انداز سے عموماً بالکل محروم ہی۔

بلکہ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہی کہ واضع نے جو سہولت آب مین رکھی تھی وہ بھی ہماری غفلت شعاری اور غلط کاری کا شکار ہوگئی۔

ہم کو آب کی تعلیم پر بحث کرنے کے لئے اس کے دو حصّہ کر دینے چاہیین۔ (۱) پڑہنا (۲) لکھنا۔ اس کے بعد ہم ان دونون حصّون پر علی الترتیب عرض کرنا چاہتے ہین۔

پڑھنا پڑھنے کے متعلق دو چیزین قابل غور وبحث ہین۔

(۱) آیا بچون کو اول تختی مین حروف کے نام (آ ب ج ق وغیرہ) بتانے چاھیین؟ جیسا کہ اسوقت عام رواج ہی۔

(۲) آیا اس طریقۂ تعلیم مین اصلاح کی ضرورت ہی؟۔

یہ آدارہ اپنے شخصی تجربہ کی بنا پر مروجہ طریقہ کو معصوم بچون پر ایک ایسا بار سمجھتا ہی جس سے ان کی عمر عزیز کا بہترین حصہ ضائع ہوجاتا ہی۔ اس لئے ذمہ داران تعلیمات ائمت کیخدمت مین اصلاح کی پُرزور سفارش پیش کرتا ہی۔

صورت اصلاح کی سمجھنے سے پہلے یہ معلوم کرنا مفید ہوگا کہ حروف مفردہ (ا ب بھ پ الخ) انسان کی مختلف آوازون کی تصویرین ہین جو واضعین خط نے الفاظ وکلمات کی تصویرین اوران کے ذریعہ سے مختلف معانی ومضامین کے فوٹو تیار کرنے کی غرض سے بنائی ہین۔ اور (ا ب ت الخ) ان آوازون یا ان کی تصویرون کے نام ہین۔ تواب دیکھنا یہ ہی کہ ہم کو (ا ب) کی تعلیم دیتے وقت بچون کو ان تصاویر کے نام بتانے مقصود ہوتے ہین یا وہ آوازین جن کی یہ تصویرین ہین اور جنسے عام الفاظ اور کلمات مرکب ہوتے ہین؟۔

میرے خیال مین تعلیم کا مقصد ان کی آوازین ہین نہ کہ ان کے نام۔ اس لئے ان کی آوازین تعلیم کرنی چاہیئین نہ کہ ان کے نام۔ وجہ یہ ہی کہ:۔

(۱) قاعدہ پڑھانے کی تکمیل اس پر ہوجاتی ہے کہ بچے کلمات کو پڑھنے کی قوت حاصل کرلین اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل مین مرکبات (کلمات) کا پڑھانا مقصود ہے اور مفردات (حروف) کی تعلیم صرف اس کے واسطہ اور موقوف علیہ ہونے کی غرض سے دیجاتی ہی۔

اس دعوی کے سمجھنے کے لئے "کلمات" اور "حروف" کی حقیقت کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا:۔

لکھے ہوئے حروف (ا ب) بسیط آوازون کی تصویرین ہین۔

لکھے ہوئے کلمات (زمین، انسان وغیرہ) مرکب آوازون کی تصویرین ہین جو ان بسیط آوازون کی حامل ہین جنپر حروف دلالت کرتے ہین۔

ابتدا مین چونکہ چھوٹے بچون کی سمجھ نہایت ہی بسیط ہوتی ہے وہ کسیطرح مرکب تصویرون

(لکھے ہوئے کلمات) سے مرکب آوازون کے سمجھنے کی صلاحیت نہین رکھتے اس لئے بلند فکر اساتذہ نے بڑے طویل تجربون کے بعد مرکب آوازون کو تحلیل کرکے اُن کے چھوٹے چھوٹے حصے نکالے اور ہر ایک حصہ (بسیط آواز) کے لئے ایک ایک تصویر بھی (حروف) بنائے پھر ہر بسیط آواز کے مختلف لہجون (آہنگون) کو ایک دوسرے سے تمیز دیکر اُن کے لئے بھی الگ علامتین (حرکتین) مقرر فرمائین، اور بسیط آوازون کو ملاکر کلمات (یعنی مرکب آوازین) بنانے اور (ہجا) ان کی مرکب تصویرون کو پڑھ سکنے کے آسان قواعد ترتیب دیئے۔ یہ واقعہ ہے اور اس سے بداہتًا ثابت ہوتا ہی کہ:۔ لکھے ہوئے کلمے مرکب آوازون کی اور نوشتہ حروف بسیط آوازون کی تصویرین ہونے سے زیادہ حقیقت نہین رکھتے۔ اور یہ کہ لکھنے کے حروف کی ایجاد کرنے سے غرض محض بچون کی تعلیمی آسانی ہی ورنہ عام طور پر بولے ہوئے حروف (بسیط آوازین) الفاظ مہمل سمجھے جاتے ہین صرف ان کے خاطر تصویرین بنانا ایک مہمل کام ہی جو قرین عقل نہ ہونے کی وجہ سے ہوشمندون کی مصروفیت توجہ کے قابل نہین ہوسکتا۔

غرضکہ تعلیم حروف کا اصلی مقصد یہ ہی کہ: "بچون مین کلمات پڑھ سکنے" یعنی کاغذ پر کھنچی ہوئی "مرکب تصویرون" سے ان کی "مرکب آوازین" سمجھنے کی لیاقت پیدا ہوجائے۔

پس اس سے بداہتًا ثابت ہوگیا کہ "ا ب" سے بچون کو اُن کی آوازین سکھانی چاہیئین نہ کہ ان کے نام، کیونکہ حروف کے نام (الف، بے، لام، ہمزہ، وغیرہ) کلمات کے اجزا ہرگز نہین ہین جن کے معلوم ہونے سے مرکبات کے معلوم ہونے مین مدد مل سکے۔

(۲) اُردو کے مفرد حروف (ا ب بھ پ الخ) یہ ہین ان مین کچھ تو عربی فارسی، بھاشا، انگریزی کے مشترک حروف ہین جو مشترک آوازون پر دلالت کرتے ہین اور بعض عربی کی مخصوص حروف (مثلاً ث، ذ وغیرہ) اور کچھ فارسی کے خاص حرف (مثلاً ژ) اور بہت سے بھاشا کے خاص حروف (مثلاً بھ ڈ وغیرہ)۔

اب دیکھنا یہ ہی کہ ہر زبان کے خاص مفرد آواز کے لئے اُردو رسم الخط کے موجدین نے کیا طریقہ اختیار کیا ہی؟۔

معلوم ہے کہ فارسی حرفون کے اوپر بعض مناسب علامات (ط یا نقاط) اضافہ کرکے ان آوازون

کی ترجمانی کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ اگر حروف مفردہ سے مقصود ان کے نام ہوا کرتے تو موجدین خط اُردو فارسی حروف پر علامات بڑھانے کی زحمت گوارہ نہ کرتے بلکہ اپنی رسم الخط کے ذریعہ سے ان حروف کے نام نقل کردیتے، حالانکہ ایسا نہین کیا گیا۔

(۳) اُردو ادا کرنے کی آوازین اتنی زیادہ ہین کہ حروف مفردہ باوجودیکہ اُردو مین بہت زیادہ ہین پھر بھی اُس کے بولنے کیلئے کافی نہین۔ اس لئے اساتذہ نے بہت سی دوسری علامتین بنائین جن کے ذریعہ سے قربت رکھنے والے مختلف آوازین ایک ہی شکل سے ادا ہوجاتی ہین۔ مثلاً ھر حروف کیلئے تین حرکتین (ـَ ـِ ـُ) اور ایک جزم (ـْ) ایجاد کرکے ایک ایک شکل سے چار چار آوازین ظاہر کرنے کا کام لیا۔ علیٰ ہذا عربی رسم الخط سے تشدید اور تنوین اور مد لیعنی ـّ ـً ـٌ ـٍ ~) لیکر اس سے بھی زیادہ آوازون کی ترجمانی کا سامان کیا گیا، جس سے ممکن ہوگیا ہے کہ صرف ۲۸ حروف کے ذریعہ سے دو سو سے بھی زیادہ بسیط آوازون کی تصویر کھینچی جاسکے۔

یہانپر ملاحظہ ہو کہ حرکات اور دوسری علامتین اگر حروف مفردہ پر لگائی جائین تو ان سے آوازین بڑہتی ہین یا یہ کہ حروف کے نام اضافہ ہوتے ہین؟۔
اور یہ کہ حرکت وسکون آوازون کی شکلون کی حالتین ہین یا حروف کے نامون کی؟۔ اس کا جواب یہی ہوگا کہ آوازین بڑہتی ہین اور آواز کی شکلون کی حالتین ہین۔

الحاصل حرکت وسکون وغیرہ اس امر پر دلیل ہین کہ حروف مفردہ بسیط آوازین ہین حروف کے نام نہین ہین۔

(۴) ایک لکھے پڑھے بچّے سے جب کہا جائے کہ الف بے وغیرہ لکھو تو وہ فوراً حروف مفردہ کی شکلین لکھدیتا ہے (مثلاً ا ب) اور جب اس سے کہا جائے کہ ابجد لکھو تو وہ اَبْجَدْ کی شکل کھینچکر ہمارے سامنے رکھدیتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ الف بے وغیرہ اشکال مفردہ (ا ب وغیرہ) کے نام ہین اور اَبْجَدْ اس آواز کی تصویر ہے جسے سُنکر بچّے نے اسے کھینچا۔ اور چونکہ وہ آواز مرکب ہے (اَ بْ جَ دْ) سے اسلئے چارون مفردات کے ذریعہ سے لکھا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر کس وناکس کے نزدیک لکھے ہوئے حروف اور حرکات وسکون خاص خاص آوازون کی تصویرین ہین کہ جن کے اوپر حروف وحرکات وغیرہ اپنی وضعی شان کی ساتھہ دلالت کرتے ہین۔

اسیطرح جبکہ ایک بچہ کو قُلْ لکھکر دیا جائے کہ اُسے پڑھے تو وہ اُسکو دیکھتے ہی "قُ لْ" دو مفرد آوازون سے مرکب آواز بول اُٹھیگا۔ یہی بول اٹھنا دلیل ہے کہ اس تصویر کی دلالت اس آواز پر ہے جو اسکے ذہن کا انتقال اس کیطرف ہوا۔

(۵) بعض حلقون مین نہایت زور شور سے تمسخر آمیز اعتراض اٹھایا جاتا ہے کہ عربی رسم الخط مین حروف مفردہ مین ایک مرکب کلمہ بھی ٹھونس دیا گیا ہے جسکو "لام الف" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو ایک بے معنی بات ہے۔ اور اس سے بڑھکر یہ کہ عربون کے جامد مقلدون نے بھی مکھی پر مکھی مار کر اسکو فارسی اور اُردو تک مین نقل کرلیا۔ حالانکہ اس کے دونون حرف جن سے یہ مرکب ہے (ل-ا) تختی مین گذر چکے ہین۔

لیکن اگر میری گذارش پر کان دھرا جائے تو معلوم ہوجائیگا کہ عربون کا (لا) کو مفردات مین ذکر کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ حروف مقطعہ کے واضعونکا مقصد یہ ہے کہ ان سے بسیط آوازین ادا کی جائین۔

ملاحظہ فرمایئے! جو کھڑا حرف رَأْسٌ مین ہے اُس کی آواز اس سے بالکل مختلف ہے جو مَا مین ہے، علیٰ ہذا۔ اَنْ اِنْ اُنْ مین اُن کی کھڑی صورت نے جو صدائین دی ہین وہ بھی اس سے اجنبی ہین جو لا کے دوسرے حرف سے نکلتی ہے۔

ان ہمشکل حروف سے پانچ صورتین علی الترتیب نکلین جسکو کاغذ پر ان صورتون مین جلوہ دیا جاتا ہے (اَ اِ اُ اْ - ا) یعنی اول کی چار پر زبر زیر پیش اور سکون کی علامتین لائی جاتی ہین۔ اور پانچوین پر کچھ نہین لایا جاتا۔ عربی اصطلاح خط مین متحرک اور سکون قبول کرنیوالے فوٹو (ا) کو ہمزہ اور اس سے خالی کو الف کہتے ہین۔

علمائے اصوات سے پوشیدہ نہین ہے کہ الف کی آواز ایک مستقل وجود ہے جو ہمزہ کے آہنگ سے اگرچہ وہ ساکن ہی کیون نہو بون بعید رکھتا ہے۔ ونیز جو تصویر تختی کے آغاز مین لائی جاتی ہے اگرچہ اس کو آجکل الف کہا جاتا ہے مگر بعد مین اسپر حرکتین بھی لائی جاتی ہین وہ عربون کے نقطۂ نظر سے کسی طرح الف نہین ہوسکتا بلکہ درحقیقت وہ ہمزہ ہے۔ اس کے بعد بھی بَ سے لیکر ہَ تک اور "ءَ - یَ" مین سے کسی حرف نے الف کی صورت کو ادا نہین کیا حالانکہ عربی فارسی اُردو

بلکہ ہر زبان مین اس آواز کا استعمال کثرت سے ہے اس لئے لازم ہوا کہ اسکو ضرور کسی تصویر کے ذریعہ سی لاکر رسم خط کو مکمل کیا جائے۔

لا بیشک مرکب کلمہ ہے۔ مگر اس مین صرف حرف ثانی (ا) الف کی آواز کی وضعی تصویر ہے۔

عربون کے نقطۂ نظر مین تمام حروف حرکات وسکون، تشدید وتنوین قبول کرنے کی قابلیت رکھتے ہین مگر الف ہی کہ سکون اُس کی حقیقت کا جزو ہی۔ بلکہ وہ اسقدر ضعیف حقیقت ہی جو اپنے ادا کرنے مین ذراسے جھٹکے کا بھی تحمّل نہین کرتی۔ دوسرے اُن کا قانون ہی کہ ساکن حروف تنہا تو کیا دوسرے متحرک حروف سے بنے ہوئے کلمہ کے ابتدا مین بھی آجائے تو اُس سے کسی آواز کا نکل سکنا محال ہے۔ ایسی صورتون مین حروف ساکن سے آواز حاصل کرنے کا طریقہ عربون کے یہان یہ ہے کہ ساکن سے پہلے ایک متحرک حروف لے آتے ہین۔ یہان بھی انہون نے یہی کیا کہ الف کی آواز حاصل کرنے کیلئے اُس کے اول مین لام مفتوح لے آئے۔

لا ایک نہایت ہی عام کلمہ ہی جسکو ہر عرب بچہ دن مین کو ہزار بار کہتا اور سُنتا ہی اس سے بہتر الف کی صورت سمجھانے کی دوسری صورت نہین ہو سکتی تھی۔

اس مفصّل گذارش کا مآل ظاہر ہی کہ اگر حروف سے رسم خط کے موجدون کا مقصد ادا صورت نہوتا تو وہ مفردات کے ذیل مین ایک مرکب کلمہ ہرگز نہین لا سکتے تھے چونکہ ان کو الف کی آواز ادا کرنی تھی اور الف کوئی حرکت قبول نہین کر سکتا تھا اور تنہا ہونے کی صورت مین پڑھا بھی نہ جا سکتا تھا، مجبوراً ایک مرکب کلمہ لائے تاکہ اس کی آواز کی ترجمانی ہو سکے۔

اگر موجدین خط کا منشا مفردات کے نام گنوانا ہوتا تو وہ صرف تصویر (ا) لکھکر اسکا نام بتا دینا کافی سمجھتے۔ ان معروضات سے غالباً مین نے کافی روشنی ڈالدی ہے کہ حروف مفردہ (ا ب بھ پ الخ) سے موجدین رسم خط کا مقصد ان مختلف آوازون کی جنسے کوئی زبان مرکب ہوتی ہے تصویر اُتارنا ہی تاکہ مختلف معانی جیسا کہ زبان کی اصوات کا جامہ پہنکر قوت سامعہ کے ذریعہ سے دوسرے قلب و دماغ مین پہنچائے جا سکتے ہین اسیطرح قلم وسیاہی اور کاغذ کی باہمی امداد سے وہ آنکھون کے راستے سے بھی قابل دماغون اور دلون مین اُتارے جا سکین۔" اسلئے مجھے اب مکرر عرض کرنیکی حاجت نہین رہی کہ ہم کو ان حروف سے فقط انکی آوازون کی ہی تعلیم دینی چاہئے نہ کہ ان کے مرکب نامون (اب ت وغیرہ کی)۔"

(باقی آئندہ)

گذشتہ سے پیوستہ

اس واقعہ مین خلیفہ اول رضؓ کے فیصلہ نے ہمارے مسئلہ زیر بحث کا نہایت وضاحت سے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر مشورہ مین اختلاف آرا کی نوبت آئے تو ان سب آرا مختلفہ کو سننے کے بعد امیر کی رائے جس جانب پر قائم ہو جائے بس وہی قابل انفاذ ہی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین مین سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انتظامی خصوصیت اور اس مین انتہائی قابلیت فقط اہل اسلام مین نہین۔ بلکہ تمام دنیا کے قدیم وجدید سیاسی طبقون مین بلا خلاف تسلیم کیجا چکی ہے۔ اور اسی لئے ہمارے مسلمانون مین بھی جن حضرات کے نزدیک یورپین تمدن و معاشرت ہی تمام خوبیون کا معیار ہے اور روشن خیالی اسی کا نام ہے کہ اسلامی قبا کو کھینچ تان کر اس جسم نازیبا پر راست بنا دین اگرچہ اس کھینچا تانی سے خود قبا پھٹ جائے۔ انہون نے یورپ کی موجودہ جمہوریت کو بھی جب اسلام کے سر تھوپنے کی ٹھانی تو اس کا ذمہ دار حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ٹھیرایا ہے۔

اس لئے عہد فاروقی کے چند واقعات پیش کئے جاتے ہین جن کے مجموعہ سے اس مین شبہ نہین رہتا کہ خلافت فاروقی کے زمانہ مین بھی جب کہ سیاسی انتظامات کمال کو پہنچ چکے تھے۔ خلیفۂ وقت کثرت رائے کا محکوم نہ تھا۔ بلکہ صحیح معنی مین حاکم تھا اور ہر مختلف فیہ مسئلہ مین آرا مختلفہ سننے کے بعد جس جانب کی ترجیح پر اس کا شرح صدر ہوتا تھا۔ وہی تمام ممالک کیلئے نافذ ہوتی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ امیر کے شرح صدر کا سبب کبھی کثرت رائے ہی ہو جائے اور کبھی دوسری وجوہ۔

امام ابو جعفر طبری بحوالہ صحیح بخاری ومسلم نقل فرماتے ہین کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر رضؓ شام کی طرف چلے اور مقام سرغ[1] تک پہنچ گئے۔ تو شام کے اسلامی حکام اور فوجی سردار آگے بڑھکر یہان آملے۔ اور خبر دی کہ آجکل شام مین وبا (طاعون) پھیلی ہوئی ہے۔

ابن عباس فرماتے ہین کہ یہ خبر سنکر حضرت عمر رضؓ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مہاجرین اولین کو جمع کرو۔ مین نے حکم کی تعمیل کی۔ جب سب جمع ہو گئے تو وبا کی خبر سنا کر اُن سے مشورہ طلب کیا۔ اُن کے

---

[1] مدینہ طیبہ سے تیرہ منزل کے فاصلہ پر ایک گاؤن کا نام ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ گاؤن وادی تبوک مین واقع ہے (الریاض النضرہ صفحہ ۷۱ جلد ۲) ۱۲ منہ

آپس مین اختلاف ہوا۔ بعض نے عرض کیا کہ آپ ایک اسلامی کام کے لئے نکلے ہین۔ اسلئے ہم مناسب نہین سمجھتے کہ اب اسکو چھوڑ کر واپس ہوجائین۔ اور بعض نے کہا کہ آپ کی ساتھہ خدا کی ایک عظیم مخلوق اور تمام صحابہ کرام کا جتھا ہی۔ ہمارے نزدیک مناسب نہین ہے کہ آپ ان سب کو وبا مین ڈالدین۔ خلیفہ وقت نے یہ اختلاف رائے سنکر نہ دونون کے عدد شمار کئے اور نہ کثرت و قلت کو دیکھا۔ بلکہ سب کو رخصت کردیا۔ اور پھر حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ انصار کو جمع کرو۔ جب وہ جمع ہوگئے تو ان سے بہی یہی مشورہ طلب کیا۔ ان مین بعینہ یہی اختلاف رائی پیش آیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی رخصت کردیا۔

اور پھر حضرت ابن عباس رضؓ سے فرمایا کہ اب ان سن رسیدہ قریشی مہاجرین کو جمع کرو جنھون نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی۔ ابن عباس فرماتے ہین کہ مین نے ان کو جمع کیا۔ ان سب نے یہ معاملہ سنکر یک زبان ہوکر کہا کہ ہماری رائی یہ ہے کہ آپ واپس لوٹ جائین اور تمام خلق اللہ کو وبا کی آگ مین نہ ڈالین۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سُنکر لشکر مین اعلان فرمایا کہ ہم علی الصباح یہان سے مدینہ کو واپس ہوجائین گے۔

صوبہ شام کے امیر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا آپ تقدیر خداوندی سے بھاگتے ہین۔ فاروق اعظم چونکہ ان کی بہت قدر کرتے اور ان کے خلاف کو پسند نہ کرتے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ اگر تمہارے سوا کوئی اور ایسا کہتا تو بعید نہ تہا لیکن تم جیسے فہیم آدمی سے ایسا اعتراض بعید ہی)۔ سُن لو کہ بیشک ہم تقدیر خداوندی سے تقدیر خداوندی ہی کی طرف بھاگتے ہین۔ (مطلب یہ تہا کہ خلق اللہ کو ہلاکت اور مضرت کی جگھون سے بچانا بھی حکم خداوندی ہی ہے لہذا ہم ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہین اسمین مضائقہ ہی)۔

اور پھر فرمایا کہ اگر آپ کسی جنگل مین اپنے اونٹ چرانے کیلئے لیجائین اور ایسی جگہ مین جاکر اُترین جسکے دو حصہ ہون ایک قحط زدہ اور خراب اور دوسرے مین سبزہ لہلہاتا ہو تو کیا یہ بات صحیح نہین کہ اگر آپ خراب حصہ مین چرائین گے وہ بھی تقدیر خداوندی سے چرائین گے۔ اور اگر اچھے سبزہ زار مین چرائین گے تو وہ بھی تقدیر الٰہی سے ہوگا۔

حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ کہین باہر تشریف لے گئے تھے۔ اتفاقاً اس وقت پہنچ گئے اور واقعات سنکر فرمانے لگے کہ مجھے اس کا شرعی حکم معلوم ہی۔ کیونکہ مین نے خود حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہی کہ:۔

اذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا فرارًا منہ } جب سنو کہ کسی شہر مین طاعون ہے تو وہان مت جاؤ اور اگر جس جگہ تم پہلے سے موجود ہو وہان طاعون آجائے تو وہان سے نہ نکلو۔

حضرت فاروق رضؓ نے یہ سنکر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور حسب ارادہ واپس ہوگئے۔ اس واقعہ نے صاف طور پر بتلا دیا کہ مشورہ کا فیصلہ اسلامی خلافت مین کثرت رائے کے حوالہ نہ تہا۔ بلکہ مشورہ کی غرض محض یہ ہوتی تھی کہ لوگون کی رائین سُنکر مسئلہ کے تمام پہلو روشنی مین آجائین اور پھر جس چیز پر امیر کا شرح صدر ہو وہ عمل مین لایا جائے۔

اس واقعہ مین جب تک حضرت فاروق کو شرح صدر حاصل نہین ہوا مجلس شوریٰ کو بدلتے رہے۔ لشکر کی تنظیم اور مال غنیمت وغیرہ کی تقسیم کے بارہ مین بھی جب حضرت فاروق رضؓ نے مجلس مشورت طلب فرمائی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عثمان رضؓ اور ولید ابن ہشام ابن مغیرہ رضؓ وغیرہم کی مختلف رائین مجلس مین پیش ہوئین۔ اسوقت بھی حضرت فاروق رضؓ نے کثرت و قلت کی طرف کوئی التفات نہین فرمایا۔ بلکہ ولید ابن ہشام کی رائی کو زیادہ قوی اور مفید سمجھکر اسی کو نافذ فرمادیا۔ سیوطی رحؒ نے تاریخ الخلفاء مین اس مشورہ کے فیصلہ کے متعلق جو الفاظ نقل کئے ہین وہ اس کیلئے شاہد عدل ہین۔ وہی ہذا۔

فاخذ بقولہ (ای بقول ولید) تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۲ } آپ نے ولید کے قول کو قبول کرکے نافذ کیا۔

یہ چند واقعات ہین حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی مجالس مشورت کے۔ جن کے دیکھنے کے بعد ایک مسلمان کو اس مین تردد نہین رہ سکتا۔ اسلامی مشورہ کا فیصلہ کثرت رائے کا محکوم نہین ہوتا۔

خیال تہا کہ اسلامی تاریخ سے اس سلسلہ کی پوری تکمیل کیجائے۔ اور حضرت عثمان غنی رضؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے بعد جمہور خلفاء اسلام کی مجالس مشاورت روداد مین پیش کرکے مسئلہ زیر بحث کو مؤید و مشید کیا جائے۔ لیکن ایک طرف تو ہجوم افکار و حوادث اور ضیق وقت

وقلت فراغت اس مین سنگ راہ ہو رہی تھی دوسری طرف یہ بھی خیال ہوا کہ ایک حق طلب مسلمان کی تشفی واطمینان کیلئے تو اسقدر بھی کافی ہے۔ اور معاند ومخالف کے لئے ہزار دفتر بھی مفید نہین۔ اس لئے اس تاریخی سلسلہ کو یہین ختم کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ آخر مین کثرت رائے کی حقیقت اور اس کے ایک گونہ فائدہ پر بھی متنبہ کر دینا ضروری ہی۔

کثرت رائے کی حقیقت اور اُس کا فائدہ

اگر مشورہ کی حقیقت اور اس کی اصلی غرض پر نظر کیجائے تو معلوم ہوتا ہی کہ مشورہ کا مقصد صرف یہ ہی کہ زیر غور معاملہ کی تمام جوانب منافع اور مضار روشنی مین آجائین اور پھر مشورہ لینے والا جس جانب کو اختیار کرے علی بصیرۃ اختیار کرے۔ کیونکہ بہت مرتبہ ایک کام کے منافع انسان کے سامنے ہوتے ہین اور اس کی مضرتون کا اسکو علم نہین ہوتا یا ان سے ذہول ہوتا ہے مشورہ سے اس کے تمام مضار اور نافع پہلو واضح ہو کر ایک جانب کو علی بصیرۃ ترجیح دینے پر قدرت ہو جاتی ہے یہ ہی مشورہ کی اصلی غرض اور مقصد۔ اس کا مقتضی خود یہ ہے کہ مشورہ طلب کرنیوالا بعد مشورہ کے بھی ایسا ہی آزاد رہے جیسا قبل از مشورہ تہا۔ قلت وکثرت کا محکوم نہو بلکہ مسئلہ کے تمام جوانب کو دیکھکر جو اس کی رائے قایم ہو اسی کو توکلاً علی اللہ اختیار کرے۔

اور درحقیقت کسی رائے کے صائب اور مفید ہونے کو کثرت وقلت سے کوئی تعلق نہین بلکہ بعید نہین کہ کثرت رائے اکثر غیر مفید بلکہ مضر جانب پر ہوا کرے۔

مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی نے سر سید احمد خانصاحب سے اس مسئلہ مین گفتگو کرتے ہوئے ایک عجیب لطیفہ بیان کیا۔ کہ اس عالم مین باتفاق عقلائے دنیا اچھی چیزین کم ہین اور بُری زیادہ۔ تمام طبقات عالم مین یہ کلیہ مشاہد ہے بالخصوص انسان مین تو بہت ہی واضح ہے۔ دنیا کی تمام مردم شماری کے ساتھ جب اہل علم وفضل اور کسی طبقہ کے اہل کمال اور صائب الرائی لوگون کا موازنہ کیا جاتا ہے تو ہزار مین ایک بھی بمشکل نکلتا ہی جس سے معلوم ہوا کہ دنیا مین بیوقوف اور ناتجربہ کارون کی بہت کثرت ہی اور عقلاء وتجربہ کارون کا سخت قحط۔ لہٰذا کثرت رائی کا فیصلہ اکثر حماقت اور بے دقوفی کے فیصلہ کا مرادف ہوگا۔

اور حقیقت یہی ہے کہ ذرا سے غور کرنے پر یہ بات مشاہد ہو جاتی ہے کہ کسی رائے کے صواب اور قابل عمل کیلئے کثرت کا اس کی طرف ہونا ہرگز معیار نہین ہو سکتا۔ اور نہ کثرت وقلت کو اس سے کچھ تعلق ہے۔ ایک ماہر اور تجربہ کار انسان کی تنہا رائی ایسے سیکڑون انسانون کے مقابلہ مین قابل ترجیح ہے جنھین مہارت وتجربہ نہین۔

الغرض رائے کی خطا وصواب معلوم کرنے کیلئے کثرت کی طرف جانا بالکل عقل سلیم کے خلاف ہی۔ البتہ کثرت رائے پر عمل کرنے مین ایک فائدہ ہے وہ یہ کہ اس سے بظاہر نزاع قطع ہو جاتا ہی اور کسی کو یہ کہنے کا موقع نہین ملتا کہ امیر نے کسی فریق کی جانب داری کی۔ لیکن اس نزاع اور پھر قطع نزاع کی صورت وضرورت جبھی پیش آتی ہے جبکہ لوگون کے قلوب آجکل کی بے معنی آزادی سے متأثر ہون کہ انھین اپنی رائے چھوڑ دینا اور خلق اللہ کے مفاد پر اپنی شخصی رائے کا ایثار کر دینا مصیبت گذرتا ہو اور ہر شخص اپنے آپ ہی کو متبوع ومطاع سمجھتا ہو۔

مگر جس مذہب کی تمام تعلیم کا خلاصہ ایثار واخلاص اور تواضع ومسکنت ہو اسکو کیا ضرورت ہی کہ یہ صورت اختیار کرے جو لوگ اس تعلیم سے متأثر ہون گے وہ تو اپنی رائے کے خلاف پر بھی بعد حکم امیر اسی طرح راضی ہون گے جس طرح موافقت پر۔ اور جو لوگ اس سے متأثر نہین انہین سلطنت کی قوت متأثر کرے گی۔

خلاصہ یہ کہ کثرت رائے کو ترجیح دیدینا درحقیقت قرعہ کی مثال ہے کہ اس سے نزاع ایک حد تک قطع ہو جاتا ہی۔ لیکن وضوح حق کو اس سے کوئی تعلق نہین۔ بس الحمد للہ ثابت ہو گیا کہ نظام عالم کی درستی کے لئے کثرت رائے پر فیصلہ کرنا ہرگز ہرگز مفید نہین ہی۔

آزادی اور غلامی کا بے معنی راگ

حیرت ہے کہ موجودہ زمانہ کے روشن خیال حضرات اطاعت امیر کو غلامی کہتے ہین۔ اور اس کے مقابلہ مین موجودہ جمہوریت کو سراہتے ہوئے کہتے ہین کہ یہ جمہوریت آزادی خیال اور حریت کی حامی ہی۔ لیکن اگر ذرا عقل سے کام لین تو اس بارہ مین دونون مین کوئی فرق نہین رہتا۔ کیونکہ اطاعت امیر اگر آزادی کے خلاف اور ایک گونہ غلامی ہے تو پارلیمنٹ یا ممبران کونسل کی اطاعت مین کونسی فضیلت ہے کہ اس کو غلامی نہ کہا جائے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ خلافت اسلامیہ مین تمام رعایا (ان کے قول پر) ایک شخص کی غلام بنتی ہے تو یہان جمہوریت

مین اس آدمیون کا غلام بننا پڑتا ہے۔ کیونکہ جس طرح اسلامی خلافت مین امیر کے خلاف کسی شخص
کو کوئی حرکت کرنے کی اجازت نہین اسی طرح جمہوریت مین بھی ممبران مجلس مین سے اکثر نے جو فیصلہ
کر دیا وہ ہی سارے ملک کو ماننا پڑتا ہی اگرچہ سب کی رائے کے خلاف ہو۔ اُسوقت ان آزاد
خیال احرار سے کوئی پوچھے کہ یہ کونسی آزادی ہے جس کی خاطر اصول اسلامیہ کو چھوڑا جاتا ہے۔
آزادی اور حریت تو جب تھی کہ آپ اپنی اپنی رائے کے پابند ہوتے۔ اور جو چاہتے کرتے۔ الغرض اگر آزادی
کے یہ معنی ہین کہ انسان جو چاہے کرے اور اپنی رائے کو کبھی وقت نہ چھوڑتے تو جب تک آدمی کسی
سیاست ونظام کا پابند ہو اسکو آزاد کہنا بالکل بے معنی ہی۔ نہ شخصیت کے ماتحت رہکر ایسا
آزاد ہو سکتا ہی اور نہ جمہوریت کے ماتحت۔ اور اگر آزادی اور آزاد خیالی کا مفہوم یہ ہی کہ ہر شخص اپنی
رائے پیش کرنے مین آزاد ہے تو یہ آزادی دونون صورتون مین کہین نہین جاتی اور جس طرح جمہوریت
مین اس کی رائے سُنی جاسکتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ٹھنڈے دل سے اسلامی خلافت
کا دروازہ اسکے لئے کھلا ہوا ہی۔ بلکہ اگر حالات کی تفصیل پر نظر ڈالی جائے تو موجودہ جمہوریت مین
آزادی رائے کا نام نہین سارے ملک مین سے صرف چند ممبرون ہی کو اہل الرائے قرار دیا ہی اور بس
یہی وجہ ہے کہ اگر رعایا کے افراد مین سے کوئی شخص نہایت تجربہ کار اور ماہر سیاست عالم فاضل
اپنی رائے پیش کرنا چاہے تو اگر یہ باضابطہ ممبر نہو تو اس کی رائے کو کوئی رائے ہی نہین سمجھا جاتا
اور نہ قصر جمہوریت تک اس غریب کی آواز پہنچ سکتی ہے۔ بلکہ اگر قانون انتخاب ممبران کو دیکھا
جائے تو اکثر ایسے شخص کو ممبری مین بھی قبول نہین کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہان تو ممبری کا مدار کثرت
مال اور حیثیت اور جائداد وغیرہ پر ہے۔ گویا اہل الرائے اور عاقل کی تعریف جمہوریت کے قانون
مین یہ ہے کہ زیادہ پیسہ والا ہو۔ یا للعجب کثرت مال کو اہل الرائے اور صائب الفکر ہونے سے
کیا تعلق۔ بلکہ اقوام عالم کا اکثری تجربہ بالکل اس کے خلاف ثابت کرتا ہی کہ مالداری کی ہوس
اور ثروت کا نشہ انسان کے قوی دماغیہ پر عموماً اس طرح چھا جاتا ہی کہ اسے دوسرون کے راحت
وآرام کی مطلق پروا نہین رہتی۔

الغرض جمہوریت کے قانون مین رائے پیش کرنے کا بھی صرف وہی شخص مجاز ہے جس کی
گرہ مین ٹکے زیادہ ہون چاہے دماغ عقل سے خالی ہو۔ اور پھر رائے پیش کرنیکے بعد وہ بھی

آزاد نہین بلکہ کثرت کے فیصلہ کا پابند ہی چاہے اس کے موافق ہو یا مخالف۔
بخلاف اسلامی خلافت کے کہ وہان آزادی رائے مین مساوات کا کھلا ہوا اعلان ہے اور
جو شخص اپنی رائے کسی معاملہ مین پیش کرنا چاہے اس کو ٹھنڈے دل سے سُنکر اُس پر بھی اسیطرح
غور کیا جاتا ہے جس طرح ممبران شوریٰ کی رائے پر۔ فرق صرف اتنا ہی کہ مدار کار ممبران
شوریٰ کی رائین ہوتی ہین۔ اور ان سے مشورہ طلب کرنا ضروری ہوتا ہی دوسرون سے طلب
کرنا ضروری نہین۔ لیکن اگر وہ خود پیش کرنا چاہین تو کسی کے لئے کوئی روک ٹوک نہین۔
اس سے ثابت ہوا کہ جو حقیقی آزادی رائے اسلامی خلافت مین ہے نہ موجودہ جمہوریت مین پائی
جاتی ہے اور نہ ملوک عجم کی شخصیت مین اور اسی سے ہمارا اصلی دعویٰ بھی بحمد اللہ ثابت ہو گیا کہ

خلافت اسلامیہ نہ موجودہ جمہوریت کا نام ہی نہ شخصیت کا

بلکہ وہ ان دونون کے درمیان ایک معتدل اور محکم قانون کا نام ہے جو نظام عالم کی اصلاح کیلئے
بہترین کفیل ہے۔ جس مین ایک حد تک تمام رعایا کو حقوق مساوات دئے گئے ہین۔ مگر ساتھہ
ہی فرق مراتب کو بھی ہاتھہ سے نہین دیا گیا۔ بلکہ ہر طبقہ اور ہر درجہ کے انسان کے لئے کچھ حدود
مقرر کی ہین۔ اپنی حدود مین ہر شخص مکمل آزاد ہی۔ البتہ اس حد سے آگے آزادی دینا چونکہ دوسرون
کے حقوق ضائع کرنے کا مرادف اور نظام عالم کے خلاف ہے اس لئے بالکل شتر بے مہار
بھی نہین کر دیا گیا۔ اگر ایک طرف تمام رعایا پر اطاعت امیر فرض کی تو دوسری طرف رعایا کے
ہر چھوٹے بڑے کو اس کا بھی حق دیا کہ اگر امیر کو کوئی کام خلاف شرع کرتا ہوا دیکھے تو (آداب
امر بالمعروف کا لحاظ رکھتے ہوئے) صاف صاف اسکو غلطی پر متنبہ کر دے۔
اگر ایک طرف تمام اموال مسلمین اور بیت المال پر تنہا امیر کے تصرف کو نافذ فرمایا۔ تو دوسری
طرف یہ بھی قاعدہ رکھا گیا کہ امیر بھی بیت المال کے لئے مثل ایک ملازم کے ہے اور صرف اسقدر
اپنے لئے لے سکتا ہے کہ توسط کے ساتھہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچ چلا سکے۔ یہی وجہ ہے
کہ خلفاء راشدین اور مابعد کے خلفاء کے مجموعی مصارف ایک متوسط الحال فرد رعایا سے نہین بڑھتے
حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت اور ملوکیت مین فرق کا معیار ہی یہ رکھا ہے۔
جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے دریافت کیا

کہ "مین بادشاہون یا خلیفہ"، اُنہون نے جواب دیا کہ اگر آپ بیت المال کا کوئی درہم بے جگہ صرف کرتے ہین تو خلیفہ نہین بلکہ بادشاہ ہین اور اگر اس کے ایک ایک پیسہ کو ٹھکانے لگاتے ہین تو خلیفہ ہین۔ (تاریخ الخلفا للسیوطی)۔

یہ ہے حقیقی جمہوریت کی روح جسکو اسلام نے اور صرف اسلام نے ہی مضبوط پکڑا ہے۔ دنیا کی جمہوریتین جس مساوات کے دعوی کرتی ہین اسلام نے اسکو عمل سے دکھلایا ہے۔ آج یورپ کو اپنی جمہوریت اور اس کی ماتحت رعایا کی آمد وخرچ مین کیا نسبت ہے کچھ عرصہ گذرتا ہی کہ مین نے اخبارات مین دول یورپ اور اس کے امراء دولت کے مصارف کی فہرست پڑھی تھی۔ جس کو دیکھکر حیرت مین رہگیا کہ جس کی رعایا مین ہزارون انسان بھوک اور فاقہ سے ہلاک ہو رہے ہون اور بُری سے بُری غذا سے بھی پیٹ نہ بھر سکتے ہون اس کا حکمران بادشاہ اسطرح سونے مین کھیلتا ہی اور پھر مساوات کا دعوی اور زیادہ حیرت انگیز ہے۔

اخبار انقلاب لاہور مورخہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ بعض یورپین تاجدارون کے مصارف کی فہرست چھپی تھی جس کا اجمالی نقشہ درج ذیل ہے۔

شاہ سیام،	۳۵ لاکھ روپیہ سالانہ	شاہ جاپان،	۲۲½ لاکھ روپیہ سالانہ
شاہ اٹلی،	۳۰ لاکھ روپیہ سالانہ	شاہ ہسپانیہ،	۱۸ لاکھ روپیہ سالانہ
شاہ برطانیہ،	۲۹ لاکھ روپیہ سالانہ	شاہ ہیولڈن،	۵ لاکھ روپیہ سالانہ
شاہ رومانیہ،	۲۵ لاکھ روپیہ سالانہ	شاہ ڈنمارک،	۳ لاکھ روپیہ سالانہ

شاہ ناروے۔ ۲¼ لاکھ روپیہ سالانہ

اور بعض رپوٹون سے معلوم ہوتا ہی کہ شاہ انگلستان کے ماہواری مصارف ستر لاکھ پچاس ہزار روپیہ ہین۔ حسب تفصیل ذیل ہین۔

جیب خرچ۔ ایک لاکھ دس ہزار پونڈ ماہوار	محلات شاہی کی آرایش کیلئے۔ بیس ہزار پونڈ ماہوار
ملازمون کی تنخواہ۔ ایک لاکھ پچیس ہزار آٹھ سو پونڈ "	انعامات وخیرات کیلئے۔ تیرہ ہزار دو سو پونڈ "
گھر کا خرچ۔ ایک لاکھ ترانوے ہزار پونڈ "	متفرق اخراجات۔ آٹھ سو پونڈ "
میزان کل مصارف۔ ۴۷۰۰۰۰ پونڈ ماہوار	بحساب روپیہ۔ ۷۰۵۰۰۰۰ روپیہ

(باقی آئندہ)

الطّائفُ للطّائف

لطیفہ۔ (۲۳) در غلطی زاعمین کفایت اعتقاد توحید بدون تصدیق رسالت (از الرفع والوضع) افسوس مسلمانونمین بھی بعض لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہین جنکا خیال یہ ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف توحید کی تعلیم کے لئے آئے تھے تو جو شخص توحید کا اقرار کرے وہ نجات پائے گا۔ گو حضورؐ کی رسالت کا اقرار نہ کرے یاد رکھو یہ قول بالکل باطل ہے نجات بدون تصدیق رسالت کے ہرگز نہین ہو سکتی جس طرح توحید رُکن ایمان ہے اسی طرح تصدیق رسالت بھی رُکن ایمان ہے ان لوگون نے اس آیت سے دھوکہ دینا چاہا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارٰی وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ والیوم الآخر وعمل صَالِحًا فلهُمْ اجرهم الآیۃ۔ ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ونصرانی ہین اور جو صابی ہین (ان مین سے) جو کوئی بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے اور اچھے کام کرے (قانون شریعت کیموافق) ایسون کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس حق الخدمت بھی ہے اور (وہان) اُنپر کسی طرح اندیشہ بھی نہین اور نہ وہ مغموم ہون گے اس آیت مین تصدیق رسالت کا ذکر (ظاہراً) نہین ہے بلکہ سب فرقون کی نجات کا مدار صرف ایمان باللہ وایمان بالآخرۃ کو قرار دیا گیا ہے اس سے بعض لوگون نے اس غلطی مین ڈالنا چاہا کہ نجات کے لئے تصدیق رسالت محمدیہؐ کی ضرورت نہین۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ایمان باللہ بدون تصدیق رسالت محمدیہؐ کے متحقق ہی نہین ہو سکتا پس یہ کہنا غلط ہے کہ یہان تصدیق رسالت کا ذکر نہین تفصیل اس جواب کی وہ ہے جو مین نے ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب سے کہلا کر بھیجی تھی وہ بندۂ خدا بھی اسی غلطی مین مبتلا تھے ویسے بڑے نیک پابند صوم وصلوٰۃ تھے مگر شیطان نے اُن کے دل مین یہ وسوسہ ڈال رکھا تھا کہ نجات کے لئے صرف ایمان باللہ کافی ہے تصدیق رسالت کی ضرورت نہین واقعی بدون علم دین کے کامل اصلاح نہین ہوتی عقائد بھی درست نہین ہوتے۔ افسوس آجکل لوگون نے

انگریزی پڑہنے کو بھی علم سمجھ لیا ہی بس وہ ایسا ہی علم ہے۔ جس سے روپیہ پیسہ معلوم ہوجاتا ہے خدا اس سے معلوم نہین ہوسکتا مین نے اُن ڈپٹی کلکٹر صاحب سے کھلا کر بھیجا کہ ایمان باللہ کے صرف یہی معنی نہین کہ اللہ تعالیٰ کو موجود مان لے کیونکہ وجود کا انکار تو مشرکین بھی نہین کرتے بلکہ ایمان باللہ کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کو صفات کمال سے متصف اور صفات نقص سے منزّہ سمجھے اب مین کہتا ہون کہ صفات کمال مین سے ایک صفت صدق بھی ہی جس کی ساتہہ خدا تعالیٰ کو موصوف ماننا توحید کے لئے ضروری ہے اور صفات نقص مین سے ایک صفت کذب بھی ہے جس سے خدا تعالیٰ کو منزّہ سمجھنا لازم ہی ایک مقدمہ تو یہ ہوا۔

دوسرا مقدمہ یہ کہ حق تعالیٰ قرآن مین فرماتے ہین محمد رسول اللہ (اور قرآن کا کلام الٰہی ہونا دلائل عقلیہ سے ثابت ہے) تو اس خبر کو بھی سچّا سمجھنا واجب ہے پس جو آپ کو رسول نہین مانتا وہ خدا تعالیٰ کو کاذب کہتا ہے جب کاذب کہا تو پھر اللہ پر کہان ایمان لایا پس ثابت ہوگیا کہ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا بدون تصدیق رسالت کے ممکن نہین مین نے یہ بھی کہلا بھیجا کہ جواب کے لئے دس سال کی مہلت ہے اس دلیل کا اُن کے پاس کچھ جواب نہ تہا پھر خدا نے کیا اُن کی اصلاح ہوگئی بعد مین مجھسے ملے بھی تھے اسوقت اُن کا شبہہ رفع ہوچکا تہا بیچارون کا خاتمہ اچھا ہوا۔

پس خوب سمجھ لو کہ بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلق کے نجات ہرگز نہین ہوسکتی۔

لطیفہ (۲۴) درشرکت جسد مبارک در معراج ذات الرفع والوضع)۔ سمجھئے کہ معراج کی حقیقت کیا ہے لوگ معراج اس کو سمجھتے ہین کہ حضور زمین سے آسمان پر تشریف لے گئے تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ عروج آسمانی حقیقت معراج نہین بلکہ صورت معراج ہے اور اس کا یہ مطلب نہین کہ یہ صورت آپ کے کمالات مین سے نہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ حقیقت معراج اسی صورت پر موقوف نہین بلکہ اُس کا تحقق دوسری صورتون سے بھی ہوسکتا تہا گو جو صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے متحقق ہوئی ہے وہ سب سے افضل واکمل ہی اور آپ معراج کی حقیقت وصورت دونون کے

جامع ہین اور یہان سے اُن لوگون کی غلطی معلوم ہوگئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج صوری یعنی عروج آسمانی کا انکار کرتے ہین اور اس معراج کو منامی یا کشفی بتلاتے ہین سو یہ بالکل نصوص کے خلاف ہے بلکہ احادیث مشہورہ سے آپ کا آسمانون پر تشریف لیجانا ثابت ہی اور بیت المقدس تک تشریف لیجانا تو نص قرآنی سے ثابت ہی جسکا انکار بلا تاویل کفر ہے اور تاویل بدعت ان منکرین معراج آسمانی کے پاس کچھ دلائل تو نقلی ہین کچھ نقلی عقلی دلائل تو یہ ہین کہ اس سے افلاک مین خرق والتیام لازم آتا ہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فلاسفہ کے پاس خرق والتیام کے امتناع پر کوئی دلیل نہین اور وہ جب دلائل پیش کرینگے اسوقت انشاء اللہ ہم اُن سب کا لغو و باطل ہونا ظاہر کردینگے چنانچہ متکلمین اس سے فارغ ہوچکے ہین دوسری دلیل یہ ہی کہ جس طرح حضور کی معراج کا قصہ احادیث مین آتا ہے کہ آپ اتنی جلدی سیر سماوات سے فارغ ہوکر واپس آگئے کہ صبح بھی نہ ہونے پائی تھی یہ محالات سے ہے کہ مکہ سے بیت المقدس تک اور پھر وہان سے ساتوین آسمان تک آپ سیر کرآئین اور یہ سارا قصہ ایک رات کے تھوڑے سے حصہ مین ہوجائے ہم کہتے ہین کہ اس مین استحالہ کی کیا بات ہی ہان استبعاد ہوسکتا ہی سو وہ بھی بطریق الزام کے اس طرح مدفوع ہے کہ تمہارے نزدیک زمانہ حرکت فلک الافلاک کس کا نام ہے۔

چنانچہ رات اور دن کا آنا طلوع وغروب کا ہونا یہ سب حرکت فلک سے مرتبط ہی اگر حرکت فلک موقوف ہوجائے تو جو وقت موجود ہوگا وہی رہیگا اگر رات موجود ہوگی رات ہی رہیگی دن موجود ہوگا دن ہی رہیگا تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اس رات حرکت فلک کو تھوڑی دیر کیلئے موقوف کردیا ہو اور اس مین کچھ تعجب نہین معراج مین آپ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے دنیا مین بھی یہ قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ کی سواری نکلتی ہے تو سڑک پر دوسرون کا چلنا بند کردیا جاتا ہے۔ ہم جب حیدرآباد گئے تو ایک دن دیکھا کہ پولیس کے سپاہی لوگون کو سڑک پر چلنے سے روک رہے ہین اسوقت سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تہا معلوم ہوا کہ نواب صاحب کی سواری نکلنے والی ہے اسی طرح حق تعالیٰ نے حضور کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اگر آسمان اور چاند سورج سب کی حرکت کو

اُس رات کچھ دیر کیلئے بند کردیا ہو کہ جو چیز جہان ہے وہین رہے پس آفتاب جس جگہ تھا اُسی جگہ رہا اور ستارے جہان تھے وہین رہے کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلنے نہ پایا اس مین کیا استبعاد ہے جب حضور معراج سے فارغ ہوگئے پھر فلک کو حرکت کی اجازت ہوگئی تو اب ظاہر ہے کہ حرکت فلک جس جگہ سے موقوف ہوئی تھی وہین سے شروع ہوگی تو آپ کی سیر مین چاہے کتنا ہی وقت صرف ہوا ہو مگر دنیا والون کے اعتبار سے سارا قصہ ایک ہی رات مین ہوا کیونکہ حرکت زمانہ اس وقت موقوف ہوچکی تھی۔ اب اگر کوئی دوام حرکت فلک کا دعویٰ کرے تو وہ اس کے لزوم کو ثابت کرے انشاء اللہ ایک دلیل بھی قائم نہ کرسکے گا۔ دوسرا عاشقانہ جواب اس اشکال کا مولنٰنا نظامی نے دیا ہے ؎

تن او کہ صافی تر از جان ماست		اگر آمد و شد بیک دم رواست

یعنی یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خیال انسانی ذرا سی دیر مین بہت دور پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ آپ اسیوقت عرش کا تصور کیجئے تو ایک منٹ سے بھی کم مین عرش پر خیال پہنچ جائیگا خیال کی حرکت بہت سریع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خیال، روح کی ایک قوت ہے اور روح نہایت لطیف چیز ہے وہ مادیات کی طرح کثیف نہین اس لئے اس کی سیر مین کوئی حاجب و مانع نہین ہوتا تو مولانا نظامی فرماتے ہین کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدن مبارک تو ہمارے خیال سے بھی پاکیزہ تر ہے جب خیال ذرا سی دیر مین کہین سے کہین پہنچ جاتا ہے تو آپ کا جسم اطہر زمین سے آسمان تک اور وہان سے عرش تک ذرا سی دیر مین ہو آئے تو اُس مین تعجب کی کیا بات ہے۔ (باقی آئندہ)

مرزا صاحب کی بے ایمانی خود انکی زبانی

زلیخانے کیا خود چاک دامن ماہ کنعان کا
ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق مین

(الف) جناب مرزا صاحب قادیانی اس شخص کے متعلق جو امام حسین رضی اللہ عنہ یا ائمہ مطہرین مین سے کسی کی توہین و تحقیر کرتا ہے۔ اپنے اشتہار تبلیغ الحق مؤرخہ ۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان مین تحریر کرتے ہین جسکو منشی قاسم علی احمدی نے اپنی کتاب دین الحق یا ہمارا مذہب کے صد ۸۹ پر نقل کیا ہے۔ وہو ہذا۔ غرض یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی مین داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کیجاوے۔ اور جو شخص حسین رض یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین مین سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہٗ اس شخص کا دشمن ہوجاتا ہے جو اس کے برگزیدون اور پیارون کا دشمن ہے“۔ (دین الحق صد ۸۹)۔

مرزا صاحب کے دوسرے اقوال ملاحظہ کیجئے (۱) اور اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین (رضی اللہ عنہ) تمہارا منجی ہے کیونکہ مین سچ کہتا ہون کہ آج تم مین ایک (مرزا صاحب) ہے کہ اس حسین (رضی اللہ عنہ) سے بڑھکر ہے۔ (دافع البلاء صد ۱۳)

(۲) کربلائے است سیر ہر آنم ؛ صد حسین ع است در گریبانم۔ کربلا کی سیر مجھکو ہر وقت حاصل ہے۔ سو حسین (رضی اللہ عنہ) میرے گریبان مین ہین (نزول المسیح در مرزا صاحب صد ۹۹)۔

(۳) وقالوا علی الحسنین فضل نفسہ ؛ اقول نعم واللہ ربی سیظہر ؛ اور انہون کہا کہ اس شخص (مرزا صاحب) نے امام حسن رض اور حسین رض سے اپنے تئین اچھا سمجھا۔ مین کہتا ہون کہ ہان میرا خدا عنقریب ظاہر کردیگا۔ وشتان ما بینی وبین حسینکم ؛ فانی اؤید کل آن وانصر ؛ اور مجھہ مین اور تمہارے حسین (رضی اللہ عنہ) مین بہت فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور

مدد مل رہی ہے۔ وانّما حسین فاذکروا دشت کربلا۔ الی ہذہ الایام تبکون فانظروا۔ مگر حسین پر تم دشت کربلا کو یاد کرو۔ اب تک تم روتے ہو پس سونچ لو۔ واللہ لیست فیہ منی زیادۃٌ۔ وعندی شہادات من اللہ فانظروا۔ اور بخدا اسمین مجھ پر کچھ زیادتی نہیں ۔ اور میرے پاس خدا کی گواہیان ہین پس دیکھ لو۔ وانی قتیل الحب لکن حسینکم قتیل العدی فالفرق اجلی واظہر۔ اور مین خدا کا کشتہ ہون لیکن تمہارا حسین (رضی اللہ عنہ) دشمنون کا کشتہ ہے پس فرق کھلم کھلا اور ظاہر ہے۔ (اعجاز احمدی مترجمہ مرزا صاحب صہ ۶۹)۔

(ب) مرزا صاحب دعوی نبوت کے متعلق فرماتے ہین۔ وھو ھذا (۱) اور سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہون۔ نوٹ اس عبارت کو منشی قاسم علی احمدی نے مرزاجی کے ایک اشتہار سے اپنی کتاب دین الحق مین نقل کیا ہے۔ تمن شا فلیرجع (۲) وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بکافرین (حمامۃ البشری صہ ۹۹ از دین الحق صہ ۴۳) مین کیون نبوت کا دعوی کرکے خارج از اسلام ہون اور کافرون مین شامل ہوجاؤن) مرزا صاحب کے دوسرے اقوال دیکھئے (۱) "ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہین"۔ اخبار بدر ۵ مارچ صہ ۱۹۰۸ء) (۲) "مین خدا کے حکم کے موافق نبی ہون" اخبار عام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء (۳) سچا ہے خدا جس نے قادیان مین رسول بھیجا"۔ دافع البلا صہ ۱۱)۔

نوٹ:- مین مرزا صاحب کو کسی لقب سے ملقب نہین کرتا لیکن یہ ضرور کہون گا کہ ؎ اُلجھا ہے پاؤن یار کا زلف دراز مین ❊ لو آپ اپنے دام مین صیاد آگیا۔ اور نیز ناظرین سے پوچھونگا کہ آپ ہی انصاف سے فرمائین کہ مرزا صاحب اپنے قول کے رو سے کون تھے اور کیسے تھے۔ ؎ تمہین کرتے ہین قائل یا خطا مجھی بتاتے ہین ❊ مجھے بھی دیکھنی ہے منصفی انصاف والون کی۔ احمدی دوستو! کہو یہ کون دھرم ہے ؎ اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیان ❊ بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہین۔

یہ ہین مرزا صاحب کے وہ متضاد اقوال وعقائد کہ جن کی بنا پر آج دنیا کی عقلین ان کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہین کہ وہ کیا تھے اور کون تھے؟-

الحنین الی العطن

یعنی

الاغتراب وتذکار الوطن

طلع الہلال وما نری فرحاً لما ❊ لا یرتوی بالماء ذو استسقاء
یا ایہا القمر الذی قد نورت ❊ بطلوعک الدنیا وکنت رجائی
فاق الدھور ضیاءُ وجہک مفرحاً ❊ لکنّ حرّ النار فی احشائی
نار یزید بہا فوادی حرقۃً ❊ نفذت حرارتہا الی اعضائی
این السرور بیوم عید لی اذا ❊ خلّفت احبائی الکرام ورائی
لا ینفع القلب الحزین اذا نأت ❊ عینی الخمورُ ولا القیانُ حذائی
بینی عن الاحباب اد نفنی فلی ❊ داء یزید وفی البکاء شفائی
ھم یاکلون ویشربون موسعاً ❊ والدمع شربی والبکاء غذائی
ہجمت علی دنف حزین مکمد ❊ احزانہ فلہ جنود بکاء
یا ایہا الدھر الذی ارضیتہم ❊ سخطی علیک فاین منک رضائی

محمد اعزاز علی امروھوی غفرلہ
مدرس دارالعلوم دیوبند

(لیلۃ العید)

فتاوی دار العلوم دیوبند

سوال اگر امام نماز فرض یا عیدین پڑھاچکا ہوتو وہ دوسرے لوگون کو دوبارہ نماز پڑھاسکتا ہی یا نہین؟ (۲) عیدین کی نماز سے پہلے عیدگاہ مین ایک شخص تکبیر تشریق بلند آواز سے کہتا ہی بعد کو تمام لوگ بلند آواز سے تکبیر کہتے ہین یہ کیسا ہی؟ (۳) امام خطبہ مین ترجمہ کرسکتا ہی یا نہین؟ (۴) ایک شخص نے مغرب یا عشاء کی نماز مین اول رکعت مین سورہ فیل اور دوسری مین سورہ ماعون پڑھی یہ جائز ہی یا نہین؟ - بینوا توجروا

الجواب جو امام نماز فرض یا نماز جمعہ وعیدین پڑھاچکا وہ دوسرے لوگون کی امامت دوبارہ نہین کرسکتا (۲) بلند آواز سے تکبیر اسوقت مشروع نہین ہی تسبیح وتہلیل وغیرہ آہستہ پڑھتے رہین۔ (۳) ترجمہ کرنا خطبہ مین مکروہ ہی۔ (۴) فرائض مین اسطرح قرات کرنا مکروہ ہی اور نوافل مین درست ہے۔ ۸-۳-۴۵ء

سوال بعد نماز عید الاضحی فوراً جنازہ رکھکر نماز جنازہ ادا کی گئی عمر کہتا ہے کہ جنازہ ممبر ومحراب کے پاس رکھکر نماز پڑھنا بروز عید بوجہ جماعت کثیر ہونے کے جائز ہے اور زید اس کو ناجائز کہتا ہے جناب کی کیا رائی ہی۔ بینوا توجروا

الجواب - درمختار مین ہے وکراهة تحريماً وقيل تنزيهاً في مسجد جماعة هواى الميت فيه وحده او مع القوم واختلف في الخارجة عن المسجد الخ والمختار الكراهة مطلقاً الخ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد جماعت مین نماز جنازہ مطلقاً مکروہ ہی البتہ جو مسجد خاص نماز جنازہ کیلئے بنائی گئی ہے۔ اسمین درست ہے، فقط واللہ اعلم بالحق والصواب - ۱۱-۳-۴۵ء

مژدۂ جانفزا

نورالایضاح اپنی مقبولیت عامہ کیوجہ سے محتاج تعارف نہین رہی ہے۔ اقصائے ہند سے گذر کر ممالک غیر مین بھی یہ کتاب داخل درس ہی۔ ہم نے حال ہی مین نہایت اہتمام کیساتھہ اعلیٰ درجہ کی کتابت وطباعت ونفیس کاغذ کیساتھہ طبع کرائی ہی قیمت بھی نہایت ارزان ہے۔ امید ہی کہ علمائے کرام اس درسی بے بہا کتاب کی قدر فرماوینگے۔ فرمائش جلد بھیجئے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ قیمت صرف ۱۰/

نورالاصباح ترجمہ نورالایضاح ایک عرصہ سے طلبائے کرام اور علمائے عظام کی تمنّا تھی کہ اس مقبول ومستند کتاب نورالایضاح کا ترجمہ سلیس اُردو زبان مین ہوجائے

چنانچہ الحمدللہ علیٰ احسانہ الجزیل کہ اس عام تکلیف کا احساس کرکے ہم نے نورالایضاح کا بامحاورہ سلیس ترجمہ مسمّیٰ بہ نورالاصباح نہایت عرقریزی کے ساتھہ کرایا ہے جوکہ زیر طبع ہی۔ اور انشاءاللہ العزیز بہت جلد زیور طبع سے آراستہ ہوکر طالبان علوم کے ہاتھون مین ہوگا۔ پیشگی فرمایش کرنے والون کے ساتھہ خاص رعایت ہوگی۔

تاجران کتب جلد متوجہ ہون ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔

ملنے کا پتہ

مینیجر کتب خانہ مطبع قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور یو۔پی

رجسٹرڈ نمبر ۱۷۱۴

[illegible]

القاسم

دور جدید

جلد ۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۱۱

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعۂ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند کا ماہوار دینی وعلمی رسالہ

زیر ادارت

فخرالہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعۂ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند مین طبع ہوکر

دفتر القاسم دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصولڈاک

فی پرچہ ۔۔۔ ۴/

فہرست مضامین رسالہ القاسم ماہ ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ

بیادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ

بانی دار العلوم دیوبند

بسرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی وحضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم وحضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ودیگر مقدس ومقتدر علمائے دیوبند سے شائع ہوتا ہے

مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
القاسم کا شاندار دار العلوم نمبر	جناب مولانا قاری محمد طاہر صاحب سلمہٗ۔ معتمد المدیر القاسم	۱/۴
اللطائف لطائف	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدفیوضہم۔	۵/۸
اتمام الکلام فی تحقیق حکومۃ الاسلام	مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی۔	۹/۱۶
بچون کی تعلیم	جناب مولانا محمد منصور صاحب جلال آباد۔	۱۷/۲۴
تاریخ تعزیہ	مولانا حکیم عبد الشکور صاحب مرزاپوری۔	۲۵/۳۴

تصحیح اتمام الکلام فی تحقیق حکومۃ الاسلام، درحقیقت مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی کا مضمون ہے غلطی سے مولانا ظفر احمد صاحب کے نام سے شائع ہوگیا ہے اس غلطی پر ہم مولانا سے عفو خواہ ہین، ناظرین تصحیح فرمالین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک گران بہا علمی بشارت

القاسم کا شاندار دار العلوم نمبر

تاریخ اشاعت ۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ

دار العلوم دیوبند نے ۶۴ سال مین اپنی لگاتار روحانی برکتون کیساتھ جو ترقی کی ہے اور اس کے اسلاف واخلاف نے جس طرح اپنے خون پسینون سے اس کی آب یاری کی ہے اسکو دیکھتے ہوئے ایک عرصہ سے سخت ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ (۱) اسکے کارنامون کو روشن ترتیب کیساتھ یکجائی طور پر پیش کیا جائے (۲) اکابر مرحومین کے تذکرون سے ایمان مین تازگی پیدا کیجائے (۳) دار العلوم کی خدمات سابقہ وحالیہ سے مسلمانون کو مطمئن کیا جائے ہر چند کہ مین اپنے ضعیف شانون کو اس قابل نہ پاتا تھا کہ اتنے بڑے بار کو اوپر لیلون لیکن جس رب ودود نے مجھے ۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ کو یہ توفیق بخشی تھی کہ مین دار العلوم مین اسباب اشاعت کی دشواریون کو سہولت سے بدل دون یعنی اس کے فیوض وبرکات کے دریا کو القاسم کے ذریعہ بہا دون اور جس خدائے قدوس نے مجھے ۱۵ نومبر ۱۹۲۷ء کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ مین الانصار کا اجرا کرکے اپنے اکابر سے خراج تحسین وصول کرون اسی خدائے قادر وتوانا نے اب مجھے اس کی توفیق بخشی ہے کہ مین دار العلوم کی مختصر چونسٹھ سالہ تاریخ مختصراً یکجا پیش کردون اور اس کی بڑھتی ہوئی شہرت

کا نقشہ پیش کرون اور اس کے ساتھ ہی ان حامیان دار العلوم کو جنہون نے اپنی گاڑھی کمائی سے چشمہ فیض نبوت کی آبیاری کی ہی فوٹو کے ذریعہ سے دار العلوم کی چند عمارات بھی دکھلاؤن جسمین چوبیس گھنٹہ اللہ اور اُس کے رسول کے ارشادات کو دہرایا جاتا ہی اور اس کے علوم کی حفاظتی تدابیر عمل مین لائی جاتی ہین۔ اور جو حقیقۃً نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین کی الٰہی جماعت کا ہندوستان مین تیار کرنیوالا تنہا ایک مدرسہ ہی اسی کے ساتھ مین چاہتا ہون کہ خصوصیت سے مین ان تین مقدس فرشتہ خصلت اکابر مرحومین کے مزارات کے نشانات کو بھی فوٹو کے ذریعہ دکھلاؤن جنہون نے دیوبند کے اس چشمۂ روحانی کی حفاظت مین اپنی زندگیان وقف کین اور آج وہ دار الخلد کی لازوال نعمتون کے حصول کے انتظار مین تہ خاک آرام فرما رہے ہین مجھے اس مخصوص نمبر کی اشاعت سے واللہ العظیم تجارت مقصود نہین ہے کیونکہ تجارت کے لئے میرا کتب خانہ قاسمی مجھے بہت کافی ہی۔ میری تمنا یہ ہے کہ اصحاب خیر ایسے وقت مین اس مخصوص نمبر کی اشاعت کو دار العلوم کی حفاظت وصیانت کیلئے واحد ذریعہ سمجھکر بکثرت ہندوستان کے اطراف وجوانب مین تقسیم کرائین اس نمبر مین دار العلوم پر جو طرح طرح کی حملے کئے جا رہے ہین ان کا جواب ترکی بترکی نہ دیا جائے گا لیکن حسنات وخدمات کے اظہار سے ہی اُن تمام اعتراضات کا جواب ہو جائیگا اور شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جائیگا جن کو چند ناعاقبت اندیش بیان کرکے دار العلوم کی نیک شہرت پر دھبہ لگا رہی ہین اور میرے خیال مین غلط فہمی کے ازالہ کے لئے مشاہدہ خدمات سے بڑھکر کوئی صورت بھی نہین ہی۔

دار العلوم نمبر مین بڑے بڑے علماء ومشاہیر ہندوستان مثل حضرت مولانا اشرف علی صاحب وحضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب وحضرت مولانا حسین احمد صاحب وحضرت مولانا اصغر حسین صاحب وحضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب وجناب مولانا احمد سعید صاحب ومولانا سید مناظر احسن صاحب وحضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ودیگر اعیان امت کے خاص خاص مضامین کے درج ہونے کی کامل اور کافی توقع ہے۔

جناب مولانا محمد طیب صاحب دیوبندی ومولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ومولانا احمد علی صاحب لاہوری کو جو حجاز مقدس کے سفر مین آجکل تعلق باللہ کے قوی کرنے مین دن رات مصروف ہین اور لبیک اللہم لبیک کی صداؤن سے ہر دم مالک حقیقی کے آستانہ پر

سر بسجود ہونگی اُن کو بھی بڑی شد ومد سے لکھا گیا ہی کہ وہ ان کیفیات لطیفہ نورانیہ کو جس نے ان کے قلوب کو منور کیا ہے الفاظ کے سانچہ مین ڈھالکر فوراً بھیجدین تاکہ ناظرین القاسم کی روحانی ضیافت کا کچھ نہ کچھ حق ادا ہو سکے۔ امید کامل ہی کہ سفر حجاز کے حالات نہایت دلچسپ ہون گے۔

انشاء اللہ یہ نمبر دار العلوم کی اہمیت اور اس کی خصوصیات کے اظہار مین اگر قاصر نہ رہا تو اپنی نوعیت مین ایک ہی نمبر ہوگا۔

اس نمبر کے مبارک ہونیکی ایک قدرتی تائید

یہ کسقدر عجیب قدرتی تائید ہے کہ جس تاریخ یعنی ۱۵ محرم ۱۳۴۷ھ کو یہ دار العلوم نمبر شائع ہوگا یہ وہ ہی مبارک تاریخ ہی جس مین آج سے ۶۴ سال پہلے دار العلوم کی بنا ڈالی گئی یعنی ٹھیک ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ کی اسی تاریخ مین۔ القاسم دور جدید کا آغاز ہوا۔ آخر مین مین اپنی غلطیون اور لغزشون کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی دعا مین اپنے سب ناظرین کو شریک کرکے یہ کہتا ہون کہ اے خدائے عزیز وقدیر اگر دار العلوم کی خدمت کا سچا جذبہ ہم مین موجود ہے اور ہم ہمیشہ دار العلوم کی خدمت اعانت ونصرت ہی کی تمنا رکھتے ہین تو اپنے ملائکہ سائل کو حکم دے کہ وہ دار العلوم کے سچے خادمون کا ہاتھ بٹانے کیلئے تیار ہو جائین اور ہمارے کمزور اخلاص ضعیف ایثار مین ہماری ہمت بندھاکر اسے قوی فرما دین۔

خاکسار
طاہر بن احمد القاسمی

ضروری اطلاع

القاسم کے دار العلوم دیوبند نمبر مین چونکہ مشاہیر علماء واہل تحریر حضرات کے مضامین ہون گے اور دار العلوم کی بعض شاندار عمارات کے فوٹو بھی دئے جاوین گے اس لئے غالب توقع ہے کہ اس کا حجم چار پانچ جز سے کم نہوگا۔ اور قیمت آٹھ آنے ہوگی۔ لہذا مستقل خریداران القاسم سے مؤدبانہ گذارش ہی کہ براہ کرم القاسم جلد ۱۳۴۷ھ کا سالانہ چندہ پانچ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ تک ضرور بالضرور ارسال فرمادین اس مین ہمارا ایک فائدہ ہی اور آپ کے دو فائدہ ہین۔ ہمارا فائدہ تو یہ ہے کہ ہم کو مشکلات مین قدرے سہولت ہو جائے گی اور آپ کا ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے

کہ یہ خوشنما نمبر حسب معمول آپ کے پاس بلا کسی جدید مطالبہ کے ٹھیک وقت پر پہنچیگا۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر آپ وی پی کے ذریعہ سے القاسم وصول فرمائین گے تو آپ کو ۲/ فیس منی آرڈر کے علاوہ ۲/ فیس وی پی بھی دینی پڑے گی اور مجموعہ صرف ۱۲؍ ہوگا۔

چونکہ القاسم کا دار العلوم نمبر اپنی گوناگون معنوی وصوری خصوصیات کے اعتبار سے ایک انوکھی صورت اختیار کرلیگا۔ اس لئے احباب اور دوستون عزیزون اور رشتہ دارون مین تقسیم کرنے کا یہ نادر تحفہ ہوگا۔

امید کہ ناظرین القاسم اس علمی تحفہ کو کثیر مقدار مین خرید فرما کر احباب مین تقسیم فرمائینگے

جو لوگ ماہ محرم الحرام سنہ ۴۷ھ سے جدید خریدار بنین گے اور ۱۲؍ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائین گے اُن کی خدمت مین گویا دار العلوم نمبر مفت ارسال ہوگا۔

اور جو لوگ خریدار نہون گے ان کی خدمت مین آٹھ آنے کے ٹکٹ وصول ہونے پر دار العلوم نمبر ارسال ہوگا۔

تاجران کتب و اخباروں کے ایجنٹ

صاحبان کو چاہیئے کہ وہ اس خوشنما اور دیدہ زیب علمی تاریخی دار العلوم نمبر کا کثیر مقدار مین معاملہ کرلین۔ معاملہ طے ہوجانے کی صورت مین چوتھائی قیمت پیشگی آجانے پر خاص رعایت اور بڑی کفایت سے ان کو یہ نمبر بھیجا جائے گا۔

اللّطائفُ للّطائف

گذشتہ سے پیوستہ

ایک دلیل عقلی فلاسفہ جدید پیش کیا کرتے ہین۔ کہ ہوا کے طبقہ سے اوپر جو خلاء ہے اسمین ہوا نہ ہونے کے سبب کوئی متنفس زندہ نہین رہ سکتا تو آپ اسمین سے اگر گذرتے تو زندہ کیسے رہتے مگر انہون نے یہ نہ دیکھا کہ بعد تسلیم اس استلزام کے یہ اسوقت ہے جب متنفس کو اسمین کچھ مکث بھی ہو چنانچہ آگ کے اندر سے اگر جلدی جلدی ہاتھ کو نکالا جاوے تو آگ کا اثر نہین ہوتا پس آپ اگر نہایت سرعت کے ساتھ اس خلا مین سے گذر جائین تو وہ عدم تنفس مین موثر نہوگا اور دلیل نقلی ان منکرین کے پاس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے واللہ ما فقد جسد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ الاسراء۔ بخدا شب معراج مین حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسد اطہر غائب نہین ہوا اس کا جواب بعض لوگون نے تو یہ دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ اسوقت حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مین کہان تھین۔ نیز اسوقت اُن کی عمر بہت ہی کم تھی شاید چار پانچ سال کی ہون اور اگر معراج ۵ سنہ نبوت مین ہوئی ہو جیساکہ زہری کا قول ہے تو وہ اُسی سال پیدا ہوئی ہونگی ۱۲ جامع)۔

اس لئے اجلۂ صحابہ کی روایت اس واقعہ مین ان کی روایت سے مقدم ہے مگر اس کا حاصل بظاہر یہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ نے بے تحقیق ایک بات فرمادی ہم حضرت صدیقہ پر یہ گمان نہین کرسکتے نہ کسی صاحب ادب کو ایسی جرأت ہوسکتی ہے یہ مانا کہ وہ اسوقت حضورؐ کے گھر مین موجود تھین اور کمسن بھی تھین مگر جو بات وہ فرمارہی ہین وہ تو عقل وبلوغ کے زمانہ مین اُن سے صادر ہوئی ہے اور ایسے وقت مین بدون تحقیق کے کوئی بات نہین فرماسکتین۔ یقیناً تحقیق کے بعد فرمارہی ہین ہان یہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے واقعہ کی نسبت فرماتی ہون کیونکہ معراج مین تعدد ہے تو پھر کچھ بھی مضر نہین میرے ذہن مین اس کا جو جواب آیا ہے وہ بہت لطیف ہے وہ یہ کہ فقدان کے دو معنی ہین ایک تو چیز کا اپنی جگہ سے گم ہوجانا ہٹ جانا دوسرے تلاش کرنا چنانچہ دوسرے معنی مین فقدان

کا استعمال نص مین بھی آیا ہے قالوا واقبلوا علیہم ماذا تفقدون۔ یعنی برادران یوسف علیہ السلام نے متوجہ ہوکر ندا کرنیوالون سے کہا کہ تم لوگ کس چیز کو تلاش کرتے ہو یہان فقدان کے معنی طلب ہی کیساتھ زیادہ ظاہر ہین ۔

۵ قلت نص البغوی فی تفسیرہ ماذا تفقدون ما الذی ضل عنکم والفقدان ضد الوجدان اھ کذا نص فی الخازن ان الفقدان ضد الوجود اھ (ص۲۶ ج۳) ولکن النص فی القاموس فقدہ یفقدہ فقدا وفقدانا وفقودا عدمہ فہو فقید ومفقود اھ (ص۳۰۱ ج۱) ولم اجد الفقود بمعنی التفقد بعد ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ۔ اور اگر فقدان کے وہی معنی لئے جائین جو متبادر ہین کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم شب معراج مین گم نہین ہوا تب بھی اس سے معراج کا روحانی یا منامی ہونا ثابت نہین ہوتا کیونکہ اسکا یہ مطلب نہین کہ حضورؐ اپنے گھر سے اُس رات جدا ہی نہین ہوئے کیونکہ فقدان فعل متعدی ہے نہ کہ لازم اسکے معنے غیبت وانفصال کے نہین بلکہ گم کرنے کے ہین جسکے لئے ایک کا فاقد اور دوسرے کا مفقود ہونا ضروری ہے پس مطلب ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس رات کسی نے گھر سے غائب اور گم نہین پایا اور یہ درست ہے کیونکہ آپ سب گھر والون کے ساتھ گھر مین سوئے تھے اور معراج ایسے وقت ہوئی جو کہ عادۃً لوگون کے گہری نیند سونے کا وقت تہا پھر جاگنے کے وقت سے پہلے واپس تشریف لے آئے بلکہ خود آکر گھر والونکو نماز صبح کیلئے جگایا تو ایسا نہین ہوا کہ کسی نے جاگ کر حضورؐ کو گھر مین نہ دیکھا ہو اور اتنی بات مفقود ہونے کیلئے ضروری ہے قلت ولعل ھذا ھو مراد الشیخ فعبرہ بالتفتیش والا فالفقدان غیر التفقد نعم ھو یستدعی فافھم کما لا یخفی ۱۲ (جامع) احقر اشرف علی کے ذہن مین حاشیہ [illegible] ہی یہ تاویل آگئی تھی مگر دوسرے عنوان سے اب اس تاویل کی اس دوسرے عنوان سے ذرا واضح تقریر کرتا ہون وہ یہ کہ فقدان کے معنی تو گم ہی کرنے کے ہین مگر اس کے دو درجے ہین ایک مطلق گم کرنا اور ایک ایسا گم کرنا جسکے بعد اس کی تلاش مین لگ جائے پس پہلا درجہ فقد مطلق ہوا دوسرا درجہ فقد مقید پس اس حدیث مین دوسرا درجہ مراد ہے یعنی آپکا جسد ایسا مفقود نہین ہوا جس سے تلاش کی نوبت آئی ہو کیونکہ زمانہ فقد کا اتنا قلیل تہا کہ کسیکو اس فقد کی اطلاع بھی نہین ہوئی پس متن مین میری عبارت مین ہٹ جانیکو پہلے درجہ پر اور تلاش کرنیکو دوسرے درجہ پر محمول کیا جائے تو اب معنی لغوی کے خلاف نہین ہوا اور بنا بر قواعد تصوف یہ بھی ممکن ہے کہ جسم عنصری ملکوت مین پہنچا ہو اور جسم مثالی ناسوت مین رہا ہو اور اس کے دیکھنے والے نے اسکو جسم عنصری سمجھکر مافقد کا حکم کر دیا ہو۔ جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام کو آپنے بیت المقدس و سموات مین باجسادہم دیکھا اور ان کے اجساد قبور مین بھی تھے یہان اس کا عکس ہوا اور موٹی بات ہے کہ اگر معراج جسد عنصری سے نہوتی تو انکار اس پر نہوتا اور اگر غلط فہمی سے ہوتا تو آپ بھی جواب دیدیتے کہ مین جسد عنصری کا دعوی نہین کرتا کہ اس پر

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کا مطلب صاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی دیر تک گھر سے غائب نہین رہے کہ آپ کی تلاش کیجاتی یہ مطلب نہین کہ آپ ساری رات مین اپنے گھر سے جدا ہی نہین ہوئے وہین رہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ گھر سے جُدا تو ہوئے مگر زیادہ دیر نہین لگی جس مین گھر والون کو پریشانی ہوئی ہو اور تلاش کی نوبت آئی ہو غرض اس مین شک نہین کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی اور آپ اس جسم سے آسمانون پر تشریف لے گئے اس کا انکار ہرگز نہین ہو سکتا اور یقیناً یہ صورت عروج حضورؐ کا بہت بڑا کمال ہے مگر معراج کو ایسی صورت مین منحصر نہ سمجھنا چاہیئے اور نہ محض عروج آسمانی کے ساتھ حقیقت معراج کو مخصوص کرنا چاہیئے بلکہ اس کی حقیقت اس عروج کے علاوہ دوسری چیز ہے اور وہ قرب الٰہی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶) اسقدر استبعاد کیا جائے اور اسی سے یہ احتمال بھی دفع ہو گیا کہ شاید جسم عنصری یہان رہا ہو اور جسد مثالی سے معراج ہوئی ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ استبعاد کو اس طرح دفع فرما دیتے نیز جسد مثالی کو براق پر سوار ہونیکی حاجت نہ ہوتی اسپر خود روحانیت غالب ہے نیز بعد قطع حجب تنہائی مین آپ کو وحشت نہ ہوتی جو حضرت ابوبکرؓ کی آواز مشابہ آواز سے رفع کی گئی کما فی نشر الطیب عن شفاء الصدور والیسی وحشت خاصہ جسد عنصری کا ہے نیز واپسی مین ضبحنان مین آپ کا پیاس مین پانی پینا کذا فی نشر الطیب عن محمد بن اسحاق یہ بھی دلیل ہے اسی کی کیونکہ جسم مثالی پیاس سے مبرا ہے اور اگر احتمال مدفوع کو مساوی یا راجح بھی مان لیا جائے تب بھی ہم تو مستدل کے مقابلہ مین مانع ہین ہم کو احتمال ضعیف بھی نافع ہے اور مستدل کو مضر ۱۲ منہ

احقر ظفر احمد عرض کرتا ہے کہ بعد مین تفسیر تنویر المقیاس مین جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے ماذا تفقدون اور تفقد کی تفسیر ماذا تطلبون اور مطلب کے ساتھ میری نظر سے گذری اور یہ تفسیر بالکل اس معنی کے مطابق ہے جو حضرت حکیم الامت نے اس آیت کی تفسیر مین بیان فرمائے ہین کیونکہ طلب کے معنے تلاش کرنے اور ڈھونڈھنے ہی کے ہین اور بظاہر ابن عباس کی یہ تفسیر باللازم ہے کیونکہ فقدان اکثر طلب کو مستلزم ہوتا ہے لہذا ملزوم کی تفسیر لازم سے فرما دی لیکن اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ گاہے فقدان سے طلب وتفتیش بھی مراد ہوا کرتی ہے۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول مین بھی اس معنی کا احتمال ہے جیسا کہ حضرت مولانا نے فرمایا واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور ہر چند کہ تفسیر تنویر المقیاس اکثر محدثین کے نزدیک معتبر نہیں ہے

جس کی ایک صورت یہ بھی تھی جو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش آئی ہے اور یہ اکمل صورت ہے "

(بقیہ حاشیہ ص۲) کیونکہ اُس کے راوی کلبی اور ان کے شاگرد محمد بن مروان سدی صغیر مجروح ہین مگر سیوطی نے اتقان مین ابن عدی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ لکن قال ابن عدی فی الکامل للکلبی احادیث صالحۃ وخاصۃ عن ابی صالح وھو معروف بالتفسیر ولیس لاحد تفسیر اطول منہ ولا اشبع ۱ھ (ص۱۹۶ ج۲) جس سے فی الجملہ اُس کی تقویت ہوتی ہے دوسرے یہ مسئلہ کوئی احکام کی قبیل سے نہین جس مین راوی کا مجروح ہونا مضر ہو بلکہ از قبیل نقل لغت ہے جس مین بہت وسعت ہے فافہم واللہ اعلم وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام لیظھر لک نعمۃ اللہ علی جماعتنا ولہ الحمد لنہا لاتقبل اقوال کابرھا فی تفسیر معانی القرآن الا بعد ظھور مطابقتھا لاقوال السلف وان اکابرھا لایتکدرون لایراد الاصاغر علیھم اذا کان بالادب لاجل الطلب ولیظھر لک حسن ذوق حضرۃ حکیم الامۃ فی التفسیر بحیث لا یتخطی عن الصواب ولو قال شیئا بغیر مطالعۃ کتاب ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

اشاعت اسلام

بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام سے لیکر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ تک کے وہ صحیح ومستند نتیجہ خیز وسبق آموز حالات کہ جن سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہوجاتا ہے کہ اسلام دنیا مین اپنی حقانیت وصداقت کے ذریعہ سے ہی عالمگیر ومحیط ہوا۔ اس کی زیادہ تعریف کی حاجت نہین ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ ضروری ہے مبلغین واعظین ومقررین کے واسطے محض یہ کتاب کافی ہے۔ مؤلفہ فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند ومدیر القاسم "

کتابت وطباعت نہایت اعلیٰ بہت کم نسخے باقی رہگئے ہین صفحات ۵۳۶ قیمت باوجود اسقدر ضخامت محض (ستے)

ملنے کا پتہ

کتبخانہ قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور

اتمام الکلام فی تحقیق حکومۃ الاسلام

سلسلہ گذشتہ سے پیوستہ ہے

خلافت ابوبکر صدیق رض

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (جوکہ خلیفۃ اللہ فی الارض تھے اور جن کو براہ راست سہنشاہ حقیقی کی جانب سے حکومت حاصل ہوئی تھی اور جن کی حکومت مین رعایا کو برائے نام بھی دخل نہ تہا) عہد حکومت ختم ہونے کو آیا تو آپ نے چاہا۔ کہ مین اپنے سامنے کسی کو اپنا جانشین مقرر کرجاؤن تاکہ میرے بعد اس مین اختلاف ونزاع نہ ہو۔ اور اس بناء پر آپ نے اس کام کے لئے ابوبکر صدیق رض کو منتخب کیا۔ اور اپنی محبوبہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے فرمایا۔ کہ اپنے باپ اور اپنے بہائی کو بلالے۔ مین تیرے باپ کیلئے خلافت نامہ لکھادون مبادا میرے بعد کوئی دعوے دار کھڑا ہو اور کہے کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جائز جانشین ہون اور اسطرح مسلمانون مین فتنہ وفساد کھڑا ہوجاوے لیکن چونکہ آپ کو معلوم ہوگیا۔ کہ نہ خدا ہی کو منظور ہے کہ ابوبکر صدیق رض کے سوا کوئی اور خلیفہ ہو اور نہ مسلمان ہی اسکو گوارا کرین گے۔ اس لیے آپ نے خلافت صدیقی کے باضابطہ اعلان کو غیر ضروری سمجھکر ترک فرمادیا۔ اور اس کام کو مسلمانون پر چھوڑ گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانون نے ابوبکر صدیق رض کو خلافت کیلئے منتخب کیا اس لئے خلافت صدیقی حقیقۃً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف سے منصوص تہی اور بظاہر قوم کے انتخاب پر مبنی تھی۔ بہرحال یہ خلافت شخصی محض تھی اسکو جمہوریت سے کوئی تعلق نہ تہا۔ کیونکہ ان کا انتخاب حقیقۃً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذاتی اختیار سے کیا تہا اور قوم کے ذاتی اختیار کو اس مین دخل نہ تہا اور گو بظاہر یہ خلافت انتخاب پر مبنی تھی اس لئے اس پر جمہوریت کا شبہہ ہوسکتا ہے لیکن بنظر تعمق اس کا مطالعہ کرنے سے یہ شبہہ بھی کافور ہوجاتا ہے کیونکہ اس انتخاب مین اور جمہوری انتخاب مین چند وجوہ سے فرق ہے۔

اول یہ کہ جمہوری انتخاب مین قوم اپنے ذاتی اختیار سے انتخاب کرتی ہے اور یہان انتخاب قوم کے

---

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ انتخاب کا طریق فی نفسہ مطلوب شرعی نہین۔ بلکہ وہ صرف اسصورت مین جائز ہے جبکہ انتخاب کے سوا اور کوئی صورت نہ ہو یا اس مین کسی فتنہ کا اندیشہ ہو ورنہ طریق تعیین خلیفہ اولیٰ ہے۔ بشرطیکہ اس مین کوئی ذاتی غرض نہو ۱۲ منہ ۱۲

ذاتی اختیار سے نہ تہا بلکہ قوم کو اختیار انتخاب بادشاہ سابق کی جانب سے حاصل ہوا تہا جس کے اختیارات قوم کے دئے ہوئے نہ تھے۔ بلکہ اس کے اختیارات براہ راست شہنشاہ حقیقی کے عطا کئے ہوئے تھے۔

دوم یہ کہ جمہوری انتخاب تمام قوم کی جانب سے ہوتا ہے اور یہان انتخاب ایک خاص جماعت مہاجرین وانصار کی جانب سے عمل مین آیا تہا۔

سوم یہ کہ جمہوری انتخاب کا طریق یہ ہے کہ قوم اپنے اپنے نمائندہ منتخب کرے۔ اور ان نمائندون کی جماعت کثرت رائے سے اپنا صدر مقرر کرے اور ایک باضابطہ مجلس مقرر کرکے کثرت رائے سے صدر جمہوریہ منتخب کیا جاوے اور یہان انتخاب کا یہ طریق نہ تہا بلکہ اس کا طریق صرف یہ تہا کہ مجلس شوریٰ کے لئے نہ نمائندے آئے نہ صدر منتخب کیا گیا۔ اور بلا ان امور کے انصار نے یہ رائے پیش کی کہ ایک امیر تم مین سے ہو اور ایک امیر ہم مین سے اس کو ابوبکر صدیقؓ نے بادشاہ سابق کا حکم الائمۃ من قریش پیش کرکے رد کردیا اور اپنی طرف سے خلافت کیلئے عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عمر کو پیش کیا اس پر حضرت عمرؓ نے پیش قدمی کرکے ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور حاضرین نے حضرت عمرؓ کی تقلید کی اور خلافت کا باضابطہ اعلان ہوگیا۔ پس یہ انتخاب چونکہ جمہوری اصول سے محض بے ضابطہ تہا اسلئے اُسکو جمہوری انتخاب نہین کہا جاسکتا بلکہ یہ انتخاب وہی انتخاب تہا جو کسی بادشاہ کے بلا اپنا جانشین مقرر کئے فوت ہوجانے سے لابدی طور پر عمل مین آتا ہے اور جو کسی طور پر ملوکیت کے منافی نہین۔

چہارم یہ کہ جمہوری انتخاب کے بعد صدر جمہوریہ قوم کے نمائندون کا زیر اثر اور قوم کے منشا کے موافق ان پر حکومت کرنے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ اور اس انتخاب کے بعد ابوبکر صدیقؓ قوم کی مرضی کے موافق اور ان کے نمائندون کے زیر اثر ان پر حکومت کرنے کیلئے مجبور نہ تھے بلکہ وہ ایک شاہی عہدہ دار تھے۔ جو قانون شاہی کے موافق اُن پر خودمختارانہ[۵] حکومت کرتے تھے اور قوم ان کے

---

[۵] چنانچہ حضرت صدیقؓ نے سب سے پہلا کام خلیفہ ہوتے ہی یہ کیا کہ جیش اسامہ کو شام کیطرف روانگی کا حکم دیا جمہور صحابہ نے اس رائے سے مخالفت کی اور کہا حضور کے وصال سے قبائل عرب مین ارتداد و انقلاب رونما ہوگیا ہے پس ضرورت اس کی ہے کہ پائے تخت خلافت پر مقبوضہ لشکر اور زبردست طاقت موجود ہے مگر حضرت صدیقؓ نے سب کی رائے کو یہ کہکر رد کردیا کہ جس جہنڈے ...
اطاعت کی اسکے بعد انھین زکوٰۃ سے جہاد کا حکم بھی حضرت صدیقؓ نے اپنی خودمختارانہ اختیارات سے دیا جسمین حضرت عمر وغیرہ اجلہ صحابہ کو حضرت

اتباع کے لئے ہر حالت مین مجبور تھی خواہ وہ امر ان کو پسند ہو یا ناپسند۔ ان امور سے یہ حقیقت بخوبی ظاہر ہوگئی کہ ابوبکر صدیقؓ کی حکومت جمہوریت نہ تھی بلکہ خالص ملوکیت تھی۔

خلافت فاروقی

جب ابوبکر صدیقؓ (خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عہد حکومت ختم ہونے لگا تو انہون نے اپنے اس ذاتی اختیار سے جو ان کو بحیثیت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے حاصل تہا اپنے سامنے حضرت عمر کی خلافت کا اعلان کردیا اور اس طرح انہون نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر پورا پورا عمل کیا جو آپ نے استخلاف صدیقی کے باب مین اولاً اختیار کرنا چاہی تہی۔ مگر آپ نے غیر ضروری سمجہکر اُسکو چھوڑ دیا تہا اور اس طرح انہون نے خلیفہ کے استقلال و استبداد کی حقیقت دنیا پر ظاہر فرمادی۔ حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کے طرز پر آزادانہ حکومت کی اور قوم کا ان پر کوئی دباؤ نہ تہا ہان وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق اپنی رعایا سے مشورہ بھی لیتے تھے اور ان کے مشورون کو سنتے بھی تھے۔ مگر جس طرح ان امور کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات پر کوئی اثر نہ تہا۔ اسی طرح ان باتون کا حضرت عمر کے اختیارات پر بھی کوئی اثر نہ تہا اور وہ ہر طرح اپنی حکومت مین آزاد تھے انہون نے اپنے عہد مین خالد جیسے ہردلعزیز فوجی افسر کو قوم کی رائے کے خلاف اپنے ذاتی حکم سے معزول کیا۔ اور کوئی ان کے خیال کی مزاحمت نہ کرسکا۔ انہون نے شجرہ بیعت الرضوان کو کٹوادیا اور کسی کی یہ مجال نہ ہوئی کہ شور مچاوے کہ ایسے عظیم الشان آثار کی بے تعظیمی کی۔

غرض اُن کے ہر کام مین شاہانہ اقتدار کی جھلک صاف نظر آتی تھی۔ اگر کسی کور باطن کو نہ دکھلائی دے اور آپ کی حکومت کو شخصیت سے نکالکر جمہوری قرار دے تو یہ اس کی بینائی کا قصور ہے۔

خلافت حضرت عثمانؓ

حضرت عمرؓ کا عہد حکومت ختم ہونے لگا۔ تو ان سے درخواست کی گئی کہ آپ بھی ابوبکر صدیقؓ کی طرح کسی کو اپنا جانشین مقرر کردیجئے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے ابوبکر صدیقؓ کی طرح یہ بھی حق ہے کہ مین اپنے سامنے کسی کی خلافت کا اعلان کردون اور یہ بھی کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اسکو مسلمانون کے سپرد کر جاؤن۔ لیکن جب مین اس باب مین غور کرتا ہون تو مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہین آتا جو ہر حیثیت سے اس بار کا متحمل ہوسکے اسلئے مین بالتخصیص کسی کو نامزد کرنا اپنی ذمہ داری کے خلاف سمجھتا ہون اور اس بنا پر انہون نے اپنی ذاتی رائے سے چہہ شخصون کو خلافت کے لئے انتخاب کیا اور ان مین سے ایک کی تعیین کو ان ہی چہہ اشخاص کے سپرد فرمادیا حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد انتخاب خلیفہ کے لئے مجلس شورےٰ منعقد ہوئی اس مجلس مین یورپین طریق سے کام نہین لیا گیا بلکہ انہون نے آپس مین اپنی رائے ایک دوسرے کے سپرد کردی اور اس طرح تمام اختیارات عبدالرحمن بن عوفؓ کے قبضہ مین آگئے اور عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنے ذاتی اختیارات سے بلا کسی قومی دباؤ کے اس باب مین اہل مدینہ کی علیحدہ علیحدہ رائین معلوم کین۔ سب کا میلان حضرت عثمانؓ کی طرف پایا اس لئے انہون نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا اعلان کردیا اس تمام واقعہ مین من اولہ الی آخرہ کہین بھی جمہوریت کا نام نہین بلکہ وہ از ابتدا تا انتہا محض شخصی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس مین من اولہ الی آخرہ حضرت عمرؓ کی شخصیت کام کر رہی تھی اس لئے حضرت عثمانؓ کا انتخاب بھی شخصی ہی تہا۔ حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد خودمختارانہ حکومت کی لیکن ان کی خلافت کے زمانہ مین فتنہ پردازون کی کوششون سے بغاوت رونما ہوئی اور امیرالمومنین شہید ہوگئے۔

حضرت علیؓ کی خلافت

چونکہ حضرت عثمانؓ کی آخر خلافت مین بغاوت رونما ہوئی جس کا نتیجہ امیرالمومنین کی شہادت کی صورت مین ظاہر ہوا اس لئے حضرت عثمانؓ کو انتظام خلافت کا موقع نہین ملا۔ لیکن چونکہ گذشتہ خلفاء کی طرح وہ بھی خلیفہ برحق اور امام مفترض الطاعۃ تھے اس لئے ان کو یہ حق تہا کہ وہ اپنا جانشین مقرر کرجائین اور لوگون پر اس نامزد کردہ کی اطاعت بھی اسی طرح واجب ہوتی جس طرح حضرت عثمانؓ کی اور اگر لوگ اس کی اطاعت سے انحراف کرتے تو وہ اسیطرح مجرم ہوتے جس طرح حضرت عثمانؓ کی مخالفت مین مجرم اور باغی تھے پس ایسی حالت مین ان کا امام مقرر نہ کرنا دلالۃً تفویض الی القوم تہا اس بنا پر اُن کے بعد جو لوگون نے حضرت علیؓ

کو خلافت کیلئے منتخب کیا۔ وہ اسی اختیار کی بنا پر تہا جو ان کو حضرت عثمانؓ کی جانب سے حاصل ہوا تہا۔ اور اس بنا پر ہم حضرت علیؓ کے انتخاب کو بھی حضرت عثمانؓ کیطرف منسوب کرتے ہین اور اس بنا پر ہم اس انتخاب کو بھی شخصی ہی قرار دین گے۔ لیکن اگر کوئی ہماری اس رائے مین مزاحمت کرے اور کہے کہ ہم نہین تسلیم کرتے کہ قوم کا اختیار حضرت عثمانؓ کا دیا ہوا تہا۔ تو ہمین اس پر زور دینے کی ضرورت نہین کیونکہ ہمارا مقصد بغیر اس کے بھی حاصل ہے کیونکہ اس کا انکار نہین کیا جاسکتا کہ یہ اختیار قوم کا ذاتی نہ تہا۔ بلکہ قوم اس باب مین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نائب تھی اور اس کا اختیار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکتسب تہا اور اس لئے وہ انتخاب قومی نہ تہا بلکہ شرعی تہا جو کہ شخصی حیثیت رکھتا ہے اور اس لئے یہ انتخاب بالکل اسی قسم کا تہا جس قسم کا انتخاب صدیقی تہا جس کی تفصیل گذر چکی۔

حضرت علیؓ نے اپنے خلیفہ ہونے کے بعد جو طرز حکومت اختیار کیا وہ بھی شاہانہ تہا اور اس مین جمہوریت کا نام و نشان نہ تہا۔ کیونکہ وہ بھی خلفاء ثلثہ کی طرح قوم کے نمائندون کے ماتحت نہ تھے بلکہ اپنے اختیارات مین مستقل تھے اس لئے ان کی حکومت بھی از قسم ملوکیت تھی نہ کہ از قسم جمہوریت۔

خلافت امام حسنؓ

چونکہ حضرت علیؓ کی خلافت کا زمانہ بھی فتن کی حالت مین تمام ہوا۔ اس لئے ان کو بھی یہ ہی مصلحت معلوم ہوا۔ کہ وہ نصب امام کی ذمہ داری اپنے سر نہ رکھین۔ اور اس کو مسلمانون کے سپرد کر جائین۔ اس لئے انہون نے اپنا کوئی خلیفہ نامزد نہین کیا بلکہ ان کے بعد لوگون نے خواہ اس اختیار کی بنا پر جو ان کو حضرت علیؓ کی جانب سے دلالۃً حاصل ہوا تہا اور خواہ اس اختیار کی بنا پر جو ان کو بلا واسطہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حاصل ہوا تہا۔ خلیفہ متوفی کے بڑے صاحبزادے امام حسنؓ کو خلافت کیلئے منتخب کیا اور اس انتخاب کا طریق بھی یورپین طریق سے جداگانہ تہا۔ اس لئے یہ انتخاب بھی جمہوری طرز پر نہ ہوا تہا۔ اس لئے یہ انتخاب بھی شخصی تہا۔ اور خلافت کے بعد جو طرز حکومت انہون نے اختیار کیا وہ بھی شاہانہ

اور جمہوریت سے جداگانہ تھا۔

چنانچہ جب انہون نے امیر معاویہؓ سے صلح کی ہی تو وہ بھی اپنے ذاتی اختیار سے اور قوم کی نارضامندی کی حالت مین کی ہے حتیٰ کہ امام حسینؓ بھی اس صلح سے ناخوش تھے۔ چنانچہ جسوقت امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے خفیہ طور پر صلح کا معاملہ طے کرکے امام حسینؓ کو اپنے ارادہ کی اطلاع کی تو انہون نے نہایت سختی سے اس پر ناراضی کا اظہار کیا۔ جس کے جواب مین امام حسنؓ نے ان کو سختی کے ساتھ ڈانٹا۔ اور فرمایا تیری عادت ہے کہ تو ہر معاملہ مین میری مخالفت کرتا ہے میرا یون جی چاہتا ہے کہ تجھے ایک مکان مین بند کرکے دروازہ کو تیغہ کردون تاآنکہ معاملہ صلح مکمل ہوجائے (تہذیب التہذیب)۔

اس پر امام حسینؓ ڈھیلے ہوئے اس سے امام حسنؓ کی حکومت کا استقلال معلوم ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہی کہ قومی رائے ان کے یہان کوئی وقعت نہ رکھتی تھی یہ تھی خلافت راشدہ اس کے حالات کو پڑھنے سے آپ کو امور ذیل کا پتہ چلتا ہی۔

اول یہ کہ اسلامی حکومت قومی حکومت نہین۔ بلکہ خدائی حکومت ہی۔ اور بادشاہ اسلام قوم کا نمائندہ نہین بلکہ شاہی افسر ہی۔ جو کہ حق تعالیٰ کی رعایا پر اس کے حکم سے اس کے قانون کے مطابق حکومت کرتا ہی۔

دوم یہ کہ بادشاہ اسلام چونکہ حق تعالیٰ کی جانب سے حکمران ہوتا اور اس کے قانون کے موافق ان پر حکومت کرتا ہے اس لئے اس کی حکومت مین رعایا کو مداخلت کا کوئی حق نہین ہوتا۔

سوم یہ کہ بادشاہ اسلام کو حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے سامنے کسی ایک شخص کو باتعین اپنا جانشین بنایا جاوے یا چند افراد کو جانشینی کے لئے منتخب کرکے ان مین سے ایک کی تعین کو ان چند افراد کے سپرد کرجاوے۔ یا اس کو عام مسلمانون پر چھوڑ جاوے۔ لیکن اس آخری صورت مین عام مسلمانون کا انتخاب جمہوری حیثیت سے نہ ہوگا بلکہ شخصی حیثیت سے ہوگا۔

چہارم یہ کہ بادشاہ اسلام کو حق ہے کہ وہ باختیار خود اپنے کو معزول کرکے دوسرے کو اپنا جانشین بنا جاوے۔ اور ان تمام امور مین عام رعایا کو کوئی دخل نہین۔ اور یہ تمام امور

اس بات پر شاہد عدل ہین کہ خلافت خلفائے راشدین شخصی محض تھی اور اس پر جمہوریت کا دعویٰ افترا محض ہی۔

اس جگہ کسی نافہم کو یہ شبہہ ہوسکتا ہی کہ اگر خلافت راشدہ ملوکیت تھی تو اس حدیث کے کیا معنی ہین کہ میرے بعد خلافت تیس برس رہیگی۔ اس کے بعد ملک ہوجاویگا۔ اس لئے اس شبہہ کے دفع کے لئے یہ بتلا دینا ضروری ہی کہ حدیث مین ملک سے مراد جمہوریت کا مقابل نہین بلکہ ملوکیت کی دو قسمین ہین۔

ایک یہ کہ بادشاہ اپنے کو حق تعالےٰ کا مقرر کردہ افسر سمجھکر اس کی رعایا پر اس کے قانون کے موافق حکومت کرے۔

دوسرے یہ کہ وہ اپنی حکومت مین شاہی قانون کا پابند نہ رہے پس حدیث مین خلافت سے مراد ملوکیت کی قسم اول ہی۔ اور ملوکیت سے مراد اس کی قسم ثانی ہی اور اس لئے شبہہ مندفع ہی یہان تک ہم نے واقعات سے استدلال کیا تھا۔ اب ہم ان ہدایات پر بحث کرتے ہین جو حکومت سے متعلق ہین۔

(۱) حق تعالیٰ فرماتے ہین اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اس آیت مین اولوا الامر کی اطاعت رعایا پر فرض کی گئی ہی اور یہی معنی ملوکیت کے ہین اس لئے اس آیت سے ملوکیت ثابت ہوتی ہی نہ کہ جمہوریت۔ کیونکہ جمہوریت مین رعایا حاکم ہوتی ہے اور صدر جمہوریہ محکوم۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی (متفق علیہ) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین السمع والطاعۃ علی الرجل المسلم فیما احب وکرہ مالم یومر بمعصیۃ فاذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ (متفق علیہ) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے من رای من امیر شیئا یکرھہ فلیصبر فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبرا فیموت الا مات میتۃ جاھلیۃ (متفق علیہ) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین الا من ولی علیہ وال فرآہ شیئا یاتی من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یاتی من معصیۃ اللہ ولا ینزعن

ید امن طاعتہ (رواہ مسلم) نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی انکم سترون بعدی اثرہ وامورًا تنکرونہا قالوا فما تامرنا یارسول اللہ قال ادوا الیہم حقہم وسلوا اللہ حقکم (متفق علیہ) ان نصوص سے امور ذیل معلوم ہوئے۔

(۱) امیر اسلام کی اطاعت رعایا پر فرض ہی اور کل اختیارات امیر کو ہین رعایا کو کوئی اختیار نہین ؛

(۲) بادشاہ اسلام اگر رعایا کی حق تلفی یا ظلم کرے تو رعایا پر صبر لازم ہے اور بادشاہ کی بغاوت جائز نہین ؛

(۳) اگر بادشاہ ذاتی حیثیت سے فسق وفجور کرے تب بھی اس کی اطاعت واجب ہے اور بغاوت ناجائز ہے لیکن دوسرون کو فسق وفجور کا حکم کرے تو اس کی اطاعت نہ کیجاوے گی انہی نصوص سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کسی اجتہادی مسئلہ مین امام وقت کا حکم نص شارع کے حکم مین ہے اور اسکی اطاعت تمام رعایا پر واجب ہی۔ اور اس کی مخالفت جائز نہین اور ایسی صورت مین خود مجتہدین کو اپنے قیاس پر عمل جائز نہ ہوگا چہ جائیکہ عام علماء یا لیڈر چنانچہ جب خلفائے عباسیئے عید کی نماز مین عبد اللہ بن عباس کے مذہب پر پانچ یا سات تکبیرات کہنے کا حکم صادر فرمایا۔ تو خود مجتہدین نے اس حکم کے مقابلہ مین اپنا مذہب چھوڑ دیا تھا اور ابن عباس کے مذہب پر عمل کرتے تھے کما یظہر من الہدایۃ وحواشیہ اور جب کہ ائمہ کی اطاعت اس درجہ لازم ہی۔ تو امام کے ایسے فعل پر جو احیاء سنت سے متعلق ہی اور جسمین بدعات ومنکرات کی تخریب ہی کسی کو اعتراض کا حق نہ ہوگا اور جو ایسا کرے وہ گنہگار ہی۔ اگرچہ کوئی مولوی ہو۔ یا مولانا۔ کوئی جمعیت ہو یا کانفرنس۔ یا ایک فرد ہو یا تمام رعایا۔ کیونکہ بادشاہ اسلام کے ایسے احکام پر اعتراض کے یہ معنی ہین کہ تم ان کے باب مین خدا اور رسول کا حکم منظور نہین اور اس کے معصیت بلکہ کفر ہونے مین کسے کلام ہو سکتا ہی۔ لیکن اگر اعتقادا کی بنا پر کفر کا حکم نہ کیا جائے تو گناہ کبیرہ ہونے مین تو کوئی شبہہ ہی نہین ہو سکتا ؛

(باقی آئندہ)

بچون کی تعلیم
ا ب ت ث ،

گزشتہ سے پیوستہ

ان پانچ واضح دلیلون کے بعد تعجب ہوتا ہی کہ حروف مفردہ سے ان کے نامون کی تعلیم کا رواج امت مرحومہ مین کیسے جاری ہوا ؟۔

میرے پاس اس تغیر کی کوئی تاریخی سند تو نہین ہے قیاسًا عرض کر سکتا ہون کہ شاید کلام اللہ شریف کے حروف مقطعہ کا اتباع اس کا باعث ہوا ہو۔ مثلاً الٓمٓ کو "آ ل م" کی بجائے "الف لام میم" پڑھا جاتا ہے۔ تو ہم "ا ب" کو بھی اس پر قیاس کرکے "الف۔ بے" پڑھنے پڑھانے لگے۔ حالانکہ مقطعات کلام پاک پر ان کا قیاس کرنا صحیح نہین تھا۔ کیونکہ وہ حقائق غامضہ منزلہ ہین اور یہ بسیط آوازون کی مفرد فوٹو بلکہ مصنوعی تصویر ہین۔

بہر حال اس ناموزون اور ہماری طرز تعلیم کے جاری ہونے کا سبب کچھ ہی کیون نہو اب وقت ضرورت ہے کہ اس کی اصلاح پر بلکہ اسکو اس کے واضعین کے نقطۂ نظر پر لانے کے لئے پوری توجہ کیجائے تاکہ ہمارے بچے غیر ضروری تعلیمی زحمت اور فکری پریشانی اٹھانے سے بھی نجات پائین اور انکا عزیز ترین وقت بھی ضائع نہو۔

اصلاح اصلاح ایک تو وہی مذکور شدہ امر ہے کہ :۔

حروف مفردہ سے ان کی بسیط آوازین پڑھائی جائین" بچون کے ذہن مین (ا ب وغیرہ) تصویرون کی دلالت وضعی ان کی آوازون پر اس طرح ذہن نشین کرائی جائے کہ ان کا ذہن ان تصاویر کو دیکھتے ہی ان کی طرف اس طرح منتقل ہو جائے جیسا کہ اپنی مان کا فوٹو دیکھکر وہ اسے فورًا پہچان لیتے ہین۔

دوسرے : تختیون اور حروف کی ترتیب کے متعلق بھی بندہ اپنے فکر کے عرض کرنے کی بات کرتا ہے ؛

ترتیب حروف مین قابل غور یہ امر ہی کہ (آ - اِ - اُ - اً) شکلین بعینہٖ (ءَ - ءِ - ءُ - ءً) جیسی آواز دیتی ہین اگرچہ شکل (ا) کو شکل الف سے دور رکہا گیا ہے مگر شکل (ء) کو الف کی شکل کے بعد (جو (لا) مین ادا کی گئی ہے) متصل رکہا گیا۔

اس کے الف کے ساتہ اتصال سے خیال ہوتا ہی کہ تختی کے اول شکل (ا) سے ہمزہ متحرک کی آوازون کی۔ اور الف کے بعد شکل (ء) سے ہمزہ ساکن کی آواز کی تعلیم منظور ہے اور ساتہ ہی یہ بھی منظور ہی کہ الف اور ساکن ہمزہ کی آوازون مین جو کہ بعض اوقات ہمشکل لکھے جاتے ہین پوری طرح تمیز کردیجائے۔ ابتداءِ نظر مین اس فکر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رَأْسٌ - ذِئْبٌ - بُؤْسٌ وغیرہ الفاظ مین اگرچہ ہمزہ (ا - ی - و) کی شکلون مین ہے مگر اُنپر شکل (ء) لاکر جزم دیا گیا ہے تو خواہمخواہ شکل (ء) سے ہمزہ ساکن مراد ہوگا۔

لیکن متحرک تختیون سے اس خیال کی تردید ہوجاتی ہے کیونکہ ان مین شکل (ء) پر بھی حرکات اور تنوین لاتے اور اس کی آوازین شکل (ا) متحرک اور منون جیسی نکالتے ہین۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ شکل (ا) سے آغاز تختی مین ہمزہ کی تمام حالتون (آوازون) کو ادا کرنا ہی مقصود ہے (یعنی متحرک۔ منون۔ ساکن ہمزہ کی آوازین تعلیم دی گئی ہین) اور (لا) مین اسی شکل کی آٹھوین آواز جسکو عرب الف کہتے ہین بیان کئے گئے ہی۔ اور ان مین فاصلہ دینے سے ان کی حقائق کے بعد کیطرف اشارہ ہی باقی شکل (ء) کو شکل (۹) کی بعد مین لانے سے غالبًا یہ ظاہر کرنا مقصود ہی کہ شکل (ا) تنہا اور شکل (ا) مین جو کہ (لا) مین مذکور ہی تو بون بعید ہی مگر شکل (ء) اور شکل (ا) تنہا دونون ایک ہی آواز کی صورتین ہین چنانچہ محققین رسم خط عربی کے یہ مسئلہ پوشیدہ نہین۔

اگر میری یہ گذارش اساتذہ کی نظر مین قابل التفات ہو تو اس کا حاصل یہ ہے کہ اشکال (ا) اور (ء) ایک چیز ہے اور شکل (ا) جو (لا) مین ہے اپنی حقیقت کے اعتبار سے غیر چیز ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ شکل (ء) کو شکل (ا) کے نیچے اس طرح (ءا) رکھکر دونون کی تعلیم ساتہ ساتہ کرکے سمجھا دیا جائے کہ یہ دونون تصویرین ایک ہی آواز کی ہین۔ اور شکل (لام) کو "ی" کے بعد رکہدین تا یہ ضعیف آواز جو مفرد ادا ہو ہی نہین سکتی اُن تمام آوازون سے بھی ممیز ہوجائے جو مفرد ادا ہوسکتی ہین۔ اور فرق کے ظاہر کرنے کے لئے تختی کو اس طرح

ختم کرین - ی - لا - ہ - تاکہ اول ہی سے الف کی جدائی دوسرے حروف مفردہ سے ذہن نشین ہوجائے۔

اس کے علاوہ "ا ب" کی آوازون کی تعلیم کیلئے ایسے اسباب اور سامان بھی فراہم کئے جاسکین۔ جنسے بچون کو مکتب سے دلچسپی اور تعلیم کا شوق پیدا ہو۔ علمی کھیل اور فنی خوشنما کھلونے جنسے بچے آوازون کے لئے مدد حاصل کرسکین فراہم کرنا بہت کچھ مفید ہوسکتا ہی۔

لیکن سب سے زیادہ اہم چیز میرے نزدیک خورد سال بچون کیلئے بلند فکر اور تربیت اور بچون کے جلب قلوب کا ماہر استاد ہی۔ آجکل ہمارے ملک مین بچون کیلئے نہایت ارزان اوستاد رکھے جاتے ہین جس کیوجہ سے بچون کی تعلیم اور تربیت مین نہایت خامیان رونما ہین۔ بچون کی تعلیم خصوصًا تربیہ بہت ہی مشکل مسئلہ ہی اس کو ہر شخص بخوبی انجام نہین دے سکتا اس لئے چاہیئے کہ بچون کی تعلیم کے لئے خصوصیت کی ساتہ بڑی قابلیت کے بڑی بڑی تنخواہون والے اساتذہ فراہم کئے جائین جو ان کو اول ہی سے اخلاقی بحرانون اور علمی وعملی کمزوریون سے نجات دے سکین۔

تعلیم مین اصل کام یہ ہی کہ علمی راہرون (طلبہ) کی نظر کے سامنے زندگی کے انتہائی مقصد (نقطۂ نظر) کو دور سے جلوہ دیدیا جائے تاکہ ہر متنفس اپنے آخری سانس تک اس کے تحصیل اور محافظت کرنے کی سرتوڑ کوشش مین لگا رہکر سعادت ابدی حاصل کرسکے۔ یہ نقطۂ نظر بچون کے ذہن مین صرف ابتدائی تعلیم کے زمانہ مین پیدا کیا جاتا لازم ہے۔ اور چونکہ مشکل ترین کام ہے اس لئے سستے اوستاد اسکو پیدا نہین کرسکتے کہ کم دام پر اکثر کم قابلیت والے اصحاب ہی دستیاب ہوتے ہین۔

اس کے علاوہ خالص بسیط آوازون کا حرکت کی ساتہ ترکیب دئے بغیر پڑھانا بچون پر بار ڈالنا ہی۔ حروف غیر متحرکہ سے ان کے خالص بسیط آواز کا تصور اور اسکو ادا کرنا بڑون پر بھی گران ہے چہ جائیکہ معصوم بچونپر، اس لئے مفید معلوم ہوتا ہی کہ قاعدہ سے غیر متحرک تختی کو بالکل حذف کرکے زبر کی تختی (اَ بَ) سے قاعدہ کو شروع کیا جائے۔ اور تعلیم کی تقریر

الف زبر اُ کے بجائے صرف اس صوت کی تعلیم ہو جو اَبْ مین اَ سے اور بَتْر مین بَہ سے ادا کی گئی ہے۔ اس طرح امید ہے کہ ا ب کی تعلیم آسان دلکش اور بہت مفید جلد قابلیت پیدا کرنیوالی ثابت ہوگی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

لکھنا ہمارا رسم خط بہت ترقی اور ان تمام خوبیونکا جامع ہے جو ایک رسم خط کیلئے ابتک دریافت ہوئی ہین۔ اسلئے یہ ایک ترقی دیدہ قوم کے مناسب حال ہے۔

اس سے کون انکار کرسکتا ہے؟ کہ اگر ایک شے کو اس کے اصلی فائدہ اور ذاتی مقصد کی تحریک پایہ بپایہ معراج ترقی پر پہنچاتی ہے تو اس کے تمام تدریجی تغیرات مبارک اور اس شے کے لئے اسباب ترقی ہوتے ہین اور تغیرات کا محرک اس سے اصلی مقصد کے سوا کوئی اجنبی غرض ہوتی ہے تو اس تغیر سے وہ اجنبی غرض حاصل ہوجاتی ہو تو ہو لیکن اس شے مین کوئی برکت و منفعت رونما نہین ہوتی۔ بلکہ بسا اوقات خارجی منافع پر مبنی تغیرات سے اصل مقصد کو خسارہ کا منھ دیکھنا پڑتا ہے۔

اس وقت ہم اپنے رسم خط کو اس مسلمہ قانون تجربہ کی روسے جانچنا چاہتے ہین۔ اُردو رسم خط مین دو چیزین ہین۔

اول۔ کلمات کی مرکب عمارتین جو حروف و حرکات کی اینٹون سے چنی گئی ہین۔

دوم۔ نستعلیق رسم خط جو نسخ کو ایرانی مذاق پر مسخ کرنے سے پیدا ہوا ہے۔

اول تغیر چونکہ رسم خط کے اصلی مقصد اور اس کے ذاتی فوائد کے نقطۂ نظر کی رعایت سے کیا گیا ہے ترقی کے مبارک لقب سے سرفراز ہونیکی لائق ہے۔

دوسرا تبدل چونکہ رسم خط کی کسی منفعت پر مبنی ہونیکے بجائے ایران کی قومی اغراض و مذاق کے ایما سے کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ بے فائدہ ہونے کی ساتھہ ہی مضرت انگیز دیکھا جاتا ہے۔

میری اس گذارش پر تعجب فرمانے کے بجائے ایجاد خط سے لیکر اس کے موجودہ تغیرات تک ایک اجمالی نظر دوڑا کر ملاحظہ فرمائیے؟۔

خط کے اولین موجدون نے معانی کی تصویر اُتارنے کا یہ طریقہ ایجاد کیا تہا کہ:۔ ہر معنی (شے) کے لئے ایک جدی تصویر بنائی جائے۔ یہ رسم خط باین معنی ایک فطری چیز تھی کہ اس کے ذریعہ سے ایک معنی ایک ہی شکل سے ذہن مین اُتر جاتا تہا۔

دیکھئے! آنکھ چند اعضا سے مرکب ایک خارجی شکل کو اس کے اعضا پر دہیان کئے بغیر ایک ہی نظر مین دیکھکر فوراً مدرکہ مین پہنچا دیتی ہے۔ اسیطرح اس کی اصل تصویر یا فوٹو سے بھی اس کا علم دفعتاً حاصل کرتی ہے۔ موجدین خط نے آنکھ کے اس تقاضائے وحدت کو اساس پکڑ کر ہر معنے (محسوسات غیر محسوسات) کے لئے ایسی مصنوعی تصویرین ایجاد کین کہ ان کے ذریعہ سے ایک ہی نظر مین معنے ان کے دیکھنے والون کے ذہنون مین اتر جاتے تھے۔

مگر اس مین ایک بہاری نقصان بھی تہا وہ یہ کہ دنیا کی لاکھون اشیاء کے لکھنے پڑہنے کے لئے لاکھون تصویرون کے حفظ رکھنے اور بناسکنے کی قابلیت کی ضرورت تھی اور محدود القویٰ انسان کے لئے یہ بار بداہتہً ناقابل برداشت تہا۔

اس طریقہ کے ناقابل برداشت بار ہونے کے احساس نے ہر زمانہ مین اساتذہ کو اسکی اصلاح کی طرف متوجہ کیا جس سے یوماً فیوماً تدریجی تغیرات ہوتے رہے اور آخر کار ایک نہایت سبک اور آسان طریقہ ہاتھ لگ گیا جو اس وقت بھی مشرق و مغرب مین مقبول ہے۔ وہ طریقہ کلمات کی آواز کی تحلیل اور اس کی بسیط آوازون کی تصویر سازی (ایجاد حروف مفردہ و حرکات و سکون) پر مبنی ہے۔

ہر زبان کے کلمات کا تجزیہ اور تحلیل کر کے جو ایسی خالص بسیط آوازین "جو حرکت و سکون کی آمیزش سے بھی پاک ہون" نکالی گئین تو وہ بہت ہی محدود تہین ان کے مقابلہ پر جو تصویرین تراشی گئین ان کا نام ہم حروف مفردہ یا منفردہ رکھتے ہین، اس کے بعد حرکات و سکون صورتین بنا کر ان کو حروف منفردہ پر لگایا گیا۔ جس کو اصطلاحاً حروف متحرکہ کہئے تو کوئی مانع نہ ہوگا۔

اس رسم خط کا کمال حروف متحرکہ تک پہنچکر ختم ہوگیا، یہی ناقص رسم خط ہے جو اہل یورپ کا مایۂ ناز اور ان کے مجنون عاشقون کا محبوب طناز ہے۔

اس رسم خط مین ایک کلمہ کے حروف متحرکہ باہم معانقہ نکر سکنے کیوجہ سے ایک معنی کی ایک تصویر پیش کرنے سے قاصر رہتے ہین، اسلئے ان حروف کی کلمہ پر دلالت فطرت انتقالی سے بعید سی واقع ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس رسم خط مین حرکات کی شکل کوئی مستقل نہین بنائی گئی بلکہ بعض حروف ہی کو لیکر ان سے حرکات کا بھی کام لیاجاتا ہی۔ اس لئے اس مین ایک کلمہ کی درازی اس کی بسیط آوازون کی بہ نسبت بہت بڑہجاتی ہی۔ اور اسطرح حروف وحرکات کے باہم ممتاز نہ ہونے اور تقاضائے فطرت (وحدت دال ومدلول) سے دور ہونے کے باعث ایک حدتک اس کا پڑہنا مشکلات سے خالی نہین ہوتا۔

اس رسم خط کا یہ ایک بالکل ظاہر نقصان تہا جسکا احساس انسان کو جستجو اور طلب کی زیادہ گہرائیون مین لے گیا۔ اور انجام کار وہانسے وہ گوہر آبدار ہاتہہ لگاجس سے بہتر گوہر اب تک دنیا نہین دیکھ سکی ہے۔ وہ گوہر ہمارا رسم خط ہے جس پر ہم بجا فخر کرنے کے مستحق ہین۔

وہ طریقہ خالص بسیط آوازون (غیر متحرک حروف) کو باہم پیوست کرکے ایک معنے کے لئے ایک مرکب تصویر کہینچنے کا قانون ہی۔

اس طریقہ مین اسکے بلند قابلیت والے موجدون نے حرکات کو بالکل نظرانداز کردیا تہا لیکن اول صدی ہجری مین نوآموزون کی خاطر حرکات کو از سرنو ایسی شکل دی گئی کہ بوقت حاجت کلمات کے حروف کی ترکیب کھوے بغیر ان پر لگائے جاسکتے ہین۔ اس گرانقدر اور خوش وضع ایجاد سے اس خط کی ایک بڑی حدتک اصلاح ہوگئی اور وہ جیساکہ بلند قابلیت والون کیلئے بیش بہا نعمت تہا اسی طرح نوآموزون خط کیلئے بھی نعمت غیر مترقبہ بن گیا۔

یہ رسم خط اسوقت ایشیا، افریقہ، یورپ مین مسلمان اقوام اور ان کے تلامیذ ہنود عیسائی وغیرہ ملتون کا طرۂ امتیاز ہے۔

یہ مترقی ترقی رسم خط قدیم وجدید خوبیون کا مجموعہ ہی۔ اس مین[1] ایک معنے کیلئے ایک تصویر بنائی گئی ہے۔ اسمین[2] تحلیل اصوات کے گرانقدر انکشاف پر عمل کیا گیا ہی۔ اس مین[3] حروف منفردہ اور حروف ترکیبی کی اشکال بہت ہی تعداد مین بنائی گئی ہین۔ اس مین حرکات

کا کام حروف سے نہین لیاگیا۔

اس مین[5] حرکتین حروف کے درمیان مین آکر کلمہ کی ترکیب کو نہین کھولتین اور ہجار کو مشتبہ اور مخلوط نہین بناتین۔ اس مین[6] حرکتین لگانے اور ترک کرنے کا اختیار ہی۔ اس کی تحریر کرنے مین وقت اور کاغذ بہت کم صرف ہوتا ہی۔ اسکو اگر حرکات کی ساتہہ لکھئے تو ایک نوآموز بچہ بھی بآسانی پڑہ سکتا ہی۔ اور اگر ان کو ترک کیا جائے تو اعلی قابلیت والے فضلا کے لئے فطری دال مدلول ہونے کیوجہ سے ایک قابل قدر اور بہترین معلم ہی۔

ہمارے رسم خط مین یہ اوصاف اون تدریجی تبدلات کی برکت سے پیدا ہوئے ہین جو اسا تذۂ فن نے محض رسم خط کے اصلی مقصد کو پیش نظر رکہکر موقع بموقع کئے ہین اس لئے یہ یہ خوبیین ہین، یہ برکتین ہین۔ یہ ترقیات ہین، یہ سہولتین ہین۔ اور ان کا قبول کرنا ہر منفعت جو انسان کا اصلی وظیفہ ہی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم یہی مرتبہ خط کے دوسرے تغیر (یعنی اس کے نسخ عربی سے نستعلیق ایرانی کیطرف تبدل) کو بھی دیسکتے ہین یا نہین؟۔

غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایرانیون نے عربی خط کی شکل بدلنے مین جو زحمت اٹھائی ہے اس مین خط کے اصلی مقصد کی تحریک شامل نہین بلکہ وہ خالص قومیت کے فضول جذبہ پر مبنی ہے۔

اس قومی آتش غضب کے استعمال کرنے کا مطلب صرف اتنا تہا کہ دنیا اسلام یا کم از کم ایرانی آبادی سے عربی صورت تحریر ہی کو جلا کر راکھ بنا دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ نسخ کے نستعلیق صورت اختیار کرنے سے فن خط نویسی مین نہ کوئی سودمند اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی رسم خط کی کوئی مشکل اس سے حل ہوئی ہی بلکہ اولٹا ہمارے کم قوت بچون پر نزاکت آفرینیون کا سخت بار آپڑا ہی جو بلاشک ایک بدقسمتی ہی۔

قوم پرستان ایران نے حروف کی صورت تو وہی رکھی مگر اس مین اسقدر باریک نوک پنچے لگا دیئے جسکا بنانا بہت ہی دیدہ ریزی کا کام ہے۔ اسی طرح اس کے دائرون کی وضع اور تنہا اور ترکیبی حروف کے سر اسقدر نزاکتون سے مملو کردیئے جن کا صحیح طریق پر بنانا بڑی

کوششون اور بجد مشقون کے بعد میسّر ہوتا ہی اور تماشہ یہ کہ اس محنت شاقہ اور صرف وقت کا معاوضہ کبھی رسم خط کے متعلق فائدہ حاصل ہونے کی شکل مین دستیاب نہین ہوتا۔

اس کے برعکس نسخ (عربی خط) مین ہر حرف کے بنانے مین پورا قلم استعمال کیا جاتا ہے، اس مین جس جگہ باریکی آتی ہے وہ طبعی ہونے کی وجہ سے دشوار نہین بلکہ اس جگہ خود ہاتھ کی گردش باریک بنانے پر مجبور ہی۔

غرض کہ نستعلیق رسم خط نسخ سے بہت دشوار ہی اور اس مین کوئی فائدہ بھی نہین۔ خود مین ان دونون خطون مین لکھ سکتا ہون۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مین نے نستعلیق کی مشق مشہور استادون سے کی اس کے باقاعدہ سیکھنے پر وقت اور محنت دل کھولکر صرف کی مگر مین نستعلیق کا خوشنویس نہ بن سکا بلکہ اس باریک آفرینی کی برکت سے آج اچھا خاصا ایک سُست نویس ہون جس کیوجہ سے ہمیشہ ہر تحریر مین وقت کا پورا خسارہ اٹھاتا ہون۔ اور مین نے خط نسخ کی مشق کسی استاد سے نہین کی بلکہ اپنے طور پر لکھنا شروع کیا اور بہت کم محنت سے اچھا لکھنے لگا بلکہ اکثر مواقع پر اپنے عربی خط کی تعریفین بھی سنین۔

مجھے یاد ہے کہ جامعہ قاسمیہ دیوبند کی مسجد بنی تو مین نے اس مین نماز کے اوقات لکھکر لٹکا دیئے اس پر اتفاقاً حضرت مولائی مولانا شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کی نظر مبارک پڑی تو دیر تک کھڑے ہوکر ملاحظہ فرماتے رہے اور پھر اپنے ایک ساتھی سے فرمایا کہ اس کا عربی قلم پرانے استادون جیسا ہی۔

حضرت مولانا شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے تمام کام تکلفات کی آلایش سے پاک تھے آپ کی تمام حرکات وسکنات طبعی ہوتی تھین آپ کا خط بھی عربی سے ملتا جلتا تھا اور نستعلیق کے نکالی نوک جھونک سے بالکل پاک

باقی آئندہ

تاریخ تعزیہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ

واضح ہو کہ لغت مین تعزیت نام ہے مصیبت زدہ کو تلقین صبر کرنیکا۔ چونکہ کسی کا مرنا بھی اس کے ورثا، کیلئے بظاہر ایک سخت مصیبت اور باعث سخت رنج وغم ہی لہٰذا ان کے تلقین صبر کرنے کو بھی تعزیت کہتے ہین بلکہ عرفاً غالب اطلاق اسی پر ہونے لگا۔ شریعت مین بھی اس کے یہی معنی ہین اور کسی کے مرنے پر صرف تین دن تک تعزیت کرنی جائز ہی[۱] جسمین نہ رونا ہی نہ پیٹنا نہ چیخنا ہے نہ چلانا، نہ کپڑے پھاڑنا اور گریبان چاک کرنا ہے نہ بال نوچنا اور پریشان ہونا نہ سینہ کوٹنا ہی نہ زانو اور رخسارون پر ہاتھ مارنا۔ نہ اجتماع واہتمام اور جزع فزع کی ضرورت ہی نہ میت کے مدح وذم کے بیان کی حاجت، جیسا کہ عوام کالانعام مین کسی کے مرنے پر عموماً دیکھا جاتا ہے۔ لیکن یہ سب خرافات مع شئی زائد آج جس تعزیہ مین ہوتا ہے وہ محرم کا تعزیہ ہے اور اس مختصر تحریر مین زیر بحث یہی رسم تعزیہ ہی جسکو لغۃً عرفاً، شرعاً کسی طرح بھی تعزیت کہنا صحیح نہین۔ مذہباً اس کے عدم جواز کی بحث تو میرے اشتہار "محرم الحرام" اور رسالہ "حرمت تعزیہ" مین دیکھنی چاہیے۔ اسوقت سنیون کو متنبہ کرنے کے لئے مورخانہ طور پر مجملاً صرف یہ عرض کرنا ہی کہ ہر سال شروع ماہ محرم مین جس تعزیہ کی بدولت بوجہ نادانی وجہالت لاکھون سُنی عملاً شیعہ ہوجاتے ہین۔ وہ حسب کتب شیعہ۔ اہل سنت کی نہین بلکہ صرف یزید اور دشمنان آل رسول وشیعون کی ایجاد ہی۔

اس تعزیہ کی روح، امام حسین شہید کربلا پر نالہ و ماتم اور نوحہ وشیون کرنا ہی اور اسکا جسم روضہ

[۱] تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہی۔ ہان اگر تعزیت کنندہ یا میت کے اعزا سفر مین ہون اور تین روز کے بعد آئین توان کیلئے مکروہ نہین ہی۔ جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کرچکا ہو اس کو پھر دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہی۔ حدیث شریف مین تعزیت کے لئے یہ کہنا منقول ہی۔ أَعْظَمَ اللّٰهُ أَجْرَكَ وَأَحْسَنَ عَزَاءَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ یعنی اللہ تعالیٰ تیرا اجر زیادہ کرے اور تجھے اچھا صبر عطا فرمائے اور تیری میت کو بخشدے ۱۲ منہ

امام حسینؓ واقع کربلا کی وہ نقل ہے جو بانس اگر ہندو غیرہ کا بناکر بنام تعزیہ باجہ ماتم اور مرثیہ کے ساتھہ سالانہ محرم مین نکالی جاتی ہے جس کے ساتھہ ہمیشہ مختلف مقام پر اور بھی بہت سی رسمین ادا کیجاتی اور آئے دن نئی چیزین نکلتی رہتی ہین۔

روح تعزیہ یعنی نوحہ و ماتم، نالہ و شیون برامام حسین کی ابتداء دنیا مین جس نے سب سے پہلے کی وہ بقول شیعہ، یزید ہے جوان کے خیال کے مطابق اول درجہ کا دشمن اہلبیت اور قاتل حسین تہا چنانچہ

(۱) ملا باقر مجلسی مجتہد شیعہ لکھتے ہین کہ "جب اہلبیت حسین کا قافلہ کوفہ سے دمشق مین آیا اور دربار یزید مین پیش ہوا تو یزید کی زوجہ "ہند" دختر عبداللہ بن عامر بیتاب ہوکر بے پردہ دربار یزید مین چلی آئی یزید نے دوڑکر اس کے سر پر کپڑا ڈالدیا اور کہا۔ "اے ہند نوحہ وزاری بکن بر فرزند رسولخدا و بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین درامر او تعجیل کرد و من راضی بکشتن او نبودم (جلاء العیون ۵۲۶)" یعنی اے ہند تو فرزند رسولخدا و بزرگ قریش پر نوحہ وزاری کر کہ ابن زیاد لعین نے ان کے معاملہ مین جلدی کی اور مین ان کے قتل پر راضی نہ تہا۔

(۲) جب اہل بیت حسین، یزید کے محل مین داخل ہوئے تو اہل بیت یزید نے زیور اتار کر لباس ماتم پہنا۔ صدائے نوحہ و گریہ بلند کی اور یزید کے گھر مین تین روز برابر ماتم برپا رہا (ایضاً ۵۲۶)۔

(۳) صاحب خلاصۃ المصائب فرماتے ہین کہ جب حرم محترم پیش یزید لائے گئے تو کان بیدہ منديل فجعل يمسح دموعه فامرهم ان يحولن الى هند بنت عامر فادخلن عندها فسمع من داخل القصر بكاء و نداء و عويلا (ص ۲۹۳)"۔ یزید کے ہاتہہ مین رومال تہا جس سے اپنا آنسو پوچھتا پس اس نے حکم دیا کہ ان کو میرے محل مین ہند بن عامر کے پاس لیجاؤ۔ جب یہ اس کے پاس پہنچائی گئین تو داخل ہونے پر صدائے گریہ وزاری بلند ہوئی جو باہر سنائی دیتی تھی۔

(۴) صاحب ناسخ التواریخ نے ص ۲۷۵ مین اور صاحب منہج نے ص ۳۲۱ مین بھی کم وبیش اس ماتم کا ذکر کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ پر نوحہ و ماتم اور نالہ و شیون کا یہ پہلا دن تہا جو بحکم یزید، محل یزید مین خود اہلبیت یزید نے اہتمام سے کیا جس کا نقشہ شیعون کے مشہور اور بے نظیر مرثیہ خوان

جناب مرزا دبیر نے بھی اپنے لاجواب مرثیہ مین اس طرح کھینچا ہے۔

بچون کے فاقہ توڑنے کو خوان میوون کے
اور زیور ولباس پہنانے کو بیوون کے

ہر کشتی وطبق مین یہ ہدیہ جدا جدا
خود مشک اور جام اٹھاکے سوئے قبلہ یہ کہا

ہاتھون پر اور سر پہ خواصون کے رکھدیا
نذر حسین کرتی ہون سقائی اے خدا

ہمراہیون سے بولی کہ حق پر نظر کرو
چلتی ہون سوگوارون مین عریان سر کرو

وان سے بڑھی اسیرون کیجانب وہ نیکنام
تہا خلق فاطمہ کا جو زینب پہ اختتام

پڑھتی ہوئی درود وکرتی ہوئی سلام
چپکے سے بولی فضہ سے وہ خواہر امام

رکھتی ہے دوست یہ مرے مظلوم بہائی کو
جیا میرے بدلے ہند کی تو پیشوائی کو

پہنچی جو بیچ اس دالان ہند بے دل
بچون کے واسطے طبق میوہ خود رکھا

بیوون کے آگے کشتیان رکھوئین جابجا
زہرا کے سر کے بچے بھی اور آل مصطفےٰ

زینب وفور شرم سے یون تھرا گئی
آواز استخوان سے لرزنے کی آ گئی

پھر بیچ مین بٹھلا کے سکینہ کو ننگے سر
پھر ماتم حسین کیا سب نے یک دگر

اور بے پدر کی گود مین رکھا سر پدر
تربت سے نکلے بال بنی اپنی کھول کر

ماتم کیا حسین کا اس زور شور سے
زہرا نے ہاتھ چوم لئے آکے گور سے

غرض اسطرح محرم یا شیعون کے تعزیہ کی روح نے اول اول خانہ یزید مین جنم لیا پھر جب یزید نے بعد چندے اہل بیت حسین کو بعزت وحرمت اپنے پاس شام مین رہنے یا مدینہ جانے کا اختیار دیا

توانہون نے ماتم برپا کرنے کی اجازت چاہی جو دیگئی اور شام مین جسقدر قریش و بنوہاشم تھے سب شریک ماتم و نوحہ ہوئے اور یہ گریہ وزاری ایک ہفتہ جاری رہی۔ زان بعد یزید نے بآرام تمام ان کو جانب مدینہ روانہ کیا۔ (جلاء العیون ۵۳۱ و منہج ۳۲۵)۔ شام مین یہ دوسرا ماتم تھا جو امام حسین پر باجازت یزید اہتمام سے ہوا۔

یزید کے بعد دوسرا شخص مختار ثقفی شیعہ تھا جس نے کوفہ مین سب سے پہلے خاص عاشورۂ محرم کیلئے اس رسم بد کی بنا ڈالی بلکہ اور اضافہ کیا۔ یہ شخص شیعہ بھی تھا اور دشمن اہلبیت بھی۔ جس کا مفصل ثبوت میرے رسالہ "قاتلان حسین" مین (دفتر النجم لکھنؤ سے منگاکر) دیکھنا چاہیئے۔

اسی دشمن آل رسول شیعہ نے تسلط تام اور فریفتہ کرنے کیلئے شیعان کوفہ کو علانیہ کوفہ مین رسم ماتم عاشورہ ایجاد کردہ یزید کو جاری کیا اور بنام تابوت سکینہ جناب امیر کی کرسی کی پرستش شروع کی، حالانکہ وہ کرسی جناب امیر کی نہ تھی بلکہ طفیل بن جعدہ نے بلا اجازت کسی روغن فروش کی دوکان سے اٹھا لاکر اسی کام کے لئے اسکو لاکر دیا تھا (ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ ۱۲۱)۔

علامہ شہرستانی بھی لکھتے ہین کہ وہ ایک پُرانی کرسی تھی جسپر مختار نے ریشمی غلاف چڑھا کر اور خوب آراستہ کرکے ظاہر کیا کہ یہ حضرت علیؓ کے توشہ خانہ مین سے ہے، جب کسی دشمن سے جنگ کرتا تو اس کو صف اول مین رکھکر اہل لشکر سے کہتا، بڑھو، قتل کرو، فتح و نصرت تمہاری شامل حال ہے۔ یہ تابوت سکینہ تمہارے درمیان مثل تابوت بنی اسرائیل ہے اسمین سکینہ ہے اور ملائکہ تمہاری اعانت کیلئے نازل ہورہے ہین وغیرہ (الملل النحل مصری ۸۴)۔

تیسرا شخص معزالدولہ شیعہ ہے۔ جسنے اٹھارھوین ذی الحجہ کو عید غدیر منانے کا عام حکم صادر کیا۔ پھر اس کے بعد عاشورہ کے دن حکم دیا کہ لوگ غم حسین مین دوکانین بند کرین، ہرتال کرین۔ خرید و فروخت سے باز رہین، سوگ کے کپڑے پہنین، زور سے واویلا کرین، عورتین بال کھولین، منھ پر خاک ملین، کپڑے چاک کرین، منھ پر طمانچہ مارین، لوگون نے اس کی تعمیل کی اور اہل سنت اس کی مخالفت پر قادر نہ تھے کیونکہ شیعون کا غلبہ تھا جب ۳۵۳ھ مین پھر

ایسا ہی ہوا تو اس پر شیعہ اور سُنّی مین بڑا فساد ہوا اور بہت لوٹ مار کی نوبت پہنچی (تاریخ ابن خلدون جلد ۳ ص ۴۲۵ و تاریخ الخلفا للسیوطی ص ۲۷۵)۔

کامل ابن اثیر جلد دوم مین بھی ہے کہ دس محرم ۳۵۲ھ کو معزالدولہ نے عام حکم دیا کہ دکانین بند کیجائین، بازار اور خرید و فروخت کا کام روکدیا جائے، لوگ نوحے کرین کمبل کا لباس پہنین، عورتین پراگندہ مُنہ اور گریبان چاک دوہتڑ مارتی ہوئی شہر کا چکر لگائین ص ۱۹۷)۔

آنریبل سید امیر علی صاحب سپرٹ آف اسلام انگریزی مین لکھتے ہین کہ معزالدولہ نے بیادگار شہادت امام حسین و دیگر شہدائے کربلا یوم عاشورہ کو ماتم کا دن مقرر کیا ص ۴۶۱)۔

ایک اور شیعہ رقمطراز ہین کہ "معزالدولہ پہلا بادشاہ مذہب امامیہ پر تھا جس نے یوم عاشورہ بازار بند کرادئے، نان بائیون کو کھانا پکانیکی ممانعت کردی۔ عورتین سر کھولے راستون مین نکلین اور ماتم حسینؓ کیا۔ ۱۸ ذی الحجہ کو عید غدیر کی وغیرہ (دیکھو تلخیص مرقع کربلا ص ۷۹)۔

رسم ماتم عاشورہ کی یہ مختصر داستان ہی جو بحکم یزید اسی کے گھر سے شروع ہوئی مختار اور معزالدولہ نے ترقی دی۔ پھر شیعون نے اس پر خوب خوب مذہبی رنگ چڑھایا اب عشرۂ محرم مین گھر گھر اسی کا جلوہ ہے کسی نے بالکل سچ کہا ہی۔ ؎

رسم ماتم بست یزید نمود
ہرکہ آمد برآن مزید نمود

جسم تعزیہ مختلف قطع وضع اور رنگ برنگ کے بنتے ہین۔ مشہور یہ کیا گیا ہے کہ روضۂ امام حسینؓ کی نقل ہے اور جگہ کا تو حال معلوم نہین مگر ہندوستان مین ہر سال عشرۂ محرم مین بڑے تزک و احتشام اور دھوم دھام سے نکالا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہی کہ یہان عہد تیمور مین اس کی ابتدا یون ہوئی کہ بعض شیعہ بیگمات، شیعہ وزرا اور شیعہ امرائے ایرانی الاصل اور شیعہ اہل لشکر ہند مین قیام اور سلطنت و جنگ کے انتظام وغیرہ کے باعث ہر سال کربلائے معلی نہین جا سکتے تھے جنہون نے حسب عقیدۂ شیعہ بغرض حصول ثواب روضۂ امام حسینؓ کی نقل منگواکر بجائے کربلا اس کی زیارت کرنی شروع کی۔ پھر

جب شاہان اودھ کے دور مین تشیع نے زور پکڑا تو نقل روضۂ امام و ذوالجناح اور قاسم کی مہندی وغیرہ کا بھی رواج بڑھا۔ اسی نے کم وبیش جلد یہ صورت اختیار کر لی جو اب مروج ہی۔ چنانچہ تلخیص مرقع کربلا کے شیعہ مصنف بھی فرماتے ہین کہ:۔

جوہری صاحب طوفان البکا نے امیر تیمور کا عراق مین آنا اور زیارت کربلا و نجف اشرف کرنا اور پیادہ چلنا اور وزرا کا پیادہ روی سے منع کرنا اور اس کا قرآن مین فال دیکھنا اور آیہ فاخلع نعلیک کا نکلنا اور تبرکات لانا اور انفاذ تعزیہ داری خصوصاً ہندوستان مین مفصل لکھا ہی اور سب جانتے ہین (صد ۸۳)۔

حالانکہ اس نقل روضۂ امام (تعزیہ) کا کچھ اعتبار نہین کیونکہ اصل روضۂ امام ہی بوجوہ ذیل غیر معتبر ہے۔

اولاً۔ شیعون کے ہان خود امام حسین کی شہادت ہی مین اختلاف ہے اور قرائن سے عدم شہادت حسین کی روایات شیعہ کو ترجیح معلوم ہوتی ہی (دیکھو رسالہ قاتلان حسین)۔

ثانیاً۔ بر تقدیر شہادت، نفس دفن حسین مین اختلاف ہی چنانچہ دفن کے خلاف عدم دفن کی روایت امام جعفر صادق سے یہ ہی کہ بعد شہادت، امام حسین کی نعش کو ملائکہ نے آسمان پر لیجا کر جناب امیر کی صورت کے پہلو مین رکھدیا (جلاء العیون باب ۳ فصل ۵)۔

ثالثاً۔ مقام دفن حسین مین بھی اختلاف ہی۔ ایک یہ قول ہی کہ کربلا مین دفن ہوئے مگر اس کے خلاف بڑی طول طویل روایت ہین۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نینوا مین دفن ہوئے (ایضاً باب ۵ فصل ۲۲)۔

رابعاً پھر اسی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ خلیفہ متوکل کے زمانہ مین امام حسین کی قبر کا نشان تک اس طرح مٹ گیا یا مٹا دیا گیا تھا کہ اس پر زراعت ہونے لگی تھی۔

خامساً۔ اسمین بھی اختلاف ہی کہ امام حسین کی نعش کو قبیلہ اسد کے کچھ لوگون نے بظاہر دفن کیا تھا یا فی الواقع امام زین العابدین نے (ایضاً باب ۵ فصل ۱۴)۔

سادساً۔ پھر ہنوز یہ بھی محل نظر ہی کہ اگر زین العابدین نے دفن کیا تو باعجاز امامت یا یونہی مخفی طور پر (ایضاً)

پس ایسی حالت مین یہ ہو بہو مروجہ تعزیہ اصلی نہین بلکہ یقیناً فرضی روضۂ امام حسین کی نقل ہی جس مین بتدریج ترقی ہوئی اور اب تو اسکے ساتھ دُلدُل علم وغیرہ بہت سی چیزین نکلتی ہین۔ عموماً شیعہ اور اکثر جاہل سُنّی اس تعزیہ کیساتھہ وہ برتاؤ کرتے ہین جو حد شرک کو پہنچ جاتے ہین۔ شیعون نے عجیب وغریب حکایتین تراش کر اس کے متعلق مشہور کر رکھی ہین اور اب بھی فرضی افسانے اختراع کر کے بیان کرتے رہتے ہین۔ جس سے نادان مسلمان متاثر ہو کر گمراہ ہوتے ہین۔ یہ تعزیہ بقول شخصے طفلانہ حرکت ہی۔

بنا تعزیہ شرک کرتے ہین عام — کہ شاہد ہی اس پر خدا کا کلام
بناتے جو ہین تعزیہ کو مدام — ہجو کرتے ہین اہل بیت امام
یہ باجے کہان تھے بفوج امام — یہ ہے بلکہ تقلید اعدا تمام
حقیقت مین لہو ولعب ہے تمام — ہے بے عقل و نافہم بچّون کا کام

چہل سال عمر عزیزت گذشت
مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

کسی نے اس خلاف شریعت اور لغو تعزیہ کے روح وجسم ہر دو کا خوب نقشہ کھینچا ہی چنانچہ کہتا ہی ؎

نام کی ہوتی ہی عشرہ مین یہ خیرات کثیر — ہے کہین روٹی کہین کھچڑا کہین بٹتی ہی کھیر
مجلسین کرتے عزاداری کے ہین اکثر امیر — بنتے ہین خوش اعتقادی سی محرم مین فقیر

پہنتے ہین لوگ اکثر جامہ ہائے سبز رنگ
ہوتی ہی گتکا پھری سے مفت کی مصنوعی جنگ

مجلسونمین نوحہ خوانون کی عجب ہوتی ہی دھوم — پاکدامن کسبیونکا دیکھلو ہر جا ہجوم
وہ محرم کے سپاہی جیسے فوج شام وروم — اس سری سے اس سری تک سینہ کوبی بالعموم

اور تماشاگاہ عالم تعزیہ دارونکی گھر
جلتے ہین فانوس روتی شمع ہی باچشم تر

تعزیونکی جگمگاہٹ جاہلون کا مدعا — مشعلون کی روشنی مہتابیونکی وہ ضیا

اور وہ یالیتنی کنت معہم کی صدا — وہ شب غم جس مین مخفی لطف و زعید کا
سانگ وہ بھروپیون کے دنگلونکی دھوم دھام * ہر قدم پر نعرہ ہائے یا علی، دیا امام
وہ سبیلون کی نمائش جھنڈیونکا کھٹکھٹا — کورے کورے مٹکے جنمین سرد شربت قند کا
جلوہ گر مصنوعی پنجہ شاہ مردان کا جدا — اور وہ تمثال دلدل، درخت پیکر کربلا
بھس اڑانا سر پہ اور رونا بزردستی کا وہ * اور نمونہ شتے بعد از جنگ کی ہستی کا وہ
بانس کے وہ ڈھانچ جن پر کاغذی ہو پیرہن — تعزیہ کہتے ہین اسکو سب یہان کے مرد و زن
جانکر روضہ شہید کربلا کا نیاب تن — پوجتے ہین وہ ہی ہی جن کا لقب کہ بت شکن
اشرف المخلوق اور خیر الامم ہی کیا غضب × مانتے ہین منتین اور جانتے ہین اسکو رب
اور بھی رسمین بہت سی ہند و ایران مین — اعتراض آتا ہے جس سے اور خلل ایمان مین
ہے حدیثون مین مذمت جنکی اور قرآن مین — جن سے بٹہ لگتا ہے اسلامیونکی شان مین
ہین بڑی بنیاد مذہب کیلئے جو رسم و کھیل * کلمہ گویون مین ہوئے رائج جہالت کی طفیل

غرض تعزیہ رسم تعزیہ کے جب اہل سنت نہ موجد نہ قائل تو پھر ان کو اسکی غرض سے کیا واسطہ؟ اہل سنت کا تو بس یہ مسلک ہے۔ کہ

صابر و شاکر جبکہ آتا ہے مصیبت کا نزول — انّا للہ کہہ کے کر لیتے ہین وہ اسکو قبول
انکے بڑھتے ہین مدارج جنت الفردوس مین — حاسدان کے سب نظر آتی ہین غمگین و ملول
راہ حق مین جان دیکر ہو گئے زندہ حسینؓ * وہ انہین مردہ سمجھکر بین کرتے ہین فضول

ہان چونکہ تعزیہ کا موجد در اصل یزید ہے اور شیعہ اسکے حامی ہین لہذا تعزیہ محرم کی غرض و غایت اہل تشیع کے سوا کون بتا سکتا ہے۔ اس کیلئے بھی مین نے کتب شیعہ کی ورق گردانی کی اور متعدد کتابین نظر پڑین۔ از انجملہ ایک کتاب نور **ایمان** بطرز ناول مصنفہ مولوی خیرات احمد صاحب وکیل شیعہ ہے جسمین بعنوان "اعمال محرم" صفحہ ۳۴۲ سے صفحہ ۳۸۴ تک تعزیہ اور اسکے متعلقات کے جواز پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اسمین درج ہے کہ "تعزیہ نقل روضہ مبارک امام حسینؓ ہے۔ اسکی غرض یہ ہے کہ چونکہ ہم لوگ روضہ مبارک سے دور بستے ہین اسلئے تعزیہ کے دیکھنے سے روضہ مبارک اور واقعات کربلا یاد آئین گے اور ہم لوگ مصائب آقائے مظلوم یاد کر کے جہان تک ہو سکے گا عزاداری اور ہمدردی کرین گے۔ اگر کل اعمال محرم موقوف کر دئے جائین تو کیا اسکے چند برس بعد عوام الناس شہادت حضرت امام اور ظلم لشکر یزید سے بالکل ناواقف نہو جائین گے صفحہ ۳۶۵ و ۳۵۲" انتہی۔ **ناظرین**! اصل یہ ہے کہ لشکر یزید کے لشکری کربلا مین بمقابلہ امام حسینؓ نہ شامی تھے، نہ حجازی، بلکہ صرف کوفی شیعہ تھے جنہون نے امام ہمام کو بکثرت خط لکھکر بلایا تھا اور جب وہ تشریف لائے تو انہین بلانیوالے شیعون نے ان کو دغا اور فریب دیا اور فوج یزید بنکر امام عالی مقام کو نہایت بیدردی اور بڑی بیرحمی کیساتھ قتل اور ان کے ہمراہیون پر روح فرسا جفا و ظلم کیا چنانچہ اس کو مین نے اپنے

رسالہ "**قاتلان حسین**" مین خود کتب شیعہ سے بہت اچھی طرح ثابت کر دیا ہے۔ پس سابقہ شیعہ قاتلان حسین کے موجودہ شیعہ بھائیون کو ہر سال محرم مین اس ظلم کو جوان کے شیعہ برادران نے امام مظلوم پر کیا تھا یاد کرنا مبارک ہو تاکہ آئندہ یہ یاد دہشت بوقت رجعت پھر کام آسکے۔ **شیعہ اور تعزیہ** روافض کو یزید، مختار ثقفی معز الدولہ دیلمی ہی ہر، دشمن آل رسول سے چونکہ خاص انسیت ہے۔ لہذا ان کے افعال و ایجاد سے بھی الفت ہونی چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعون کو خلاف شریعت رسم تعزیہ محرم سے خصوصیت ہے کہ جس مین جرم قتل حسین کی یاد اور مشق ہوتی ہے۔ **سنی اور تعزیہ** - بھلا سنی تعزیہ دارون سے کوئی پوچھے کہ شیعہ تو بذریعہ تعزیہ محرم مین امام پر اپنے شیعہ بھائیون کے ظلم و ستم کرنی کی یاد و مشق کرتے ہین مگر تم کیا کرتے ہو؟ قاتلان حسین کا کام کرتے ہو اور پھر شرماتے بھی نہین، افسوس۔

حکم تعزیہ مذہباً اہل سنت کے نزدیک عشرہ محرم کے متعلق حدیث شریف سے صرف دو امر ثابت ہین اول روزہ رکھنا۔ دوم اپنے اہل و عیال پر نسبۃً خرچ مین وسعت کرنا۔ روزہ عاشورہ محرم کا حکم کتب شیعہ مین بھی ہے چنانچہ جامع الاخبار باب ۵ فصل ۲ مین لکھا ہے:۔ قال رسول اللہ من صام یوم عاشورۃ کتب اللہ لہ عبادۃ ستین سنۃ بصیامہا وقیامہا۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے عاشورہ محرم کا روزہ رکھا اللہ نے اس کیلئے ساٹھہ برس کے روزون اور قیام کی عبادۃ کا ثواب لکھا۔ استبصار مین ہے کہ عاشورہ محرم کے دن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھا کرتے تھے [illegible] باقر مجلسی شیعی اپنی مشہور کتاب جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۴ مین رقمطراز ہین۔ "امام زین العابدین سے روایت ہے کہ بروز شہادت جب صبح ہوئی تو حضرت امام حسینؓ کو نیند آگئی اور گریان خواب سے بیدار ہوئے اور فرمایا کہ اسوقت مین نے دیکھا کہ رسول خدا مع افواج ارواح مقدسہ میرے پاس آئے میرے نانا نے مجھ سے کہا اے فرزند تعجیل کرو کہ آج کی رات ہماری ساتھ افطار کرنا۔ پھر امام نے فرمایا یہی مقدر مین ہے کہ آج کا روزہ آب کوثر سے بدست مبارک حضرت خیر البشر افطار کرین۔" انتہی۔

رہا عشرہ محرم مین اہل خانہ پر خرچ مین وسعت کرنا تو یہ بھی شان صبر و خوشی سے ہے۔ چنانچہ غم و مصیبت مین صبر کا حکم اور اس کی فضیلت اور اس پر رسول و ائمہ کا عمل کتب شیعہ مین بکثرت مذکور ہے کچھ مین نے اپنے رسالہ حرمت تعزیہ مین نقل کیا ہے بعض اس جگہ بھی ملاحظہ ہو۔ ملا باقر مجلسی مجتہد شیعہ لکھتے ہین کہ:۔ (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے اپنے آخری مرض مین فرمایا "اے فاطمہ! واضح ہو کہ پیغمبر کے لئے گریبان چاک کرنا نہ چاہیئے۔ اور بال نوچنے نہ چاہیئن اور نہ واویلا کرنا چاہیئے ولیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے اپنے بیٹے ابراہیم کے مرنے مین کہا تھا کہ آنکھین روتی ہین اور دل دردمند ہے اور مین وہ نہین کہتا جو موجب غضب پروردگار ہے۔ اے ابراہیم مین تجھ پر اندوہناک ہون الخ (۲ اور بوقت وفات فرمایا) اے فاطمہ جب مین مر جاؤن تو اس وقت تم اپنے بال میری مفارقت سے نہ نوچنا اور نہ اپنے

گیسو پریشان کرنا اور نہ واویلا کرنا اور نہ مجھپر نوحہ کرنا اور نہ نوحہ کرنیوالون کو بلانا (جلاء العیون باب فصل ۴)

(۲) نیز حضرت امام حسین نے بوقت قریب شہادت اپنی بہن کو یہ آخری وصیت کی کہ "اے خواہر گرامی تم کو قسم دیتا ہون کہ جب مین تیغ اہل جفا سے بعالم بقا رحلت کرون تو نہ گریبان چاک کرنا اور نہ منھ نوچنا اور نہ واویلا کرنا (ایضاً باب ۵ فصل ۱۴)"

(۳) بسند معتبر امام صادق سے روایت ہی کہ جب حضرت جبرئیل خبر شہادت امام حسین جناب رسولخدا کے پاس لائے تو آپ جناب امیر کو لیکر خلوت مین دیر تک اس معاملہ مین گفتگو کرتے رہے اور دونون پر گریہ غالب ہوا۔ فوراً پھر جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ بعد سلام خدا فرماتا ہی کہ مین تم کو قسم دیتا ہون اس مصیبت پر صبر کرو۔ پس رسولخدا اور جناب امیر نے بحکم خدا صبر کیا (ایضاً باب ۵ فصل ۶) انتہی

خوشی کے متعلق بھی بقول مجلسی حبیب ابن مظاہر جو کربلا مین امام کے میسرۂ لشکر کے سردار تھے فرماتے تھے کہ "عاشورہ سے بڑھکر کون روز زیادہ خوشی کا ہی" انتہی

الغرض اہل سنت کا مسلک خود کتب شیعہ سے بھی ثابت ہی مگر جو لوگ قاتلان حسین شیعہ کے بھائی اور دشمن اہل بیت ہین وہ اللہ و رسول والائمہ کے خلاف بجائے روزہ کے فاقہ اور بعوض صبر کے بیصبری اور خوشی کے بدلہ مین غم کرتے ہین۔ خود حضرت علیؓ کا ارشاد ہی کہ من جدد قبراً او مثل مثالاً فقد خرج عن الاسلام (من لا یحضرہ الفقیہہ باب نوادر) یعنی جس نے نئی قبر یا قبر کی مثال بنائی وہ یقیناً دین اسلام سے خارج ہوگیا مگر شیعہ ہین کہ سب ہی چیز کی نقل و مثال بناکر عشرہ محرم مین نکالتے اور اسلام سے خارج ہوتے ہین اور اپنے ابو الائمہ کے قول کا کچھ بھی پاس و لحاظ نہین کرتے۔ خیر جو شیعہ چاہین سو کرین ہمین تو سنیون سے مطلب ہے۔ پس سنیو! سنو۔ شریعت مین جب میت کے ورثا کو آواز سے رونے کی ممانعت ہی تو تعزیت کنندگان کو اس کی اجازت کیون ہونے لگی۔ پھر بعنوان تعزیہ محرم کے عدم جواز کا کیا پوچھنا۔ قطعاً ناجائز اور حرام ہی دشمنان آل رسول کے اس ایجاد کا سنیون کو کبھی بھولکر بھی نام نہ لینا چاہیئے کیونکہ ؎

حسینؓ زندہ ہین جنت مین چین کرتے ہین	حسد ہے اُن سے جنہین، شور شین کرتے ہین
خوشی سے اُن کی جو خوش ہین وہ غم سے ہین آزاد	جو اس سے جلتے ہین دن رات بین کرتے ہین

فقط

احقر العباد

(عبدالشکور عفا عنہ مرزاپوری)

رجسٹرڈ نمبر ال ۱۴۲۱

[illegible]

القاسم

دور جدید

جلد ۳ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ نمبر ۱۲

مرکز العلوم الاسلامیہ جامعہ قاسمیہ دار العلوم دیوبند کا ماہوار دینی و علمی رسالہ

زیر ادارت

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ

باہتمام

خاکسار طاہر بن احمد القاسمی نائب المدیر

مطبع قاسمی دیوبند مین طبع ہوکر

دفتر القاسم دار العلوم دیوبند سے شائع ہوا

قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ مع محصولڈاک

فی پرچہ ۴ ر

فہرست مضامین رسالہ القاسم بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ ہجری

یادگار حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ

بانی دار العلوم دیوبند

زیر سرپرستی

قدوۃ الانام حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی وحضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم وحضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی و دیگر مقدس و مقتدر علمائے دیوبند سے شائع ہوتا ہے

صفحہ	صاحب مضمون	مضمون
۱	جناب مفتی المدیر صاحب القاسم	خریداران القاسم سے ضروری گذارش
۲–۴	〃	القاسم کا شاندار دار العلوم نمبر
۵–۷	منجانب حضرت مفتی صاحب دار العلوم دیوبند	احکام عید الاضحیٰ
۸	ایک دیرینہ محسن دار العلوم کے قلم سے	سوانح [illegible] دار العلوم
۹–۲۰	جناب مولانا محمد منصور علی صاحب پروفیسر [illegible]	بچوں کی تعلیم
۲۱–۲۴	جناب مولانا ابوالقاسم صاحب رفیق دلاوری	[illegible] ختم نبوت
۲۵–۲۷	جناب مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی	القاسم الکلام فی تحقیق حکومۃ الاسلام
۲۸	عمدۃ المدیر القاسم	عید الاضحیٰ کی تقریب دار العلوم دیوبند
	منجانب حضرت مفتی صاحب دار العلوم	فہرست [illegible] دار العلوم
	مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی	ضمیمہ تنبیہ نافع

گذارش: براہ کرم سالانہ چندہ بھیجتے وقت منی آرڈر کے کوپن پر اپنا مفصل خوشخط پتہ تحریر فرمائیے یا نمبر خریداری فقط لکھ دیجئے۔ منی آرڈر یکم محرم تک پہنچ جانا چاہئے ورنہ ۱۵ محرم کو وی پی کا انتظام کیا جائیگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القاسم کا تیسرا سال ختم ہو رہا ہے

خریداران القاسم سے ضروری گذارش

محترم ناظرین! خدائے رحیم و ستار کے لطف و کرم سے [illegible] مخلص بندوں کی توجہ [illegible] اعانت سے دار العلوم کا ماہواری رسالہ ذی الحجہ میں بارھواں نمبر پیش کرکے تیسرے سال کو بخیر و خوبی پورا کر رہا ہے اور ۱۵ محرم ۱۳۳۷ھ تک بفضلہ تعالیٰ [illegible] چوتھے سال میں قدم رکھنے والا ہے۔ ہمکو اس کا دعویٰ نہیں ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو کما ینبغی ادا کرسکے ہیں مگر ہمیں اس پر فخر ہے کہ ہمنے ناظرین کی ضیافت علمی کیلئے دسترخوان اشاعت پر ایسی انوکھی غذائیں چنی ہیں کہ جنسے دوسرے لوگ [illegible] ہیں اور یہ کہنے میں ہم کو کوئی پس و پیش نہیں ہے کہ جس مقدس اور یگانہ عالم ہستی کے یادگار کے طور پر ہمنے اس بند شدہ رسالہ کو اب سے تین سال پہلے جاری کیا تھا بحمد اللہ ہم ابتک باوجود ہر قسم کی دشواریوں کے برابر چلایا اور آئندہ کیلئے بھی یہی ارادہ ہے۔

القاسم کا شاندار سالانہ دار العلوم نمبر

چونکہ حسن اتفاق سے اجرائے القاسم اور اجرائے دار العلوم دونوں کی تاریخ ۱۵ محرم ہی ہے اسلئے کارکنان القاسم نے دار العلوم کی نیک شہرت کے تحفظ کیلئے ارادہ کیا ہے کہ ہر سال ایک مخصوص سالانہ دار العلوم نمبر ۱۵ محرم کو نکالا کریں جو دار العلوم اور القاسم دونوں کیلئے ایک بہترین یادگار ہو۔ چنانچہ کارکنان القاسم اس سال کے دار العلوم نمبر کی تیاری میں بڑی عرق ریزی سے کام کر رہے ہیں چونکہ سالانہ حالات و وقائع پر عہد کی روشنی ڈالنے اور نتائج تعلیم و ثمرات انتظام کو مرتب کر رہے ہیں دار العلوم کی اعانت و حمایت کو عبادت کبریٰ سمجھتے ہوئے [illegible] اس مخصوص نمبر کیلئے کثیر اخراجات بلا خیال نفع و ضرر نہایت فراخدلی سے کر رہے ہیں لیکن کیا اسکے بعد بھی ہمارے سالانہ خریدار ہماری ہمت افزائی میں کوئی زحمت نہ نکالیں گے کیا دردمند بہی خواہان دار العلوم اب بھی توجہ نہ فرمائینگے کہ [illegible] محسنین دار العلوم و خریداران القاسم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے [illegible]

سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کردیں

تاکہ وی پی کے نقصان سے [illegible] دار العلوم نمبر کو پیش کرسکے اور خریداران القاسم وی پی کی فیس سے بچ جائیں منی آرڈر کے ذریعہ سالانہ چندہ بھیجنے میں علاوہ دار العلوم نمبر مفت حاصل کرنیکے کئی آنہ کی بچت بھی ہے کیونکہ وی پی کے ذریعہ رسالہ منگانے میں [illegible] وی پی بلا تاخیر وصول کرلیا جائے۔ حسب قاعدہ سالانہ وی پی ۱۵ محرم ۱۳۳۷ھ کو بھیجا جائیگا۔ جب [illegible] تو وی پی کو ضرور وصول کرلیجائے ایسا نہ ہو کہ آپ کی غیبت یا غفلت کے سبب سے ڈاکخانہ وی پی کو واپس کردے [illegible] کی صورت میں کسقدر نقصان رسالہ کو پہونچ جاتا ہے۔

[illegible] المدیر القاسم

دارالعلوم دیوبند کے علمی ۔ مذہبی ۔ اخلاقی ۔ تمدنی ۔ تاریخی ماہوار رسالہ

"القاسم" کا شاندار دارالعلوم نمبر

جس مین

بلند پایہ علمی مضامین ۔ بزرگان دارالعلوم کے قابل دید تذکرے ۔ مخصوص عمارات دارالعلوم و مزارات بزرگان و بعض متبرک مخصوص تحریرات کے عکسی فوٹو بہترین ترتیب کے ساتھ دکھلائے جائین گے

دارالعلوم دیوبند نے اپنی چونسٹھ سالہ دورحیات مین جو نمایان ترقیات حاصل کین اور جو زرین خدمات اسلام اور مسلمانون کی انجام دین وہ حقیقت شناس نظرون سے مخفی نہین کارپردازان القاسم ایک عرصہ سے اس ضرورت کو محسوس کر رہے تھے کہ متوسلین دارالعلوم کی فرحت و خوشنودی کیلئے القاسم کا ایک مخصوص نمبر شائع کیا جائے جسمین بلند پایہ علمی مضامین کیساتھ دارالعلوم کی چونسٹھ سالہ تاریخ یعنی نتائج تعلیم و ثمرات انتظام تغیرات و حوادث موازنہ آمد و صرف تعداد طلباء وغیرہ کو سنوار مرتب کر کے یکجا دکھلایا جائے معاونین دارالعلوم و خیراندیشان مدرسہ کی مزید دلچسپی کیلئے انکی عزیز ترین واحد اسلامی مرکزی درسگاہ کی مخصوص عمارات مثل مسجد دارالعلوم دارالحدیث صدر دروازہ وغیرہ کے فوٹو دئے جاوین ۔ نیز حضرت بانی دارالعلوم و حضرت گنگوہی و حضرت شیخ الہند کے مزارات مقدسہ کے فوٹو بھی دکھلائے جائین اور بطور تبرک حضرات تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ کے لکھے ہوئے قرآن مجید کا عکس جو کتبخانہ دارالعلوم کے لئے ایک بڑی مایہ ناز چیز ہے اور حضرت بانی علیہ الرحمۃ والغفران کے خاص قلم کے لکھے ہوئے چند اصول جنپر اس مدرسہ کو چلایا گیا ہے انکا عکس بھی اس مبارک نمبر مین ہدیہ ناظرین ہو ۔ الحمد للہ کہ اس مبارک خیال نے عملی شکل اختیار کر لی ہے ۔ چنانچہ ٹھیک اس تاریخ مین جسمین اب سے چونسٹھ برس پہلے دارالعلوم کا افتتاح ہوا تھا اور جس تاریخ مین اب سے تین سال پہلے القاسم دور جدید کا اجرا ہوا تھا یعنی ۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ کو القاسم کا دارالعلوم نمبر نہایت آب و تاب سے شائع ہوگا ۔ غرض دارالعلوم نمبر اپنی ظاہری و معنوی خوبیون کی وجہ سے ایک قابل قدر تحفہ ہوگا جو ادبی دلچسپیون کے علاوہ ایک دائمی کارآمد پرچہ بھی ہوگا ۔ لہذا ۔

مخلصان و خیراندیشان دارالعلوم سے مودبانہ گذارش

ہے کہ وہ اس مخصوص نمبر کی اشاعت مین جسقدر اور جس حیثیت سے بھی سعی فرما سکتے ہون دریغ نفرماوین ۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے علاوہ علمی دلچسپیون کے دارالعلوم کے متعلقہ وہ تمام اتہامات شکوک و شبہات بھی دور ہوجائین گے جو اس کے وقار و عظمت کو صدمہ پہنچانیوالے چند ناعاقبت شناس لوگونکی طرف سے اصلاح کی صورت مین ظاہر کئے جارہے ہین ۔

دارالعلوم نمبر کیلئے مضمون عطا فرمانیوالے حضرات

دارالعلوم نمبر کیلئے جن اکابر ملت و دردمندان اسلام نے مضامین مرحمت فرمائے یا جن کے مضامین عالیہ کے درج ہونیکی کافی توقع ہے اُن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہین ۔

حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب ، حضرت فخر الہند مولانا حبیب الرحمن صاحب ، حضرت مولانا حسین احمد صاحب حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ، جناب مولانا احمد سعید صاحب ، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب حضرت مولانا مرتضی حسن صاحب ، جناب مولانا اعزاز علی صاحب ، جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب ، جناب مولانا مظہر الدین صاحب ایڈیٹر "الامان" ۔ جناب مولانا سعید الدین صاحب ۔ جناب مولانا احمد علی صاحب لاہوری و دیگر سربرآوردہ حضرات ، ان کے علاوہ جو فضلاء دارالعلوم و دیگر مشاہیر اہل قلم اس تاریخی نمبر کے لئے مضامین عطا فرماوین گے انشاءاللہ حسب گنجائش بشرط موافقت مسلک دارالعلوم دیوبند بسر و چشم قبول کئے جاوین گے ۔ جو مضمون موجودہ ضروریات اسلام کو مشتمل ہوگا وہ مستحق ترجیح ہوگا ۔ ضخامت کا اندازہ اسوقت ۲۰۰ صفحہ سے کسی طرح کم نہین ہے سائز $\frac{20\times30}{16}$ ۲۷ سطر ، مع عکسی فوٹو کتابت طباعت ٹائیٹل دیدہ زیب نہایت خوشنما قیمت باوجود ان تمام خوبیون کے بغرض رفاہ عام صرف ۵ر رکھی گئی ہے ۔

القاسم کے خریدارون کو دارالعلوم نمبر مفت

جو حضرات القاسم کے پہلے سے سالانہ مستقل خریدار ہین یا القاسم جلد ۴ کے جدید خریدار بنکر سالانہ چندہ عہ بذریعہ منی آڈر یا وی پی بھیجدین گے ان کی خدمت مین یہ ضخیم نمبر بلا مزید اضافہ کے حسب معمول روانہ ہوگا ۔ ان کو چاہیئے کہ وہ یکم محرم ۱۳۴۷ھ تک سالانہ چندہ عہ بذریعہ منی آڈر بھیجدین یا عہ کا وی پی بھیجدینے کی اجازت دین یا ۵ر کے ٹکٹ ارسال فرما کر دارالعلوم نمبر کے خریدارون کے رجسٹر مین اپنا نام درج کرالین ۔

مہذب اشتہار دینے والے تاجران و سوداگران

چونکہ یہ نمبر کثیر مقدار مین شائع ہوگا اس لئے مہذب اشتہار دیکر تجارتی فائدہ حاصل کیجئے ۔

نرخنامہ رعایتی اشتہارات :- سالم صفحہ (للعہ) نصف صفحہ یا ایک کالم (عہ) ¼ صفحہ (سے) خلاف شرع اشتہارات نہین لئے جاوین گے ۔

اخبارات و رسائل کے ایجنٹ صاحبان کیلئے نادر موقع

ایجنٹ صاحبان کو چاہئے کہ وہ دار العلوم نمبر کے اشتہارات منگوا کر بکثرت انہین اپنے شہر مین تقسیم کرین اور ہم سے دار العلوم نمبر کا معقول مقدار مین معاملہ طے کرلین کمیشن مین کافی رعایت کی جاوے گی اس نمبر کی اشاعت سے دین و دنیا کا فائدہ ہوگا ۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

(مولوی) محمد طاہر بن احمد القاسمی مہتمم المدیر القاسم دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور یو-پی

کیا دار العلوم مین قتل کی کوئی واردات ہوئی ؟

اعدائے دار العلوم کی طرف سے یہ پروپیگنڈا بہت دنون سے جاری ہے کہ دار العلوم دیوبند مین ایک بنگالی طالب علم قتل کردیا گیا ۔ چونکہ مقدمہ زیر سماعت ہے اسلئے ہم سر دست اسکے متعلق کوئی رائے ظاہر نہین کرسکتے ۔ البتہ اختتام مقدمہ کے بعد ایک مکمل بیان شائع کرینگے لیکن سر دست اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہین کہ دار العلوم دیوبند مین قتل کی کوئی واردات نہین ہوئی ۔ رمضان المبارک کے آخر مین بنگالی اور پشاوری طلبہ مین جو چپقلش ہوئی اور ایک دوسرے کے خلاف خشت باری ہوتی رہی اسمین ایک بنگالی طالب علم کے سر مین اینٹ جالگی جو ہسپتال جاکر چند گھنٹہ کے بعد انتقال کرگیا اس ہونے نہ تو بزرگان اہتمام کو کوئی تعلق تھا اور نہ شہر کے کسی دوسرے ذمہ دار شخص کا اسمین ہاتھ تھا بلکہ نماز عصر کیوقت حوض پر وضو کرتے ہوئے ایک بنگالی اور ایک سرحدی طالب علم کی لفظی بحث سے یہ معاملہ بڑھتا بڑھتا آخرکار فریقانہ کش مکش کی صورت مین تبدیل ہوگیا ۔ اس تصادم کا ذمہ دار یا سرا بنگالی اور سرحدی طلبہ تھے جسے اہتمام دار العلوم کیطرف منسوب کرنا یا بزرگان اہتمام کے طریق اہتمام کو اسکا ذمہ دار ٹھہرانا انتہا درجہ کی جفاکاری اور ظلم ہے ۔ الغرض اس قسم کے بیانات جو مہاجر مین شائع ہون یا کسی دوسرے جریدہ مین بالکل غلط اور ناقابل التفات ہین ۔

احکام عید الاضحیٰ

(۱) بقرعید کی نماز بھی مثل نماز عید الفطر کے واجب ہے اور ترکیب اس نماز کی وہی ہے جو نماز عید الفطر کی ہے ۔ اور وقت اس کا آفتاب کے بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے ۔ البتہ جلد پڑھنا اس نماز کا مستحب ہے ۔ تاکہ اس کے بعد قربانی کرنے مین سہولت ہو ۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے جسمین قربانی اور تکبیرات تشریق وغیرہ کے احکام تبلائے ۔ اس نماز کیلئے بھی باہر عیدگاہ مین جانا مستحب ہے ۔ اور راستہ مین پکار کر تکبیر پڑھتا رہے تاکہ دونون راستے گواہی دین ۔

(۲) بقرعید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا اچھا نہین اگرچہ حرام بھی نہین بہتر یہ ہے کہ بعد نماز کے قربانی مین سے کھاوے ۔

(۳) تکبیر تشریق ایک دفعہ ہر ایک نماز فرض کے بعد جو جماعت سے پڑھی گئی ہو کہنا واجب ہے امام اور مقتدی سب ایک بار اسطرح تکبیر کہین اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ نوین ذی الحجہ کی صبح سے تیرھوین تاریخ کی عصر تک ۔

قربانی کے احکام

(۴) ہر ایک مسلمان آزاد مقیم جس پر صدقہ فطر واجب ہے ایک بکرا یا بھیڑ یا دنبہ یا ساتوان حصہ گائے ۔ بیل ۔ بھینس ۔ اونٹ کا قربانی کرنا واجب ہے ۔ اور ایک گائے بیل وغیرہ مین سات آدمی تک شریک ہوسکتے ہین ۔ اگر دو یا تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی شریک ہوکر پوری گائے کرین تب بھی درست ہے ۔ بکرا ، بکری ایک برس کا پورا ہونا چاہئے اور گائے بیل بھینس دو برس کی اور اونٹ پانچ برس کا ۔ اور گائے کی قربانی بہتر ہے بیل سے اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے ۔ اور بکرا بکری مین مادہ بہتر ہے نر سے ۔ (کذا فی الدر المختار) دنبہ دنبی اور بھیڑ اور مینڈھا چھ ماہ سے زیادہ کا بھی درست ہے ۔ بشرطیکہ موٹا اور تیار ہو کہ ایک برس کا معلوم ہوتا ہو ۔

(۵) قربانی کا گوشت وزن سے تقسیم کیا جائے اندازہ سے تقسیم نہ کرین لیکن اگر کسی طرف پائے یا کھال بھی لگادی جائے تو اندازہ سے بھی تقسیم کرنا درست ہے ۔

(٦) شہر والے قربانی بعد نماز کے کریں اور اگر کسی عذر سے اُس دن نماز ادا نہ ہوئی تو جب وقت نماز کا وقت گذر جائے اُسوقت قربانی کرنا درست ہے یعنی بعد زوال کے اور دوسرے اور تیسرے دن نماز سے پہلے بھی قربانی درست ہے یعنی اگر نماز بقرعید کی کسی عذر سے قضا ہوگئی تو اگلے دن نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔ اسیطرح بارھوین تاریخ کو بھی۔ اور گاؤن والون کو صبح صادق ہونے کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

(٧) قربانی کے دن تین ہین۔ دسوین۔ گیارھوین۔ بارھوین ذی الحجہ، مگر پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے۔ پھر دوسرے دن پھر تیسرے دن۔ اور تیسرے دن غروب آفتاب سے پہلے قربانی ہوسکتی ہے۔

(٨) رات کو قربانی کرنا جائز ہے۔ پسندیدہ اور بہتر نہین۔

(٩) اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بہتر ہے اگر خود ذبح کرنا نہین جانتا تو دوسرے سے ذبح کرانے کے وقت خود وہان کھڑا ہو جانا بہتر ہے۔

(١٠) قربانی کے وقت کوئی نیت زبان سے پڑہنا یا دعا پڑہنا ضروری نہین اگر صرف دل مین خیال کرلیا کہ مین قربانی کرتا ہون اور زبان سے کچھ نہین کہا صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کردیا تب بھی قربانی درست ہے۔ لیکن اگر دعاء ماثورہ جو آگے آتی ہے پڑھیگا تو بہتر اور ثواب زیادہ ہے۔

(١١) جب قربانی کو قبلہ رُخ لٹا دے تو یہ دعا پڑھے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین۔

(١٢) ذبح کرنیکے بعد یہ دعا پڑھے اللھم تقبلہ منی کما تقبلت من حبیبک محمد وخلیلک ابراھیم علیھما الصلوۃ والسلام۔

(١٣) بہتر یہ ہے کہ قربانی کا گوشت ایک تہائی غربا و مساکین پر صدقہ کرے۔ ایک تہائی اپنے دوستون کو دے اور ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل وعیال کیلئے رکھلے۔ لیکن جس شخص کے کنبہ بہت ہو یا اور کوئی ضرورت ہو تو تمام گوشت خود خرچ کرسکتا ہے البتہ فروخت کرنا منع ہے۔

(١٤) جس کے ذمہ قربانی واجب تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور قربانی کا خریدا تو اُس کے ذمہ اُسکا قربانی کرنا واجب ہوگیا اُس کو فروخت نہین کرسکتا۔ اگر قربانی کے دن گذر گئے اور اُس نے اُس جانور کو ذبح نہ کیا تو زندہ کو اللہ واسطے محتاجون کو دیدینا چاہئے۔ نذر کرنیوالے کا بھی یہی حکم ہے۔

تمت بالخیر

تمت بالخیر

محفوظات

مرکز التراث الاسلامی دیوبند

